فتاویٰ علماء ہند

جلد- ۲۹

تیار کردہ

منتخب علماء ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باھتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

کتاب النکاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللّٰہ عزوجل:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَo اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَo فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ العٰدُوْنَ﴾

(سورۃ المومنون: ۵-۷)

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًاo وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

(سورۃ النساء: ۲۳-۲۴)

﴿الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾

(سورۃ النور: ۳)

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

(سورۃ البقرۃ: ۲۳۴)

عن ابن عبّاس رضی اللّٰہ عنہما قال:

”عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ، وَالشِّغَارُ أَنْ يُنْكِحَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُنْكِحَهُ الآخَرُ ابْنَتَهُ لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ“.

(موطأ الإمام محمد بن الحسن الشيبانی، باب نکاح الشغار، رقم الحدیث: ۵۳۳، انیس)

فہرست عناوین

نمبرشمار	عناوین	صفحات

فہرست مضامین (۵-۳۶)

نکاحِ مؤقت اور متعہ کا بیان (۴۳-۱۰۲)

نکاحِ شغار کا بیان (۱۰۳-۱۱۰)

گونگے، بہرے، مجنون اور پاگل کا نکاح (۱۱۱-۱۲۰)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

وہ عورتیں جن سے نکاح درست ہے (۱۲۱-۳۰۰)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات

حاملہ اور زانیہ سے نکاح کا بیان (۳۰۱-۴۰۲)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبر شمار	عناوین	صفحات

طلاق شدہ عورتوں کا نکاح (۴۰۳_۴۴۶)

نمبر شمار	عناوین	صفحات

بیوہ عورتوں سے نکاح (۴۴۷-۴۶۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الشکر

نحمده و نصلي علی رسوله الکریم اما بعد

الحمدللہ فتاویٰ علماء ہند کی انتیسویں جلد تیار ہوگئی ہے اس جلد میں دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ خصوصیت کے ساتھ بیوہ، اور مطلقہ خواتین کے مسائل مذکور ہیں موجودہ دور میں یہ رواج عام ہوتا جارہا ہے کہ لڑکیوں کی شادی میں بہت تاخیر کی جاتی ہے اکثر تاخیر تو تہذیب جدید کی اتباع اور رسم ورواج کی پابندی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ پھر نہ صرف یہ کہ کنواری لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کی جاتی ہے، بلکہ اگر کوئی عورت شوہر کے انتقال یا طلاق کی وجہ سے بیوہ ہوجاتی ہے تو اس کے دوبارہ نکاح کو انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے، اس طرح اس بے چاری کے تمام جذبات وخواہشات کو فنا کے گھاٹ اتار کر اس کی پوری زندگی کو حرمان و یاس، رنج والم اور حسرت و بے کیفی کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔

یہ تو تقریباً سب ہی جانتے ہیں کہ تمام اہل سنت والجماعت کا متفقہ طور پر یہ عقیدہ ہے کہ جو آدمی کسی معمولی سنت کا بھی انکار کرے یا اس کی تحقیر کرے تو وہ کافر ہوجاتا ہے اور یہ سبھی لوگ جانتے ہی کہ بیوہ عورت کا نکاح کرنا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ عظیم ومشہور سنت ہے جس کی تاکید بے شمار احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن! افسوس ہے کہ مسلمان جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت کا اقرار کرتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے کا کوئی جذبہ نہیں رکھتے۔

یہ عاجز بندہ اس عظیم مجموعہ کی طباعت ونشر واشاعت کی توفیق پر اپنے کریم مولا کا شکر گزار ہے۔ یہ سنت الٰہی ہیکہ اگلے کام کی توفیق پچھلے کام کی قبولیت سے ملتی ہے۔ الحمدللہ سابقہ جلدیں ملک وبیرون ملک کے علمی حلقوں میں خوب مقبول ہورہی ہیں، اور ہر طرف سے اسکی افادیت کے پیش نظر ہمت افزائی کے دعائیہ کلمات اور مفید مشورے موصول ہورہے ہیں۔ مجھے بیحد مسرت ہورہی ہے کہ موسوعہ فتاویٰ علماء ہند کی یہ عظیم علمی وفقہی خدمت عزیزم مفتی محمد اسامہ ندوی سلمہ کی نگرانی اور محب ومحترم مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب کی سرپرستی میں المجلس العالمی للفقہ الاسلامی کے تحت علماء کرام ومفتیان عظام کی ایک عظیم جماعت سرانجام دے رہی ہے جس میں بفضلہ تعالیٰ منظمۃ السلام العالمیہ مالی تعاون فراہم کررہا ہے جس کے نتیجے میں یہ عظیم الشان علمی وفقہی سرمایہ پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

درحقیقت اس علمی کتاب کے منصۂ شہود پر آنے میں بندہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ مالک حقیقی جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اپنے کسی بندے پر اپنے ارادے کا اظہار کردیتا ہے اس لیے کہ مخلوق سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے وہ خالق کائنات کے ارادے کا ظہور ہے۔ دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف وکرم سے اسے شرف قبولیت بخشے اور خصوصا علماء کرام ومفتیان عظام کے لئے اسے نافع بنائے اور بندہ ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

بندہ شمیم احمد (انجینئر) نقشبندی مجددی
ناشر فتاویٰ علماء ہند، خادم منظمۃ السلام العالمیہ
ممبئی الھند
۲/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ

تاثرات

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه رب العالمين والصلاة والسلام على رسول اللّٰه وعلى آله وصحبه أجمعين

الحمدللہ ''فتاویٰ علماء ہند'' محترم ومکرم مولانا محمد اسامہ شمیم صاحب ندوی کی زیر نگرانی ترتیب دیا جارہا ہے، یقیناً اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ روزمرہ کے جو مسائل مسلمانوں کو پیش آتے ہیں اور اس کے جواب میں علماء اور مفتیان کرام قرآن کریم، احادیث شریفہ اور شریعت اسلامیہ کے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے جو فتاویٰ دیتے یا تحریر کرتے ہیں، ان کو ایک ساتھ جمع کیا جائے؛ تاکہ مسلمان ان سے مستفید ہوں، اس اہم کام کا مقصد علماء ہند کے فتاویٰ کو ایک جگہ جمع کرنا ہے، یہ بہت اہم کام ہے، جیسا کہ فتاویٰ صادر کرنے میں فتاویٰ عالمگیریہ اور دوسری کتابوں کے حوالے دیئے جاتے ہیں، اسی طرح یہ کام بھی ایک مرجع کی حیثیت رکھے گا۔ (ان شاءاللہ)

محترم ومکرم مولانا محمد اسامہ شمیم صاحب ندوی کے بقول یہ مجموعہ تقریباً دوسو (200) جلدوں پر محیط ہوگا اور ابھی تک پچیس (25) جلدیں تیار ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ محترم ومکرم مولانا محمد اسامہ شمیم صاحب ندوی اور مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی صاحب (مرتب فتاویٰ علماء ہند) اور ان کے تمام معاونین کے اس اہم کام کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

ڈاکٹر سلیم الرحمٰن خاں ندوی
صدر ندوہ اسلامک ایجوکیشن سنٹر، جاپان
پروفیسر جامعہ تشوؤ، ٹوکیو، جاپان
صدر جمعیۃ علماء جاپان
صدر رؤیت ہلال کمیٹی، جاپان

25 ربیع الاول 1442ھ، مطابق 11 نومبر 2020ء

باسمه سبحانه وتعالیٰ

لائق صدعز واحترام جناب انجینئر شمیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج عالی بخیر وعافیت ہوں، بندہ ناکارہ بفضلہ تعالیٰ بعافیت ہے۔

معروض بخدمت عالی جناب یہ ہے کہ ہمارے یہاں دارالافتاء قائم ہے، معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ایک عدیم المثال دل کی پیاس کو بجھانے والی کارنامہ کوانجام دیا ہے کہ مختلف فتاویٰ میں منتشر خزائن کو یکجا جمع فرما کر مفتیان کرام پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ ان کے لیے بے انتہا سہولت مہیا کر دیا کہ دریا بے کنار میں غوطہ زنی سے نجات عطا فرمادی۔ دریا کو کوزہ میں جمع کرنے کا کام انجام دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو بہت ہی مقبولیت ومفید عام بنائے اور آپ حضرات کو اپنی شایان شان دارین میں بدلہ عطا فرمائے۔ یہ بہت اہم ضرورت اور خلا کی تکمیل وپورتی کی ہے۔

فجزاكم الله خير الجزاء آمين بجاه سيد المرسلين صلى الله عليه وآله وسلم

ناکارہ
عبدالرحمٰن عفی عنہ
مفتی جامعہ محمود العلوم، محمود نگر، گڈا، جھارکھنڈ

۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ وعلی آلہ وصحبہ أجمعین،أما بعد:

عالم اسلام میں برصغیر بالخصوص ہندوستان کو دینی حیثیت سے یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہاں مختلف مدارس اوردارالافتاءودارالقضاءوغیرہ سے جدید مسائل واحکام کے سلسلہ میں فتویٰ نویسی کا کام بڑی احتیاط سے انجام دیا گیا، یہاں کے فقہاءاورعلماء نے اپنی بصیرت وفراست اور گہرے دینی علم کی بنیاد پر پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کا بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں حل پیش کرنے کی کامیاب کوششیں کیں، بالخصوص گزشتہ دوصدیوں کے علماء ہند کے فتاویٰ کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس میں بعض ایسے علماء بھی نظر آتے ہیں، جنھوں نے کسی ادارہ کے زیر اہتمام نہیں؛ بلکہ انفرادی طور پر بھی وہ عظیم کام اس تعلق سے انجام دیا، جس کے لیے اکیڈمیوں اور مستقل تحقیقی اداروں کی ضرورت تھی۔

علماء ہند کے یہ سب فتاویٰ تاریخ فقہ اسلامی کا حصہ بن چکے ہیں اور مختلف فقہی کتابوں ومجلّات میں منتشر تھے،ضرورت تھی کہ ان ہزاروں نہیں؛ بلکہ لاکھوں فتاویٰ کو یکجا کیا جائے،تاکہ عوام وخواص کے لیے اس سے استفادہ بہ آسانی ممکن ہو۔

برصغیر کے معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی مدظلہ العالی اور ہمارے رفیق مکرم مولانا محمد اسامہ شمیم صاحب ندوی زیدلطفہ نے جن کو ماشاءاللہ زمانہ طالب علمی ہی سے اچھا علمی وفقہی ذوق تھا اور وہ اپنی اس امتیازی شان کی بناپر اپنے معاصر علماء میں ممتاز تھے، بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ اس عظیم علمی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہونچانے کی کامیاب کوششیں کیں، **فللّٰہ الحمد ولہ الشکر**

فتاویٰ علماء ہند کے نام سے انجام پانے والا یہ پورا عظیم فقہی کام ان شاءاللہ دوسوجلدوں میں مکمل ہوگا،اب تک آٹھ جلدیں طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں اور پندرہ جلدوں پر کام مکمل ہو چکا ہے، چوں کہ یہ تمام فتاویٰ طبقہ علماء کے ان فقہاء کے ہیں، جوفکری ونظریاتی اعتبار سے نہایت پختہ تھے اور افتاءوقضا میں ان کے احتیاط کی شہرت عام تھی؛اس لیے ان فتاویٰ پر اطمینان کے ساتھ عمل کیا جاسکتا ہے۔

میں اس عظیم علمی کارنامہ پر ان حضرات کو اپنے مادرعلمی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے علاوہ مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کی طرف سے دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے علماء برصغیر کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا اور یہاں کے اہل علم کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل الحمدللہ ان کے ذریعہ انجام پائی۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا کرے اور باقی جلدوں کو بھی جلد طباعت سے آراستہ فرماکر اس کے نفع کو عام وتام فرمائے۔آمین

محمد الیاس ندوی بھٹکلی

رکن شوریٰ دارالعلوم ندوۃ العلماء، استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل
بانی وجنرل سکریٹری مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل

۳۰ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

آج معاشرے میں مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کو معیوب سمجھا جاتا ہے، لیکن جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے کی طرف غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں یہ سب معیوب ہونا تو بہت دور بلکہ باعث اجر وثواب سمجھا جاتا تھا اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسی عورتوں سے نکاح فرما کر قیامت تک کے لیے ان خواتین کے مقام ومرتبے کو بلند فرمادیا اور ان خوش بخت خواتین کو اُمہات المومنین سلام اللہ علیہن کے مقدس لقب سے سرفراز فرمایا۔ اور دنیاوالوں کو یہ پیغام دیا کہ ایسی عورتوں سے نکاح کر کے ان کی زندگیاں آباد کرنا معیوب نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمایا اور میرے علاوہ کسی کنواری سے نکاح نہیں فرمایا۔ (اخرجہ الطبرانی (۲۳/۳۰) حضرت خدیجہؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح سے قبل دو شادیاں ہوچکی تھی، ان کے بعد نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمایا، اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال اور حضرت محمدؐ کی عمر شریف پچیس سال تھی۔

خالقِ کائنات کے لاکھوں انعامات واحسانات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں محض اپنے لطف وکرم سے اس نا اہل سراپا جہل ونابلد کو فتاویٰ علمائے ہند کی انتیسویں جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ فتاویٰ علماء ہند کی اس جلد میں مندرجہ ذیل مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

نکاح مؤقت اور متعہ کا بیان نکاح شغار کا بیان گونگے، بہرے، مجنوں اور پاگل کا نکاح، وہ عورتیں جن سے نکاح درست ہے حاملہ اور زانیہ سے نکاح کا بیان، طلاق شدہ عورتوں کا نکاح بیوہ عورتوں سے نکاح۔

سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ بیان کردہ تمام احکامات ومسائل دلائل وشواہد کی روشنی میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہوسکے۔

چنانچہ فتاویٰ کے سوال وجواب کو بعینہ ذکر کیا گیا ہے، ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے اقوال وآثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئ ہے۔ اس کے بعد اس علمی وفقہی مجموعے کو مزید توثیق وتائید کے لئے ملک وبیرون ملک کے مشاہیر مفتیان عظام کی نگاہوں سے گزارنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ یہ مجموعہ مؤثق ہوکر مؤید من اللہ ہوجائے۔

الحمد اللہ، اللہ تعالی کا احسان ہے کہ فتاوی علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم کے یہاں خوب مقبول ہورہا ہے لیکن بہرصورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطا وثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہوسکے۔ میں شکرگزار ہوں اپنے علماء ومفتیان کرام کا جنہوں نے بڑے ہی عرق ریزی کے ساتھ اس جلد کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا اسی طرح میں شکرگزار ہوں اپنے دوستوں اور بزرگوں کا جنہوں نے میری گزارش پر اپنے تاثرات ودعائیہ کلمات تحریر فرمائے ہمت افزائی فرمائی اور دعائیں دیں، دعاگو ہوں میرے مولیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین

بندہ مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

مشرف فتاویٰ علمائے ہند، رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی

۲/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ

ابتدائیة

الحمد للّٰہ علی نعمه الظاهرة والباطنة والصلاة والسلام علی نبیه محمد وآله وصحبه الذین ساروا فی نصرة دینه سیرا حثیثا، وعلی أتباعهم الذین ورثوا علمهم، والعلماء ورثة الأنبیاء أکرم بهم وارثا وموروثا،أما بعد:

نکاح صرف جنسی خواہش کی تکمیل نہیں؛ بلکہ جسم وروح کا باہمی رشتہ ہے،اس رشتے میں میاں بیوی ہمیشہ وابستہ رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا عہد و پیمان کرتے ہیں۔یہ رشتۂ عفت و پاک دامنی کا سبب اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے،نکاح کے عظیم مقاصد کے حصول اور نوعِ انسانی کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی کا آپس میں تعلق دائمی ہو،وقتی نہ ہو؛ بلکہ عارضی شادی مذہبِ اسلام میں حرام ہے،یہی وجہ ہے کہ نکاحِ متعہ اور موقت کو ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا ہے۔نکاح متعہ کی صورت یہ ہے کہ آدمی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنے مال کے بدلہ اتنی مدت تک کے لیے فائدہ اٹھاؤں گا اور نکاحِ مؤقت کی صورت یہ ہے کہ آدمی عورت سے دو گواہوں کی موجودگی میں کچھ مدت،مثلاً دس دن کے لیے نکاح کرے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معناً یہ متعہ ہی ہے اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ طویل مدت ذکر ہو یا قلیل؛ کیوں کہ مدت کا ذکر کرنا ہی متعہ کی جہت کو متعین کر دیتا ہے۔نکاح شغار کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنی لڑکی،یا بہن کا نکاح اس شرط پر کرے کہ دوسرا اپنی لڑکی،یا بہن کا نکاح کرے گا اور مہر کچھ نہ ہوگا؛ یعنی ہر ایک کی شادی ہی مہر ہوگی اور الگ سے کوئی مہر نہیں ہوگا۔ فقہاء حنفیہ لکھتے ہیں کہ نکاح شغار اگر کسی نے اسی طرح کیا تو مہر مثل ہر ایک پر لازم ہوگا اور نکاح صحیح ہوگا،البتہ یہ مکروہ عمل ہے۔جولڑکا گونگا،بہرہ ہو اور بالغ ہو تو خود اس کا قبول کرنا جواز نکاح کے لیے شرط ہے؛ لیکن چوں کہ وہ بول نہیں سکتا تو اشارے سے اس سے قبول کرایا جاوے اور اگر وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہے تو لکھ کر اس کے سامنے کر دیا جائے،اس پر وہ لکھ دے کہ مجھے قبول ہے اور اگر لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو تو صرف اشارہ سے قبول کرایا جاوے اور اگر لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو تو صرف اشارہ سے قبول کرنا کافی ہے۔نابینا کو جس طرح اور ضروریات سمجھائی جاتی ہیں اور اس سے دریافت کی جاتی ہیں،اسی طرح نکاح بھی کر دیا جائے۔مجنون ومجنونہ کا نکاح ان کے اولیا کے ذریعہ منعقد ہو جائے گا،نابالغی میں اگر ہو تو ولی اقرب میں افاقہ کے بعد خیار حاصل نہ ہوگا،بالغی کی صورت میں باپ دادا کے علاوہ اگر کوئی دوسرا ولی نکاح کرائے تو افاقے کے بعد اختیار حاصل ہوگا۔

وہ عورتیں جو مرد کی محرم ہوں،ان سے زندگی کے کسی بھی موقع پر نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا:(۱)ماں،دادی،نانی وغیرہ اوپر تک۔اولاد،اولاد کی اولاد آخر تک۔بہنیں پھر ان کی اولاد نیچے تک۔خالہ،پھوپھی اور اسی طرح باپ کی خالہ،پھوپھی وغیرہ آخر تک۔(۲)رضاعت سے بھی مذکورہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں،جو نسب سے حرام تھے۔(۳)مصاہرت کی وجہ سے چار اقسام کے رشتے حرام ہو جاتے ہیں:خاوند کا باپ،دادا وغیرہ اوپر تک۔بیوی کی ماں،نانی،دادی وغیرہ اوپر تک۔خاوند کے لڑکے جو کسی اور بیوی سے ہوں حرام ہیں،چاہے دخول ہو،یا نہ ہو۔ربیبہ(بیوی کی دوسرے شوہر سے پیدا شدہ لڑکی)مرد پر حرام ہے،بشرطیکہ بیوی سے دخول ہو چکا ہو۔(۴)جن دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں،مثلاً خالہ،بھانجی اور دو بہنیں وغیرہ،انہیں بیک وقت نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔(۵)آزاد آدمی کا چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں رکھنا بھی حرام ہے۔(۶)مطلقہ ثلاثہ سے بھی حلالہ شرعیہ سے قبل نکاح حرام ہے۔(۷)غیر کی منکوحہ،یا معتدہ سے بھی نکاح حرام ہے۔(۸)کفار ومشرکین وغیرہ سے بھی نکاح حرام ہے۔ان مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ باقی تمام عورتوں سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔اگر کوئی حاملہ عورت کسی کی منکوحہ نہیں؛ بلکہ زنا سے حاملہ ہو تو نکاح بحالت حمل جائز ہے،بعد وضع حمل تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اگر زانی سے نکاح ہو،جس کا حمل ہے تو اس کا بحالت حمل وطی کرنا جائز ہے اور اگر غیر زانی سے نکاح ہو کہ جس کا حمل نہیں ہے تو اس کو تا وضع حمل وطی کرنا جائز نہیں ہے۔مطلقہ عورت کا عدت کے درمیان دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور عدت کے درمیان کیا گیا نکاح معتبر نہیں ہے،عدت کے بعد دوسرے کسی مرد سے بلا تردد نکاح کر سکتی ہے اور طلاق دینے والے شوہر کے ساتھ بھی واپس رہنا چاہے تو ایک یا دو طلاق کی صورت میں بغیر حلالہ صرف نئے سرے سے نکاح کرنا کافی ہے،تین طلاق کے بعد حلالہ ضروری ہے۔بیوہ عورت صاحب اولاد نہ ہو تو اس کو نکاح کر لینا افضل ہے اور دوسرے نکاح کو عیب سمجھنا تو سخت گناہ ہے اور اگر صاحب اولاد ہے اور دوسرے نکاح سے ان بچوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے کہ شوہر کی خدمت وغیرہ کی وجہ سے ان بچوں کی پرورش بخوبی نہ کر سکے گی تو نکاح نہ کرنا بہتر ہے اور اگر بچوں کی پرورش سے نکاح ثانی مانع نہ ہو تو اس صورت میں بھی نکاح ہی افضل ہے اور یہ تفصیل اس وقت ہے،جب کہ بیوہ کو نکاح نہ کرنے کی صورت میں اپنے نفس پر پورا قابو ہو اور گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو،ورنہ بہر صورت نکاح لازم ہے۔

فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ (۲۹ رویں) میں فتاویٰ کے سوال وجواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کر دیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔امید ہے کہ علما،ائمہ،اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے،احقر نے حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی،احادیث نبوی،صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کا اہتمام کیا ہے،جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہو گئے ہیں۔

میں اس موقع سے ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان ومعاونین کا شکر گزار ہوں،جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے۔اللہ تعالیٰ شانہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔(آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)
چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن،پھلواری شریف،پٹنہ

۱۶/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ

نکاحِ مؤقت اور متعہ کا بیان

نکاح مؤقت کی تعریف:

عبارات فقہاء کی روشنی میں نکاح مؤقت کی حقیقت درج ذیل ہے:

(۱) **"والحاصل أن معنى المتعة عقد موقت ينتهي بانتهاء الوقت فيدخل فيه ما بمادة المتعة والنكاح الموقت أيضا فيكون النكاح الموقت من أفراد المتعة وإن عقد بلفظ التزويج وأحضر الشهود"**. (فتح القدير: ٢٧٤/٣)

(حاصل کلام یہ ہے کہ نکاح متعہ کا معنی ہے، ایک ایسا عقد جو کہ مؤقت ہو (مؤبد نہ ہو) اور وقت کے پورا ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو جائے، اس میں وہ عقد بھی شامل ہوگا، جو کہ متعہ کے لفظ کے ساتھ ہوا ور نکاح مؤقت بھی اس میں داخل ہوگا، لہٰذا نکاح موقت بھی نکاح متعہ کی ایک قسم ہے، اگر چہ بوقت عقد تزویج کا لفظ ذکر کیا جائے اور گواہ موجود ہوں۔)

(۲) **"قوله (وبطل نكاح متعة ومؤقت) قال في الفتح: قال شيخ الإسلام في الفرق بينهما أن يذكر الوقت بلفظ النكاح والتزويج وفي المتعة أتمتع اؤ أستمتع اه يعني ما اشتمل على مادة متعة والذي يظهر مع ذلك عدم اشتراط الشهود في المتعة وتعيين المدة وفي المؤقت الشهود وتعيينها"**. (شامية: ٥١/٣)

(ابن الہمام شیخ الاسلام کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام نکاح مؤقت اور متعہ میں فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نکاح مؤقت میں وقت کو لفظ نکاح، یا تزویج کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، جب کہ متعہ میں اَتمتع، یا استمتع یعنی کوئی بھی ایسا لفظ جو متعہ کے مادہ پر مشتمل ہو، اس کو ذکر کیا جاتا ہے، ساتھ ساتھ یہ فرق بھی ہے کہ نکاح متعہ میں گواہوں کی شرط بھی نہیں اور مدت متعین کرنا بھی ضروری نہیں، جب کہ نکاح مؤقت میں گواہ بھی ہوتے ہیں اور مدت بھی متعین کی جاتی ہے۔)

(۳) **"والفرق بين نكاح المتعة ونكاح المؤقت بذكر لفظ التزويج في المؤقت دون المتعة وكذا بشهادة فيه دون المتعة"**. (الموسوعة الفقهية: ٣٤٢/٤١)

(نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں فرق یہ ہے کہ نکاح مؤقت میں لفظ تزویج کا ذکر ہوتا ہے؛ لیکن نکاح متعہ میں اس کا ذکر نہیں ہوتا اور اسی طرح نکاح مؤقت میں گواہ بھی ہوتے ہیں، جب کہ نکاح متعہ میں گواہ نہیں ہوتے۔)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح مؤقت بھی نکاح متعہ کی طرح ایک عارضی نکاح ہے اور بغیر طلاق کے ختم ہو جاتا ہے، البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ اس میں وقت کی تعیین ضروری ہوتی ہے اور گواہوں کی موجودگی بھی ہوتی ہے۔

(نجم الفتاویٰ: ۳۰۵/۴-۳۰۶)

نکاح مؤقت کی تعریف:

سوال: نکاح مؤقت کسے کہتے ہیں؟ اور شریعت مقدسہ میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح مؤقت کی تعریف یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی دو گواہوں کے سامنے ایک معین مدت، مثلاً ایک ماہ یا دو ماہ کے لیے نکاح کریں، اس قسم کا نکاح شرعاً باطل ہے؛ تاہم اگر نکاح ایسی مدت مقرر کر دی جائے کہ جہاں تک دونوں، یا ایک کا جینا محال ہو تو ایسا نکاح جائز اور صحیح ہوگا۔

قال العلامة شيخ زاده: ولايصح نكاح المتعة والموقت والفرق بينهما أن يذكر في الموقت لفظ النكاح أو التزويج مع التوقيت ... وعن الإمام إذا وقتاً وقتاً لايعيشان إليه كمائة سنة أو أكثر يكون صحيحًا. (مجمع الأنهر: ۱/ ۳۳۱، كتاب النكاح، باب المحرمات)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/ ۳۴۰)

اگر منکوحہ کو مرد کی نیت توقیت کا علم نہ ہو تو کیا نکاح مؤقت ہوگا:

سوال: زید نے ایک عقد خفیہ طور پر دو گواہوں کے روبرو کیا اور عقد کے وقت ارادہ کر لیا کہ اس عقد کو اس وقت تک کے لیے کرتا ہوں، جب تک کہ منکوحہ کا اچھا پیام دوسری جگہ سے آوے؛ کیوں کہ اس عقد کا حال بوجہ خفیہ ہونے کے معلوم نہ ہوگا تو کوئی نہ کوئی ضرور پیام بھیجے گا اور اس شرط پر عقد کے مؤقت کو ایک گواہ کے سامنے بیان کیا اور دوسرے گواہ نے اس شرط کو ثقلِ سماعت، یا عدم توجہی یا بعد مقام کی وجہ سے نہیں سنا، حالاں کہ وہ وہاں موجود تھا؛ مگر وہ گواہ اس شرط کو سننے کا منکر ہے (پھر بھی یہ شرط عقد مؤقت اس منکر گواہ کو دوسرے موقع پر تنہائی میں سنا دی گئی تھی)۔ خیر! تو یہ شرط عقد موقت ایک گواہ کو سنا دی گئی تو اس کے بعد بغیر تبدیل مقام دو گواہوں کے روبرو زید مذکورہ ولی مستورہ کے مابین ایجاب وقبول ہو گیا۔ ایجاب وقبول میں یہ کوئی شرط مذکور نہیں ہوئی تو از راہ کرم آگاہ فرمائیے کہ عقد از روئے شریعت منعقد ہو گیا، یا نہیں؟ نیز منکوحہ کی والدہ زید کی محرم ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

سائل نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس مخفی شرط کو مخطوبہ یا ولی مخطوبہ کے سامنے بھی پیش کیا ہے یا نہیں، اگر مخطوبہ کے سامنے اس شرط کو پیش کیا اور اس نے اس کو قبول کیا، یا اس کے نابالغ ہونے کی صورت میں اس کے ولی کے سامنے پیش کیا اور اس نے قبول کیا تو شرعاً یہ عقد صحیح نہیں ہوا، بلکہ باطل ہوا، اس پر نکاح کے احکام مرتب نہیں ہوں گے اور محض عقد کی وجہ سے بغیر ہمبستری کے اس کی والدہ محرم نہیں ہوگی۔

---

(۱) قال العلامة المرغيناني رحمه الله: والنكاح الموقت باطل مثل أن يتزوّج امرأة بشهادة شاهدين عشرة أيّامٍ إلخ. (الهداية: ۲/ ۲۹۲، كتاب النكاح) ومثلهٔ في شرح الوقاية: ۲/ ۲۰، كتاب النكاح.

"(وبطل نكاح متعة وموقت) وإن جهلت المدة". (الدر المختار)(۱)

اور اگر مخطوبہ اور ولی مخطوبہ کے سامنے یہ شرط پیش نہیں کی، وہ اس سے بالکل بے خبر ہے تو محض نیت کرنے، یا خفیہ طور پر گواہوں سے کہہ دینے کی بنا پر یہ نکاح مؤقت نہیں ہوا؛ بلکہ نکاح درست ہو گیا، جیسے کوئی اس نیت سے نکاح کرے کہ میں اتنی مدت کے بعد اس کو علاحدہ کردوں گا۔ یہ نکاح مؤقت میں داخل نہیں؛ بلکہ یہ نکاح صحیح ہے اور اس صورت میں اس کی والدہ محض نکاح سے بغیر ہمبستری کے بھی زید کی محرم ہو جاوے گی اور اس کے اوپر کل نکاح کے احکام مرتب ہوں گے۔

"وليس منه ما لو نكحها علىٰ أن يطلقها بعد شهرٍ ونوىٰ مكثه معها مدةً معينة". (الدر المختار)(۲)

"وحرم المصاهرة بنت زوجته الموطوءة وأم زوجته وجدتها مطلقاً بمجرد العقد الصحيح وإن لم تؤطأ الزوجة،لما تقرر أن وطء الأمهات يحرم البنات،ونكاح البنات يحرم الأمهات". (الدر المختار)(۳)

"(قوله:بمجرد العقد)أي بالعقد المجرد عن الوطئ،وقد بين ذلك بقوله:وإن لم توطأ أخرج بالصحيح العقد الفاسدة،فإن أمها لا تحرم بمجرده بل بالوطئ أوما يقوم مقامه من المس بشهوة ونظر الشهوة". (طحطاوی)(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۲/۱۲/۱۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۶۲)

کچھ مدت کے لیے نکاح کرنا حرام ہے:

سوال: کیا ہی جائز ہے کہ مدت معین کر کے نکاح کر لیا جائے؟

الجواب

یہ نکاح حرام ہے، اس کو فقہاء کی اصطلاح میں نکاح موقت کہتے ہیں۔ صرح بحرمته في الهداية وغيرها، البتہ اگر کوئی زبان سے یہ عقد نہ کرے اور دل میں یہ نیت ہو کہ کچھ دنوں کے بعد طلاق دے دیں گے تو نکاح درست ہو جائے گا، اگر چہ یہ بھی سخت گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/۴۸۸)

عارضی مدت کے لیے نکاح:

سوال: میرے ایک ساتھی کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت سے عارضی نکاح کی اجازت ثابت ہوتی ہے، تو مقررہ مدت کے لیے کیا گیا نکاح کیا اسلام کی رو سے جائز ہے، یا غیر شرعی اور باطل ہے؟

(عثمان لاری، عزیز باغ کالونی)

(۱،۲) الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/ ۵۱، سعيد

(۳) الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/ ۳۰، ۳۱، سعيد

(۴) حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/ ۱۴، دار المعرفة، بيروت

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

آپ کے ساتھی کا خیال بالکل غلط ہے، قرآن عارضی اور وقتی نکاح کی اجازت نہیں دیتا، اسلام سے پہلے عرب میں مرد وعورت کے تعلق کی مختلف ایسی صورتیں نکاح سے موسوم تھیں، جو بے حیائی پر مبنی تھیں، یہاں تک کہ یہ بھی ہوتا تھا کہ ایک عورت بیک وقت کئی مردوں کے نکاح میں ہوتی تھی، نکاح کے مروجہ صورتوں میں ایک صورت نکاح متعہ کی تھی، اس نکاح میں مقررہ وقت یا مدت کے لئے عورت مرد کے نکاح میں آئی تھی، یہ بھی کوئی بہتر طریقہ نہیں تھا، شرافت انسانی کا تقاضہ یہی ہے کہ رشتہ نکاح دوام واستحکام پر مبنی ہو؛ لیکن حکمت کا تقاضہ یہ تھا کہ اسے تدریجاً ختم کیا جائے، اس لئے ابتداء اسلام میں اس کی ممانعت کا اعلان نہیں کیا گیا، غزوۂ خیبر کے موقع سے آپ ﷺ نے اس کی ممانعت کا اعلان فرمایا، خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے راوی ہیں، (۱) چناں چہ اہل سنت والجماعۃ کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے؛ اس لیے اسلام میں عارضی اور وقتی نکاح کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۶۲/۴)

نکاح مؤقت باطل ہے، نیز نکاح بشرط الطلاق کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے حج پر جاتے ہوئے اپنے اور اپنی والدہ جو کہ بیوہ ہیں کے کاغذات بمع مقررہ فیس کے جمع کرائے؛ مگر جب حکومت کی طرف سے قرعہ اندازی کا اعلان ہوا تو معلوم ہوا کہ زید کا قرعہ نہیں نکلا اور ان کی والدہ کا قرعہ نکل آیا؛ یعنی صرف ان کی والدہ کو (سرکاری طور پر) حج پر جانے کی اجازت مل گئی، زید جسے بطورِ محرم جانا تھا، وہ تو جا نہ سکا اور اس عورت کے لیے محرم کی ضرورت تھی، اس پر علاقے کے ایک صاحب نے یہ صورت نکالی کے اس عورت کا خالد نامی شخص کے ساتھ نکاح کرادیا جائے، خالد بھی چوں کہ سرکاری طور پر حج پر جارہا تھا، واپسی پر خالد اس عورت کو طلاق دے دے؛ یعنی سفرِ حج سے واپسی پر طلاق کی نیت سے نکاح کرلیا جائے، چناں چہ اسی طرح ہوا۔ قرآن وسنت کی روشنی میں واضح فرمائیں کہ نکاح کی مذکورہ صورت عام حالات میں، یا مخصوص حالات میں درست ہے؟ کیا اس عورت کا اس طرح کیا ہوا حج، اس سے حج کی فرضیت ساقط کرے گا؟ بعض حضرات اسے نکاحِ موقت کہہ کر باطل قرار دے رہے ہیں، اس کی بھی وضاحت فرمادیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اولاً تو یہ سمجھ لیں کہ مذکورہ عورت پر حج کی فرضیت ہی نہیں، بغیر محرم کے حج جائز نہیں، لہٰذا بہتر صورت یہ ہے کہ یہ عورت اپنی طرف سے حج بدل کرالے۔ اس پیش آمدہ صورت کو نکاحِ موقت قرار دینا درست نہیں، نکاح موقت باطل ہے؛ لیکن نکاح موقت اسے کہتے ہیں کہ معینہ دن تک مشروط نکاح کیا جائے، جو کہ ان دنوں کے گزرنے پر خود ہی ختم ہوجائے گا، یہ نکاح موقت ہوتا ہے، جو کہ سرے سے باطل ہے؛ لیکن سوال میں ذکر کردہ صورت مختلف ہے۔

---

(۱) الصحيح لمسلم: ۴۵۰/۱

سوال میں ذکر کردہ صورت سے ملتی صورت فقہاء نے کتبِ معتبرہ میں ذکر کی ہے کہ کوئی شخص اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ ایک مہینے، یا ایک سال بعد طلاق دے دوں گا تو یہ نکاح صحیح ہے اور شرط باطل ہے۔ مذکورہ صورت میں نکاح صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چوں کہ طلاق نکاح کو ختم کرنے والی ہے؛ یعنی قاطع ہے، پس اس شرط پر نکاح کہ ایک سال بعد، یا حج سے واپسی پر طلاق دے دوں گا، یہ شرط صلبِ عقد میں نہیں؛ بلکہ قاطع یعنی طلاق میں ہے، جو کہ لغو ہے، جب کہ نکاحِ موقت میں تو صلب عقد میں ہی توقیت ہوتی ہے، مثلاً میں ایک سال کے لیے تجھ سے نکاح کرتا ہوں، لہٰذا دونوں کا فرق واضح ہے۔

صورت مسئولہ میں دل میں طلاق دینے کی نیت ہے، لہٰذا یہ عقد منعقد ہوگا اور طلاق کی نیت اس پر اثر انداز نہ ہوگی، البتہ اس طرح کے نکاح سے اجتناب ضروری ہے؛ کیوں کہ اس کی مشابہت تو بہر حال نکاح موقت اور متعہ کے ساتھ پائی جاتی ہے اور اس میں بھی ایک طرح سے نکاح ہیشگی کے لیے نہیں کیا جارہا؛ اس لیے حج پر جانے، یا ایسے دیگر کسی مقصد کے لیے نکاح کرنا صحیح نہیں۔ ان صاحب کو بھی مشورہ دینے سے پہلے غور وفکر کرنی چاہیے، دینی مسائل میں اس طرح مشورہ زنی خطرناک ہے، اس عورت سے حج کی فرضیت ہی ساقط ہوگئی تھی، البتہ اگر وہ عورت اس طرح نکاح کرکے، یا بغیر محرم کے ہی حج کرآتی ہے تو فریضہ حج اس کے ذمے سے ساقط ہوجائے گا اور وہ عورت گنہگار ہوگی، دوبارہ حج کی ضرورت نہ رہے گی۔

لمافي العناية على هامش فتح القدير (۲۰۰/۳): واستشكل هذه المسئلة بما اذا شرط وقت العقد ان يطلقها بعد شهر فان النكاح صحيح والشرط باطل ولا فرق بينها وبين مافيه واجيب بان الفرق بينهما ظاهر لان الطلاق قاطع للنكاح فاشتراط بعد شهر لينقطع به دليل على وجود العقد مؤبدا ولهذا لومضى الشهر لم يبطل النكاح فكان النكاح صحيحا... والشرط باطلا وأما صورة النزاع فالشرط انما هو فى النكاح لافى قاطعه.

وفى الشامية (۵۱/۳): (قوله: وليس منه الخ) لأن اشتراط القاطع يدل على انعقاده مؤبدا وبطل الشرط، بحر.

وفى الدر المختار (۴۶۵/۲): ولو حجت بلا محرم جازمع الكراهة.

وفى الشامية (۴۶۵/۲): قلت لكن جزم فى الباب بأنه لا يجب عليها التزوج مع أنه مشى على جعل المحرم أوالزوج شرط أداء ورجح هذا فى الجوهرة. (نجم الفتاویٰ: ۳۱۳/۴-۳۱۴)

ایک سال تک ساتھ رہنے کی شرط پر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ دونوں ایک سال تک ساتھ رہیں گے، اگر باہمی اتفاق قائم رہا تو نکاح برقرار رکھیں گے اور اگر نباہ نہ ہوسکا تو خود بخود نکاح ختم ہوجائے گا تو سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح نکاح کرنا درست ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ایک سال تک ساتھ رہنے کی جو شرط لگائی ہے، ایسی شرائط نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں ہوتی ہیں، ایسی شرط کے ساتھ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔

لمافی القدوری (ص: ۱۷۹): ونكاح المتعة والموقت باطلٌ.

وتحته فی هامش القدوری: قوله المتعة فی المنافع صورته أن يقول خذی هذه العشرة لاتمتع بک أولاستمتع بک أومتعينی بنفسک أياماً والنكاح المؤقت أن يتزوج امرأة بشهادة شاهدين عشرة أيام أو شهرا أوسنة ونحوها والفرق بذكر لفظ التزوج فی المؤقت دون المتعة وكذا بالشهادة فيه دون المتعة وفی المحيط كل نكاح موقت متعة.

وفی الدرالمختار (۵۱/۳): (وبطل نكاح متعة ومؤقت) وإن جهلت المدة أو طالت فی الأصح وليس منه ما لو نكحها علٰی أن يطلقها بعد شهر أو نوی مكثه معها مدةمعينة ولا بأس بتزوج النهاريات عينی. (نجم الفتاویٰ: ۳۱۴/۴-۳۱۵)

متعہ اور موقت عقد میں فرق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح متعہ کی تعریف بیان فرمادیں۔ کیا متعہ کے لیے م ت ع کے الفاظ ذکر کرنا ضروری ہیں، یا نہیں؟ نیز نکاحِ موقت کی تعریف بھی بیان فرمادیں اور نکاح متعہ اور موقت میں کیا فرق ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاحِ متعہ کی تعریف:

علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں نکاحِ متعہ کی یہ تعریف تحریر فرمائی ہے: ''کسی عورت سے بلا قصدِ حصولِ ولد اور تربیت ولد کے نکاح کرنا جب کہ مقصد صرف چند دنوں کے لیے عورت سے نفع اٹھانا ہو، خواہ مدت معینہ کے لیے ہو، یا غیر معینہ کے لیے۔''

نکاحِ متعہ میں الفاظِ م ت ع کا استعمال ضروری نہیں۔ اس اعتبار سے نکاحِ موقت بھی نکاح متعہ کی ایک صورت ہے، البتہ عموماً متعہ میں م ت ع الفاظ کا استعمال ہوتا ہے۔

نکاح مؤقت کی تعریف:

نکاح مؤقت یہ ہے کہ گواہوں کے سامنے وقتِ مقررہ کے لیے عقدِ نکاح کیا جائے۔ نکاحِ مؤقت میں نکاح کی تمام شرائط گواہ، ایجاب وقبول مہر وغیرہ پایا جاتا ہے فقط تابید (دوام) نہیں ہوتی، جس کے باعث یہ بھی باطل ہے۔

نکاح متعہ اور موقت میں فرق:

متعہ اور موقت میں سب سے بڑا فرق تو یہی ہے کہ موقت میں تمام شرائطِ نکاح ہوتی ہیں، فقط توقیت اسے باطل کردیتی ہے، جب کہ متعہ میں نہ گواہ ہوتے ہیں، نہ دیگر شرائطِ نکاح۔ متعہ میں مدت کی تعیین لازمی نہیں، جب کہ موقت میں انتہاءِ عقد کی مدت معین ہوتی ہے۔ نکاح موقت میں نکاح اور تزویج وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جب کہ متعہ میں عموماً تمتع کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

لمافی صحیح البخاری (۷۶۷/۲): أن علیا رضی اللہ عنه قال لابن عباس رضی اللہ عنهما أن النبی صلی اللہ علیه وسلم نهی عن المتعة وعن لحوم الحمر الأهلیة زمن خیبر.

وفی شرح المسلم للنووی (۴۵۰/۱): قال القاضی: واتفق العلماء علیٰ أن هذه المتعة کانت نکاحا إلی أجل لا میراث فیها وفراقها یحصل بانقضاء الأجل من غیر طلاق ووقع الاجماع بعد ذلک علی تحریمها.

وفی الدرالمختار (۵۱/۳): (وبطل نکاح متعة ومؤقت) وإن جهلت المدة أوطالت فی الأصح ولیس منه ما لو نکحها علیٰ أن یطلقها بعد شهر أو نوی مکثه معها مدةمعینة.

وفی الرد تحته: قوله (وبطل نکاح متعة ومؤقت) قال فی الفتح قال شیخ الإسلام فی الفرق بینهما أن یذکرالوقت بلفظ النکاح والتزویج وفی المتعة أتمتع أوأستمتع اه یعنی مااشتمل علی مادة متعة والذی یظهر مع ذلک عدم اشتراط الشهود فی المتعة وتعیین المدة وفی المؤقت الشهود وتعیینها ولا شک أنه لا دلیل لهم علی تعیین کون المتعة الذی أبیح ثم حرم هو ما اجتمع فیه مادة م ت ع للقطع من الآثار بأنه کان أذن لهم فی المتعة ولیس معناه أن من باشر هذا یلزمه أن یخاطبها بلفظ أتمتع ونحوه لما عرف أن اللفظ یطلق ویراد معناه فإذا قیل تمتعوا فمعناه أوجدوا معنی هٰذا اللفظ ومعناه المشهور أن یوجد عقدا علی امرأة لا یراد به مقاصد عقد النکاح من القرار للولد وتربیته... فیدخل فیه بمادة المتعة والنکاح المؤقت أیضاً فیکون من أفراد المتعة وإن عقد بلفظ التزویج وأحضر الشهود اه ملخصاوتبعه فی البحر والنهر. (نجم الفتاویٰ: ۳۱۵/۴)

نکاح متعہ وموقت باطل ہے:

سوال: قاضی حسن الدین نے ایک مرد کا ایک عورت سے چھ ماہ کے لیے نکاح متعہ پڑھادیا اور قاضی صاحب موصوف کو سرکار نظام سے دونمبر معافی صرف حق الخدمت میں دیئے ہوئے ہیں اور قاضی موصوف ایک بالکل بےعلم اور ناخواندہ آدمی ہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر ہماری سرکار نظام کے صدرالصدور امور مذہبی اس راضی کو ضبط فرما کر کسی ایسے شخص کو دے دیں کہ جو مسجد کو آباد کر کے اشاعت اسلام کریں، ایسا کرنا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(وبطل نكاح متعة وموقت).(۱)

پس معلوم ہوا کہ نکاح متعہ وموقت باطل ہے، جس قاضی نے ایسا کیا، وہ جاہل وفاسق ہے، امامت اس کی مکروہ ہے، اس کو امام نہ بنایا جاوے اور اس کو اس عہدے سے معزول کرنا چاہیے اور جب کہ وہ اس عہد پر نہ رہا تو صدر الصور امور مذہبی کو اختیار ہے کہ اس حق الخدمت کو دوسرے صاحب کو دیویں، جو اس خدمت کو انجام دیویں۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۸/۷)

نکاح متعہ کی تعریف:

محدثین کرام اور فقہاء عظام نکاح متعہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

”ومعناه المشهور أن يوجد عقدا على امرأة لا يراد به مقاصد عقد النكاح من القرار للولد وتربيته بل إلى مدة معينة ينتهي العقد بانتهائها أوغير معينة بمعنى بقاء العقد ما دمت معك إلى أن إنصرف عنك فلا عقد“.(فتح القدير: ۲۴۷/۳)

(نکاح متعہ ایک ایسا عقد ہے، جس میں عورت سے نکاح کے اصل مقاصد، حصول اولاد اور ان کی تربیت وغیرہ مقصود نہ ہوں؛ بلکہ ایک معین مدت تک عقد کیا جائے اور اس معین مدت کے پورا ہوتے ہی عقد ختم ہوجائے، یا عقد غیر معینہ مدت کے لیے طے پائے؛ لیکن مقصد یہ ہو کہ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں عقد باقی رہے گا، میری واپسی کے ساتھ ہی عقد کالعدم ہوجائے گا۔)

”وقال ابن عبد البر في التمهيد: أجمعوا على أن المتعة نكاح لا إشهاد فيه وأنه نكاح إلى أجل تقع فيه الفرقة بلا طلاق ولا ميراث بينهما“.(عمدة القاری: ۲۴۶/۱۷)

(علامہ عینی ابن عبد البر کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ ابن عبد البر نے تمہید میں فرمایا ہے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ متعہ ایک ایسا نکاح ہے، جس میں گواہ نہیں ہوتے اور یہ ایک مخصوص مدت کے لیے نکاح ہوتا ہے کہ اس مدت کے پورا ہونے پر بغیر طلاق کے فرقت واقع ہوجاتی ہے اور ان دونوں کے درمیان میراث بھی جاری نہیں ہوتی۔)

”قوله (ينظر إلى عطفها)... وفي هذا الحديث دليل علىٰ أنه لم يكن في نكاح المتعة ولي ولا شهود“.(فتح الملهم: ۵۵۴/۶)

(اس حدیث میں اس بات پر دلالت پائی جاتی ہے کہ نکاح متعہ میں نہ کوئی ولی ہوتا ہے، نہ کوئی گواہ۔)

”(قوله: نكاح المتعة)وهو النكاح المؤقت بيوم ونحوه وفراقها يحصل بانقضاء الأجل من غير طلاق“.(شرح الكرمانی: ۸۸/۱۹)

---

(۱) الدر المختار، باب المحرمات: ۱۹۰/۱، ظفیر

(نکاح متعہ اس نکاح کو کہتے ہیں جو ایک دن یا اس جیسی کسی مدت کے ساتھ مؤقت ہو اور اس میں مدت پوری ہونے پر بغیر طلاق کے جدائی حاصل ہو جاتی ہے۔)

خلاصہ:

ان تمام عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ نکاح متعہ ایک عارضی قسم کا عقد نکاح ہے، جس میں مدت انتہاء کو یا تو ابتدا میں متعین کرلیا جاتا ہے، یا کسی خاص غیر متعین مدت تک مشروط نکاح کرلیا جاتا ہے، مثلاً کسی غیر ملک میں ایک مرد کسی عورت سے اس شرط پر شادی کرے کہ جب تک میں یہاں ہوں تو یہ عقد ہمارے درمیان باقی ہے اور میرے اس وطن کو چھوڑتے ہی یہ عقد کالعدم ہو جائے گا۔ اسی طرح عقد متعہ میں ولی کا دخل نہیں ہوتا اور کوئی گواہ بھی نہیں ہوتے اور اس میں طلاق کی ضرورت بھی نہیں ہوتی بغیر طلاق کے مدت پوری ہونے پر فرقت واقع ہو جاتی ہے۔ (نجم الفتاویٰ:۴/۳۰۴-۳۰۵)

متعہ کی حقیقت:

سوال: متعہ کا کیا حکم ہے، کیا متعہ کا اسلام میں جواز ہے؛ یعنی نکاح کسی درجے میں بھی منعقد ہوگا؟ ایک صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس کی گنجائش ہے؛ یعنی نسب وغیرہ ثابت ہو جاتا ہے، اگر چہ یہ نکاح فاسد ہو، لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ متعہ سے متعلق تفصیلات تحریر فرمادیں۔

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

متعہ کا اسلام میں کوئی جواز نہیں، متعہ کا نکاح باطل، کالعدم اور زنا ہے۔ متعہ کہتے ہیں ایک ایسے عارضی عقد کو جس میں مدت انتہاء کو ابتدا میں متعین کر دیا جائے، یا غیر معین مدت تک استمتاع وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے نکاح کیا جائے، یہ متعہ ہے اور باطل ہے، شرعا وہی نکاح معتبر ہے جو ہمیشگی کے لیے کیا جائے۔ نیز اس میں نسب، عدت وغیرہ کوئی حکم نہیں آتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کے دوست کا نقطہ نظر غلط ہے، متعہ باطل ہے اور اس میں نسب، عدت وغیرہ نکاح کے احکام جاری نہیں ہوتے، یہ زناءِ محض ہے۔

لما في الدرالمختار (۳/ ۵۱): (وبطل نكاح متعة ومؤقت) وإن جهلت المدة أوطالت في الأصح. وفي الرد تحته: ثم ذكر في الفتح أدلة تحريم المتعة وأنه كان في حجة الوداع وكان تحريم تأبيد لا خلاف فيه بين الأئمة وعلماء الأمصار إلا طائفة من الشيعة. (نجم الفتاویٰ:۴/۳۰۳)

متعہ حرام ہے، یا حلال ہے:

سوال: متعہ حرام ہے، یا حلال ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ

ابتداء اسلام میں حلال وحرام کے احکام رفتہ رفتہ نازل ہوتے تھے، چناں چہ شراب اور سود کی حرمت کا حکم نبوت

سے اکیسویں سال میں صادر ہوا اور ہجرت سے آٹھویں سال ہوا تھا، ایسا ہی جب تک متعہ کے بارے میں حکم الٰہی نازل نہ ہوا تھا، اس وقت تک جاہلیت کی عادت کے موافق متعہ کیا کرتے تھے، خیبر کی لڑائی میں متعہ حرام ہوا۔

چناں چہ یہ روایت حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، سے صحیح طور پر ثابت ہے اور وہ وقت ساتواں سال ہجرت کا تھا، پھر اس کے بعد آٹھویں سال کے آخر میں جنگ اوطاس کا واقعہ ہوا اور اس میں تین دن تک متعہ کی شرعاً اجازت رہی۔ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے واسطے مکہ تشریف لے آئے تو کعبہ شریف سے تشریف لے جانے کا ارادہ ہوا تو کعبہ شریف کے دروازہ کے دونوں بازو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کے فرمایا کہ متعہ قیامت تک کے لیے ہمیشہ کے واسطے حرام کیا گیا۔

یہ کلام مبارک رات کے وقت فرمایا کم لوگ حاضر تھے، یہ حکم جیسا چاہیے تھا، مشتہر نہ ہونے پایا تھا کہ بعض لوگوں نے ناواقفیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اس فعل کا ارتکاب کیا، جب حضرت عمرؓ امیر المومنینؓ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ممبر پر چڑھے اور خطبہ فرمایا کہ متعہ گاہ گاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا تھا؛ لیکن آخر میں اس کی حرمت ثابت ہوئی ہے، چوں کہ میں نے اس کے قبل یہ حکم نہ دیا تھا، لہٰذا اس مرتبہ درگزر را تھا؛ لیکن آخر میں اس کی حرکت کرے گا تو اس پر زنا کی حد جاری کروں گا، جس سے پھر یہ کام موقوف ہوگیا۔ روافض کہ حضرت عمرؓ کے احکام سے نہایت عناد رکھتے ہیں، جب قابو پاتے ہیں تو اس حیلہ سے زنا کے مرتکب ہوتے ہیں، حالاں کہ قرآن شریف کی چار آیات سے ظاہر طور پر متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ من جملہ ان کے ایک آیت یہ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ o اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ o فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ﴾ (سورة المؤمنون: ۵-۷)

(یعنی فلاح اور بہتری ہے، ان لوگوں کے واسطے کہ اپنی شرم گاہ کی نگہبانی کرتے ہیں، سوا اس کے کہ صرف اپنی بیوی یا شرعی لونڈی سے لحاظ نہیں کرتے کہ وہ قابل ملامت نہیں، جو شخص چاہے کہ اس کی حلال جماع کے سوا حرام جماع کرے تو وہ شرع کی حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔)

ظاہر ہے کہ جس عورت کے ساتھ متعہ کیا جائے، اس کو نہ شیعہ زوجہ کہتے ہیں، نہ ان کے مخالفین کہتے ہیں اور کوئی حکم کہ زوجہ کے بارے میں ہے، وہ اس عورت کے بارے میں اس طرح کا نہیں کہ نان اور نفقہ اور رہنے کا مکان پانے کا حق اور طلاق اور عدّت اور میراث اس کے لیے ثابت ہو سکے اور وہ شرعی لونڈی بھی نہ ہو تو اس امر کی رغبت کرنا یقیناً حد شرع سے تجاوز کرنا ہے۔

دوسری آیت یہ ہے:

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (سورة النساء: ۳)

(اور اگر تم ڈرو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہیں کروگے تو (اور) عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو، دو دو سے اور تین تین سے اور چار چار سے، پھر اگر تم ڈرو کہ عدل نہیں کروگے تو ایک بیوی سے، یا جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں (یعنی لونڈیاں)۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انصاف سے نہ ہٹو۔)

ثابت ہوا کہ صرف چار عورتوں تک نکاح میں رکھنا جائز ہے، ظاہر ہے کہ متعہ میں عدد کی تعیین نہیں تو جس عورت کے ساتھ متعہ کیا جائے گا، وہ نہ منکوحہ ہوگی اور نہ شرعی لونڈی تو ضرور ہے کہ وہ حرام ہوگی، اس واسطے کہ اباحت اس آیت میں منحصر صرف اسی دو قسم میں ہے کہ منکوحہ ہو، یا شرعی لونڈی ہو۔

اور تیسری آیت یہ ہے:

﴿وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ مُحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسَا فِحِیۡنَ﴾ (النساء: ۲۴)

(یعنی حق تعالیٰ نے محرمات عورتوں کی تعداد بتا کر ارشاد فرمایا ہے کہ حلال کی گئیں تمہارے واسطے وہ عورتیں کہ سوا ان محرمات کے ہیں۔)

اور یہ مطلب نہیں کہ سوا ان محرمات کے جس کے ساتھ چاہیں جماع کریں؛ بلکہ دوسری عورت کے ساتھ جماع کرنا حلال ہونے کے لیے ہر چند شروط ہیں:

(۱) اول یہ کہ بعوض مال کے جماع کرنا چاہیں کہ اس کو مہر کہتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ ان کو اپنی پابندی میں رکھیں تو ایک عورت کے لیے ایک وقت میں ایک شوہر سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔

(۳) تیسرے یہ کہ صرف آب ریزی؛ یعنی منی گرانا مقصود نہ ہو؛ بلکہ یہ منظور ہو کہ اولاد صالح پیدا ہو اور عورت سے خانہ داری کا انتظام ہو، ظاہر ہے کہ متعہ میں صرف منی گرانا مقصود ہوتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی شرط ہے۔

گواہوں کے سامنے نکاح ہو کہ اس کا ذکر بھی قرآن شریف میں ہے:

﴿وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخۡدَانٍ﴾ (سورۃ النساء: ۲۵)

(یعنی اور خفیہ دوست نہ بنانے والی ہوں۔)

تو جب یہ چار شرط پائی جائیں تو جماع کرنا حلال ہوتا ہے۔

اور چوتھی آیت ہے:

﴿وَلۡیَسۡتَعۡفِفِ الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ نِکَا حًا حَتّٰی یُغۡنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ﴾ (سورۃ النور: ۳۳)

(یعنی اور چاہیے کہ اپنی عفت اور عصمت بچائیں، وہ جو نہیں پاتے ہیں، مال کہ اس کے ذریعہ سے نکاح کرسکیں؛ یعنی مہر اور نفقہ دینے میں ان کو طاقت نہ ہو تو چاہیے کہ اپنی عفت اور عصمت بچانے میں تکلیف گوارا کریں، اس وقت تک کہ حق تعالیٰ ان کو غنی کردے۔)

اگر متعہ جائز ہوتا تو ممکن ہوتا کہ کسی عورت کو دو چار پیسہ، یا دو تین آنے ایک رات کا خرچ دیتے اور دو چار مرتبہ

جماع کر کے فراغت حاصل کر لیتے، عفت بچانے میں تکلیف اور رنج اٹھانے کی ضرورت نہ ہوتی، نکاح کے شرائط سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نکاح کی طاقت نہ ہوتو سوااس کے کہ تکلیف برداشت کرے اور کوئی دوسری صورت عفت بچانے کی نہیں۔ واللہ اعلم

تواریخ اور سیر کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل سے بعید نہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو متعہ کی حرمت معلوم نہ رہی ہو۔ یہ صرف ان کے نزدیک بعید ہے کہ سمجھتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے مدارج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج کے مانند ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر اور آپ کے مقام سکونت سے آگاہ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر اور آپ کے مقام سکونت سے آگاہ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہجرت سے دو برس، یا ایک برس پہلے ہوئی اور آٹھ یا نو برس کی عمر تک مکہ معظّمہ میں رہے، ہجرت کے بعد مکہ معظّمہ میں جو لوگ رہ گئے تھے۔ ان کو احکام شرعیہ میں کچھ بھی واقفیت نہ تھی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ فتح کرنے کے لیے ہجرت سے آٹھویں سال مدینہ منورہ سے نکلے تو حضرت ابن عباسؓ حضرت عباسؓ کے ہمراہ مکہ معظّمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو اپنے ہمراہ لے لیا اور حضرت ابن عباس کو باقی ذرّیات اور مستورات کے ساتھ مدینہ منورہ میں روانہ فرما دیا۔ غزوہ خیبر حضرت ابن عباسؓ کے مدینہ منورہ میں آنے سے قبل چند سال پہلے ہو چکا تھا اور غزوہ اوطاس کہ اس کو غزوہ حنین بھی کہتے ہیں، فتح مکہ کے بعد اسی کے ساتھ ہی واقع ہوا۔ اس غزوہ میں بھی حضرت ابن عباسؓ نہ تھے اور نہ ان دونوں غزوات کے واقعات سے حضرت ابن عباس کو کچھ بھی اپنے طور پر خبر ہو سکی۔ صرف دوسرے صحابہ کرامؓ کی زبانی آپ کو ان دونوں غزوات کا کچھ حال معلوم ہوا۔

ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بلاوجہ کیوں متعہ کی روایت کی ہوگی، جب کہ حضرت ابن عباس صرف دو سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے مستفید ہوئے اور اس عرصہ میں کوئی ایسا واقعہ نہ ہوا کہ متعہ کا تذکرہ ہوا اور متعہ کی حُرمت معلوم ہو۔ حضرت ابن عباس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس امر کی کچھ بھی اطلاع نہ ہوئی اور حضرت عمرؓ کی خلافت میں اس مسئلہ میں بحث پیش آئی تو حضرت ابن عباسؓ سے سمجھا کہ ان آیات مذکورہ سے متعہ کی حرمت ثابت ہوئی ہے اور آپ کو دوسرے صحابہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ غزوہ اوطاس میں متعہ کی اباحت کا حکم صادر ہوا تو حضرت ابن عباسؓ نے سمجھا کہ خاص بوقت ضرورت رفع ضرورت کی غرض سے متعہ مباح کیا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے خیال کیا کہ جب کوئی اشد ضرورت متعہ کی ہو تو چوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس میں بحالت ضرورت متعہ کے لیے اجازت فرمائی تھی۔ اس واسطے اب بھی جب اشد ضرورت ہو تو اس وقت متعہ جائز ہوگا۔

تین دن کے بعد جو متعہ حرام کر دیا گیا، اس کو حضرت ابن عباسؓ نے سمجھا کہ ضرورت باقی نہ رہی۔ اس واسطے متعہ

اس وقت پھر حرام کر دیا گیا اور ہر حال میں ہمیشہ کے لیے متعہ حرام نہ ہوا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مذہب کی بناء اجتہاد پر ہے کہ ان آیات اور قصہ اوطاس کی بنا پر اجتہاد کیا؛ لیکن یہ امر واقعی نہیں؛ بلکہ اس اجتہاد میں خطا ہوئی، چناں چہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول سنا تو آپ نے فرمایا کہ آپ ایک شخص ہیں کہ صرف رائے سے کچھ کہہ دیتے ہیں، یہ مقام اسی طرح ذہن نشیں رکھنا چاہیے کہ اس مسئلہ میں بہتر تحقیق یہی ہے۔(جواب اس سوال کا کہ مضمون سوال کا جواب سے مفہوم ہوتا ہے۔)

سورۂ مومنین اور سورۂ معارج کی آیت سے متعہ کی حُرمت ثابت ہوئی ہے اور یہ صحیح طور پر حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہ کبار اور فقہاء تابعین سے منقول ہے، ایسا ہی مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے، چناں چہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور یہ امر بیان کیا ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور ان لوگوں نے کہ کہ ابن ابی طیکہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ الصدیقہؓ سے متعہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان میں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے؛ یعنی قرآن شریف موجود ہے اور اس سے متعہ کی حرمت ثابت ہے اور یہ آیت پڑھی:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ o اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ o فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾(المومنون: ۵-۷)

(یعنی فلاح اور بہتری ان لوگوں کے لیے ہے کہ نگہبانی کرتے ہیں اپنی شرم گاہ کی؛ مگر اپنی بیوی، یا شرعی لونڈی سے لحاظ نہیں کرتے کہ وہ قابل ملامت نہیں، پس جو شخص اس کے سوا کرنا چاہے تو وہ شرع کی حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔)

یعنی جو شخص اپنی بیوی، یا شرعی لونڈی کے سوا دوسری عورت سے جماع کرنا چاہیے تو وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ عبدالرزاق اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ قاسم بن محمد سے متعہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو کہا کہ میں جانتا ہوں کہ قرآن شریف میں وہ متعہ مذکور ہے، جو حرام ہے اور یہی آیت مذکورہ پڑھی، ایسا ہی محمد بن کعب قرطبی اور قتادہ اور سدی اور ابوعبدالرحمٰن سلمی وغیرہ مشاہیر تابعین سے روایت بھی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ دونوں ہی سورتیں مکی ہیں اور ان دونوں سورتوں میں یہ آیت واقع ہے تو یہ کلام کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ حرام ہے، اس میں ایک طرح کا اشکال ہے اور جواب اس کا چند وجوہ سے ہے:

(۱) اول وجہ یہ ہے کہ اگر چہ یہ دونوں سورتیں مکی ہیں؛ لیکن یہ آیت مدنی ہے اور اتقان میں جو لکھا ہے کہ یہ آیت مدنی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ اور مشاہیر تابعین، ناسخ اور منسوخ اور مقدم اور مؤخر سے زیادہ واقف تھے اور ان لوگوں نے اس آیت سے متعہ کی حرمت ثابت کی ہے تو یہ نہایت قوی دلیل اس امر کے لیے ہے کہ یہ آیت مدنی ہے۔ اتقان کا قول اس کے لیے معارض نہیں ہوسکتا ہے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مکی اور مدنی کا اطلاق صحابہ اور

تابعین کے نزدیک باعتبار غالب کے ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ اتقان میں جو لکھا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے تو وہ صرف اسی بناء پر کہ صحابہ اور تابعین سے روایت ہے کہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔ یہ اس امر کے لیے منافی نہیں کہ ان دونوں سورتوں کی بعض آیات مدنی ہوں۔

(۲)　دوسری وجہ یہ ہے کہ بالفرض تسلیم کرتا ہوں کہ یہ آیت مکی ہے؛ لیکن اس صورت میں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ حکم کہ اس آیت سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے نزول سے کچھ دنوں کے بعد مفہوم ہوا تو یہ آیت کہ اس آیت سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے نزول سے کچھ دنوں کے بعد مفہوم ہوا تو یہ آیت بعد لحوق بیان کے ناسخ قرار پائی اور یہ مجموع قبل تحریم کے متحقق نہ تھا اور متعہ کے بارے میں اباحت اصلیہ کا حکم باقی تھا۔ اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ بعض آیات سے بعض احکام بطور اشارہ کے مفہوم ہوتے ہیں تو جب اللہ کا ارادہ ہوتا تھا کہ وہ حکم واضح کر دیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ حکم لوگوں سے صاف طور پر بیان فرما دیں تو اس وقت اس آیت سے وہ حکم صراحۃً معلوم ہو جاتا تھا اور اس حکم کے مکلّف سب عوام اور خواص ہو جاتے، جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تھا کہ وہ حکم عام طور پر ظاہر نہ کیا جائے تو اس کو واضح کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل نہ فرماتا تھا۔ اگرچہ خاص اور اذکیاء نے وہ حکم سمجھ لیا ہو تو اس کے مکلّف عام طور پر سب لوگ نہیں ہوتے، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَراً وَّرِزْقاً حَسَناً﴾ (سورۃ النحل: ٦٧)

(یعنی بناتے ہو تم اس سے نشہ والی چیز اور بہتر روزی۔)

روزی کی صفت حسن کے ساتھ فرمائی اور سکر کے لیے یہ وصف نہ فرمایا تو اس سے اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ شراب حرام ہے، حالاں کہ یہ آیت مکی ہے۔ شراب حرام ہونے کے بہت دن قبل نازل ہوئی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک بھی ہے:

﴿فِيهَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَا فِعُ لِلنَّاسِ﴾ (سورۃ البقرۃ: ٢١)

(یعنی شراب اور جوئے میں بہت گناہ ہے اور ان دونوں میں لوگوں کا نفع ہے۔)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حرام ہیں۔ اس واسطے کہ نفع حاصل کرتے پر مقدم ہے کہ ضرور کیا جائے، علی الخصوص جب اس چند روزہ دنیا کا نفع ہو اور اس سے ہمیشہ کا ضرر اُخروی ہوتا ہو تو بالاتفاق عقلاً اور شرعاً اس صورت میں نفع پر مقدم سمجھا جائے گا کہ ضرر کے دفع ہونے کی تدبیر کی جائے، اسی وجہ سے حضرت عمرؓ اس بارے میں دعا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِيْ الْخَمْرِ بَيَا نًا شَا فِياً".

(یعنی اے پروردگار ارشاد فرما ہمارے لیے شراب کے بارے میں ایسا بیان کہ اس سے اطمینان حاصل ہو۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعا نہ کرتے تھے کہ اے پروردگار ہم پر شراب حرام فرما۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ صحیح دلیل

ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ متعہ حرام ہے تو قطعی طور پر اس آیت سے ثابت ہوا کہ متعہ حرام ہے، البتہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حُرمت بیان فرمائی تھی۔ اس وقت تک متعہ حرمت کے لیے یہ آیت دلیل ظنی تھی۔ اس واسطے کہ احتمال تھا کہ ﴿مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ﴾ سے عام مراد ہو؛ یعنی ملک رقبہ ہو، یا ملک منافع ہو تو اس وقت متعہ کی حرمت اس آیت سے قطعی طور پر مفہوم نہ ہوتی تھی، اب ایک دوسرا سخت اشکال باقی رہ جاتا ہے کہ جس کی بنا اصول پر ہے اور وہ اشکال یہ ہے کہ یہ بیان اُصول کے مسئلہ کے خلاف ہے۔ اس واسطے کہ تاخیر کرنا بیان میں حاجب ہونے کے بعد علما کرام کے نزدیک ثابت نہیں اور یہ امر اس آیت میں لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت ممنوع ہے کہ بغیر بیان کے وہ معنی مطلقاً مفہوم ہوں کہ ان کے بجالانے کے لیے شرعاً تکلیف دی گئی ہو۔ مثلاً اَقِیْمُو الصَّلٰوۃ ہے کہ بلا بیان طریقہ نماز کے نماز ادا کرنا ممکن نہیں ہے؛ لیکن جب اصل معنی مفہوم ہو جائیں اور بعض امر مفہوم نہ ہو کہ اس کی طرف اس کلام میں اشارہ ہو تو اس میں کوئی قباحت ہرگز لازم نہیں آتی۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی وقت اس آیت سے متعہ کی حرمت مفہوم ہوئی تھی، بیان کی ضرورت نہ تھی؛ لیکن اس صورت میں کہا جائے گا کہ یہ حکم کسی وقت کے لیے ملتوی رکھا گیا تھا، جب وہ وقت آیا تو یہ حکم نافذ ہوا اور یہ آیت ہجرت سے قبل متعہ کی اباحت کے لیے ناسخ ہوئی اور نسخ کا نفاذ غزوہ خیبر میں ہوا، اس واسطے کہ یہ حکم اس وقت تک نافذ نہ کیا جائے، چناں چہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو کلام پاک ہے:

﴿یٰۤاَ یُّھَا الَّذِیْنَ عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ﴾ (سورۃ المائدہ: ۱۰۵)

(یعنی اے وہ لوگ کہ ایمان لائے ہو، چاہیے کہ اس امر کا التزام کرو اپنی جان بچاؤ۔)

یہ آیت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے ناسخ ہے؛ مگر اس نسخ کا حکم اخیر زمانہ کے لیے ہے۔ واللہ اعلم

فتح العزیز میں سورۂ بقرہ کی آیت ﴿اَوْ نُنْسِھَا﴾ کی تفسیر میں مذکورہ ہے کہ یہ لفظ ''انساء'' سے مشتق ہے اور ''انساء'' کے معنی تاخیر کے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ انساء خواہ مہموز ہو، یا ناقص یائی ہو کہ نسیان سے مشتق ہو اور اغفال اور اذہال کے معنوں میں ہو۔ دونوں صورت میں یہ نسخ کے علاوہ ہے؛ بلکہ مقابل نسخ کا ہے، جیسے حرکات میں صعود مقابل ہبوط کا ہے اور معاملات میں سلم مقابل بیع موجل کا ہے، مراد اس کلام پاک سے یہ ہے کہ ہم آیت نازل کرتے ہیں اور منظور ہوتا ہے کہ یہ آیت تلاوت کی جائے؛ مگر اس کا حکم کچھ دنوں کے بعد نافذ ہوگا۔ نسخ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ کسی آیت کا حکم منسوخ کیا گیا؛ مگر اس کی تلاوت کا حکم باقی ہے اور یہ امر آیات میں اکثر واقع ہوا ہے اور اس سے یہ اشکال بھی دفع ہو جاتا ہے، جو صحابہ کبار کی روایت برظاہر اُوارد ہوتا ہے کہ صحابہ نے بعض احکام جو کہ مدینہ منورہ میں صادر ہوئے۔ اس کی دلیل میں آیات مکیہ کو بیان ضرملا ہے، چناں چہ صحیح طور پر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی﴾(سورة الأعلى: ١)
(یعنی فلاح پائی اس نے کہ اپنا تزکیہ کیا اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا اور نماز پڑھی۔)

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلا کی حرمت میں سورہ نحل کی اس آیت سے استدلال فرمایا:

﴿تَتَّخِذُوْنَ مِنْہُ سَکَراً وَّرِزْقاً حَسَناً﴾(سورة النحل: ٦٧)
(یعنی بناتے ہو تم اس سے نشہ والی چیز اور بہتر روزی۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے متعہ کی حرمت میں سورۂ مومنین اور سورۂ معارج کی اس آیت سے استدلال فرمایا:

﴿فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْعَا دُوْنَ﴾(سورة المؤ منون: ٧)
(جو شخص اس کے سوا چاہے وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔)

بلکہ یہ امر غیر احکام میں بھی واقع ہے، چناں چہ سریہ منذر بن عمرو انصاری کے قصہ میں بھی ایسا ہی واقع ہے کہ اس کے بارے میں مکہ معظّمہ میں اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا:

﴿وَالْعَادِیَاتِ ضَبْحًا o فَالْمُوْرِیَاتِ قَدْحًا o فَالْمُغِیْرَاتِ صُبْحًا o فَأَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا o فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًا﴾(سورة العاديات: ١-٥)

(قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو پیٹ اور سینے سے آواز نکالتے ہوئے دوڑنے والے ہیں، پھر جو سم مار کر چنگاریاں نکالنے والے ہیں، پھر جو صبح کے وقت حملہ کرنے والے ہیں، پھر اس کے ساتھ غبار اڑاتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ بڑی جماعت کے درمیان جا گھستے ہیں۔)

اور تحقیق اس انساء کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مجتہدین صحابہؓ اس میں مصروف نہ ہوتے تھے کہ وقائع مفروضہ مقدرہ کا حکم استنباط کریں؛ بلکہ صرف اس امر سے اکتفا فرماتے تھے کہ وقائع نازلہ کے احکام بیان ہو جائیں تو جب تک کوئی واقعہ میں نہ آتا تھا۔ اس ماخذ کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے اور اس کا حکم دریافت کرنے کے لیے اس ماخذ سے استدلال نہ کرتے تھے تو وہ ماخذ جس حالت میں تھا، اسی طرح خمول اور خفا میں رہ جاتا تھا، حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ ان حضرات کا خیال اس ماخذ کی طرف متوجہ فرماتا تھا اور وہ حضرات اس ماخذ سے استدلال کرتے تھے، چناں چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اصل مدینہ خرید وفروخت میں پورا اوزان کرنے میں غفلت کرتے ہیں تو سورہ تطفیف کے شروع کلام سے استدال فرمایا کہ ایسا نہ کرنا چاہیے اور جو شخص اس اصل میں غور کرے گا، اس کو اکثر تکلفات میں آسانی ہو جائے گی کہ جو تکلفات مفسرین اور علماء اُصول نے ذکر کئے ہیں، چناں چہ محققین پر یہ امر مخفی نہیں یہ بھی فتح العزیز میں سورہ مومنین کی اس آیت میں مذکور ہے:

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ﴾(سورة المؤمنون :٧)
(یعنی جوشخص اس کے سوا چاہے وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔)

اگر شیعہ اعتراض کریں کہ تمہارے نزدیک صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی؛ مگر اس کے بعد جنگ خیبر کے وقت تک متعہ مباح تھا تو کس طرح صحیح ہوگا کہ متعہ کی حرمت میں اس آیت سے استدلال کیا جائے تو ہم اس کا جواب دیں گے کہ اباحت سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اگر اباحت شرعیہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، یا فعل پر موقوف ہو، یا اس پر موقوف ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حکم ثابت رکھا ہو تو ہم تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد اس معنیٰ کے موافق مباح تھا، اس واسطے کہ نہ ہمارے یہاں ثابت ہے، نہ تمہارے یہاں ثابت ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد کسی نے متعہ کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، یا صحابہ کرامؓ نے ایسا کیا تھا تو تمہاری کیا دلیل ہے، اس پر کہ متعہ مباح ہے، اگر تمہاری مراد اباحت سے اباحت اصلیہ ہے؛ یعنی اس کی ممانعت کا حکم کبھی صادر نہ ہوا تو یہ بحث صرف ان آیات کی بنا ہے اور ان آیات سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ متعہ حرام ہے۔ ایسے بھی احکام ہیں کہ صراحتاً قرآن شریف میں مذکور ہیں؛ مگر جب تک ان کی ضرورت نہ ہوئی اور نہ کسی نے پوچھا اس وقت تک اُن کی تاکید جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی اور نہ اس کی شرح وبسط کی طرف توجہ دی یہی اتفاق متعہ کے بارے میں بھی ہوا کہ جنگ خیبر کے وقت تک نہ کوئی واقعہ متعہ کا ہوا اور نہ کسی نے یہ مسئلہ پوچھا، اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت کی تاکید فرمانے کی جانب توجہ فرمائی۔

چناں چہ نکاح اور تزوّج کے بارے میں بھی ایسا ہی اتفاق ہوا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت فرمائی اور ان امور کے متعلق واقعات وقوع میں آنے لگے اور اُن کے شرح وبسط کی ضرورت ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف توجہ فرمائی، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس کے وقت اشد ضرورت کی حالت میں اجازت فرمائی تھی کہ نکاح موقت کیا جائے اور اس وقت بھی متعہ کے لیے اجازت نہ فرمائی تھی، چناں چہ اس کی تصریح عمران بن حصین اور ابی موسی اشعری وغیرہ کی ہدایت میں ہے۔ جو کہ صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح میں مذکور ہے:

”قد رخص لنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وعلی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ عام اَوْطَاسٍ اَنْ تَنْكِحُوْا الْمَرأَةَ بالثَّوبِ وَإِلى اَجَلٍ“.(۱)

(یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کے لیے غزوہ اوطاس کے سال بوجہ ضرورت اجازت فرمائی تھی کہ عورت کے ساتھ کپڑے کے عوض کسی وقت تک کے لیے نکاح کرلیا جائے۔)

اس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ نکاح موقت کے لیے اجازت فرمائی تھی اور متعہ کے لیے اجازت نہ فرمائی تھی،

(۱) عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَخَّصَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أَوْطَاسٍ، فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا، ثُمَّ نَهَى عَنْهَا. (صحيح لمسلم، باب نكاح المتعة، رقم الحديث: ١٤٠٥، انيس)

جس نے اس کو متعہ کہا ہے تو صرف مجازاً کہا ہے، نہ باعتبا مشابہت کے کہا ہے۔آ نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد سے یہ اجازت فرمائی تھی۔اس واسطے کہ آ نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ یہ بھی نکاح ہے اور اس میں وقت مقرر کیا جاتا ہے، جو کچھ وقت تک کے لیے نکاح کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے متعہ کے ساتھ یہ نکاح مشابہ ہے اور آ نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ یہ نکاح متعہ کی طرح ہے۔اس سے بھی نسب میں خلل واقع ہوگا اور اولاد ضائع ہوگی اور وارث اور مورث کی تمیز نہ ہوگی۔

جب وحی سے معلوم ہوا کہ یہ ہمیشہ کے لیے حرام کیا گیا ہے تو اس وقت آ نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس کی حرمت کا حکم فرمایا۔ان آیات کے نزول کے بعد متعہ کبھی حلال نہ کیا گیا تھا، البتہ تین دن تک نکاح موقت حلال کیا گیا تھا اور اس کو بعض لوگوں نے مجازاً متعہ کہا ہے اور چوں کہ متعہ کے حرام ہونے کا حکم آ نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً تاکید فرمائی، ایسا نہیں کہ اس وقت ابتداءً حرمت کا حکم فرمایا ہو، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں تاکید فرمائی کہ متعہ حرام ہے اور ایسا نہیں کہ اس وقت ابتداءً اس کی حرمت کا حکم صادر ہوا۔یہ مقام مشکل ہے چاہیے کہ اسی طور پر سمجھ لیا جائے۔(فتاوی عزیزی، ص ۵۴۷-۵۵۵)

نکاحِ متعہ کے احکام:

سوال: اگر کوئی عالم نکاح متعہ کر رہا ہے، جانتے ہوئے بھی کہ نکاحِ مؤقت حرام ہے، پھر اس سے وطی کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس پر حدزنا ثابت ہونی چاہیے۔پھر اس سے نسب ثابت ہوگا، یا نہیں؟ اور من جانب شریعت حد زنا کے علاوہ کوئی دوسرا حکم لگایا جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

”نکاح المتعة باطل لایفید الحل ولایقع علیها طلاق، ولا إیلاء، ولا ظهار، ولایرث أحدهما من صاحبه، هٰکذا فی فتاویٰ قاضی خان، فی ألفاظ النکاح، وهو أن یقول لإمرأة خالیة من الموانع: أتمتع بک کذا مدة: عشرة أیام مثلاً، أو یقول: أیاما، ومتعنی نفسک أیاماً أو عشرة أیام، أو لم یذکره أیاماً، بکذا من المال، کذا فی فتح القدیر“. (فتاوی عالمگیری: ۲/ ۳۲۰)(۱)

نکاحِ متعہ باطل ہے، اس سے عورت حلال نہیں ہوگی اور اس پر نکاح کے شرعی احکام مرتب نہیں ہوں گے۔حد زنا جاری کرنے کے لیے جو شرائط ہیں، وہ یہاں موجود نہیں۔(۲)

(۱) الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات ومما یتصل بذلک مسائل: ۱/ ۲۸۲-۲۸۳، رشیدیه

(۲) شرائط حدود میں سے ایک شرط قاضی مختار اور قاضی شرعی ہونا اور دارالاسلام کا ہونا بھی ضروری ہے؛ لیکن چوں کہ ہندوستان دارالحرب ہے؛ اس لیے دارالحرب ہونے کی وجہ سے یہاں پر حدود زنا نہیں کی جاسکتی۔

==

اگر ترک تعلقات اصلاح کے لیے مفید ہو تو وہ بھی ایک سزا ہے،(۱) عالم سے بعید ہے کہ وہ نکاحِ باطل اور حرام کو اختیار کرے، تحقیق ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۳۹۲/۱/۲۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۶۰)

نکاح متعہ:

سوال: نکاح متعہ کی حقیقت کیا ہے اور وہ حلال ہے، یا حرام؟

الجواب

متعہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مرد کسی عورت سے کہتا ہے کہ میں ایک معین زمانہ تک اتنے روپیہ کے بدلہ میں تمتع اور نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ نکاح متعہ ابتداء اسلام میں جائز تھا؛ مگر غزوۂ خیبر ۷ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام قرار دیا اور امت کو منع فرمایا۔ بخاری، مسلم وترمذی نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے اس مضمون کی روایت بیان کی۔(۲) پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد غزوہ اوطاس میں تین روزہ کے لیے اجازت دے کر ہمیشہ کے لیے ممانعت فرمادی۔ مسلم واحمد وغیرہ نے اس کو روایت کیا۔

قرآن مجید میں فرمایا:

== قال رحمه الله:"(وبزنا في دار الحرب أو بغي):أي لايجب الحد بزنا في دارالحرب أوفي دارالبغي ... لقوله عليه الصلاة والسلام:"لا تقام الحدود في دارالحرب ".(تبيين الحقائق ، كتاب الحدود ، باب الوطى الذى يوجب الحد و الذى لا يوجبه:۵۸۰/۳،دار الكتب العلمية بيروت)

"لا تقام الحدود في دارالحرب "وقال الزيلعي:قلت:غريب،للفصيل راجع نصب الراية للزيلعي،باب الوطئ الذي يوجب الحد: ۳۴۳/۳،إعلاء السنن: ۶۰۴/۱۱،وقال ابن حجر المكي:لم أجده.(الدراية في تخريج أحاديث الهداية:۱۰۴/۳،باب حد الشرب،ط،بيروت،لبنان،انيس)

دوسری وجہ: مستاجرہ پر حد زنا جاری نہیں کی جاسکتی، جب کہ نکاح متعہ بھی ایک قسم کا اجارہ ہے۔

"ولا حد بالزنا بالمستأجرله ، أى للزنا، والحق وجوب الحد. (دیکھئے:المحلیٰ: ۲۵۱/۱۱-۲۵۲، ط:دار الطباعة والمنيرة،مصر،انيس)

(۱) قال الخطابي:رخص للمسلم أن يغضب علىٰ أخيه ثلاث ليال،لقلته،ولايجوز فوقها إلا أذا كان الهجرأن في حق من حقوق اللّٰه تعالىٰ،فيجوزفوق ذلک ... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علىٰ مر الأوقات ما لم يظهرمن التوبة والرجوع إلى الحق".(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،كتاب الآداب،باب ما ينهى منه عنه من التهاجر والتقاطع،الفصل الأول:۷۵۸/۸،رشدية)

(۲) أخرجه المسلم عن على أن النبى صلى الله عليه وسلم:"نهى عن نكاح المتعة يوم خيبر ولحوم الحمر الأهلية.(الصحيح لمسلم،رقم الحديث:۲۶۰۴،باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ثم نسخ،انظر،الصحيح للبخارى،رقم الحديث:۵۲۰۳،كتاب الذبائح والصيد،باب لحوم الحمر الأنسية،انيس)

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ٥ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ٥ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾(سورة المؤمنون: ۵-۷)

(اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں؛ مگر اپنی جوروؤں سے، یا اپنے ہاتھ کے مال سے، سو ان پر نہیں کچھ الزام، پھر جو کوئی ڈھونڈے ہے اس کے سوا، سو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے۔)

ترمذی عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت آیت کریمہ ﴿إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ نازل ہوئی تو منکوحہ بیوی اور باندی کی فرج کے علاوہ تمام حرام ہوگئیں۔(۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۴۲)

نکاح متعہ درست نہیں ہے، شیعوں کا دعویٰ غلط ہے:

سوال: یہاں پر چند حضرات شیعہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حلت متعہ آیات اور احادیث اور کتب اہل سنت سے ثابت ہے۔ آیت یہ پیش کرتے ہیں:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾(۲)

اور کتب اہل سنت یہ پیش کرتے ہیں، تفسیر درمنثور تفسیر کبیر، تفسیر طبری، صحیح مسلم، صحیح بخاری عینی شرح بخاری، یہ سب حوالجات صحیح ہیں، یا نہیں؟ اور قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیش کرتے ہیں:

(۱) أخرج ابن المنذر وابن أبی حاتم والحاتم وصححه عن ابن ابی مليكة قال: سئلت عائشة عن متعة النساء فقالت: بينی وبينكم كتاب الله فقرأت: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ٥ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ٥ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾(المؤمنون: ۵-۷)(السنن للبيهقی: ۲۰۶/۷،موسوعة فقه عائشة أم المؤمنين حياتها وفقهها، ص: ۵۶۳،للشيخ سعيد فائز الدخيل، ط، دار النفائس، بيروت، لبنان، انيس)

☆ متعہ کی شرعی حکم:

سوال: متعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا واقعی امام مالکؒ متعہ کے جواز کے قائل تھے؟

الجواب

ابتداء اسلام میں متعہ جائز تھا؛ لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا؛ اس لیے اہل السنۃ والجماعت کے ہاں متعہ بالاتفاق حرام ہے، اگرچہ ہدایہ میں امام مالکؒ کی طرف جواز کا قول ہے؛ لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے، یہاں کاتب، یا ناسخ ہدایہ سے غلطی ہوئی ہے۔

قال العلامة شيخ زاد: واعلم أن نكاح المتعة قد كان مباحا بين أيام خيبر وأيام فتح مكة إلا أنه صار منسوخاً بإجماع الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم حتیٰ لو قضی بجوازه لم يجز ولو أباحه صار كافراً ... فعلیٰ هٰذا يلزم عدم ثبوت ما نقل من إباحته عند مالك، إلخ. (مجمع الأنهر: ۳۳۱/۱، كتاب النكاح، باب المحرمات)(قال العلامة المرغينانی: ونكاح المتعة باطلٌ وهو أن يقول لامرأة اتمتع بک كذا مدة بكذا من المال وقال مالك هو جائز؛ لأنه كان مُباحًا فيبقی إلا أن يظهر ناسخه قلنا ثبت النسخ باجماع الصحابة، الخ. (الهداية: ۲۹۲/۲، كتاب النكاح) ومثلهٗ فی فتح القدير: ۱۵۰/۳، كتاب النكاح، فصل فی بيان المحرمات) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۴۰/۴)

(۲) سورة النساء: ۲۴، انيس

"متعتان کانتاعلیٰ عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وأنا أحرمهما". (۱)

اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب ___

معنی صحیح آیت ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ﴾ کے یہ ہیں کہ جس عورت سے تم فائدہ اٹھاؤ نکاح کے ساتھ تو اس کو اس کا مہر دو، كما فى الجلالين:

﴿فما استمتعتم﴾تمتعتم ﴿به منهن﴾ممن تزوجتم بالوطء،الخ. (ص:۷۲)

وفى المدارك: ﴿فما استمتعتم به منهن﴾ فمانكحتموه منهم،الخ. (۲)

وفى الخازن: وأما الآية فإنها لم تتضمن جوازالمتعة؛لأنه تعالىٰ قال فيها ﴿أن تبتغوا بأموالكم محصنين غيرمسافحين﴾ فدل ذلك على النكاح الصحيح. (۳)

وفيه أيضاً برواية مسلم عن سبرة بن الجهنى أن أباه حدثه أنه كان مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: يا أيهاالناس إنى كنت آذنت لكم فى الاستمتاع من النساء وإن اللّٰه قد حرم ذلك إلىٰ يوم القيامة فمن كان عنده منهن شيئاً فليخل سبيله ولاتأخذوا مما آتيتموهن شيئاً. (۴)

ولهٰذا ذهب جمهورالعلماء من الصحابة فمن بعد هم وأن نكاح المتعة حرام،الخ. (۵)

پس معلوم ہوا کہ حوالجات اس شیعہ کے محض غلط اور افترا ہیں۔

ورى سالم بن عبداللّٰه بن عمران عمربن الخطاب رضى اللّٰه عنه صعد المنبرفحمد اللّٰه وأثنىٰ عليه ثم قال: ما بال أقوام ينكحون هٰذه المتعة وقد نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عنها لا أجد رجلا نكحا إلا رجمته بالحجارة. (۶)

---

(۱) أخرجه أحمد فى مسنده: ۳۶۵/۲،رقم الحديث: ۱۴۴۷۹،عن جابر ولفظه متعتان كانتا علىٰ عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فنهانا عنهماعمرفانتهينا،وأبوعوانة فى مستخرجه عن ابن عمر: قال عمررضى اللّٰه عنه، متعتان كانتا علىٰ عهد النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أنهىٰ عنهما،منعة الحج ومتعة النساء. (مستخرج أبوعوانة: ۳۳۸/۲، رقم الحديث: ۳۳۴۹،انيس)

(۲) تفسيرالمدارك،ص: ۱۷۰،ظفير

(۳) تفسيرالخازن الموسوم لباب التأويل: ۴۲۳/۱،ظفير

(۴) أخرجه المسلم فى كتاب النكاح فى باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ثم نسخ،رقم الحديث:۲۵۹۳،انيس

(۵) تفسير الخازن،ص:۴۰۸،ظفير

(۶) تفسير الخازن،ص: ۴۰۹،ظفير(أخرجه البزارفى مسنده رقم الحديث: ۱۵۵،إلا أن لفظه: ما بال أقوام ينكحون هٰذه المتعة، وقد نهى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم،أحسبه قال عنه: لا أوتى بأحد نحكها إلارجمته بالحجارة. (البحر الزخار،مسند عمر بن الخطاب: ۲۴۶/۱،انيس)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کا یہ فرمانا: "أحرمهما" سے مراد ہے کہ "أحرمها بتحريم رسول الله صلى الله عليه وسلم"(۱) جیسا کہ روایت سالم میں موجود ہے۔

وقدنهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عنها. (الحديث) **وفى متعة الحج تفصيل لايليق بهذا المقام.** فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۹/۷-۱۷۰)

حرمت متعہ کتبِ شیعہ میں:

سوال: شیعہ امامیہ کی کتابوں میں حرمت متعہ کی روایات موجود ہیں، یا نہیں؟

الجواب

فرقہ امامیہ کی ایک معتبر کتاب استبصار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے:

قال: حرم رسول الله صلى الله عليه وعلىٰ آله وسلم لحوم الحمر الأهلية ونكاح المتعة. (۲)

اور تہذیب (۳) میں بھی حرمت کی روایت ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو: ۲۴۲-۲۴۳)

ابن عباسؓ سے حلتِ متعہ کی روایت:

سوال: عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما ایک جلیل القدر صحابی ہیں، ان سے حلت متعہ کی روایت منقول ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ولادت ہجرت مدینہ سے ایک دو سال قبل ہے اور آٹھ، یا نو سال مکہ ہی میں مقیم رہے، جہاں کسی کو احکامِ شرعیہ معلوم ہی نہ تھے۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ ۸ھ کے موقع پر مکہ تشریف لائے تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کو مع اہل وعیال مدینہ روانہ فرما دیا اور غزوۂ خیبر یہاں آنے سے چند سال قبل ہو چکا تھا اور غزوۂ اوطاس فتح مکہ سے متصلاً ان کی عدم موجودگی میں ہی ہو گیا تو دونوں غزوات کے حالات حضرت ابن عباسؓ کے خود دیکھے ہوئے نہ تھے؛ بلکہ دیگر صحابہؓ سے سنے سنائے تھے اور دو سال جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزرے، اس عرصہ میں کوئی ایسی صورت پیش نہیں آئی کہ حرمت متعہ کے حکم کا اعادہ کیا جاتا؛ اس لیے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کو براہِ راست اس مسئلہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم معلوم نہیں ہوا۔ حضرت

---

(۱) یعنی چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے، اس کے باوجود کچھ لوگ کر رہے ہیں تو میں دوبارہ اس کی حرمت کو بیان کر دیتا ہوں۔ انیس

(۲) الاستبصار: ۱۴۲/۳، وسائل الشيعة: ٤٤١/١٤، انیس

(۳) التهذيب: ۱۸٦/۲، انیس

عمر فاروق رضی اللہ کے دورِ خلافت میں اس پر بحث ومباحثہ ہوئے۔ اکثر صحابہؓ نے آیت حرمت متعہ کو پا لیا اور غزوہ اوطاس کے موقع پر اجازت کو ضرورت وحاجت پر محمول کر کے تین روز کے بعد والی تحریم ثانی کو تحریم مؤبد قرار نہیں دیا؛ بلکہ کہا گیا کہ ضرورت کے رفع ہو جانے کی وجہ سے وہ عارضی رخصت بھی ختم ہوگئی۔ (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو:۲۴۳)

﴿ما ننسخ مِنْ اٰ يَةٍ﴾ إلخ سے ثبوت متعہ پر استدلال:

سوال: قرآن شریف میں ہے: ﴿ما ننسخ مِنْ اٰ يَةٍ﴾ إلخ اور حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ ہر حکم کے منسوخ ہونے کے لیے شرط ہے کہ کوئی دوسرا حکم جو اس حکم کے مانند ہو، یا اس سے بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ کے درگاہ سے صادر ہو اور بعض کے نزدیک ثابت ہے کہ متعہ کے حلال ہونے کا حکم اس آیت سے معلوم ہوا:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَاٰ تُوْ هُنَّ اُجُورَهُنّ﴾ إلخ. (سورة النساء: ٢٤)

اور پھر وہ حکم متعہ کا اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک سے منسوخ ہوا:

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآ ءَ ذٰلِکَ فَاُو لٰئِکَ هُمُ الْعَا دُوْنَ﴾ (سورة المؤمنون: ٧)

(یعنی جو شخص چاہے سوا اس کے وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔)

تو جب کہ بعض کے نزدیک متعہ کا حکم اس آیت سے منسوخ ہوا تو اس بعض کے نزدیک دوسرا کون حکم نازل ہوا ہے؛ یعنی دوسرا کون حکم کے نازل ہوا، جو متعہ کے مانند ہو، یا اس سے بہتر ہو، جیسا کہ کسی حکم کے منسوخ ہونے کے لیے شرط ہے۔

الجواب

یہ جو آیت ہے ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ إلخ تو مراد اس آیت سے یہ ہے کہ جو حکم منسوخ کیا جاتا ہے تو وہ کسی دوسرے حکم سے منسوخ کیا جاتا ہے اور وہ حکم ناسخ حکم منسوخ سے بہتر ہوتا ہے، باعتبار فائدہ کے حق میں عباد کے اور باعتبار ثواب کے، یا حکم منسوخ کے برابر ہوتا ہے حق میں عباد کے، باعتبار نفع اور ثواب کے تو متعہ کے حلال ہونے کا حکم منسوخ ہوا اور اس حکم حل متعہ کے عوض میں یہ دوسرا حکم ہوا کہ متعہ حرام ہے تو جیسا کہ حلال ہونا اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ایک حکم ہے، اسی طرح حرام ہونا بھی من جملہ احکام خداوند تعالیٰ کے ایک دوسرا حکم ہے اور متعہ کے حلال ہونے سے متعہ کا حرام ہونا حق میں عباد کے زیادہ مفید ہے، اس واسطے کہ حفظ نسب وکفو ہونا محرم کا اور توارث یہ اُمور متعہ کے حلال ہونے کی صورت میں باقی نہ رہیں گے۔

چناں چہ اس کی تفصیل تحفہ اثنا عشریہ میں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ضرور نہیں کہ حکم ناسخ جنس سے حکم منسوخ کے ہو؛ یعنی یہ ضروری نہیں کہ جب کسی حکم ناسخ سے کسی چیز کا حلال ہونا منسوخ کیا جائے تو اس حکم ناسخ سے کسی چیز کا حلال ہونا ثابت ہو؛ بلکہ جائز ہے کہ جب کسی حکم ناسخ سے کسی چیز کا حلال ہونا منسوخ کیا جائے تو اس حکم ناسخ سے اسی چیز کی حرمت ثابت ہونا مقصود ہو، چناں چہ سود اور شراب اور قمار کے حرام ہونے کے عوض میں کوئی دوسری چیز حلال نہ ہوئی

اور ایسا ہی حلال اکثر معاصی کا ہے اور اگر فرض کرلیا جائے کہ ضروری ہے کہ حکم ناسخ اور حکم منسوخ دونوں ایک جنس سے ہوں اور متعہ کے مسئلہ میں کہہ سکتے ہیں کہ متعہ کا حلال ہونا منسوخ ہوا اور اس کے عوض میں شرعی کنیز مملوکہ حلال ہوئی کہ اس سے بھی وہی فائدہ ہوتا ہے، جو متعہ میں فائدہ تھا۔ اس واسطے کہ اگر مسافر کو خواہش جماع کی ہو تو ممکن ہے کہ وہ شرعی لونڈی خرید لے اور تا مدت اقامت اس سے متمتع ہو، جب اس کی ضرورت نہ رہے تو اس کو فروخت کرڈالے۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ متعہ کا حلال ہونا منسوخ ہوا تو اس کے عوض میں طلاق حلال ہوئی اور تفصیل اس مقام کی تفسیر فتح العزیز میں ہے کہ منشی منہاج الدین صاحب نے اس کی نقل لکھوائی تھی، وہ اس آیت کی تفسیر میں ملاحظہ کرنا چاہیے۔

(فتاوی عزیزی، ص ۵۵۵-۵۵۶)

متعہ کے مصداق سے متعلق مفصل تحقیق اور بعض شبہات کا ازالہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت انور شاہ کشمیری نے فیض الباری اور مفتی رشید احمد نے احسن الفتاوی میں متعہ سے متعلق یہ رائے اختیار فرمائی ہے کہ دور نبی میں مروجہ متعہ، نکاح اضمار بنیت فرقت تھا، وہی منسوخ ہوا اور روافض میں مروجہ مخصوص وقت کے لیے زبانی کیا گیا، عقد متعہ کبھی جائز ہی نہ تھا۔ اس سے متعلق درج ذیل باتیں دریافت کرنی ہیں:

(۱) حضرت عائشہ نے ایک حدیث میں جاہلیت کے نکاحوں کا ذکر فرمایا ہے، پھر فرمایا کہ صرف ایک نکاح (صحیح) باقی رکھا گیا، کیا ان میں متعہ کا ذکر ہے؟

(۲) جمہور کا مذہب نسخ متعہ مروجہ کا ہے، یا نسخ اضمار بنیت فرقت عقد کا؟

(۳) اضمار بنیت فرقت نکاح فی زماننا جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) صریح احادیث متعہ تحریر فرمادیں، جس میں دور نبوی میں مباح متعہ کا طریقہ کار ذکر ہو؛ کیوں کہ مفتی رشید احمد لدھیانوی نے تو ترمذی کی ایک حدیث سے استدلال فرمایا ہے، جو باب المتعۃ میں ہے اور بظاہر حضرت مفتی صاحب کا استدلال تام ہے، اس پر نظر فرمائیں۔

(۵) بعض کتب میں دومرتبہ نسخ اور دومرتبہ اباحت کا قول ملتا ہے؟ تو مروجہ متعہ بعد از نسخ کس طرح مباح قرار دیا جاسکتا ہے؟ اصولاً تو یہ بات عقل سے دور ہے کہ ایک زنا کو مباح قرار دیا جائے۔ ایسی کیا ضرورت تھی؟ اور وہ ضرورت تو فی زماننا بھی پائی جاتی ہے، پھر اب کیوں مباح نہیں؟ کیا دوبارہ نسخ کا قول درست ہے؟ اس پر نظر فرمائیں؟

(۶) متعہ تو ایک حرام کاری ہے کیا حرام کاری اسلام میں کبھی جائز ہوسکتی ہے؟

(۷) دیگر اردو فتاوی میں اس ذیل میں کیا تحریر ہے؟ ازراہ کرم دیگر حضرات کی رائے باحوالہ تحریر فرمادیں۔

مفتی صاحب اس مسئلے میں ہم کافی الجھن کا شکار ہیں، آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ ان باتوں کا مدلل جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

زمانہ جاہلیت میں مختلف قسم کے نکاح رائج تھے، جن میں سے چار قسم کے نکاح تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ہیں؛ لیکن اس کے علاوہ اور بھی کچھ نکاح رائج تھے، جو اس حدیث میں تو مذکور نہیں، البتہ شراح حدیث نے ان کا استدراک کیا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں رائج نکاح:

نکاح الخدن، نکاح البدل اور نکاح المتعۃ وغیرہ دورِ جاہلیت میں رائج تھے، الغرض متعہ کا ذکر اگر چہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں موجود نہیں ؛ لیکن وہ بھی زمانہ جاہلیت میں نکاح کا ایک طریقہ تھا، چناں چہ حافظ ابن حجر، علامہ داؤدی کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

"(قوله:أربعة) قال الداودی وغيره بقی عليها انحاء لم تذكرها الأول نكاح الخدن وهو فی قوله تعالی﴿ولا متخذات اخدان﴾... الثانی نكاح المتعة.. الثالث نكاح البدل". (فتح الباری: ۱۵۰/۹)

(علامہ داؤدی فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے نکاحوں کی کچھ اور قسمیں بھی ہیں، جن کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذکر نہیں کیا، ان میں سے ایک نکاح الخدن ہے، جس کا ذکر آیت قرآنیہ ﴿وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ﴾ میں ہے اور دوسرا نکاح المتعۃ اور تیسرا نکاح البدل۔)

پھر صحابہ کرام کے زمانہ میں جس نکاح متعہ کی اجازت دی گئی، پھر منسوخ کر دیا گیا، وہ کون سا متعہ تھا؟ اس کو متعین کرنے کے لیے پہلے یہ بات جان لینی چاہیے کہ اس باب میں تین طرح کے نکاح پائے جاتے ہیں، جن میں سے کوئی ایک عہد رسالت کا متعہ قرار دیا جا سکتا ہے۔(۱) نکاح متعہ، (۲) نکاح مؤقت، (۳) نکاح باضمار نیت فرقت۔

(نجم الفتاویٰ: ۳۰۳/۴-۳۰۴)

امام مالک اور متعہ کا جواز:

سوال: ہدایہ میں صراحتاً مذکور ہے کہ متعہ امام مالکؒ کے نزدیک جائز ہے۔ کیا یہ چیز صحیح ہے یا غلط؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

غلط ہے۔ ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں کہ متعہ کی حرمت میں کسی امام مجتہد کا خلاف نہیں اور علامہ علی شیعی احقاق الحق میں لکھتے ہیں کہ متعہ کے حرام ہونے میں ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور خود امام مالک موطاؒ میں حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں:

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن متعة النساء يوم خيبر وعن أكل لحوم الحمر الإنسية، إنتهى. (۱)

---

(۱) موطأ الإمام مالک، ت: عبدالباقی، باب نكاح المتعة، رقم الحديث: ٤١، أيضا موطأ الإمام مالک برواية محمد بن الحسن الشيبانی، باب نكاح المتعة، رقم الحديث: ٥٨٤، وأيضا أخرجه البخاری، رقم الحديث: ٢٦٠٤، كتاب الذبائح والصيد، باب لحوم الحمر الإنسية، انيس

اور صاحب ہدایہ نے جو کچھ لکھا ہے، وہ شمس الائمہ سے اخذ کردہ ہے اور بہت سے محققین نے اس سلسلہ میں غلطی کی ہے۔ معراج الدرایۃ میں ہے:

والمذكور فى الهداية والمبسوط سهو والمذكورفى كتب المالك هوحرمة نكاح المتعة وهوالصحيح.

اور ہدایہ کی شرح عینی میں ہے:

وقال السكاكى: هٰذا سهو فإن المذكورفى كتب المالك هوحرمة نكاح المتعة وقال فى المدونة: ولايجوزالنكاح إلٰى أجل قريب أوبعيد وإن سمى صداقاً وهٰذه المتعة. (۱)

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو: ۲۴۲)

تحقیق متعہ (حفظ الحیاء فی تحریم متعۃ النساء):

سوال: متعہ کی حرمت کی کیا دلیل ہے اور کس سنہ میں تحریم وقوع میں آئی؟ بالتفصیل تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

اہل تشیع میں مروجہ متعہ کی اجازت اسلام میں ہرگز کسی وقت بھی نہیں دی گئی، اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں یہ بدکاری مروج تھی، اسلام میں اس کو ابتدا ہی سے حرام قرار دیا گیا، تحریم متعہ نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے۔

(۱) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُوْنَ o اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ o فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ (المؤمنون: ۵-۷)

قرآن کریم نے حلت جماع کو دو چیزوں (زوجیت وملک یمین) میں منحصر فرمادیا اور دوصورتوں میں مکرر لا کر تاکید فرمادی۔ زنِ متعہ ان دوصورتوں میں سے کسی میں بھی داخل نہیں، زوجہ اس لیے نہیں کہ لوازم زوجیت؛ میراث، طلاق، عدت، نفقہ، کسوہ، ایلاء، ظہار، امکان لعان اور حصول احصان بالوطی وغیرہ یہاں متحقق نہیں اور ظاہر ہے کہ مملوکہ بھی نہیں، ورنہ اس کی بیع، ہبہ اور تصدق واعتاق وغیرہ تصرفات جائز ہوتے، فانتفی الملزوم لانتفاء اللازم۔ علماء شیعہ بھی خود معترف ہیں کہ زنِ متعہ زوجیت میں داخل نہیں، چنانچہ کتاب اعتقادات ابن بابویہ میں تصریح ہے:

أسباب حل المرأة عندنا أربعة: النكاح، وملك اليمين والمتعة والتحليل، الخ، وقد روى أبونصير فى الصحيح عن أبى عبدالله الصادق أنه سئل عن المتعة أهى من الأربعة؟ قال: لا، الخ.

(۲) ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (سورة النساء: ۳)

(یعنی جب تعدد منکوحات سے کسی منکوحہ کی حق تلفی کا خوف ہو تو صرف ایک منکوحہ پر یا مملوکات پر اکتفا کرو۔)

آیت کریمہ میں ایسی صورتوں کا بیان کرنا مقصود ہے، جس میں حق تلفی کا خوف نہ ہو اور یہ معنی متعہ اور تحلیل میں بہ نسبت منکوحہ ومملوکہ کے زیادہ ہے؛ کیوں کہ مملوکہ کے کچھ ایسے حقوق ہیں، جن کو ادا نہ کرنا ظلم ہے، بخلاف زنِ متعہ کے

(۱) البناية فى شرح الهداية: ۴/ ۶۵ ۵، دارالفكر بيروت، لبنان، انيس

کہ اس کا سوائے اجرتِ مقررہ کے اور کوئی حق ہی نہیں اور تحلیل میں تو یہ بھی نہیں، مفت کا سودا ہے، پس اگر متعہ و تحلیل مباح ہوتے تو اس موقع پر ان کا ذکر ضرور ہوتا؛ کیوں کہ ان میں حق تلفی کا کوئی خوف نہیں، لہٰذا معرضِ بیان میں سکوت سے حصر مستفاد ہے۔

(۳) ﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾(سورة النور: ٣٤)

اگر متعہ و تحلیل کی اجازت ہوتی تو امر استعفاف کی کیا حاجت تھی۔

(۴) ﴿وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾(سورة النساء: ٢٥)

اگر متعہ و تحلیل جائز ہوتے تو خوفِ زنا اور حاجتِ صبر کیسے متحقق ہوگی؟ اور عدم استطاعت حرہ کی حالت میں نکاح مملوکہ کا حکم کیوں کر دیا گیا، حالاں کہ متعہ بقانون ”کل جدید لذیذ“ زیادہ بہتر تھا۔

(۵) قرآن کریم میں پہلے محرمات کا بیان ہے، بعدازیں فرمایا: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤) یعنی حلتِ فرج کے لیے مہر ونفقہ وغیرہ مال خرچ کرنا ضروری ہے، اس میں تحلیل فروج اور ان کا اعارہ (جو اہل تشیع کے نزدیک مباح ہے) باطل ہو گیا؛ کیوں کہ تحلیل مفت کا سودا اور مالکِ فرج کا محض احسان ہے، اس کے بعد فرمایا: ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ یعنی اس شرط سے نکاح جائز ہوگا کہ عورت کو اپنے لیے خاص کرنا اور دوسروں کے ساتھ ربط و تعلق پیدا کرنے سے اس کی حفاظت کرنا مقصود ہو، صرف قضاء شہوت اور اوعیہ منی کا خالی کرنا منظور نہ ہو، پس اس شرط سے بطلان متعہ مصرح ہے؛ کیوں کہ زنِ متعہ تو ہر روز نئے یار کی طلب گار رہتی ہے۔ شرائط نکاح کے ذکر کے بعد حل نکاح پر تفریع فرماتے ہیں: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ یعنی بعد نکاح کے اگر تم وطی سے استمتاع کیا ہے تو مہر کامل لازم ہو جائے گا، ورنہ نصف مہر دینا پڑے گا۔

اہل تشیع آیت کریمہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ متعہ کے بارے میں ہے؛ مگر یہ سراسر غلط ہے اور اس روایت کو عبداللہ بن مسعود و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کرنا محض افترا ہے، اگر چہ یہ روایت اہل سنت کی بعض غیر معتبر تفاسیر میں بھی موجود ہے، اس کا باعث یہ ہے کہ شیعہ نے بعض جھوٹی روایات کو ایسی شہرت دی کہ بعض اہل حق بھی غلطی کھا گئے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے غلطی سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جواز متعہ کا قول منسوب کر دیا ہے، حالانکہ خود امام مالک نے موطا میں تحریم متعہ کی روایات کی تخریج فرمائی ہے۔ کتب مالکیہ مدونہ وغیرہ میں بھی تحریم متعہ کی تصریح ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب روایت

نظم قرآنی کے خلاف ہے اور وہ تفسیر جو کہ نظم قرآنی کے خلاف ہو، قبول نہیں کی جاسکتی، اگر چہ صحابی سے نقل کی جاتی ہو، اس آیت کو ماقبل سے منقطع کر کے ابتداء کلام پر محمول کرنا باطل ہے۔ حرف 'فاء' اپنے مدخول کو ماقبل کے ساتھ مربوط کررہا ہے، جس کی تفصیل ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو منقول ہے کہ وہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى﴾ پڑھتے تھے، اس کے جوابات یہ ہیں:

(۱)　اول تو اس روایت کی صحت کا یقین نہیں؛ کیوں کہ کتب معتبرہ میں یہ روایت نہیں پائی جاتی۔

(۲)　اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو قرأت منسوخہ ہے اور قرأت منسوخہ حجت نہیں ہوسکتی، خصوصاً جب کہ صریح آیات اس شاذ و منسوخ قرأت کے مخالف ہیں۔

(۳)　اگر نسخ تسلیم نہ کیا جائے تو بھی اس میں متعہ پر کوئی دلالت نہیں؛ کیوں کہ ﴿إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى﴾ استمتاع کے متعلق ہے، عقد کے ساتھ متعلق نہیں۔ بخلاف متعہ کے کہ اس میں نفس عقد کے لیے مدت متعین ہوتی ہے، نہ کہ استمتاع کے لیے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر تم نے اپنی منکوحہ کے ساتھ مدت معینہ تک استمتاع کیا ہے تو مہر واجب ہے؛ یعنی مہر مؤجل کا حکم بیان کیا ہے۔ احکام القرآن میں ہے:

"لِأَنَّ الْأَجَلَ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ دَاخِلًا عَلَى الْمَهْرِ، فَيَكُونُ تَقْدِيرُهُ: فَمَا دَخَلْتُم بِهِ مِنْهُنَّ بِمَهْرٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَآتُوهُنَّ مُهُورَهُنَّ عِنْدَ حُلُولِ الْأَجَلِ". (۱)

استمتاع کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ عرف میں چوں کہ مہر معجّل عموماً نہیں دیا جاتا؛ بلکہ وجوب مہر کو تمام عمر نکاح گزرنے سے معلق سمجھا جاتا ہے، اس وہم کو رفع کرنے کے لیے قید بڑھائی اور اس امر کی وضاحت کردی کہ تأجیل فی المہر عورت کی رضامندی اور اختیار سے ہوسکتی ہے، ورنہ شرعاً ایک ہی وطی سے مہر واجب الاداء ہے، اگر ﴿إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى﴾ کو عقد کے ساتھ متعلق کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ نزد شیعہ مدۃ العمر کے لیے متعہ درست نہ ہو، حالانکہ یہ باجماع شیعہ درست ہے۔ نیز اس آیت کا سیاق یعنی ﴿وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا﴾ بھی نکاح کے بارے میں ہے، پس درمیانی جملہ کو سیاق وسباق سے منقطع کر کے متعہ پر محمول کرنا صریح تحریفِ قرآن ہے۔

احادیث صریحہ صحیحہ سے بھی متعہ کی حرمت الی القیامہ ثابت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تحریم متعہ کی روایت اس قدر شہرت و تواتر تک پہنچ چکی ہے کہ حضرت حسن و محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہما کی تمام اولاد نے اسے روایت کیا ہے۔ بخاری، مسلم، موطا و دیگر کتب حدیث میں متعدد طرق سے یہ روایات ثابت ہیں؛ بلکہ خود امامیہ شیعہ کی معتبر کتاب استبصار (۲/۷۷) اور فروع کافی (۲/۱۹۲) اور تہذیب میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کی روایت موجود ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی　　　تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

---

(۱)　أحكام القرآن: ۲/۱۸۶، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

شیعہ کہتے ہیں کہ ”جنگ خیبر میں متعہ حرام ہوا تھا؛ مگر بعد میں جنگ اوطاس میں پھر حلال کر دیا گیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حرام کر دیا، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح کر دیا تھا“، یہ محض غلط ہے، اگر متعہ حلال کر دیا گیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے قول تجویز متعہ پر زجر شدید کرنا اور ان کو رجل تائہ کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ابتدا میں حرمت متعہ کی زیادہ اشاعت نہیں ہوئی تھی؛ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اظہار واشاعت کی غرض سے متعہ پر تخویف وتہدید فرمائی، حتی کہ ہر خاص وعام کو حرمت کا علم ہوگیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول تجویز متعہ صرف مضطر کے بارے میں تھا، جیسا کہ مضطر کے لیے اکل المیتۃ والخنزیر حلال ہے، پھر اس سے بھی رجوع فرمالیا، علاوہ ازیں نکاح باضمار نیتِ فرقت ونکاح موقت کو بھی متعہ کہا جاتا ہے، جیسا کہ فتح مکہ میں اجازت نکاحِ موقت کو اباحتِ متعہ سے تعبیر کیا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اباحت للمضطر اسی قسم کے نکاح سے متعلق تھی، خود ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے:

”كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِقَدْرِ مَا يَرَى أَنَّهُ يُقِيمُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ، وَتُصْلِحُ لَهُ شَيْئَهُ“. (سنن الترمذی: ۱۳۳/۱)(۱)

وروى الحارثی من طريق الخطابی إلى عن سعيد بن جبير قال: قلت لابن عباس هل تدری ما صنعت وبما أفتيت قد سارت بفتياک الركبان وقالت فيه الشعراء، قال وما قالت، قلت قالوا:

قد قلت للشيخ لما طال مجلسه ☆ يا صاح هل لک فی فتيا ابن عباس

هل لک فی رخصة الأطراف آنسة ☆ تكون مثواک حتى تصدر الناس

فقال ابن عباس إنا لله وإنا إليه راجعون، والله ما بهذا أفتيت ولا هذا أردت ولا حللت إلاّ مثل ما أحل الله من الميتة والدم ولحم الخنزير وما تحل إلاّ للمضطر وما هی إلاّ كالميتة والدم ولحم الخنزير. هكذا ذكره الخطابی فی معالم السنن. (ص: ۱۹۳)(۲)

وأيضاً نقل الخطابی قبيل هذا أن ابن عباس كان يتأول فی إباحته للمضطر إليه بطول العزبة وقلة اليسار والجدة ثم توقف عنه وأمسک عن الفتوى به. (۳)

وروى الترمذی رحمه الله عنه قال: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي أَوَّلِ الإِسْلاَمِ، كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِقَدْرِ مَا يَرَى أَنَّهُ يُقِيمُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ، وَتُصْلِحُ لَهُ شَيْئَهُ، حَتَّى إِذَا نَزَلَتِ الآيَةُ: ﴿إِلاَّ عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَى هَذَيْنِ فَهُوَ حَرَامٌ. (۳)

---

(۱) باب ماجاء فی تحريم نكاح المتعة، رقم الحديث: ۱۱۲۲، انيس

(۲) معالم السنن، ومن باب فی الشغار: ۱۹۱/۳، المطبعة العلمية حلب، انيس

(۳) سنن الترمذی، باب ماجاء فی تحريم نكاح المتعة، رقم الحديث: ۱۲۲، انيس

اس سے یہ مراد نہیں کہ ابتداءً اسلام نے متعہ کی اجازت دی تھی؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بوقت ابتداء اسلام جاہلیت کی یہ رسم تھی، جس کو ابتداء ہی میں اسلام نے حرام کر دیا۔ آیت مذکورہ مکیہ ہے۔

عقل ودرایت کے لحاظ سے بھی بوجوہ ذیل متعہ قبیح ومذموم ہے:

(۱) دونطفوں کا ایک رحم میں جمع کرنا باتفاق جمیع مذاہب ناجائز ہے،انسان کے لیے حیوانات سے ما بہ الامتیاز حفاظت نسب ہے، پانچ چیزوں کی حفاظت کا اہتمام ہر ملت ومذہب میں ضروری ہے:

أولها حفظ النفس،ثم حفظ الدين،ثم حفظ العقل،ثم حفظ النسب،ثم حفظ المال. اسی لیے شریعت نے قصاص، جہاد، اقامت حدوداور تحریم مسکرات وزناومتعہ وسرقہ وغصب کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

(۲) متعہ میں بے حیائی وبے غیرتی ظاہر ہے، حیاوغیرت باجماع جملہ ملل محموداوران کی اضداد مذموم ہے۔

(۳) متعہ میں تضییع اولاداوراس کا معنوی اہلاک ہے؛ کیوں کہ ولدالزنا کی طرح زنِ متعہ کی اولاد کی تربیت کا کوئی کفیل نہیں ہوتا۔

(۴) اگرمؤنث اولاد پیدا ہوئی تو اس کا نکاح کفو میں کرنے پر متعہ کرنے والا قادر نہیں ہوتا، غیر کفو میں نکاح کرنے سے ذلت ورسوائی ظاہر ہے۔

(۵) متعہ میں یہ یادداشت ممکن نہیں کہ کس کس عورت سے متعہ کیا اور اس کے متعہ سے کیا کیا اولاد پیدا ہوئی، خصوصاً سفر میں ناواقفیت کی حالت میں، پس ایسے حالات میں بہت دفعہ اپنے ہی نطفہ سے پیدا شدہ لڑکیوں سے نکاح، یا متعہ واقع ہوسکتا ہے،علی ہذا القیاس متعہ کے باعث بیٹیوں، پوتیوں، بہنوں، پھوپھیوں وغیرہ محرمات کے ساتھ وطی کا وقوع ہوتا رہتا ہے۔

(۶) متعہ کی وجہ سے میراث کا حکم بالکل باطل ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ جس شخص نے متعدد دفعہ متعہ کیا ہے،اس کے نطفہ سے پیدا ہونے والی اولاد کا کوئی علم نہیں ہوسکتا کہ کہاں ہیں اور کتنی ہیں؛ تا کہ ان پر ترکہ تقسیم کیا جاسکے،اسی طرح پیدا شدہ اولاد کا ترکہ تقسیم نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ ان کے باپ اور بھائی بہنوں کا کوئی علم نہیں، اگر بعض وارثوں کا علم ہوبھی جائے،تب بھی ان پر ترکہ تقسیم نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ جب تک جمیع ورثا کی تعداد اور صفت ذکورہ واناثہ کا علم نہ ہو،اس وقت تک معلوم وارث کا حصہ بھی متعین نہ ہوسکے گا۔غرضیکہ تحلیل متعہ کی وجہ سے احکام شریعت کا بطلان اورنوع انسانی میں فساد عظیم لازم آتا ہے،اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں حل وطی کو صرف دوایسے سببوں (نکاح ظاہر التابید اور ملک یمین) میں منحصر کردیا ہے،جن کی وجہ سے نوع انسانی مفاسد مذکورہ سے محفوظ رہ سکے۔

(۷) نکاح میں اگرچہ تملیک عین البضع نہیں؛ بلکہ تملیک منافع البضع ہے؛مگر اس کے باوجود نکاح کی مشابہت تملیک اعیان کے ساتھ ہے، اجارہ کے ساتھ نہیں؛ کیوں کہ نکاح بالاتفاق بدوں توقیت کے صحیح ہے اور اجارہ بدوں

توقیت یا تعیین عمل کے فاسد ہوتا ہے، پس جب نکاح کی مشابہت تملیکات اعیان کے ساتھ ہے تو جیسے بیع، ہبہ، صدقہ وغیرہ تملیکات اعیان توقیت کی وجہ سے باطل ہوجاتے ہیں، اسی طرح نکاح کے لیے بھی توقیت مبطل ہے، پس جب نکاح متعہ کا بطلان ثابت ہوا تو متعہ اس سے بھی اقبح ہے اور دینی و دنیوی مفاسد بھی۔

تاریخ تحریم متعہ:

اس سے متعلق روایات میں بہت اختلاف ہے، مندرجہ ذیل مقامات پر تحریم متعہ روایات میں مذکور ہے:

(۱) غزوۂ خیبر سنہ ۷ھ، **أخرج البخاری رحمه الله تعالىٰ فی كتاب النكاح عن الحسن بن محمد بن علی وأخيه عبدالله عن أبيهما أن عليا رضی الله عنه قال لابن عباس رضی الله عنهما: أن النبی صلی الله عليه وسلم نهی عن المتعة وعن لحوم الحمر الأهلية زمن خيبر.** (۱)

(۲) عمرۃ القضاء ذی الحجہ سنہ ۷ھ، **كما فی رواية الحسن البصری أخرجها عبدالرزاق من طريقه وزاد: ماكانت قبلها ولا بعدها وهذه الزيادة منكرة من راويها عمروبن عبيد وهو ساقط الحديث وقد اخرجه سعيد بن منصور من طريق صحيحة عن الحسن بدون هذه الزيادة.** (فتح الباری) (۲)

(۳) غزوۃ الفتح، رمضان سنہ ۸ھ، رواہ مسلم۔ (۳)

(۴) غزوۂ حنین، شوال ۸ھ، **أخرج النسائی والدارقطنی الحديث الأول الذی فيه ذكر خيبر برواية عبدالوهاب الثقفی عن يحی بن سعيد عن مالك وفيه لفظ حنين مكان خيبر.** (۴)

(۵) غزوۂ اوطاس، شوال سنہ ۸ھ۔ **أخرجها مسلم من حديث سلمة بن الأكوع رضی الله عنه.** (۵)

(۶) غزوۂ تبوک، رجب سنہ ۹ھ، **أَخْرَجَهَا إِسْحَاق بن رَاهَوَيْه وبن حِبَّانَ مِنْ طَرِيقِهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ بِثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ رَأَى مَصَابِيحَ وَسَمِعَ نِسَاءً يَبْكِينَ**

---

(۱) صحيح البخاری، باب نهی النبی صلی الله عليه وسلم عن المتعة، رقم الحديث: ۵۱۱۵، انيس

(۲) باب نهی النبی صلی الله عليه وسلم عن المتعة: ۱۶۹/۹، دارالمعرفة بيروت، انيس

(۳) عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ؛ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ زَمَانَ الْفَتْحِ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَأَنَّ أَبَاهُ كَانَ تَمَتَّعَ بِبُرْدَيْنِ أَحْمَرَيْنِ. (صحيح لمسلم، باب نكاح المتعة، رقم الحديث: ۱۴۰۶، انيس)

(۴) أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالُوا: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِی مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ، وَالْحَسَنَ ابْنَیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، أَخْبَرَاهُ أَنَّ أَبَاهُمَا مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ، أَخْبَرَهُمَا، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِی طَالِبٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: يَوْمَ حُنَيْنٍ، وَقَالَ: هَكَذَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، مِنْ كِتَابِهِ. (سنن النسائی، تحريم المتعة، رقم الحديث: ۳۳۶۷، انيس)

(۵) عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَخَّصَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أَوْطَاسٍ، فِی الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا، ثُمَّ نَهَى عَنْهَا. (صحيح لمسلم، باب تحريم نكاح المتعة، رقم الحديث: ۱۴۰۵، انيس)

فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! نِسَاءٌ كَانُوا تَمَتَّعُوا مِنْهُنَّ، فَقَالَ: هَدَمَ الْمُتْعَةَ النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالْمِيرَاثُ وَأَخْرَجَهُ الْحَازِمِيُّ مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى غَزْوَةِ تَبُوكَ حَتَّى إِذَا كُنَّا عِنْدَ الْعَقَبَةِ مِمَّا يَلِي الشَّامَ جَاءَتْ نِسْوَةٌ قَدْ كُنَّا تَمَتَّعْنَا بِهِنَّ يَطُفْنَ بِرِحَالِنَا فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ، قَالَ: فَغَضِبَ وَقَامَ خَطِيبًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَنَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ فَتَوَادَعْنَا يَوْمَئِذٍ فَسُمِّيَتْ ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ. (فتح الباری)(۱)

(۷) حجۃ الوداع، سنہ ۱۰ھ، أخرجها أبو داؤد من حديث الربيع بن سبرة عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه. (۲)

وجوہ التوفیق:

وجوہ توفیق معلوم کرنے کے لیے موارد نہی کی تنقیح نمبروار کی جاتی ہے۔

(۱) غزوۂ خیبر:

(۱) حكى البيهقى عن الحميدى أن سفيان بن عيينة كان يقول قوله يوم خيبر متعلق بالحمر الأهلية لا بالمتعة، (۳) ابن عیینہ سے بطرق متعددہ ثابت ہے کہ یوم خیبر میں صرف لحوم حمر سے نہی ہوئی، متعہ سے نہیں۔

(۲) یوم خیبر میں متعہ کا وقوع روایات سے ثابت نہیں، لہٰذا یوم خیبر میں متعہ سے نہیں ہوسکتی۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول جواز متعہ پر تردید میں فرماتے ہیں: "إنک رجل تائه" اور حرمت متعہ پر اسی حدیث سے استدلال فرماتے ہیں، پس اگر یوم خیبر کو تحریم متعہ کا بھی ظرف قرار دیا جائے تو حضرت علی کا احتجاج ابن عباس پر کیسے صحیح ہوسکتا ہے، جب کہ خیبر کے بعد فتح مکہ میں رخصت متعہ ثابت ہے۔

---

(۱) باب نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن المتعة: ۱۶۹/۹، دار المعرفة بيروت، انيس

(۲) عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَتَذَاكَرْنَا مُتْعَةَ النِّسَاءِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يُقَالُ لَهُ رَبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي أَنَّهُ حَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ. (سنن أبى داؤد، باب فى نكاح المتعة، رقم الحديث: ۲۰۷۲، انيس)

(۳) أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ الْفَضْلِ الْقَطَّانُ، بِبَغْدَادَ، أنبأ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ دُرُسْتَوَيْهِ، ثنا يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ، ثنا الْحُمَيْدِيُّ، ثنا سُفْيَانُ، ثنا الزُّهْرِيُّ، ثنا حَسَنٌ، وَعَبْدُ اللّٰهِ، ابْنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، وَكَانَ حَسَنٌ أَرْضَى مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِمَا، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: إِنَّكَ امْرُؤٌ تَائِهٌ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ. قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي أَنَّهُ نَهَى عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ لَا يَعْنِي نِكَاحَ الْمُتْعَةِ، قَالَ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: وَهٰذَا الَّذِي قَالَهُ سُفْيَانُ مُحْتَمَلٌ، فَلَوْلَا مَعْرِفَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِنَسْخِ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، وَإِنَّ النَّهْيَ عَنْهُ كَانَ الْبَتَّةَ بَعْدَ الرُّخْصَةِ لَمَا أَنْكَرَهُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَرَوَى ابْنُ عُمَرَ تَحْرِيمَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ. (السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب نكاح المتعة، رقم الحديث: ۱۴۱۴۷، انيس)

حرمت متعہ سے یوم خیبر کے عدم تعلق کی یہ تینوں وجود درست نہیں:

پہلی: اس لیے کہ بخاری، کتاب المغازی و کتاب الذبائح وترک الحیل میں اور مسلم کی بھی متعدد روایات میں یوم خیبر کا تعلق صراحۃً متعہ کے ساتھ ہے۔

دوسری: اس لیے کہ خیبر میں وقوع متعہ کا ذکر اگر چہ روایات میں نہیں، مع ہذا بوجوہ ذیل یہ وجہ قابل قبول نہیں:

(۱) عدم علم یا عدم ذکر سے عدم وجود پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) نہی عن المتعہ کے لیے وقوع متعہ ضروری نہیں، مجاہدین کے سفر میں ہونے اور عزیمت کی وجہ سے وقوع متعہ کا احتمال تھا؛ اس لیے منع فرما دیا گیا۔

(۳) ابن مسعود و سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اجازت متعہ کی علت سفر جہاد میں مشقتِ غزبت وحاجۃ النساء مع قلتہن تھی، لہذا فتح خیبر میں لونڈیوں کی کثرت کی وجہ سے نہی عن المتعۃ لارتفاع سبب الاباحۃ کا موقع تھا، اگر چہ خیبر میں متعہ واقع نہ ہوا ہو۔

(۴) متعہ کی اباحت ان مغازی میں تھی جو بعید المسافت ہوں، خیبر میں یہ علت موجود نہ تھی؛ کیوں کہ مدینہ سے قریب ہے، لہذا نہی عن المتعہ کی ضرورت پڑی۔

تیسری وجہ میں یہ احتمال ہے کہ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ والی رخصت کا علم نہ ہوا ہو؛ کیوں کہ عنقریب ہی نہی واقع ہو چکی تھی، نیز فتح مکہ میں رخصت بھی صرف تین دن کے لیے دی گئی تھی، قرب نہی وقلت ایام رخصت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رخصت کا علم نہ ہوا ہو؛ اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما پر خیبر والی روایت سے احتجاج فرمایا۔

غرضیکہ یوم خیبر میں نہی عن المتعہ ثابت ہے اور غزوہ فتح میں الی یوم القیامۃ کا لفظ اس پر قرینہ ہے کہ اس سے پہلے خیبر میں تحریم ہو چکی ہے؛ مگر الی یوم القیامۃ نہ تھی، نیز اگر یوم خیبر کا تعلق صرف لحوم حمر کے ساتھ ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ متعہ کا ذکر کیوں فرمایا؛ مگر اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ ابن عباس چوں کہ دونوں کی رخصت کے قائل تھے؛ اس لیے حضرت علی نے دونوں کی تردید فرمائی۔

(۲) عمرۃ القضاء:

(۱) **لا یصح فیها الأثر لکونه من مرسل الحسن ومراسیله ضعیفة لأنه کان یأخذ عن کل أحد.** (فتح الباری)(۱)

(۲) **علی تقدیر ثبوت أیام عمرة القضاء** سے ایام خیبر مراد ہیں، **لکونهما فی سنة واحدة.**

(۳) غزوۃ الفتح میں تین ایام کی رخصت کے بعد نہی مؤبد الی القیامۃ صریح وصحیح احادیث سے ثابت ہے۔

---

(۱) باب نهی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن المتعة: ۱۷۰/۹، دار المعرفة بیروت، انیس

(۳) غزوۂ حنین:

(۱) اس روایت کے طرق تو یہ میں خیبر کا لفظ ہے، لہٰذا حنین کا لفظ راوی کی خطا ہے۔ (فتح الباری)

(۲) اس روایت میں وقوع متعہ کا ذکر نہیں، صرف نہی مذکور ہے، لہٰذا تکرار نہی صرف تاکید ومزید اشاعت کے لیے ہے۔

(۳) حنین وفتح مکہ ایک ہی سال میں ہیں؛ اس لیے فتح مکہ پر ایام حنین کا اطلاق کر دیا گیا۔

(۴) غزوۂ فتح والی رخصت ہی حنین میں بھی باقی تھی، اس سے نہی کی گئی؛ کیوں کہ حنین فتح مکہ کے بعد متصل واقع ہوا ہے؛ مگر یہ توجیہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ مسلم وغیرہ کی صحیح احادیث میں مصرح ہے کہ مکہ سے نکلنے سے پہلے ہی متعہ قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔

(۵) بعض نے کہا کہ غزوۂ حنین اور غزوۂ اوطاس واحد ہے، لہٰذا جو توجیہ غزوۂ اوطاس سے متعلق آرہی ہے، وہی حنین میں کی جائے گی؛ مگر صحیح یہ ہے کہ دونوں غزوے جدا جدا ہیں، فتح مکہ کے وقت کچھ قبائل مکہ سے بھاگ کر حنین میں جمع ہو گئے تھے؛ اس لیے حنین میں غزوہ واقع ہوا، پھر حنین سے کچھ قبیلے اوطاس کی طرف چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قصد فرمایا۔

(۴) غزوۂ اوطاس:

(۱) اس میں غزوۂ اوطاس نہیں؛ بلکہ عام اوطاس ہے اور اس سے غزوۃ الفتح مراد ہے۔

(۲) بعض نے یہاں بھی وہی توجیہ بیان کی ہے، جو غزوۂ حنین کے بارے میں ۳ رنمبر کے تحت مذکور ہوئی؛ مگر اس کا صحیح نہ ہونا اوپر بیان ہو چکا ہے۔

(۵) غزوۂ تبوک:

(۱) غزوۂ تبوک میں وقوع متعہ کی تصریح نہیں، ممکن ہے کہ تحریم سے پہلے ان عورتوں سے متعہ کرتے رہے ہوں اور تودیع اب واقع ہوئی اور نہی مزی تاکید کے لیے فرمائی گئی ہو۔

(۲) نہی پہلے واقع ہو چکی تھی؛ مگر بعض نے نہی نہ پہنچنے کی وجہ سے رخصت سمجھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غضبناک ہونا بھی اس پر دال ہے کہ نہی پہلے ہو چکی تھی اور یہی صحیح ہے، کما سیجئی۔

(۳) تبوک کے بارے میں دو روایتیں ہیں، ایک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی، دوسری جابر رضی اللہ عنہ کی، یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں؛ کیوں کہ پہلی روایت میں مؤمل ابن اسماعیل عن عکرمۃ بن عمار کا واسطہ ہے اور یہ دونوں ضعیف ہیں اور دوسری روایت میں عباد بن کثیر ضعیف ہیں۔ (فتح الباری)

(۶)　حجۃ الوداع:

(۱) اس میں ربیع بن سبرہ سے خلط واقع ہوا ہے، انہی ربیع بن سبرہ سے فتح مکہ کے بارے میں روایت اصح واشہر ہے، جب ایک ہی راوی سے ایک ہی قصہ میں متعارض الفاظ منقول ہوں تو ترجیح متعین ہے۔

(۲) حجۃ الوداع والی روایت میں صرف نہی مذکور ہے، وقوع متعہ کا ذکر نہیں، لہذا محض تاکید ومزید اشاعت پر محمول ہوگی۔

(۳) **قال في فيض الباري: وأما من ذكرها في حجة الوداع فقد تكلم بكلام يشبه الأغلوطات فإن المراد منها متعة الحج (رفض الحج إلى العمرة) دون متعة النساء.** (فیض الباری)(۱)

مندرج بالا تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ تحریم متعہ کے مواضع میں سے صرف خیبر اور فتح مکہ صحیح طریقہ سے ثابت ہیں، خیبر سے متعلق بھی کچھ کلام گزر چکا ہے؛ یعنی بعض محدثین کا خیال ہے کہ یوم خیبر صرف لحوم حمر کے ساتھ متعلق ہے اور جن روایات میں متعہ کے ساتھ متعلق معلوم ہوتا ہے، ان میں راوی سے تقدیم وتاخیر واقع ہوگئی ہے؛ مگر مشہور یہ ہے کہ نسخ متعہ مرتین ہوا ہے، پہلے خیبر میں دوبارہ فتح مکہ میں، امام شافعی علیہ الرحمہ سے بھی یونہی منقول ہے، ماوردی نے حاوی میں اور نووی وغیرہما نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

بعض نے یوں تطبیق دی ہے کہ مواضع مذکورہ میں فتح مکہ سے پہلے جتنے اماکن ہیں، سب میں سبب اباحت یعنی مشقت سفر بعید ہونے کی وجہ سے متعہ کی اجازت دے کر حاجت پوری ہوجانے کے بعد نہی فرماتے رہے اور آخر میں فتح مکہ کے موقع پر تحری مؤبد الی اقیامۃ کردی گئی؛ اس لیے تبوک کے سفر کے شروع ہی میں نہی کی گئی، باوجودیکہ تبوک میں مسافت بعیدہ ومسقت شدیدہ تھی، چوں کہ نسخ کے بعد یہ پہلا سفر تھا؛ اس لیے احتیاطاً ابتداءِ سفر ہی میں منع فرمادیا، حدیث تبوک نسخ متعہ فی السفر کے لیے صریح دلیل ہے اور حجۃ الوداع کے بارے میں اگر ربیع بن سبرہ کی غلطی نہ بھی تسلیم کی جائے تو یہ نہی مزید تاکید پر محمول کی جائے گی۔

مذکورہ بالا سب توجیہات سے زیادہ بہتر توجیہ یہ ہے اور یہی صحیح ہے کہ تحریم متعہ مکہ ہی میں نازل ہوچکی تھی، چنانچہ نصوص محرمہ ﴿إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ مکیہ ہیں؛ مگر اس کی اشاعت مکمل طور پر نہ ہوئی تھی؛ اس لیے بعد میں تاکید ومزید اشاعت کی غرض سے بار بار کئی مواضع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی اور غزوۃ الفتح میں جو تین ایام تک اباحت کی روایت ہے، اس میں متعہ کی اباحت نہیں؛ بلکہ نکاح موقت کی اباحت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صورۃً نکاح سمجھ کر اجتہاداً اجازت دے دی؛ مگر آپ کو بذریعہ وحی متنبہ کردیا گیا کہ یہ بھی معنیً متعہ ہے تو آپ نے اس کو بھی حرام قرار دیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ رمحرم ۱۳۷۳ھ (احسن الفتاویٰ: ۵/۴۲-۵۲)

---

(۱)　باب غزوة خيبر: ۱٦٤/٥، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

سوال مثل بالا:

سوال: ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اسلام میں کبھی بھی متعہ کی اجازت نہیں دی گئی، حالانکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ متعہ کی اجازت تھی، بعد میں نسخ واقع ہوا۔ پس ان مولوی صاحب کا خیال کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

اباحت متعہ فی ابتداء الاسلام کا انکار حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے بھی فرمایا ہے؛ مگر اس پر زیادہ زور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے دیا ہے، آپ کی تحقیق فیض الباری میں بایں الفاظ منقول ہے:

قلت: وما ظهر لى فى هذا الباب، وإن لم يقله أحد قبلى أن المتعة بالمعنى المعروف لم تكن فى الإسلام قط، ولكنها كانت نكاحًا بمهر قليل، لا بنية الاستدامة، بل بإضمار الفرقة فى النفس بعد حين، والظاهر أن تحديد المهر بعشرة دراهم كان بعده، وهذا النوع من النكاح يجوز اليوم أيضًا، إلا أنه يحظر عنه ديانة، لإضمار نية الفرقة، ويؤيده ما عند الترمذى، ص:١٣٣، ج:١، عن ابن عباس بإسناد فيه كلام، كان الرجل يقدم البلدة ليس له بها معرفة، فيتزوج المرأة بقدر ما يرى أنه يقيم، فتحفظ له متاعه، وتصلح له شيئه، فهذا صريح فى أنه كان نكاحًا، مع إضمار الفرقة، وأما التخصيص بثلاثة أيام، كما فى بعض الروايات، فليس لما فهموه، بل الوجه فيه أن المهاجرين لم يكونوا رخصوا فى إقامتهم بمكة بعد الحج، فوق ذلك، فجاء إجازة المتعة لثلاثة أيام لهذا، لا لأن المتعة أحلت لثلاثة أيام، فليس الفرق إلا أن النكاح مع نية عدم الاستدامة كان مرخصًا فى أول الأمر، ثم عاد الأمر إلى أصله كما كان، ولم يرخص فيه أيضًا؛ فهذا هو المتعة عندى، أما إن المتعة بالمعنى الذى زعموه، فمالا أراه أن يكون أبيح فى الإسلام قط، وقال بعضهم فى فسخ الحج إلى العمرة أيضًا نحوه، فأنكروه رأسًا، كما أنكرت المتعة فى الإسلام، غير أنى تفردت بإنكار المتعة، أما فى فسخ الحج إلى العمرة، فقد سبق فيه ناس قبلى بمثله، واختار الجمهور أنه كان، ثم نسخ. (فيض البارى: ١٣٨/٤)(١)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ ﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ کا نزول دو دفعہ مکہ ہی میں ہو چکا تھا، جس سے تحریم متعہ ظاہر ہے؛ مگر اس کی اشاعت نہ ہوئی تھی؛ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار اس تحریم کی اشاعت اور تاکید فرمائی، یہ کہیں ثابت نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصوص قرآنیہ محرمہ متعہ کے بعد متعہ کی اجازت دی ہو۔ فتح مکہ کے موقع پر جو اجازت مروی ہے، وہ نکاح

---

(١) باب غزوة خيبر: ١٦٥/٥، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

موقت کی تھی، نہ کہ متعہ کی، نکاح موقت صورۃً نکاح ہے؛ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاداً اس کی اجازت دی تھی؛ مگر آپ کو وحی سے متنبہ کر دیا گیا کہ معنیً یہ بھی متعہ ہی ہے تو آپ نے اس کی تحریم کا اعلان فرما دیا۔

حاصل یہ ہے کہ متعہ شیعہ جیسی بے حیائی کی اسلام میں کبھی بھی اجازت نہیں دی گئی، یہ جاہلیت میں مروج تھا، اسلام نے شروع ہی سے اس کو حرام قرار دیا، البتہ متعۂ محرمہ میں نکاح باضمار نیت فرقت و نکاح موقت کا دخول منصوص نہ ہونے کی وجہ سے اس میں اجتہاد کی گنجائش تھی، بعد میں بذریعہ وحی غیر متلو آیت محرمہ میں اس کا دخول بیان فرما کر اس کی حرمت بھی واضح کر دی گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سلخ محرم ۱۳۷۳ھ (احسن الفتاویٰ: ۵/۵۲-۵۳)

سوال مثل بالا:

سوال: جب آیات تحریم متعہ مکہ میں نازل ہو چکی تھیں اور متعہ کی اجازت مدینہ میں دی گئی تو ان آیات متقدمہ فی النزول سے تحریم متعہ پر استدلال کیسے صحیح ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ نے اس اشکال کے متعدد جواب تحریر فرمائے ہیں، جن میں سے بہترین جواب یہ ہے کہ تحریم متعہ وقت نزول نصوص ہی سے ہے، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اباحت متعہ کی کوئی روایت نہیں؛ مگر چوں کہ تحریم کی اشاعت بعض وجوہ سے مکمل طور پر نہ ہوئی تھی؛ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکرار نہی اور اس کی تاکید کی اہمیت کو محسوس فرمایا اور بار بار کئی مواضع پر بغرض اشاعت و تاکید حکم قرآنی کی تبلیغ فرمائی، فتح مکہ میں جو تین روز تک اباحت کی روایت ہے، اس میں اباحت نکاح موقت ہے، متعہ کی اباحت نہیں ہوئی۔

بندہ کے نزدیک متعہ سے متعلق یہ تحقیق سب تحقیقات سے بڑھ کر ہے، اس کے بعد کسی دوسرے جواب کی ضرورت نہیں، مع ہذا فائدہ کی غرض سے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے جمیع جوابات نقل کئے جاتے ہیں:

ونصه: وأما الاستدلال بآية المؤمنين والمعارج على حرمة المتعة فقد نقل بالطرق الصحاح عن أكابر الصحابة رضى الله عنهم وفقهاء التابعين رحمهم الله تعالىٰ منهم ابن عباس رضى الله عنهما كما فى المشكاة ومنهم عائشة الصديقة رضى الله عنها اخرج ابن المنذر وابن أبى حاتم والحاكم وصححه عن ابن أبى مليكة قال: سألت عائشة عن متعة النساء؟ فقالت: بينى وبينكم كتاب الله فقرأت: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ o اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ o فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ (المؤمنون: ۵-۷) أى ما زوجه الله أو ملكه فقد عدى وأخرج عبدالرزاق وأبوداؤد فى ناسخه عن القاسم بن محمد أنه سئل عن المتعة فقال: إنى لأرى تحريمها فى القرآن ثم تلا هذه الآية، وكذا روى عن محمد بن كعب

القرطبی وعن قتادة وعن السدی وعن أبی عبدالرحمن السلمی وغیرهم من مشاهیر التابعین فلاشبهة أن هاتین السورتین مکیتان ففی الاستدلال بهذه الآیة الواقعة فیهما علی تحریم المتعة نوع إشکال والجواب عنه من وجوه:

الأول: إن هذه الآیة مدنیة وإن کانت السورتان مکیتین وقولکم فی الإتقان أنه لیس فیها آیة مدنیة قلنا الصحابة ومشاهیر التعابعین اعرف بالناسخ والمنسوخ والمتقدم والمتأخر فاستدلالهم بهذه الآیة علی حرمة المتعة أول دلیل علی کون الآیة مدنیة لا یعارضه ما فی الإتقان البتة ولا سیما المکی والمدنی عندهم یطلقان باعتبار الغالب فلعل ما فی الإتقان مبنی علی ما روی من الصحابة والتابعین من الحکم بکونهما مکیتین وهو لا ینافی کون بعض آیاتهما مدنیاً.

والثانی: هب أن الآیة مکیة لکن فیهم تحریم المتعة منها متأخر فالناسخ هذه الآیة بعد لحوق البیان وهذه المجموع لم یکن متحققا قبل التحریم فلا جرم نفی حکم المتعة علی الإباحة الأصلیة وتحقیق المقام أن بعض الآیات یدل علی بعض الأحکام بطریق الإشارة فإذا أراد اللّٰه تعالٰی وضوح الحکم المدلول علیه بتلک الطریق أوحی إلی الرسول صلی اللّٰه علیه وعلی آله وسلم أن یبین للناس تلک الطریقة فیصیر الآیة حینئذ دالة علی ذلک الحکم دلالة الصریح وتکلف به العوام والخواص ومتی أراد اللّٰه إخفاء ذلک الحکم لم یبین الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم تلک الطریق وأن یفهم الخواص والأذکیاء ذلک الحکم فلا یکون التکلیف به عاماً مثاله قوله تعالٰی ﴿تتخذون منه سکراً ورزقاحسناً﴾ فإن توصیف الرزق بالحسن وترک هذه الوصف فی السکر یدل إشارة علی حرمة الخمر مع أن الآیة مکیة نزلت قبل تحریم الخمر بمدة مدیدة وکذا قوله تعالٰی ﴿فیهما إثم کبیر ومنافع للناس﴾ یدل إشارة بل صریحاً علی حرمتها لأن دفع الضرر لا سیما إذا کان أخرویا دائما مقدم علی جلب النفع سیما إذا کان عاجلا دنیویا باجماع العقل والشرع ولهذا کان عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه یدعو فی هذا الباب ویقول: ''اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافعا'' دون أن یقول حرم علینا الخمر، فیصح استدلالهم أن هذه الآیة بعد بیان الرسول یدل قطعا علی حرمة المتعة وکانت قبل البیان دلیلاً ظنیاً إذ من المحتمل أن یکون المراد مما مملکت أیامنکم أعم من ملک الرقبة وملک النافع فلا یفهم تحریم المتعة قطعاً.

بقی ههنا إشکال صعب أصولی وهو أنه خلاف ما تقرر عندهم أن تأخیر البیان عن وقت الحاجة لا یجوز عندهم وفی هذه الآیة یلزم ذلک؟

قلنا: المحذور من ذلک ما لولاه لم یفهم المعنی المتکلف به أصلاً کأقیموا الصلاة بلا بیان لصفة الصلاة أما إذا فهم أصل المعنی ولم یفهم بعض ما یدل علیه الکلام بطریق الإشارة فلا محذور وفی ذلک أصلاً.

والثالث: سلمنا أن هذه الآية كانت دالة على حرمة المتعة بلاحاجة إلى البيان لكن كان حكمها مؤخرا فی التكليف به إلى زمان فلما جاء ذلک الزمان ثبت ذلک الحکم بتلک الآن وكانت الآية ناسخة قبل الهجرة ووقع النسخ بها فی غزوة خيبر بسبب تأخير حكمها إلى ذلک الزمان كما صح عن النبی صلی الله عليه وسلم قال قوله تعالیٰ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ ناسخة للأمر بالمعروف والنهی عن المنكر فی آخر الزمان والله أعلم فقط.

من فتح العزيز تحت قوله تعالیٰ ﴿اَوْ نُنْسِهَا﴾ فی سورة البقرة بعد ذكر قراءة الهمزة من الإنساء وهو التأخير والتحقيق أن الإنساء سواء كان مهموزا فی الأصل محققا أو ناقصا يائيا من النسيان بمعنى الإغفال والإذهال أمر غير النسخ مقابل له مقابلة الصعود والهبوط فی الحركات ومقابلة السلم والبيع المؤجل فی المعاملات وهو أن يقدم نزول الآية على حكمها ويتأخر حكمها عن تلاوتها إلى مدة كما أن النسخ تقدم الحكم على بقاء التلاوة وتأخير التلاوة عن مدة بقاء الحكم وهو كثير الوقوع فی الآيات وبهذا القسم يرتفع الإشكال عما يروی من أكابر الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم أنهم تمسكوا فی الأحكام المدنية بالآيات المكية كما روی ذلک بطريق الصحيح عن أمير المؤمومنی على كرم الله وجهه فی قوله تعالیٰ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ أنه إشارة إلى أداء صدقة الفطر وتكبيرات العيد وصلاة العيد وكما روی عن أمير المؤمنين عمر رضی الله عنهم أنه تمسک فی حرمة الطلا بقوله تعالیٰ فی النحل ﴿تتخذون منه سكراً ورزقاً حسناً﴾ وكما روی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ أنی تمسک فی حرمة المتعة بقوله تعالیٰ فی المؤمنين والمعارج ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ بل هذا لاقسم فی غير الأحكام أيضا كما فی قصية سرية منذر بن عمرو الأنصاری فإنه نزلت الإشارة إليها بمكة فی قوله ﴿وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا o فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا o فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا o فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا o فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا﴾ (سورة العاديات: ۱-۵) وتحقيق هذا الإنساء أن النبی صلی الله عليه وآله وسلم والمجتهدين من الصحابة ماكانوا يتفرغون لاستنباط أحكام الوقائع المفروضة المقدرة بل يكتفون ببيان أحكام الوقائع النازلة فمتی مالم يتفق وقوع واقعة لم يتوجهوا إلى مأخذها ولم يستدلوا به فی استخراج حكمها فلا جرم بقی مأخذها على ما كان عليه من الخمول والخفاء حتى إذا آن وقت بيان حكمها فی علم الله ووقعت واقعة تقتضی ذلک صرف الله إذهانهم إلى ذلک المأخذ وتمسكوا به كما وقع ذلک فی قصة تطفيف أهل المدينة مكائلهم وتمسک النبی صلی الله عليه وآله وسلم بصدر سورة التطفيف ومن امعن بهذا الأصل استراح عن كثير من التكلفات التی ارتكبها أهل التفسير وأهل الأصول كما لا يخفى على المتتبع.

أیضاً من فتح العزیز تحت قوله تعالیٰ فی المؤمنین ﴿فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَاءَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ هُمُ العٰدُوْنَ﴾ فإن قالوا أی الشیعة قد صح عندکم أن المتعة کانت مباحة إلی زمن خیبر بعد نزول هذه الآیة فکیف یصح التمسک بها فی تحریمها؟ قلنا إن أردتم بالإباحة الإباحة الشرعیة التی تتوقف علی فعل الرسول أو قوله أو تقریره منعنا کونها مباحة بهذا المعنی بعد نزول هذه الآیة إذ لم ینقل لا عندنا ولا عندکم أن النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم اطلع علی متعة وقت فقررها أو أذن فیها ومعاذ اللّٰه أن یفعل هو وأصحابه من ذلک شیئا فأی دلیل لکم علی إثبات هذه الإباحة وإن أردتم بالإباحة الإباحة الأصلیة أعنی عدم ورود النهی عنها صریحاً ذلک إنما کان اعتمادا علی هذه الآیات فإنها مصرحة بتحریمها وکم من حکم صرح به فی القرآن ولم یتوجه النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم إلی تأکیده وشرحه وبسطه إلا بعد سنوح الهاجة إلی ذلک من وقوع الواقعة أو سؤال السائل ولما لم یتفق فی باب المتعة شیء من هذه الأمور إلی زمن خیبر لم یتعرض النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم لتأکید حرمتها کما لم یتعرض لأکثر أحکام النکاح والتزوج إلی أن هاجر إلی المدینة ووقعت فی ذلک وقائع یقتضی شرحها وبسطها، نعم قد رخص النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم عام أوطاس لأجل الضرورة فی النکاح الموقت لا فی المتعة کما صرحت بذلک روایة عمران بن حصین وأبی موسیٰ الأشعری وغیرهما رضی اللّٰه عنهم مما هو فی صحیح مسلم وغیره من الصحاح قد رخص رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم عام أوطاس أن تنکح المرأة بالثوب إلی أجل، فهذا نص فی أن المؤذون فیه کان نکاحا موقتا لا متعة وإنما سماه من سمی متعة مجازاً أو تشبیهاً وإنما أذن فیه باجتهاده حیث علم أنه نکاح فیه شرط التأجیل وبسبب ذلک الشرط یشابه المتعة فلما أوحی إلیه أنه فی المعنی کالمتعة لایجاب اختلال النسب وضیاع الأولاد وجهالة الوارث والمورث بادر إلی تحریمه أیضاً بعد ما ثبت تحریما مؤبدا فالمتعة لم تکن مباحة قط بعد نزول هذه الآیات إلا مجازاً حیث لم یقع التصریح بتحریمها من جهة النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فنهی النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم عنها یوم خیبر کنهی عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فی خلافته فإنهما نهیا تأکیداً لا نهیاً تشریعاً هکذا ینبغی أن یفهم هذا المقام فإنه من مزال الإقدام فقط. (فتاویٰ عزیزی: ۱۸/۲) فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۵/۵۴-۵۸)

قسم کھائی کہ چھ مہینے تک کسی عورت کے جسم سے استفادہ نہیں کروں گا، پھر معین وقت کے لیے متعہ کر لیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ ۶ر مہینے تک کسی عورت کے جسم سے استفادہ نہیں کروں گا، اگر ایسا کروں گا تو میری بیوی کو تین طلاق، پھر

مذکورہ شخص ایک آدمی کے پاس گیا اور اس نے اُس آدمی سے کہا کہ میں تمہاری لڑکی سے چند مہینوں کے لیے یا چند دنوں کے لیے ''متعہ'' کرنا چاہتا ہوں، اس آدمی نے اپنی لڑکی کا نکاحِ متعہ اُس آدمی سے کرادیا، یہ بات لڑکی کو بھی معلوم تھی کہ یہ معاملہ بس چند دنوں کے لیے ہے۔ عرض یہ ہے کہ کیا اس آدمی کا نکاح متعہ صحیح ہوا، یا نہیں؟ اگر صحیح ہوا ہے تو اس نے جو قسم کھائی ہے، اس پر کچھ اثر پڑے گا، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مدتِ متعینہ کے لیے بغیر گواہوں کے عورت سے استمتاع کرنا متعہ کہلاتا ہے؛ جو شرعاً باطل ہے؛ لہٰذا شخص مذکور نے جو معاملہ کیا ہے، وہ شرعاً صحیح نہیں ہوا۔

عن سبرة الجهني رضي اللّٰه عنه أنه كان مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: يا أيها الناس!إني قد كنت أذنت لكم الاستمتاع من النساء وأن اللّٰه قد حرّم ذٰلك إلٰى يوم القيامة، فمن كان عنده منهن شيء فليخل سبيله،ولا تأخذوا مما آتيتموهن شيئًا. (الصحيح لمسلم، النكاح: ۴۵۱/۱،رقم: ۱۴۰۶، إعلاء السنن، باب أن جواز نكاح المتعة منسوخ: ۶۹/۱۱،رقم:۳۱۳۲،دار الكتب العلمية بيروت)

وفي شرح مسلم للنووي رحمه اللّٰه: وانعقد الإجماع على تحريمه،ولم يخالف فيه إلا طائفة من المبتدعة،الخ. (۴۵۱/۱)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالٰى عنه مرفوعاً:"حرم أو هدم المتعة النكاح والطلاق،والعدة والميراث". (أخرجه الدارقطني وقال ابن القطان في "كتابه": إسناده حسن. (زيلعي: ۹/۲)وفي "الدراية": إسناده حسنا.(إعلاء السنن، باب أن جواز نكاح المتعة منسوخ: ۷۰/۱۱،رقم: ۳۱۳۳، دار الكتب العلمية بيروت)

وبطل نكاح متعة ومؤقت، وإن جهلت المدة أو طالت في الأصح. (الدرالمختار:۵۱/۳، كراچي:۱۴۵/۴،زكريا)

نكاح المتعة باطل لا يفيد الحل ولا يقع عليها طلاق،ولا إيلاء ولا ظهار، ولا يرث أحدهما من صاحبه،هٰكذا في فتاوىٰ قاضي خان. في ألفاظ النكاح: وهو أن يقول لامرأة خالية من الموانع:أتمتع بكِ كذا مدةً: عشرة أيامٍ مثلاً، أو يقول: أيامًا، ومتعني نفسك أيامًا أو عشرة أيام،أولم يذكره أيامًا بكذا من المال،كذا في فتح القدير. (الفتاوىٰ الهندية،كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات ومما يتصل بذٰلك مسائل: ۳۸۲/۱-۳۸۳،زكريا، البحر الرائق، كتاب النكاح،فصل في المحرمات: ۱۸۹/۳-۱۹۰،زكريا،الرد المحتار، كتاب النكاح/باب المحرمات: ۵۱/۳،دار الفكر بيروت،وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح،فصل في بيان المحرمات:۲۴۶/۳،دارالفكر،بيروت)

تاہم اگر وہ نکاح صحیح کرتا تو پہلی قسم کی وجہ سے نہ تو نکاح پر کوئی اثر پڑتا اور نہ استفادہ کی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۲/۱۵ھ۔ (کتاب النوازل: ۲۱۲/۸-۲۱۳)

ایک ماہ بعد طلاق دینے کی نیت سے نکاح:

سوال: ایک شخص نے بروقت نکاح ہونے کے، یہ نیت کی کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا اور بعد کو طلاق نہ دی نکاح اس کا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

جس شخص نے نکاح کے وقت یہ نیت کی اس کے نکاح میں کچھ خرابی نہیں، نکاح ہوگیا بعد ایک ماہ کے چاہے طلاق دے، یا نہ دے نکاح قائم ہے۔ فقط (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۸۲)

ایک ماہ کے بعد طلاق کی شرط سے نکاح کرنا:

سوال: نکاح بایں شرط کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دے دوں گا، خواہ اس لفظ کو عقد میں لایا ہو، یا دل میں رکھا ہو، منکوحہ، یا کسی اور سے کہا ہو، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

نکاح بشرط طلاق بعد ایک ماہ تو بحکم متعہ کے حرام ہے اگر زبان سے یہ شرط کی جاوے اور جو دل میں ارادہ ہے، عقد میں ذکر نہیں ہوا تو نکاح صحیح ہے کہ عقود میں اعتبار الفاظ کا ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۸۳)

بنیت طلاق نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے خاندان میں آپس میں اکثر لڑائی رہتی ہے، چناں چہ میرے چچا جان نے اپنی بیٹی کا رشتہ میرے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا؛ لیکن میں اس رشتہ پر دل سے تیار نہیں ہوں، جب میں نے انکار کرنا چاہا کہ میں وہاں شادی نہیں کروں گا تو میرے والد صاحب نے مجھے بہت بُرا بھلا کہا کہ تم خاندان میں ہماری بے عزتی کراؤ گے، لہٰذا تم کو یہ شادی کرنی ہوگی۔ اگر چہ بعد میں اس لڑکی کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لینا تو میں اس پر راضی ہوگیا، چناں چہ ہمارا نکاح ہوگیا؛ لیکن جب وہ لڑکی گھر آئی تو مجھے وہ بہت اچھی لگی اور پھر میں نے اس کو طلاق نہیں دی۔ مفتی صاحب آپ بتائیے کہ میں نے جو نکاح سے پہلے نیت کی تھی اور میں دل سے راضی نہیں تھا، اس سے نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

آپ نے نکاح کے وقت طلاق وغیرہ کی جو نیت کی تھی، یا آپ دل سے راضی نہیں تھے؛ لیکن پھر والد صاحب کے اصرار پر آپ نے رضامندی سے نکاح کرلیا تو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، آپ کا نکاح شرعاً بالکل صحیح ہے اور اسے نکاحِ مؤقت شمار نہیں کیا جائے گا۔

لمافی القرآن (النساء: ۳): ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾

وفی مشكاة المصابيح(كتاب النكاح: ۲۶۷/۲): يا معشر الشباب من استطاع منكم البائة فليتزوج.

وفی حاشية الترمذی (۲۱۳/۱، باب ماجاء فی المحلل والمحلل له) : وقيل: المكروه اشتراط الزوج بالتحليل فی القول لا فی النية بل قد قيل أنه مأجور بالنية لقصد الاصلاح.

وفی التاتار خانية (۵۸۶/۲): وفی الينابيع اذا تزوج بنية أن يطلقها إذا جامعها لابأس به.

وفی الدرالمختار (۵۲/۳، كتاب النكاح) : (وبطل نكاح متعة ومؤقت) وإن جهلت المدة أو طالت فی الأصح وليس منه ما لو نكحها علٰى أن يطلقها بعد شهر أو نوى مكثه معها مدةمعينة.

وفی الرد تحته: قوله (أو نوى،الخ)لأن التوقيت إنما يكون باللفظ بحر.

وفيه أيضاً(۹/۳):(وينعقد) ملتبسا (بإيجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر (وضعا للمضی) لأن الماضی أدل علی التحقيق (كزوجت) نفسی أو بنتی أو موكلتی منک(و) يقول الآخر (تزوجت و) ينعقد أيضا (بما) أی بلفظين (وضع أحدهما له).

وفيه أيضا:(۴۱۵/۳):(أما إذا أضمرا ذلک لا) يكره (وكان) الرجل (مأجورا) لقصد الإصلاح.

وفی الرد تحته: قوله (أما إذا أضمرا ذلک) محترز قوله بشرط التحليل (لا يكره) بل يحل له فی قولهم جميعا. (نجم الفتاویٰ:۴/۳۱۵-۳۱۶)

واپسی پر طلاق کی نیت سے بیرون ملک میں شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص باہر ملک میں مزدوری کرتا ہے، اس کے بیوی بچے اپنے وطن میں ہیں، اسے وہاں نکاح کا تقاضہ شدت سے محسوس ہوتا ہے، وہ اس نیت سے کہ جب میری نوکری ختم ہوئی تو طلاق دے دوں گا، اس ملک میں نکاح کر لیتا ہے اور واقعہ بھی یہی ہوتا ہے کہ واپس آتے وقت طلاق دے کر آجاتا ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ گھر تو اس عورت کو لا نہیں سکتا، پہلی بیوی بچوں کا مسئلہ ہے، ایک فساد کھڑا ہوگا، لہٰذا اس نیت سے نکاح کرنا جائز ہے؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح مع الکراہہ درست ہوگا؛ کیوں کہ نکاح دائمی طور پر ہوتا ہے اور نکاح سے مقصود طلب اولاد ہے؛ تاکہ اولاد کی اچھی تربیت ہوسکے۔ یہ باتیں اس نکاح میں نہیں پائی جاتیں اور یہ نکاح نکاح موقت کے مشابہ ہوتا ہے، اگرچہ اس میں وقت کی زبانی صراحت نہیں ہے؛ لیکن اس کی نیت محدود وقت کی ہے، لہٰذا یہ نکاح مؤقت کے مشابہ ہوگیا، پھر بلا عذر شرعی طلاق دینا بھی درست نہیں ہے؛ کیوں کہ طلاق ابغض المباحات ہے، اس کی اجازت اس وقت ہے، جب

کہ میاں بیوی میں نباہ ممکن نہ رہے اور ان کے اکٹھے رہنے سے دین و دنیا کے اعتبار سے نقصان ہو، ایسی صورت میں طلاق کی اجازت دی گئی ہے، یہ کوئی عذر شرعی نہیں ہے کہ گھر والے خاندان والے اس کو برا سمجھیں گے اور پہلی بیوی ناراض ہوگی، اللہ تعالیٰ نے چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے، جب اس کی استطاعت ہو تو اس پر عمل کرنا چاہیے اور اللہ کی اطاعت وفرماں برداری میں مخلوق کی ملامت کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

لما في أحكام القرآن للجصاص (۱۰۹/۲): قوله تعالى ﴿فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً﴾ يدل علىٰ أنه مندوب إلى إمساكها مع كراهته لها وقد روى عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ما يوافق معنى ذلك... عن ابن عمر عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال أبغض الحلال إلى اللّٰه تعالى الطلاق وحدثنا عبد الباقي بن قانع قال حدثنا محمد بن خالد بن يزيد النيلي قال حدثنامهلب بن العلاء قال حدثنا شعيب بن بيان عن عمران القطان عن قتادة عن أبي تميمة الهجيمي عن أبي موسى الأشعري قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: تزوجوا ولا تطلقوا فإن اللّٰه لا يحب الذواقين والذواقات، فهذا القول من النبي صلى اللّٰه عليه وسلم موافق لما دلت عليه الآية من كراهة الطلاق والندب إلى الإمساك بالمعروف مع كراهته لها واخبر اللّٰه تعالىٰ أن الخيرة ربما كانت لنا في الصبر على ما نكره بقوله تعالى ﴿فَعَسى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً﴾.

وفي المرقاة (۲۹٦/۱): ولا يخفى أن كلامهم فيما سيأتي من التعاليل يصرح بأنه محظور لما فيه من كفران نعمة النكاح وللحديثين المذكورين وغيرهما وإنما أبيح للحاجة والحاجة هي الخلاص عند تباين الأخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم إقامة حدود الله فشرعه رحمة منه سبحانه فبين الحكمين تدافع والأصح حظره إلا لحاجة الأدلة المذكورة ويحمل لفظ المباح على ما أبيح في بعض الأوقات أعني أوقات تحقق الحاجة المبيحة وهو ظاهر في رواية لأبي داؤد ما أحل اللّٰه شيئا أبغض إليه من الطلاق.

وفي الدرالمختار(۵۱/۳): وليس منه ما لو نكحها علىٰ أن يطلقها بعد شهر أو نوى مكثه معها مدة معينة.

وفي الرد تحته: (قوله اونوى الخ) لأن التوقيت إنما يكون باللفظ. (نجم الفتاویٰ:۳۱۶/۴-۳۱۷)

نکاح باضمار نیت فرقت کی تعریف:

عبارات فقہاء کی روشنی میں نکاح باضمار نیت فرقت کی حقیقت:

(۱) ”وفي البحر: ولو تزوجها بنية أن يقعد معها مدة نواها فالنكاح صحيح لأن التوقيت إنما يكون بلفظ“. (مجمع الانهر: ۴۸۸/۱)

(بحر میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص دل میں ایک متعین مدت تک کسی عورت کے ساتھ رہنے کی نیت سے نکاح کرتا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے؛ اس لیے کہ توقیت تو زبان کے تلفظ سے ہوتی ہے۔)

(۲) ”وليس منه ما لو نكحها علىٰ أن يطلقها بعد شهر أو نوى مكثه معها مدة معينة“.

(الدر المختار: ۵۱/۳)

(نکاح متعہ میں سے نہیں ہے، وہ صورت جہاں کسی عورت سے نکاح کرے اس شرط پر کہ ایک مہینہ بعد اسے طلاق دے دے گا، یا (بغیر صراحت) کے اس کے ساتھ ایک معین مدت تک رہنے کی صرف (دل میں) نیت کرے۔)

(۳) ”قال القاضي: وأجمعوا على أن من نكح نكاحا مطلقا ونيته أن لايمكث معها الا مدة نواها فنكاحه صحيح حلال وليس نكاح متعة وانما نكاح المتعة ما وقع بالشرط المذكور“. (فتح الملهم: ۵۵۱/۶)

(قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جو آدمی مطلق [بغیر کسی مدت کو متعین کئے] نکاح کرے؛ لیکن دل میں اس کی نیت ایک خاص مدت تک اس عورت کے ساتھ رہنے کی ہو تو اس کا یہ نکاح صحیح اور حلال ہے اور یہ نکاح متعہ نہیں ہے؛ اس لیے کہ نکاح متعہ تو وہ ہوتا ہے جو شرط مذکور کے ساتھ واقع ہو [یعنی جس میں مدت کی شرط لگادی ہو اور صراحت کردی ہو]۔)

ان عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ نکاح باضمار نیت فرقت حقیقت میں نکاح صحیح ہی ہوتا ہے اور نکاح کی تمام شرائط اس میں پائی جاتی ہیں، البتہ صرف دل میں یہ نیت ہوتی ہے کہ ایک عرصہ بعد طلاق دے کر جدا کردوں گا۔

دورِ نبوی میں رائج متعہ سے متعلق احادیث اور تعریفات سے تقابل:

مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں اب ان احادیث پر غور کیا جائے، جو عہد رسالت کے متعہ کی حلت و حرمت کو بیان کرتی ہیں تو یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس متعہ کی اجازت دی گئی تھی، وہ متعہ مروجہ ہی تھا، نکاح مؤقت یا نکاح باضمار نیت فرقت نہ تھا، چناں چہ وہ احادیث جو مباح متعہ کے طریقہ کو بیان کرنے میں صریح ہیں، ان کو ذکر کیا جاتا ہے اور پھر مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں زمانہ رسالت کے مباح متعہ کا مصداق متعین کیا جائے گا۔

”حدثني إياس بن سلمة بن الأكوع، عن أبيه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيما رجل وامرأة توافقا، فعشرة ما بينهما ثلاث ليال، فإن أحبا أن يتزايدا، أو يتتاركا تتاركا فما أدري أشيء كان لنا خاصة أم للناس عامة، قال أبو عبد الله: وبينه علي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه منسوخ“. (صحيح البخاري: ۷۶۷/۲)

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرد اور عورت ایک دوسرے کے موافق ہوں تو ان کے درمیان تین دن تک معاشرت رہنی چاہیے، اس کے بعد اگر وہ اس مدت میں اضافہ چاہیں تو اضافہ کر دیں اور اگر ایک دوسرے کو چھوڑنا چاہیں تو چھوڑ دیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ ہمارے لیے خاص تھا، یا تمام لوگوں کے لیے تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ مذکورہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔)

”عن الربيع بن سبرة الجهني عن أبيه سبرة أنه قال أذن لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمتعة فانطلقت أنا ورجل إلى امرأة من بني عامر كأنها بكرة عيطاء فعرضنا عليها أنفسنا فقالت: ما تعطي، فقلت: ردائي، وقال صاحبي: ردائي، وكان رداء صاحبي أجود من ردائي وكنت أشب منه، فإذا نظرت إلى رداء صاحبي أعجبها وإذا نظرت إلى أعجبتها، ثم قالت: أنت ورداؤك يكفيني، فمكثت معها ثلاثا، ثم إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان عنده شيء من هذه النساء التي يتمتع فليخل سبيلها“. (الصحيح لمسلم: ۴۵۱/۱)

”عن الربيع بن سبرة أن أباه غزا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فتح مكة قال: فأقمنا بها خمس عشرة -ثلاثين بين ليلة ويوم- فأذن لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في متعة النساء فخرجت أنا ورجل من قومي ولي عليه فضل في الجمال وهو قريب من الدمامة مع كل واحد منا برد فبردي خلق وأما برد ابن عمي فبرد جديد غض حتٰى إذا كنا بأسفل مكة أو بأعلاها فتلقتنا فتاة مثل البكرة العنطنطة، فقلنا: هل لك أن يستمتع منك أحدنا، قالت: وماذا تبذلان فنشر كل واحد منا برده فجعلت تنظر إلى الرجلين ويراها صاحبي تنظر إلى عطفها، فقال: إن برد هذا خلق وبردي جديد غض، فتقول: برد هذا لا بأس به، ثلاث مرار أو مرتين، ثم استمتعت منها فلم أخرج حتى حرمها رسول الله صلى الله عليه وسلم“. (الصحيح لمسلم: ۴۵۱/۱)

”عن الربيع بن سبرة، عن أبيه، قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع، فقالوا: يا رسول الله، إن العزبة قد اشتدت علينا، قال: فاستمتعوا من هذه النساء، فأتيناهن، فأبين أن ينكحننا، إلا أن نجعل بيننا وبينهن أجلا، فذكروا ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم، فقال: اجعلوا بينكم وبينهن أجلا، فخرجت أنا وابن عم لي، معه برد ومعي برد، وبرده أجود من بردي، وأنا أشب منه، فأتينا على امرأة، فقالت: برد كبرد، فتزوجتها، فمكثت عندها تلك الليلة، ثم غدوت ورسول الله صلى الله عليه وسلم قائم بين الركن والباب، وهو يقول: أيها الناس، إني قد كنت أذنت لكم في الاستمتاع، ألا وإن الله قد حرمها إلى يوم القيامة، فمن كان عنده منهن شيء فليخل سبيلها، ولا تأخذوا مما آتيتموهن شيئا“. (ابن ماجة، ص: ۱۴۱)

”عن طاووس قال: كانت سنة المتعة سنة النكاح إلا أن الأجل كان في أيديهن“. (المصنف لابن أبي شيبة: ۵۴۶/۳)

”عن سليمان بن يسار عن أم عبد الله ابنة أبي خيثمة أن رجلا قدم من الشام فنزل عليها، فقال: إن العزبة قد اشتدت علي فابغيني امرأة أتمتع معها، قالت: فدللته على امرأة فشارطها فاشهدوا على ذلك عدولا، فمكث معها ما شاء الله أن يمكث“. (كنز العمال: ۵۲۲/۱۶)

اب ان مذکورہ روایات پر ابتدا میں ذکر کردہ تعریفات کی روشنی میں غور کیا جائے تو بخوبی واضح ہوگا کہ عہدِ رسالت

میں جس نکاح متعہ کی اجازت دی گئی تھی، وہ نکاح باضمار نیت فرقت تھا اور نہ نکاح مؤقت؛ بلکہ مروجہ متعہ ہی تھا۔ پس نکاح باضمار نیت فرقت تو اس لیے نہیں ہوسکتا کہ ان میں سے بعض روایات میں تو صراحتاً آپس میں مدت طے کرنا ثابت ہے، جو اضمار نیت کے منافی ہے، چناں چہ بخاری کی عبارت میں ہے "**فإن أحبا أن يتزايدا أو أن يتتاركا تتاركا**" [یعنی پھر اگر یہ آپس میں مدت میں اضافہ کرنا چاہیں تو اضافہ کردیں]۔اس سے معلوم ہوا کہ آپس میں صراحتاً مدت کو کم زیادہ کیا جاتا تھا، نہ یہ کہ صرف دل میں نیت فرقت ہو۔ اسی طرح کنز العمال کی روایت میں ہے "**فشارطها**" کہ ان صحابی نے اس عورت سے مشارطت کی؛ یعنی ایک عرصہ تک ساتھ رہنے کی شرط لگائی اور اس پر گواہ بھی بنائے۔اس سے زیادہ صراحت ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

"**فأتيناهن، فأبين أن ينكحننا،إلا أن نجعل بيننا وبينهن أجلا، فذكروا ذلك للنبى صلى الله عليه وسلم،فقال:اجعلوا بينكم وبينهن أجلا**".

(یعنی صحابہ کرام نے ان عورتوں سے متعہ کی خواہش ظاہر کی تو ان عورتوں نے استمتاع کے لیے مدت طے کرنے کو کہا، اس پر صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ، مدت طے کرلو۔)

پس یہ روایت تو بالکل صریح ہے اس باب میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ آپس میں مدت طے کرنے کی اجازت دی، جو اضمار کے بالکل خلاف ہے۔اسی طرح اس کو نکاح باضمار نیت فرقت قرار دینا اس لیے بھی درست معلوم نہیں ہوتا کہ نکاح باضمار نیت فرقت جو کہ نکاح صحیح کے قبیل سے ہے، اس میں جدائی کے لیے طلاق ضروری ہے، جب کہ وہ تمام روایات جو عہد رسالت کے متعہ کی ترجمانی کرتی ہیں، ان میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جدا ہونے کے لیے طلاق دینے کا حکم کیا ہو اور نہ ہی صحابی کے طلاق دینے کا ذکر ہے؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر طلاق کے جدائی کا حکم منقول ہے، جیسا کہ مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں:

"**إن رسول اللّٰه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال من كان عنده شىء من هذه النساء التى يتمتع فليخل سبيلها**".

(ان متعہ والی عورتوں میں سے جس کے استمتاع میں کوئی عورت ہو، وہ اس کا راستہ چھوڑ دے۔)

لہٰذا اگر یہ عقد "نکاح باضمارِ نیتِ فرقت" ہوتا تو اس میں طلاق و میراث کے احکام ضرور چلتے جو یہاں مفقود ہیں۔

متعہ سے متعلق حضرت عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی تشدید:

اسی طرح اس عقد متعہ کو نکاح باضمارِ نیتِ فرقت پر محمول کرنا اس لیے بھی ناممکن ہے کہ بعد میں حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اس عقد متعہ پر شدت سے تنقید فرمایا کرتے تھے اور اس کے مرتکب کو زانی اور رجم کا مستحق قرار دیتے تھے، جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے:

(۱)　"**قال ابن شهاب أخبرنى عروة بن الزبير أن عبد الله بن الزبير قام بمكة فقال:إن ناسا**

[أعمى الله قلوبهم كما أعمى أبصارهم] يفتون بالمتعة [يعرّض برجل] فناداه، فقال: إنک لجلف جاف فلعمری لقد كانت المتعة تفعل على عهد إمام المتقين يريد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له ابن الزبير: فجرب بنفسک، فوالله ! لئن فعلتها لأرجمنک بأحجارک". (الصحيح لمسلم: ۴۵۲/۱، باب نكاح المتعة، قديمی)

"وفی شرح المسلم للنووی تحته: (قوله: فوالله لئن فعلتها لأرجمنک بأحجارک) هذا محمول على أنه ابلغه الناسخ لها وأنه لم يبق شک فی تحريمها، فقال: إن فعلتها بعد ذلک ووطئت فيها كنت زانياً ورجمتک بالأحجار التی يرجم بها الزانی".

(۲) "وروی سالم بن عبدالله بن عمر أن عمر بن الخطاب صعد المنبر فحمد الله واثنی عليه ثم قال: ما بال أقوام ينكحون هذه المتعة وقد نهى رسول الله (صلى الله عليه وسلم) عنها لا أجد رجلاً نكحها إلا رجمته بالحجارة، وقال: هدم المتعة النكاح والطلاق والعدة والميراث". (التفسير الخازن: ۳۶۲/۱)

ان روایات میں حضرت عمر اور عبداللہ بن زبیر جیسے اکابرین صحابہ کا اس پر شدت کے ساتھ نکیر فرمانا کہ اس کے مرتکب کو زانی اور رجم کا مستحق قرار دینا اس پر کافی دلیل ہے کہ وہ نکاح باضمارنیت فرقت نہ تھا؛ بلکہ عقد کی کوئی اور صورت تھی جو باوجود زنا کے مشابہ ہونے کے کچھ وقت کے لیے مباح کی گئی تھی، پھر بعد میں منسوخ کردی گئی تھی؛ اس لیے یہ حضرات اس پر شدت سے نکیر فرماتے تھے کہ چوں کہ وہ من وجہٍ زنا ہی تھا اور اب حلت بھی ختم ہوچکی تھی تو وہ فرماتے کہ نسخ معلوم ہونے کے باوجود کوئی اس کا ارتکاب کرے تو گویا وہ زانی ہے اور رجم کا مستحق ہے، جب کہ یہ بات نکاح باضمارنیت فرقت میں نہیں ہوسکتی؛ اس لیے کہ وہ تو ابتدا ہی سے حلال تھا اور بعد میں بھی حلال رہا، اگرچہ قائلین کے نزدیک دیانۃً ناجائز ہے؛ لیکن قضاءً تو وہ بھی جواز کے قائل ہیں۔

کیا اس نکاح کو نکاح مؤقت، یا نکاح باضمارِ نیتِ فرقت قرار دے سکتے ہیں؟

مسئلہ ھذا میں فیض الباری شرح صحیح البخاری للعلامۃ الکشمیری کی عبارات میں تضاد بھی ہے۔ پہلے نکاح باضمارنیت فرقت کو منسوخ بتایا اور پھر قضاءً جائز اور دیانۃً ممنوع قرار دیا۔ منسوخ شے دیانۃً ممنوع ہونے کے ساتھ قضاءً اور اصلاً بھی ممنوع ہوتی ہے۔ صرف دیانۃً ممنوع تو کوئی ایسا حکم نہیں کہ اس کے لیے نص وارد ہو، لہٰذا عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد متعہ کو نکاح باضمارنیت فرقت پر محمول کرنا نصاً وعقلاً کسی طرح درست نہیں۔

البتہ اس عقد متعہ کو نکاح مؤقت پر محمول کرنا، جیسا کہ دوسرے بعض حضرات کا موقف ہے، اگرچہ کسی نہ کسی درجہ میں گنجائش رکھتا ہے؛ لیکن فقہا نے نکاح مؤقت کی جو تعریفات کی ہیں، اگر ان کی روشنی میں روایات متعہ پر غور کیا جائے تو یہ احتمال بھی درست معلوم نہیں ہوتا، چناں چہ فقہا نے نکاح مؤقت کی جو تعریفات کی ہیں، ان میں یہ بات

مصرح ہے کہ نکاح مؤقت میں گواہ بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ شامی میں مذکور ہے:

(۱) " قال فی الفتح قال شیخ الإسلام فی الفرق بینهما أن یذکر الوقت بلفظ النکاح والتزویج وفی المتعة أتمتع أو استمتع، آه، یعنی ماشتمل علی مادة متعة والذی یظهر مع ذلک عدم اشتراط الشهود فی المتعة وتعیین المدة وفی المؤقت الشهود وتعیینها". (شامیة: ۵۱/۳)

(۲) "والفرق بین نکاح المتعة ونکاح المؤقت بذکر لفظ التزویج فی المؤقت دون المتعة وکذا بالشهادة فیه دون المتعة". (الموسوعة الفقهیة: ۳۴۲/۴۱)

پس ان عبارات سے واضح ہے کہ نکاح مؤقت میں گواہ ہوتے ہیں، جب کہ روایات متعہ کے اندر عہد رسالت کے منقول واقعات میں متعہ میں گواہوں کا کہیں ذکر نہیں (کہ وہ صحابہ اس ایجاب وقبول پر گواہ بناتے ہوں)۔ لہٰذا عہد رسالت کے عقد متعہ کو نکاح مؤقت پر محمول کرنا بھی درست نہیں۔ نیز نکاح مؤقت امام زفر کے نزدیک جائز ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نکاح مؤقت بھی ایک مکمل عقد ہے۔ گواہ وغیرہ سب موجود ہیں۔ صرف تابید کی شرط مفقود ہے، لہٰذا عقد درست اور شرط باطل ہوگی اور یہ عقد علی التابید درست ہو جائے گا۔

شامیہ میں ہے:

"''ثم ذکر فی الفتح أدلة تحریم المتعة وأنه کان فی حجة الوداع وکان تحریم تأبید لا خلاف فیه بین الأئمة وعلماء الأمصار إلا طائفة من الشیعة ونسبة الجواز إلی مالک کما وقع فی الهدایة غلط ثم رجح قول زفر بصحة المؤقت علی معنی أنه ینعقد مؤبدا ویلغو التوقیت... بخلاف ما لو عقد بلفظ المتعة وأراد النکاح الصحیح المؤبد فإنه لا ینعقد وإن حضره الشهود لأنه لا یفید ملک المتعة کلفظ الإحلال فإن من أحل لغیره طعاما لا یملکه فلم یصلح مجازا عن معنی النکاح کما مر اه ملخصا". (شامیة: ۵۱/۳)

فقہاء کی بیان کردہ متعہ کی تعریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح مؤقت، متعہ کا ایک فرد ہے اور اس پر بھی متعہ کا معنی صادق آتا ہے، اگرچہ اصل متعہ وہی ہے، جو بغیر گواہ کے م، ت، ع کے الفاظ کے ساتھ ہو۔

"قوله (وبطل نکاح متعة ومؤقت) قال فی الفتح قال شیخ الإسلام فی الفرق بینهما أن یذکر الوقت بلفظ النکاح والتزویج وفی المتعة أتمتع أو استمتع، آه، یعنی ما اشتمل علی مادة متعة والذی یظهر مع ذلک عدم اشتراط الشهود فی المتعة وتعیین المدة وفی المؤقت الشهود وتعیینها ولا شک أنه لا دلیل لهم علی تعیین کون المتعة الذی أبیح ثم حرم هو ما اجتمع فیه مادة م ت ع للقطع من الآثار بأنه کان أذن لهم فی المتعة ولیس معناه أن من باشر هذا یلزمه أن یخاطبها بلفظ أتمتع ونحوه لما عرف أن اللفظ یطلق ویراد معناه فإذا قیل تمتعوا فمعناه أوجدوا معنی هذا اللفظ ومعناه المشهور أن یوجد عقدا علی امرأة لا یراد به مقاصد عقد النکاح من

القرار للولد وتربيته بل إلى مدة معينة ينتهي العقد بانتهائها أوغير معينة بمعنى بقاء العقد ما دام معها إلىٰ أن ينصرف عنها فلا عقد فيدخل فيه مابمادة المتعة والنكاح المؤقت أيضا فيكون من أفراد المتعة وإن عقد بلفظ التزويج وأحضر الشهود اه ملخصا، وتبعه في البحر والنهر. ثم ذكر في الفتح أدلة تحريم المتعة وأنه كان في حجة الوداع وكان تحريم تأبيد لا خلاف فيه بين الأئمة وعلماء الأمصار إلا طائفة من الشيعة ونسبة الجواز إلى مالك، كما وقع في الهداية غلط، ثم رجح قول زفر بصحة المؤقت على معنى أنه ينعقد مؤبدا ويلغو التوقيت لأن غاية الأمر أن المؤقت متعة،الخ". (الشامية:۵۱/۳)

لہٰذا نکاح مؤقت کو عہد اسلام میں مروج متعہ قرار دینا بھی مشکل ہے۔شامیہ میں ہی آگے امام زفر کے نکاح مؤقت کے جواز کے قول پر وارد اشکال (کہ یہ متعہ کی تعریف میں داخل ہے اور جائز بھی تو پھر منسوخ کیسے؟) کا جواب دیا گیا ہے؛ لیکن ہمارا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ یہ تمام بحث اس پر دالّ ہے کہ نکاح مؤقت مستقل عقد ہے اور متعہ ایک الگ عقد ہے، دونوں کو ایک قرار دینا محل نظر ہے۔

"قول زفر بصحة المؤقت على معنى أنه ينعقد مؤبدا ويلغو التوقيت؛ لأن غاية الأمر أن المؤقت متعة وهو منسوخ؛ لكن المنسوخ معناها الذى كانت الشريعة عليه وهو ما ينتهي العقد فيه بانتهاء المدة فإلغاء شرط التوقيت أثر النسخ وأقرب نظير إليه نكاح الشغار وهو أن يجعل بضع كل من المرأتين مهرا للأخرى فإنه صح النهي عنه وقلنا يصح موجبا لمهر المثل لكل منهما فلم يلزمنا النهي بخلاف ما لو عقد بلفظ المتعة وأراد النكاح الصحيح المؤبد فإنه لا ينعقد وإن حضره الشهود لأنه لا يفيد ملك المتعة كلفظ الإحلال فإن من أحل لغيره طعاما لا يملكه فلم يصلح مجازا عن معنى النكاح كما مر،آه ملخصا". (الشامية:۵۱/۳)

الغرض عہد رسالت میں جس متعہ کی اجازت دی گئی تھی وہ نہ نکاح باضمار نیت فرقت تھا اور نہ ہی نکاح مؤقت؛ بلکہ وہ مروجہ متعہ ہی تھا، جو ضرورت کی بنا پر کچھ وقت کے لیے ایک رخصت تھی، پھر وہ رخصت ختم کر دی گئی اور دوبارہ حرمت لوٹ آئی۔ باقی نکاح باضمار نیت فرقت ابتدا سے حلال تھا اور اب بھی بالکل حلال و جائز ہے، حتی کہ قاضی عیاض نے تو اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے، چناں چہ قاضی عیاض فرماتے ہیں:

(۱)　"قال القاضي:وأجمعوا علىٰ أن من نكح نكاحا مطلقا ونيته أن لايمكث معها إلا مدة نواها فنكاحه صحيح حلال وليس نكاح متعة وانما نكاح المتعة ما وقع بالشرط المذكور ولكن قال مالك: ليس هذا من أخلاق الناس وشذ الأوزاعي فقال:هو نكاح متعة ولا خير فيه". (فتح الملهم:۵۵۱/۶)

(قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ فقہا کا اس پر اجماع ہے کہ جو آدمی مطلقاً (یعنی بغیر کسی مدت کو متعین کئے) نکاح کرے؛ لیکن دل میں اس کی نیت ایک خاص مدت تک اس عورت کے ساتھ رہنے کی ہو تو اس کا یہ نکاح صحیح اور حلال ہے اور یہ نکاح متعہ نہیں

ہے؛اس لیے کہ نکاح متعہ تو وہ ہوتا ہے، جو شرط مذکور کے ساتھ واقع ہو(یعنی جس میں مدت کی شرط لگادی ہو اور صراحت کردی ہو)،البتہ امام مالک فرماتے ہیں کہ اخلاقاً ایسا کرنا مناسب نہیں ہے اور اس مقام پر امام اوزاعی نے شذوذ اختیار کیا ہے، چناں چہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح متعہ ہی کے قبیل سے ہے اور اس میں کوئی خیر نہیں۔)

(۲) ”أما لو تزوج وفی نیته أن یطلقها بعد مدة نواها صح“. (فتح القدیر: ۲۴۹/۳)

(اگر نکاح کرے اس طرح کہ اس کی نیت یہ ہو کہ وہ ایک خاص مدت کے بعد اس عورت کو طلاق دے دے گا تو اس طرح کا نکاح صحیح ہے۔)

(۳) ”ولو تزوجها مطلقا وفی نیته أن یقعد معها مدة نواها فالنکاح صحیح“. (الهندیة: ۲۸۳/۱)

(اگر کسی عورت سے بغیر کسی صراحت وشرط کے مطلق نکاح کرے؛ لیکن اس کی نیت یہ ہو کہ وہ ایک خاص مدت تک اس کے ساتھ رہے گا (پھر طلاق دے کر جدائی اختیار کرلے گا) تو یہ نکاح صحیح ہے۔)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح باضمار نیت فرقت اب بھی جائز وحلال ہے، اگر چہ اخلاقا مناسب نہیں؛ لیکن جائز ضرور ہے۔ گویا کہ نکاح باضمار نیت فرقت میں دل میں علاحدگی کی نیت ہوتی ہے اور متعہ وغیرہ میں علاحدگی زبانی طور پر مشروط ہوتی ہے، لہٰذا دونوں میں بڑا فرق ہے، اس کی واضح مثال حلالہ کا نکاح ہے کہ حلالہ کا نکاح اگر بشرط التحلیل (زبانی شرط کے ساتھ) ہو تو مکروہ تحریمی اور سخت گناہ ہے؛ لیکن اگر زبانی طور پر مشروط نہ ہو؛ بلکہ دل میں نیت ہو تو یہ باعث گناہ نہیں؛ بلکہ بغرض اصلاح اور نیک مقصد کو مدّنظر رکھتے ہوئے فقہا نے بعض اوقات اسے ثواب کا باعث بھی لکھا ہے، لہٰذا یہاں عام نکاح میں بھی زبانی مشروط نکاح اور باضمارِ نیت فرقت نکاح میں فرق ہوگا اور باضمار نیت فرقت نکاح دیانت اور قضاء دونوں میں جائز ہوگا، لہٰذا جس متعہ کو منسوخ کیا تھا، وہ متعہ مروجہ ہی تھا۔

متعہ مروجہ کی ابتداء اسلام میں حلت پر ایک اشکال اور اس کے جوابات:

البتہ سوال میں ذکر کردہ اشکال یہاں بہر حال وارد ہوتا ہے کہ متعہ تو ایک زنا اور حرام کاری ہے، اسلام میں یہ شناعت کیسے مباح ہوسکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اولا تو اس کو صریح زنا قرار دینا مشکل ہے؛ اس لیے کہ عقد متعہ میں باقاعدہ ایجاب وقبول بھی ہوتا تھا اور مہر بھی مقرر ہوتا تھا۔ صرف تابید کی شرط جو نکاح کی اصل بنیاد ہے، وہ کچھ وقت کے لیے ضرورتاً اٹھالی گئی تھی اور نکاح مؤبد اور غیر مؤبد دونوں کو مباح قرار دیا گیا تھا۔ ضرورت ختم ہونے پر نکاح کو اپنی اصل حالت کی طرف لوٹا دیا گیا اور صرف تابیدی نکاح جائز رہا، غیر تابیدی کو باطل قرار دیدیا گیا۔

ثانیاً اگر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ زنا اور ایک قبیح فعل ہے تو ایک چیز چاہے کتنی ہی بری نظر آتی ہو، جب شریعت اس کی اجازت دے تو اب وہ قبیح وشنیع نہیں رہتی؛ لیکن اگر شارع اس سے منع کردے تو چاہے وہ کتنی ہی مرغوب ہو اور عند الطبائع کتنی ہی اچھی ہو؛ لیکن اب وہ قبیح ہوگی، جیسے شراب جب تک حرام نہیں تھی، اگر چہ اس کے بُرے اثرات روز

روشن کی طرح واضح تھے؛ لیکن جب تک شارع نے اس سے منع نہیں فرمایا تھا، اس وقت تک کوئی اسے حرام خوری نہیں کہہ سکتا تھا؛ لیکن جب شارع نے اس سے منع فرمادیا تو اب وہ حرام خوری ہے۔اسی طرح متعہ کی جب تک شارع کی طرف سے اجازت تھی تو وہ زنا اور حرام کاری نہ ہوگی؛ لیکن جب شارع نے اجازت اٹھالی تو اب وہ حرام کاری ہے۔ الغرض جب شریعت کی طرف سے متعہ کی اجازت دی گئی تو وہ شریعت کی اجازت کی وجہ سے اتنے وقت کے لیے حرام ہونے سے نکل گیا۔ہاں جب اس سے منع کر دیا گیا تو وہ دوبارہ حرام ہوگیا۔چناں چہ اسی بات کو امام المفسرین ابوبکر جصاص رازی اپنی تفسیر ''احکام القران'' میں اس پیرائے میں ذکر کرتے ہیں:

''عن ابن عمر أنه سئل عن المتعة؟ فقال: ذلک السفاح وروی عن هشام بن عروة عن أبيه قال: كان نكاح المتعة بمنزلة الزنا، فإن قيل: لا يجوز أن تكون المتعة زنا؛ لأنه لم يختلف أهل النقل أن المتعة قد كانت مباحة فی بعض الأوقات أباحها رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يبح الله تعالى الزنا قط، قيل له: لم تكن زنا فی وقت الإباحة فلما حرمها الله تعالى جاز إطلاق اسم الزنا عليها''. (أحكام القران للجصاص: ۱۴۷/۲)

(سلف کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ متعہ ایک زنا ہے۔۔۔چناں چہ ابن عمرؓ سے متعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو سفاح؛ یعنی زنا ہے۔اسی طرح ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نکاح متعہ زنا ہی کے درجے میں ہے۔پس اگر یہ اشکال کیا جائے کہ متعہ کو زنا قرار دینا ممکن نہیں؛ اس لیے کہ تمام اہل روایات اس پر متفق ہیں کہ متعہ کو بعض مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح قرار دیا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے تو زنا کو کبھی مباح نہیں کیا (لہٰذا معلوم ہوا کہ متعہ کو زنا کہنا ٹھیک نہیں) تو اس اشکال کا جواب یہ دیا جائے گا کہ (متعہ اصل کے اعتبار سے زنا ہی ہے، البتہ) جس وقت اس کو مباح کر دیا گیا، اس وقت وہ زنا نہیں رہا؛ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ حرام کر دیا تو اب اس پر زنا کا اطلاق ٹھیک ہوگا۔)

معلوم ہوا کہ ایک چیز محرم اور کتنی ہی قبیح اور شنیع ہو؛ لیکن جب شارع خود اجازت دے دے تو پھر وہ محرم اور قبیح نہیں رہتی، اگر چہ فی نفسہ کتنی ہی قبیح معلوم ہو۔

ثالثاً یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ کسی چیز کی حلت وحرمت کا اختیار چوں کہ شارع ہی کو ہے، وہ جسے چاہے حلال کر دے، اگر چہ وہ انسانوں میں کتنی ہی قبیح سمجھی جاتی ہو، لہٰذا کسی چیز کا قبیح و شنیع ہونا شارع کے لیے اس چیز کی حلت ورخصت میں مانع نہیں ہوسکتا، جیسا کہ حدود حرم میں قتال اگر چہ حرام تھا اور حرمت کعبہ اور حرم کے خلاف سمجھا جاتا تھا؛ لیکن فتح مکہ کے موقع پر کچھ دیر کیلئے حلال کیا گیا۔اسی طرح متعہ اگر چہ فی نفسہ زنا اور قبیح فعل ہے؛ لیکن کسی موقع پر شارع اگر اپنے اختیار سے اس کی رخصت دے دیں تو اس کی قباحت وشناعت اس رخصت سے مانع نہیں۔

رابعاً اس اشکال کا جواب بایں طور بھی ممکن ہے کہ یہ کہنا کہ ''عقد متعہ تو ایک زنا اور حرام کاری ہے، لہٰذا یہ جائز

وحلال نہ ہونا چاہیے‘‘ یہ ہمیں تسلیم ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ابتداء اسلام میں ہی اسے حرام کر دیا گیا تھا، جیسا کہ ابتداء میں ذکر کیا گیا اور پھر بعد میں حلال کیا ہی نہیں گیا، البتہ بعض مواقع پر ضرورت کی بنا پر صرف رخصت دی گئی، لہٰذا یہ حلال نہیں؛ بلکہ رخصت للمضطر کی قبیل سے ہے، جیسے مردار حرام ہے، البتہ مضطر کے لیے اس کے کھانے کی رخصت ہے؛ لیکن وہ مردار اس کے لیے بھی حلال نہیں، لہٰذا ضرورت سے زیادہ اور تلذذ کے طور پر کھانے میں گنہگار ہوگا۔ اسی طرح متعہ فی نفسہ زنا اور حرام ہے؛ لیکن بعض مواقع میں ضرورت اور اضطرار کی بنا پر صرف رخصت تھی، حلال تو اس وقت بھی نہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت کے متعہ کو بیان کرنے والی اکثر احادیث میں ’’رخصت‘‘ اور ’’اذن‘‘ کا لفظ مذکور ہے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک حرام فعل ہی تھا، البتہ ضرورت کی وجہ سے رخصت اور اجازت دی گئی تھی؛ اس لیے ضرورت کے ختم ہونے پر رخصت بھی ختم کر دی۔

(۱)　’’عن قيس قال سمعت عبد الله يقول: كنا نغزو مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس لنا نساء فقلنا: ألا نستخصي، فنهانا عن ذلك، ثم رخص لنا أن ننكح المرأة بالثوب إلى أجل، ثم قرأ عبد الله ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تحرموا طيبات ما أحل الله لكم ولا تعتدوا إن الله لا يحب المعتدين﴾.(الصحيح لمسلم: ۴۵۰/۱)

(۲)　’’عن إياس بن سلمة عن أبيه قال رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم عام أوطاس فى المتعة ثلاثا، ثم نهى عنها‘‘.(الصحيح لمسلم: ۴۵۱/۱)

(۳)　’’عن الربيع بن سبرة الجهنى عن أبيه سبرة أنه قال: أذن لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمتعة، الخ‘‘.(الصحيح لمسلم: ۴۵۱/۱)

(۴)　’’قال ابن أبى عمرة: إنها كانت رخصة فى أول الإسلام لمن اضطر إليها كالميتة والدم ولحم الخنزير ثم أحكم الله الدين ونهى عنها‘‘.(الصحيح لمسلم: ۴۵۲/۱)

(ابن ابی عمرہ فرماتے ہیں کہ متعہ ابتداء اسلام میں صرف اس شخص کے لیے رخصتاً جائز تھا، جو متعہ کرنے پر مجبور ہو، جیسے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت (اگر چہ حرام ہے؛ لیکن مضطر کے لیے رخصتا جائز ہے)؛ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوطی عطاء فرمادی (لہٰذا متعہ کی ضرورت نہ رہی؛ اس لیے پھر ہمیشہ کے لیے) اس سے منع فرمادیا۔)

(۵)　’’قال القاضى: كل ماروى فى جوازه كان فى أسفارهم عند ضرورتهم وقلة النساء وكثرة احتياجهم لأن بلادهم كانت حارة ونحوه وقيل: إنها كانت رخصة فى أول الإسلام لمن اضطر إليها كالميتة ونحوها‘‘.(شرح الكرمانى: ۸۸/۱۹)

(قاضی عیاض فرماتے ہیں: وہ تمام روایات جو متعہ کے جواز میں مروی ہیں وہ سفر کے مواقع کی ہیں اور ضرورت کے وقت کی ہیں، جب ان کے پاس عورتیں بھی کم تھیں اور ان کو احتیاج بھی زیادہ تھی؛ اس لیے کہ ان کے شہر گرم ہوتے تھے (لہٰذا صبر

ممکن نہ ہوتا) وغیرہ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ابتداءً اسلام میں صرف مضطر کے لیے رخصت تھی، جیسے مضطر کے لیے مردار کھانے کی رخصت ہوتی ہے۔)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ متعہ جو کہ مانند زنا اور قبیح فعل ہے، مطلقاً حلال نہیں کیا گیا؛ بلکہ مضطر کے لیے رخصت کی حد تک تھا۔

ایک اور اشکال اور اس کے جوابات باقی رہا یہ اشکال کہ وہی ضرورت ہمارے زمانے میں بھی پائی جاتی ہے، پھر اب کیوں مباح نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ تسلیم ہی نہیں کہ ضرورت فی زماننا بھی باقی ہے؛ اس لیے کہ روایات میں جن ضرورتوں کو معیار رخصت بنایا گیا ہے؛ یعنی عورتوں کا کم ہونا، اپنی بیویوں کا ساتھ نہ ہونا، اکثر اسفار میں تمام صحابہ کرام کا شریک کار ہونا جن میں بعض ایسے بھی ہوتے جو اپنی خواہش پر برداشت اور صبر کی قابلیت نہ رکھتے وغیرہ، یہ ضرورتیں ایسی ہیں، جو اسلام کی فتوحات کے بعد ختم ہوگئیں؛ کیوں کہ عورتیں بھی کثیر ہوگئیں، جہاد میں عورتوں کے ساتھ جانے کی صورتیں بھی آسان ہوگئیں اور تمام افراد کا ہر وقت جہاد میں شریک کار ہونا بھی ضروری نہ رہا، لہٰذا رخصت کے لیے جو ضروریات معیار تھیں، وہ فی زماننا موجود ہی نہیں۔

ثانیاً اگر تسلیم کرلیا جائے کہ ضرورت اب بھی باقی ہے اور متعہ بھی ضرورت ہی کی بنیاد پر حلال کیا گیا تھا، تب بھی متعہ حلال نہ ہوگا، اس لیے کہ شارع نے فتح مکہ کے موقع پر جب متعہ کی تحریم کا اعلان کیا تو اسے ''الی یوم القیامۃ'' کے ساتھ مقید کردیا، جس سے اشارہ ہوگیا کہ اب متعہ قیامت تک کے لیے سفر، حضر، ضرورت، غیر ضرورت، مضطر، غیر مضطر سب کے لیے حرام ہے۔

(۱) ”والأجود في الجمع ما ذهب اليه جمع من المحققين أنها لم تحل قط في حال الحضر والرفاهية بل في حال السفر والحاجة والأحاديث ظاهرة في ذلك ويبين ذلك حديث ابن مسعود كنا نغزو ليس لنا نسآء فرخص لنا أن ننكح ... فعلى هذا كل ما ورد من التحريم في المواطن المتعددة يُحمَل على أن المراد بتحريمها في ذٰلك الوقت أن الحاجة انقضت ووقع العزم على الرجوع إلى الوطن فلا يكون في ذلك تحريم أبدا الا الذى وقع آخرا“. (اللامع الدراری: ۳/۲۶۹)

(محققین کے اقوال کی تطبیق میں سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ متعہ حالت حضر میں تو کبھی حلال نہیں ہوا؛ بلکہ سفر اور ضرورت کے مواقع میں حلال کیا گیا اور اس بات پر احادیث کی دلالت ظاہر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث بھی اس بات کو واضح کرتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ میں ہوتے اور ہمارے ساتھ ہماری عورتیں نہ ہوتیں؛ اس لیے ہمیں رخصت دی گئی کہ ہم (ایک خاص مدت تک کے لئے) نکاح کرلیں۔ (یہ اباحت چونکہ صرف ضرورت کی وجہ سے اور سفر میں ہوتی تھی) لہٰذا متعدد مواقع پر جو متعدد تحریمات وارد ہوئی ہیں، ان سب کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس وقت اس کو حرام کردینے سے مراد یہ تھی کہ وہ حاجت (جس کی وجہ سے رخصت دی گئی تھی) وہ ختم ہوگئی اور اب سفر سے واپس لوٹنے کا وقت آگیا، لہٰذا اس موقع پر وہ تحریم ہمیشہ

کے لیے نہ ہوتی۔ (بلکہ بایں معنی ہوتی کہ حاجت ختم لہٰذا رخصت ختم) مگر آخری مرتبہ میں پھر ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا۔)

(۲) ”وقال أبو عبيد: المسلمون اليوم مجمعون علىٰ أن متعة النساء قد نسخت بالتحريم نسخها الكتاب والسنّة، هذا قول أهل العلم جميعاً من أهل الحجاز والشام والعراق من أصحاب الأثر والرأى وأنه لا رخصة فيها لمضطر ولا لغيره“. (التفسير الخازن: ۳۶۱/۱)

(ابوعبید فرماتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اب اس پر اجماع ہے کہ عورتوں سے متعہ منسوخ وحرام کر دیا گیا ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے یہ منسوخ ہے، یہی قول تمام اہل علم کا ہے۔ حجاز، شام اور عراق کے تمام اصحاب رائے اور اصحاب اثر کا یہی قول ہے، لہٰذا اب متعہ کی کسی کو اجازت نہ ہوگی چاہے وہ مضطر ہو یا غیر مضطر ہو۔)

(۳) ”قال الماوردى فى الحاوى: فى تعيين موضع تحريم المتعة وجهان أحدهما أن التحريم تكرر ليكون أظهر وانشر حتىٰ يعلمه من لم يكن علمه؛ لأنه قد يحضر فى بعض المواطن من لا يحضر فى غيرها والثانى أنها ابيحت مراراً ولهٰذا قال فى المرة الأخيرة إلىٰ يوم القيامة إشارة إلىٰ أن التحريم الماضى كان مؤذناً بأن الإباحة تعقبه بخلاف هٰذا فإنه تحريم مؤبد لا تعقبه إباحة أصلاً وهذا الثانى هو المعتمد“. (فتح البارى: ۱۳۹/۹)

(امام ماوردی کتاب الحاوی میں متعہ کی تحریم کے موضع کو متعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی دو توجیہات ہیں۔۔۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس کی اباحت متعدد بار ہوئی ہے (اس لیے تحریم بھی متعدد بار ہوئی) اسی وجہ سے آخری مرتبہ میں ”الی یوم القیامۃ“ کہہ کر اس طرف اشارہ ہوگیا کہ پچھلی تحریم اس بات کو بتلاتی تھی کہ اس کے بعد دوبارہ اباحت ہوسکتی ہے، بخلاف اس تحریم کے کہ یہ تحریم موبد ہے، اب اس کے بعد کبھی اباحت نہیں آسکتی اور یہی دوسرا قول زیادہ معتمد ہے۔)

پس ان عبارات سے معلوم ہوگیا کہ اب قیامت تک اگر چہ ضرورت بھی درپیش ہو، متعہ شارع کی تحریم ابدی کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ نیز متعہ کی اجازت چوں کہ ایک ضرورت کی وجہ سے رخصت تھی۔ اسی وجہ سے اس کی اباحت وتحریم بھی مکرر ہوئی؛ یعنی جب ضرورت درپیش ہوئی رخصت دے دی گئی، ضرورت ختم تو پھر حرام کر دیا گیا، پھر ضرورت پڑی تو اجازت دے دی گئی، ضرورت ختم تو پھر حرام کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے اس باب میں صحابہ کرام سے مختلف اقوال ملتے ہیں، جن کی تعداد چھ ہے؛ یعنی ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ مختلف مواقع پر اباحت وتحریم کا معاملہ ہوا ہے؛ لیکن شارحین نے اس میں ترتیب دے کر اسی کو راجح قرار دیا ہے کہ اباحت وتحریم دو مرتبہ ہوئی ہے، باقی مواقع میں اسی تحریم کی تاکید کی گئی ہے، چناں چہ خیبر سے پہلے حلال تھا، خیبر میں ضرورت نہ تھی، حرام کر دیا، پھر فتح مکہ میں ضرورت درپیش ہوئی، لہذا احلال کیا گیا، پھر ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا، چناں چہ شارحِ مسلم علامہ نووی فرماتے ہیں:

(۴) ”وقال النووى: الصواب المختار أن التحريم والإباحة كانا مرتين وكانت حلالا قبل خيبر، ثم حرمت يوم خيبر، ثم أبيحت يوم فتح مكة وهو يوم أوطاس لاتصالهما، ثم حرمت

يومئذ بعد ثلاثة أيام تحريما مؤبداً إلى يوم القيامة".(عمدة القاری:۲۷۴/۱۷)(۱)

(امام نووی فرماتے ہیں کہ اس باب میں درست اور مختار قول یہ ہے کہ متعہ کی اباحت وحرمت کا معاملہ دومرتبہ ہوا ہے، چناں چہ خیبر سے پہلے تو حلال تھا، پھر خیبر میں حرام کر دیا گیا، پھر فتح مکہ میں حلال کیا گیا اور یہی یوم اوطاس تھا؛ کیوں کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ وقوع پذیر ہوئے تھے، پھر تین دن بعد ہمیشہ قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔)

خلاصہ کلام اور بعض اکابرین کی مسئلہ ھذا میں آرا:

ان تمام ابحاث کا خلاصہ یہ ہوا کہ زمانہ رسالت میں جس متعہ کی اجازت دی گئی تھی، وہ متعہ مروجہ ہی تھا اور یہ زنا ہونے کے باوجود ایک رخصت کا درجہ تھا، جو صرف ضرورت کے مواقع میں دومرتبہ حلال کیا گیا، پھر ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا اور اب قیامت تک کے لیے حرام ہے، البتہ مسئلہ ھذا میں بعض اکابرین کی رائے مختلف ہے، چناں چہ علامہ انورشاہ کشمیری اس کو نکاح باضمار نیت فرقت پر محمول کرتے ہیں۔حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی فتاوی عزیزی مبوب (ص:۵۵۴) پر اس کو نکاح مؤقت پر محمول کرتے ہیں۔ نیز حضرت اقدس مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے احسن الفتاوی (۵/۵۳) پر اپنے فتوی ''حفظ الحیاء بتحریم متعۃ النساء'' میں اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ نے خیر الفتاوی (۴/۴۳۵) پر اسی رائے کو اختیار فرمایا ہے۔احسن الفتاوی میں تحریر ہے:

''حاصل یہ کہ متعہ شیعہ جیسی بے حیائی کی اسلام میں کبھی اجازت نہیں دی گئی، یہ جاہلیت میں مروج تھا، اسلام نے شروع ہی سے اس کو حرام قرار دیا، البتہ متعہ محرمہ میں نکاح باضمار نیتِ فرقت و نکاح مو؟ قت کا دخول منصوص نہ ہونے کی وجہ سے اس میں اجتہاد کی گنجائش تھی بعد میں بذریعہ وحی غیر متلو آیت محرمہ میں اس کا دخول بیان فرما کر اسکی حرمت بھی واضح کر دی گئی''۔(احسن الفتاوی:۵/۵۳)

لیکن متعہ کو نکاح باضمار نیت فرقت پر محمول کرنا تو بالکل بعید از قیاس ہے، وہ تو اب بھی جائز ہے، جیسا کہ پہلے تفصیلاً ذکر کیا جا چکا۔درس ترمذی (۳/۴۰۴) پر حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے بھی ان کی اس رائے کی تردید فرمائی ہے، چناں چہ فرماتے ہیں کہ ''ایک تو جس حدیث سے یہ حضرات استدلال فرماتے ہیں، وہ متکلم فیہ ہے، مزید برآں اس سے استدلال بھی تام نہیں''۔

---

(۱) وَالصَّوَابُ الْمُخْتَارُ أَنَّ التَّحْرِيمَ وَالْإِبَاحَةَ كَانَا مَرَّتَيْنِ وَكَانَتْ حَلَالًا قَبْلَ خَيْبَرَ ثُمَّ حُرِّمَتْ يَوْمَ خَيْبَرَ ثُمَّ أُبِيحَتْ يوم فتح مكة وهو يوم أوطاس لا تصالهما ثُمَّ حُرِّمَتْ يَوْمَئِذٍ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ تَحْرِيمًا مُؤَبَّدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاسْتَمَرَّ التَّحْرِيمُ وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ إِنَّ الْإِبَاحَةَ مُخْتَصَّةٌ بِمَا قَبْلَ خَيْبَرَ وَالتَّحْرِيمُ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلتَّأْبِيدِ وَأَنَّ الَّذِي كَانَ يَوْمَ الْفَتْحِ مُجَرَّدَ تَوْكِيدِ التَّحْرِيمِ مِنْ غَيْرِ تَقَدُّمِ إِبَاحَةٍ يَوْمَ الْفَتْحِ كَمَا اختاره المازری والقاضی لِأَنَّ الرِّوَايَاتِ الَّتِي ذَكَرَهَا مُسْلِمٌ فِي الْإِبَاحَةِ يَوْمَ الْفَتْحِ صَرِيحَةٌ فِي ذَلِكَ فَلَا يَجُوزُ إِسْقَاطُهَا وَلَا مَانِعَ يَمْنَعُ تَكْرِيرَ الْإِبَاحَةِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.(شرح النووی لمسلم،باب نكاح المتعة:۱۸۱/۹،دار إحياء التراث العربی بيروت،انيس)

جہاں تک تعلق ہے نکاح مؤقت والے قول کا تو اس سے متعلق عرض ہے کہ عہد نبوی میں رائج متعہ کو نکاح مؤقت سے ایک گونہ مشابہت ضرور معلوم ہوتی ہے؛ لیکن عبارات فقہاء کی روشنی میں اسے نکاح مؤقت قرار دینا بھی مخدوش ہے، جیسا کہ ذکر کیا جاچکا ہے، لہٰذا یہ ان حضرات کا تفرد ہے اور احادیث اور فقہا کی عبارات پر غور کرنے سے جمہور کا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ فقط (نجم الفتاویٰ: ۴/ ۳۰۶-۳۱۳)

نکاح مسیار کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عوام میں نکاحِ مسیار کے نام سے ایک بحث چل رہی ہے، اس نکاح کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک شخص کسی غیر ملک میں کام کے سلسلے میں جائے، پھر اسے وہاں نکاح کی حاجت ہو تو طلاق کی نیت سے نکاح کرلے؛ یعنی جب میں واپس آؤں گا، سال دو سال بعد تو طلاق دے دوں گا، ظاہر ہے اپنے ملک میں تو اسے رکھنا ناممکن ہوتا ہے، لہٰذا مستقبل میں ایقاعِ طلاق اگر چہ مصرح نہ ہو؛ لیکن المعروف کالمشروط، یا المتیقن کالواقع کے تحت طلاق کا پایا جانا لابدی امر ہے۔ آیا ان کیفیات میں اس پردیسی شخص کا کیا ہوا یہ نکاح متعہ کی طرح نہیں؟ جائز ہے، یا ناجائز؟ آیا عہد صحابہ وتابعین میں ایسے نکاح کی نظیر ملتی ہے؟ نیز آپ کی نظر میں نکاحِ مسیار کی اور کوئی صورت بنتی ہو تو بتادیں اور سنا ہے کہ بعض لوگ عورتوں سے تمام حقوق بھی معاف کرالیتے ہیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

متعہ اس عقد کو کہا جاتا ہے، جس میں محدود مدت کے لیے کسی عورت سے استمتاع کا حصول مقصود ہو اور یہ مدت علی التعیین، یا لاعلی التعیین بہر حال الفاظ میں ذکر ہوتی ہے، جب کہ جو عقد آپ نے ذکر کیا، اس میں عقد مطلقاً ہو رہا ہے، البتہ نیت ایک عرصے بعد طلاق دینے کی ہے۔

نیز متعہ میں نکاح کے احکامات مثلاً وراثت، نسب کا الحاق، عدت کا وجوب وغیرہ مرتب نہیں ہوتے، جب کہ سوال میں ذکر کردہ عقد میں ان سب کا اجرا ہوگا۔ متعہ میں شرائط نکاح: گواہ، اذن ولی وغیرہ موجود نہیں ہوتے، وہ سرے سے ایک باطل عقد ہے، مخصوص مدت کی انتہا کے ساتھ خود ہی ختم ہوجاتا ہے۔

لہٰذا اس عقد کو متعہ کہنا تو درست نہیں، البتہ یہ نکاح بشرطِ طلاق کی طرح کا عقد ہے، نکاح بشرط طلاق یہ ہے کہ ایک شخص اس شرط پر نکاح کرتا ہے کہ میں ایک سال بعد، یا حج سے واپسی کے بعد اسے طلاق دے دوں گا۔ یہ عقد درست ہے اور طلاق کی شرط لغو ہے۔ نہ اس سے طلاق واقع ہوتی ہے اور نہ بعد میں طلاق دینا ہوگی۔ اس عقد کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط صلب عقد میں نہیں؛ بلکہ ایجاب وقبول مطلق ہے۔ اسی طرح سوال میں ذکر کردہ عقد (اگر مسیار اسی عقد کا نام ہو تو پھر مسیار) یہ عقد صحیح ہے، باقی نیت کا کچھ اعتبار نہیں اور حقوق معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتے،

بدستور شوہر کے ذمے باقی رہیں گے؛ لیکن یہاں چند باتیں ذہن نشین رہیں: اوّلاً اس طرح کی نیت سے نکاح نہیں کرنا چاہیے، دوام کی نیت ہو، اللہ تعالیٰ آسانی فرمائیں گے۔ ثانیاً اگر اس طرح کا عقد کرلیا ہے تو پھر از حد کوشش کرے کے طلاق نہ دے؛ کیوں کہ طلاق مبغوض چیز ہے، نیز بیوی کے حقوق بھی ادا کرے۔ اسلام نے نکاح کو اسی لیے مشروع کیا ہے، نکاحِ مسیار کی جو صورت آپ نے لکھی ہے، اگر واقعۃً صورت یہی ہے تو بہر حال یہ فطرت سے منحرف عقد ہے اور سنت وشریعت کے مخالف ہے، عقداً اگرچہ منعقد ہو۔ امام نووی مسلم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

"وأجمعوا على أن من نكح نكاحاً مطلقاً ونيته أن لا يمكث معها الا مدة نواها فنكاحه صحيح حلال وليس نكاح متعة وإنما نكاح المتعة ما وقع بالشرط المذكور ولكن قال مالك ليس هذا من أخلاق الناس وشذ الأوزاعى فقال هو نكاح متعة ولا خير فيه والله أعلم"

(اجماع ہے اس بات پر کہ اگر ایک شخص مطلق نکاح کرے اور اس کی نیت ہو کہ وہ بیوی کے ساتھ مخصوص مدت جس کی اس نے نیت کی ہے سے زیادہ نہ رہے گا تو اس کا نکاح صحیح اور حلال ہے اور یہ نکاحِ متعہ نہیں۔ نکاح متعہ تو یہ ہے کہ مذکورہ نیت کی شرط لگائی جائے؛ لیکن امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ (بنیتِ طلاق نکاح) اخلاقیات میں سے نہیں ہے۔ امام اوزاعی کا تفرد ہے کہ وہ فرماتے ہیں یہ بھی متعہ ہے، اس میں کوئی خیر نہیں۔ واللہ اعلم)

لمافى الهندية (۲۸۳/۱): ولو تزوجها مطلقا وفى نيته أن يقعد معها مدة نواها فالنكاح صحيح، كذا فى التبيين.

وفى الدرالمختار (۵۱/۳): (وبطل نكاح متعة ومؤقت) وإن جهلت المدة أو طالت فى الأصح وليس منه ما لو نكحها على أن يطلقها بعد شهر أو نوى مكثه معها مدةمعينة.

وفى الشامية تحت قوله (أو نوى،الخ) لأن التوقيت انما يكون باللفظ، بحر.

و فى اللجنة اللدائمة (۴۴۸/۱۸): س: انتشر بين أوساط الشباب السفر خارج البلاد للزواج بنية الطلاق، والزواج هو الهدف فى السفر استنادا على فتوى بهذا الخصوص، وقد فهم الكثير من الناس الفتوى خطأ،فماحكم هذا؟

ج: الزواج بنية الطلاق زواج مؤقت، والزواج المؤقت زواج باطل؛لأنه متعة، والمتعة محرمة بالإجماع،والزواج الصحيح: أن يتزوج بنية بقاء الزوجية والاستمرارفيها،فإن صلحت له الزوجة وناسبت له وإلا طلقها، قال تعالىٰ: ﴿ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ﴾ وبالله التوفيق،وصلى الله علىٰ نبينا محمد وآله وصحبه وسلم. (نجم الفتاویٰ:۴/۳۱۷-۳۱)

حلالہ کی نیت سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حلالہ کی غرض سے اگر زید نے بکر کی مطلقہ سے نکاح کیا اور نیت یہ ہو کہ مباشرت کے بعد طلاق دے دوں گا تو ایسی صورت میں نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اولاً حلالہ کا معنی سمجھنا ضروری ہے، حلالہ کہتے ہیں طلاقِ مغلظہ سے حرام شدہ بیوی، جہاں چاہے اپنی مرضی سے نکاح کرے اور پھر وہ شوہر ثانی ہمبستری کے بعد از خود طلاق دے دے، یا اس کا انتقال ہو جائے تو بعد از عدت کے یہ عورت شوہرِ اوّل کے لیے حلال ہو جاتی ہے، اب وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے، لہٰذا دوسرا شوہر اگر خود اپنی مرضی سے طلاق دے دے اور اس کی نیت اصلاح کی ہو (کہ اس عورت کے بچوں کا مستقبل وغیرہ بہتر بن جائے) تو امید ہے کہ اس پر شوہر ثانی کا مؤاخذہ نہ ہو؛ لیکن اس کے علاوہ جو بھی صورت ہو، مثلاً طلاق کی شرط پر نکاح ہو، یا اجرت لے کر نکاح کرے وغیرہ تو یہ ساری صورتیں مکروہِ تحریمی ہوں گی اور اس کے مرتکب افراد حدیث کی وعید میں موجود لعنت کے مستحق ہوں گے، البتہ نکاح بہر حال درست ہوگا؛ کیوں کہ اگر انعقاد نکاح کی شرائط ایجاب وقبول اور گواہ وغیرہ موجود ہوں تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے؛ لیکن ایسی شرائط کی موجودگی میں باعث گناہ ہوتا ہے اور شرط لغو ہو جاتی ہے۔

لمافی التاتارخانية (۶۰۶/۳-۶۰۷): وأما إذا نوى التحليل بالقلب ولم يقل باللسان تحل للأول فی قولهم جميعا... إذا تزوج ليحللها للأول فهٰذا الثانی ماجورفی ذلک، وفی السراجية اذا لم ينص على الوقت ولم يأخذ علىٰ ذلک أجراً.

وفی الدرالمختار (۴۱۵/۳): (أما إذا أضمرا ذلک لا) يكره (وكان) الرجل (مأجوراً) لقصد الإصلاح وتأويل اللعن إذا شرط الأجر وفی الرد تحته: قوله (أما إذا أضمرا ذلک) محترز قوله بشرط التحليل (لا يكره) بل يحل له فی قولهم جميعا قهستانی عن المضمرات قوله (لقصد الإصلاح) أی إذا كان قصده ذلک لا مجرد قضاء الشهوة ونحوها. (نجم الفتاویٰ: ۱۵۶/۴-۱۵۷)

حلالہ کرنے والوں پر لعنت ہے:

سوال: زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر جدا کر دی ہے، اب زید دوبارہ اپنا گھر آباد کرنا چاہتا ہے، اگر زید کی مطلقہ کسی سے یہ شرط لگا کر نکاح کرے کہ جب میں چاہوں علاحدگی اختیار کر سکتی ہوں، اس میں شرعی حکم کیا ہے؟ ان کے اس ارادہ کا علم سابق شوہر کو بھی ہے اور عنقریب ہونے والے شوہر کو بھی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس مسئلہ کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ مطلقہ مغلظہ دوسرے شخص کے ساتھ دائمی نکاح کرے، پھر اتفاقاً وہ طلاق دے دے، یا مر جائے تو یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہے۔ سوال میں مذکورہ صورت کے مطابق حلالہ کا مروجہ طریقہ حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے شوہر، دوسرے شوہر اور بیوی تینوں پر اللہ کی لعنت کی بددعا فرمائی ہے، البتہ اگر کسی کو میاں بیوی کی حالت پر رحم آئے اور وہ ان پر احسان کی نیت سے نکاح کر لے اور صحبت کے بعد طلاق دے

دے تو کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ اس کی نیت کا دوسرے کو بھی قطعاً علم نہ ہو، اسی طرح اگر عورت کے دل میں یہ نیت تھی کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح کے بعد اس سے طلاق حاصل کر کے پھر پہلے شوہر سے نکاح کر لے گی اور اس کی اس نیت کا کسی دوسرے کو قطعاً علم نہ ہو تو عورت پر کوئی گناہ نہیں۔

(وَكُرِهَ) التَّزَوُّجُ لِلثَّانِي (تَحْرِيمًا) لِحَدِيثِ :لَعَنَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ،(بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ) كَتَزَوَّجْتُكِ عَلَى أَنْ أُحَلِّلَكِ (وَإِنْ حَلَّتْ لِلْأَوَّلِ) لِصِحَّةِ النِّكَاحِ وَبُطْلَانِ الشَّرْطِ فَلَا يُجْبَرُ عَلَى الطَّلَاقِ كَمَا حَقَّقَهُ الْكَمَالُ، خِلَافًا لِمَا زَعَمَهُ الْبَزَّازِيُّ:وَمِنْ لَطِيفِ الْحِيَلِ قَوْلُهُ: إنْ تَزَوَّجْتُكِ وَجَامَعْتُكِ، أَوْ وَأَمْسَكْتُكِ فَوْقَ ثَلَاثٍ مَثَلًا فَأَنْتِ بَائِنٌ، وَلَوْ خَافَتْ أَنْ لَا يُطَلِّقَهَا تَقُولُ: زَوَّجْتُكَ نَفْسِي عَلَى أَنَّ أَمْرِي بِيَدِي زَيْلَعِيٌّ، وَتَمَامُهُ فِي الْعِمَادِيَّةِ (أَمَّا إذَا أَضْمَرَ ذَلِكَ لَا) يُكْرَهُ (وَكَانَ) الرَّجُلُ (مَأْجُورًا) لِقَصْدِ الْإِصْلَاحِ.

قال ابن عابدين رحمه اللّٰه تعالیٰ: (قَوْلُهُ: وَكُرِهَ التَّزَوُّجُ لِلثَّانِي) كَذَا فِي الْبَحْرِ: لَكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِيِّ: وَكُرِهَ لِلْأَوَّلِ وَالثَّانِي، وَعَزَاهُ مُحَشِّي مِسْكِينٌ إلَى الْحَمَوِيِّ عَنْ الظَّهِيرِيَّةِ، وَيَنْبَغِي أَنْ يُزَادَ الْمَرْأَةُ بَلْ هِيَ أَوْلَى مِنْ الْأَوَّلِ فِي الْكَرَاهَةِ لِأَنَّ الْعَقْدَ بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ إنَّمَا جَرَى بَيْنَهَا وَبَيْنَ الثَّانِي، وَالْأَوَّلُ سَاعٍ فِي ذَلِكَ وَمُتَسَبِّبٌ وَالْمُبَاشِرُ أَوْلَى مِنْ الْمُتَسَبِّبِ وَلَفْظُ الْحَدِيثِ يَشْمَلُ الْكُلَّ، فَإِنَّ الْمُحَلَّلَ لَهُ يَصْدُقُ عَلَى الْمَرْأَةِ أَيْضًا (قَوْلُهُ: لِحَدِيثِ :لَعَنَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ) بِإِضَافَةِ حَدِيثِ إلَى لَعَنَ ، فَهُوَ حِكَايَةٌ لِلْمَعْنَى، وَإِلَّا فَلَفْظُ الْحَدِيثِ كَمَا فِي الْفَتْحِ:لَعَنَ اللَّهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ، وَهُوَ كَذَلِكَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ.(ردالمحتار:۵۸۶/۲)(۱)

ایسے نکاح کی حرمت اور موردِ لعنت ہونے کے لیے شرطِ تحلیل کی تصریح ضروری نہیں؛ بلکہ ایک دوسرے کی نیت کا علم بھی بقاعدہ ''المعروف کالمشروط'' اسی میں داخل ہے،وهو مفهوم قوله ما إذا أضمرا ذلك لا يكره. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۳۸۷ھ (احسن الفتاویٰ:۵/۱۵۴-۱۵۵) ☆

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار،مطلب فی حیلة إسقاط عدة المحلل:۴۱۴/۳-۴۱۵،دارالفکر بیروت،انیس

☆ حلالہ کا حکم:

سوال: نکاح بشرط حلالہ مسلمان حنفی مذہب کو جائز ہے، یا نہیں؟ اور وہ عورت شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

نکاح بشرط تحلیل عند الحنفیہ بھی مکروہ ہے، مگر شوہر اول کو حلال ہو جاتی ہے۔(هكذا فی كتب الفقه)(وكره التزوج للثاني تحريماً لحديث، لعن المحلل والمحلل له بشرط التحليل كتزوجتك علىٰ إن أحلك وإن حلت للأول لصحة النكاح وبطلان الشرط.(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب الرجعة:۷۴۳/۲،ظفیر) واللہ اعلم

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۲۹۵/۷-۲۹۶)

نکاحِ شغار کا بیان

بدلے کا نکاح:

سوال: ایک شیخ نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک شخص کے لڑکے سے اس طرح کیا کہ مثلاً زید کی بیٹی بکر کے بیٹے سے اور بکر کی بیٹی زید کے بیٹے سے بیاہی گئی۔ اس طرح کا ایجاب وقبول صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور مہر اس کا ٹھیک رہا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ اگر دونوں لڑکیوں کا علاحدہ علاحدہ مہر بھی مقرر کیا گیا ہو تو یہ دونوں نکاح جائز ہو گئے اور اگر مہر مقرر نہیں کئے گئے؛ تاہم دونوں کا نکاح منعقد ہو گئے اور دونوں کے مہر مثل شوہروں کے ذمہ واجب ہو گئے،(۱) اور یہ فعل مکروہ ہوا۔(۲) (کفایت المفتی: ۵/۱۰۱)

گولٹا نکاح درست ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر کے لڑکے کو اس شرط پر دینا کیا کہ بکر نے اپنی لڑکی کا نکاح زید کے لڑکے سے کر دے، اس طریق سے شرعاً نکاح کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) حتٰی لو لم یقل ذلک ولا معناہ، بل قال زوجتک بنتی علٰی أن تزوجنی بنتک فقبل أو علٰی أن یکون بضع بنتی صداق بنتک فلم یقبل الآخر، بل زوجہ بنتہ ولم یجعلھا صداقاً فلم یکن شغاراً بل نکاحًا صحیحًا اتفاقًا وإن وجب مھر المثل فی الکل. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المھر: ۳/۱۰۶، سعید)

(۲) وھو منھی عنہ لخلوہ عن المھر وقال فی النھر: النھی محمول علی الکراھۃ والکراھۃ لا توجب الفساد ... فیکون الشرع أوجب فیہ أمرین الکراھۃ و مھر المثل. (أیضًا)

قَالَ صَاحِبُ الْھِدَایَۃِ رَحِمَہُ اللّٰہُ: وَإِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَہُ عَلٰی أَنْ یُزَوِّجَہُ الزَّوْجُ بِنْتَہُ أَوْ أُخْتَہُ لِیَکُونَ أَحَدُ الْعَقْدَیْنِ عِوَضًا عَنِ الْآخَرِ أَیْ صَدَاقًا فِیہِ قَالَ ابْنُ الْھُمَامِ: وَإِنَّمَا قُیِّدَ بِہِ لِأَنَّہُ لَوْ لَمْ یَقُلْ عَلٰی أَنْ یَکُونَ بُضْعُ کُلٍّ صَدَاقًا لِلْأُخْرَی أَوْ مَعْنَاہُ بَلْ قَالَ: زَوَّجْتُکَ بِنْتِی عَلٰی أَنْ تُزَوِّجَنِی بِنْتَکَ وَلَمْ یَزِدْ عَلَیْہِ فَقِیلَ جَازَ النِّکَاحُ اتِّفَاقًا وَلَا یَکُونُ شِغَارًا وَلَہُ زَادَ قَوْلُہُ: عَلٰی أَنْ یَکُونَ بُضْعُ بِنْتِی صَدَاقًا لِبِنْتِکَ فَلَمْ یَقْبَلِ الْآخَرُ بَلْ زَوَّجَہُ ابْنَتَہُ وَلَمْ یَجْعَلْ لَھَا صَدَاقًا کَانَ نِکَاحُ الثَّانِی صَحِیحًا اتِّفَاقًا وَالْأَوَّلُ عَلَی الْخِلَافِ ثُمَّ حُکْمُ ھٰذَا الْعَقْدِ عِنْدَنَا صِحَّتُہُ وَفَسَادُ التَّسْمِیَۃِ فَیَجِبُ مَھْرُ الْمِثْلِ. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب إعلان النکاح والخطبۃ والشرط: ۵/۲۰۶۷، دار الفکر بیروت، انیس)

الجواب

یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے، نکاحِ شغار کی ہے، اس سے ممانعت احادیث میں وارد ہوئی ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ مہر ہر ایک کا یہی ہو، مثلاً کوئی شخص اپنی بیٹی، یا بہن کا نکاح دوسرے شخص کے پسر سے، یا اس سے کرے اور مہر اس کا یہ ہو کہ دوسرا اپنی بیٹی و بہن کا نکاح اس کے پسر، یا اس سے کرے۔(۱)

(۱) أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ، وَالشِّغَارُ أَنْ يُنْكِحَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُنْكِحَهُ الآخَرُ ابْنَتَهُ لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهَذَا نَأْخُذُ، لا يَكُونُ الصَّدَاقُ نِكَاحَ امْرَأَةٍ فَإِذَا تَزَوَّجَهَا عَلَى أَنْ يَكُونَ صَدَاقُهَا أَنْ يُزَوِّجَهُ ابْنَتَهُ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ وَلَهَا صَدَاقُ مِثْلِهَا مِنْ نِسَائِهَا، وَلا وَكْسَ، وَلا شَطَطَ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا. (موطأ الإمام محمد بن الحسن الشيباني، باب نكاح الشغار، رقم الحديث: ۵۳۳، انيس)

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ، قُلْتُ لِنَافِعٍ: مَا الشِّغَارُ؟ قَالَ: يَنْكِحُ ابْنَةَ الرَّجُلِ وَيُنْكِحُهُ ابْنَتَهُ بِغَيْرِ صَدَاقٍ، وَيَنْكِحُ أُخْتَ الرَّجُلِ وَيُنْكِحُهُ أُخْتَهُ بِغَيْرِ صَدَاقٍ. (صحيح البخاري، باب الحيلة في النكاح، رقم الحديث: ۶۹۶۰، سنن أبي داؤد، باب في الشغار، رقم الحديث: ۲۰۷۴، انيس)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ، وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الآخَرُ ابْنَتَهُ، لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ. (صحيح البخاري، باب الشغار، رقم الحديث: ۵۱۱۲، صحيح لمسلم، باب تحريم نكاح الشغار، رقم الحديث: ۱۴۱۵، سنن النسائي، تفسير الشغار، رقم الحديث: ۳۳۳۷، المنتقى لابن الجارود، كتاب النكاح، رقم الحديث: ۷۲۰، مستخرج أبي عوانة، باب إبطال نكاح المشاغرين، رقم الحديث: ۴۰۴۳، السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث: ۱۴۱۳۴، انيس)

عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ، وَالشِّغَارُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: زَوِّجْنِي ابْنَتَكَ أَوْ أُخْتَكَ، عَلَى أَنْ أُزَوِّجَكَ ابْنَتِي أَوْ أُخْتِي، وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ. (سنن ابن ماجة، باب النهي عن الشغار، رقم الحديث: ۱۸۸۳، انيس)

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الشِّغَارِ، قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: وَالشِّغَارُ: كَانَ الرَّجُلُ يُزَوِّجُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ أُخْتَهُ. (سنن النسائي، تفسير الشغار، رقم الحديث: ۳۳۳۸، انيس)

عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ، قَالَ مَالِكٌ: الشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ ابْنَتَهُ. (مسند أبي يعلى الموصلي، مسند عبدالله بن عمر، رقم الحديث: ۵۸۱۹، انيس)

أَنْبَأَنِي أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ إِجَازَةً، ثنا أَبُو الْوَلِيدِ، ثنا السَّرَّاجُ، ثنا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، ثنا نَافِعُ بْنُ زَيْدٍ، ثنا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُمْ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ، وَالشِّغَارُ أَنْ يَنْكِحَ هَذِهِ بِهَذِهِ بِغَيْرِ صَدَاقٍ، بُضْعُ هَذِهِ صَدَاقَ هَذِهِ وَيَضَعُ هَذِهِ صَدَاقَ هَذِهِ. (السنن الكبرى للبيهقي، باب الشغار، رقم الحديث: ۱۴۱۳۸، انيس)

ہمارے فقہاء حنفیہ لکھتے ہیں کہ یہ صورت شغار کی جس سے احادیث میں ممانعت وارد ہے، باطل اور ناجائز ہے؛ اس لیے اگر کسی نے اسی طرح نکاح کیا تو مہر مثل ہر ایک پر لازم ہوگا اور نکاح صحیح ہوگا؛ اس لیے کہ وہ وجہ جو ممانعت کی تھی، باقی نہ رہی۔

درمختار میں ہے:

ووجب مهر المثل في الشغار هو أن يزوجه بنته علىٰ أن يزوجه الاٰخر بنته أو أخته مثلاً معاوضةً بالعقدين وهو منهي عنه لخلوه عن المهر فأوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغاراً. (وتفصيله مع الاعتراض والجواب في الشامي)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۹۰)

آنٹہ سانٹہ کا نکاح:

سوال: زید نے اپنے بہن کی شادی کی بکر کے ساتھ کردی اور بکر نے اپنی لڑکی کی شادی زید کے ساتھ کردی، بکر کی یہ لڑکی پہلی عورت کی ہے تو کیا اس طرح شادی ہوسکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ہوسکتی ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۸۱)

نکاح شغار کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ تم اپنی بیٹی میرے بیٹے کو دے دیں اور میں اپنی لڑکی آپ کے بیٹے کو دے دوں گا اور یہ معاملہ بلا ذکر مہر ہو، فقط یہ کہہ دے کہ یہ لڑکی آپ کی لڑکی کے عوض میں دے دوں گا، اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور اگر صورت بالا میں یہ کہہ دے کہ میری لڑکی کا مہر مثل دو ہزار کالدارے (روپیہ) ہیں اور آپ کی لڑکی کا مہر بھی دو ہزار کالدارے ہیں، پھر آپس میں ایک دوسرے کو دو ہزار کالدارے نہ دیں، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: قاضی محمد بلوچستانی، ۱۹۸۵/۱۱/۵ء)

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار: ۲/۴۵۷، تفصیل کے لیے دیکھئے ردالمحتار، باب المهر، مطلب نكاح الشغار، ظفير

(۳) "قال ابن الهمام: وإنما قيده، لأنه لو لم يقل على أن يكون بضع كل صداقاً للأخرىٰ أو معناه، بل قال: زوجتك بنتي علىٰ أن تزوجني بنتك، ولم يزد عليه، فقبل، جاز النكاح اتفاقاً، ولا يكون شغاراً، أو لو زاد قوله: علىٰ أن يكون بضع بنتي صداقاً لبنتك فلم يقل الآخر بل زوجه ابنته ولم يجعل صداقاً، كان نكاح الثاني صحيحاً اتفاقاً، الخ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب إعلان النكاح والخطبة والشرط، الفصل الأول: ۶/۳۰۵، رشيدية)

الجواب

(۱) یہ نکاح شغار ہے اور نکاح شغار منعقد اور شرط باطل اور مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ (ہندیہ) (۱)

(۲) یہ نکاح، نکاح شغار نہیں ہے، لوجود الأمهار وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۸/۴)

نکاح شغار کا حکم اور مہر کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پٹھان لوگ جو بدل پر نکاح کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ اور اس صورت میں مہر کا کیا حکم ہے؟ کیوں کہ اکثر مہر مقرر نہیں کیا جاتا اور اختلاف کی صورت میں طلاق دینے کا کیا مسئلہ ہے کہ اگر ایک کو طلاق دی جائے تو کیا دوسری خود بخود طلاق ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: متعلم دار العلوم حقانیہ، ۱۹۸۳/۱۲/۱۸ء)

الجواب

نکاح کے بدل میں نکاح صحیح اور درست ہے اور بدل کی جگہ مہر مسمی، یا مہر مثل لازم ہوگی، (۲) اور اگر ان دونوں میں سے ایک ناشزہ ہو، یا ایک کو طلاق دی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری عورت بھی طلاق ہو جائے، یہ جہالت پر مبنی امور ہیں۔ (۳) وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۵۸/۴).

ادلے بدلے (وٹہ سٹہ) کے نکاح کی شرعی حیثیت:

سوال: مفتی صاحب درج ذیل باتوں کا جواب مطلوب ہے:

(۱) نکاح شغار (ادلہ بدلہ کا نکاح) کن کن شرائط کے ساتھ جائز ہے؟

(۲) ہمارے علاقے کا رواج ہے کہ نکاح شغار میں جب ایک لڑکی دوسری لڑکی سے چھوٹی ہو، یا حسین نہ ہو تو اس لڑکی والوں سے اضافی پیسے لیے جاتے ہیں، مثلاً ایک لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ جب کہ بڑی لڑکی اور حسین لڑکی والوں سے کوئی بھی روپیہ نہیں لیا جائے گا۔ کیا ہمارا یہ موجودہ عرف اور رواج صحیح ہے اور قرآن وحدیث کے موافق ہے؟

(۲،۱) وفي الهندية: وقد قالوا: إن نكاح الشغار منعقد والشرط باطل ولكل واحدة من المرأتين مهر مثلها وهو أن يزوج الرجل ابنته علىٰ أن يزوجه الزوج أخته أو أمه علىٰ أن يكون بضع كل واحدة منها صداق الأخرى، كذا في الجوهرة النيرة. (الفتاویٰ الهندية: ۳۰۳/۱، الباب السابع في المهر)

(۳) قال الشيخ محمد خالد الآتاسي: عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاضرر ولاضرار، و هو من جوامع الكلم وفي الفرق بين الضرر والضرار أقوال قيل: الضرر الحاق مفسدة بالغير مطلقاً، والضرار الحاق مفسدة بالغير علىٰ وجه المقابلة أي كل منهما يقصد إضرار صاحبه من غير جهة الاعتداء بالمثل الخ. (شرح المجله: ۲٤/۱، الماده: ۱۹، الضرر لا يكون قديما)

(۳)　نکاح شغار میں یہ شرط لگائی جاتی ہو کہ اگر ایک لڑکی مرگئی تو اس لڑکی والوں کو مثلاً ایک لاکھ، یا جتنا وہ مقرر کرے دیا جائے گا، کیا یہ شرط صحیح ہے؟

(۴)　نکاح شغار میں چوں کہ مہر مثل ہمارے ہاں لازم ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی دونوں طرف سے مہر کی ایک مقدار معین کرے تو کیا یہ مقرر کرنا صحیح ہے؟ مندرجہ بالا مسائل کے قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جوابات دے کر ممنون فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اولاً یہ بات ذہن نشین رہے کہ نکاح شغار (جو کہ ممنوع ہے) اور ہمارے زمانے کے مروّج ادلے بدلے کے نکاح میں فرق ہے۔

نکاحِ شغار کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ دوسرا اپنی لڑکی کا نکاح کرے گا اور مہر کچھ نہ ہوگا؛ یعنی ہر ایک کی شادی ہی مہر ہوگی اور الگ سے کوئی مہر نہیں ہوگا۔ یہ شرط (مہر نہ ہوگا) لگانا نکاح شغار کے تحقق کے لیے ضروری ہے اور اس نکاحِ شغار کی حدیث میں ممانعت آئی ہے، ایسا کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی اس طرح نکاحِ شغار کرلے تو یہ نکاح مہر مثل کے ساتھ منعقد ہو جائیں گے؛ لیکن ایسا کرنے والے معصیت کے مرتکب ہوں گے۔

اب آجائیں ادلے بدلے کی مروجہ صورت کی طرف تو اسے نکاحِ شغار کہنا درست نہیں ؛ کیوں کہ اس میں یا تو ادلے بدلے کے وقت مہر متعین کیا جاتا ہے، یا مہر کا ذکر ہی نہیں ہوتا، پہلی صورت میں نکاح معین کردہ مہر کے ساتھ اور دوسری صورت میں نکاح مہر مثل کے ساتھ درست ہو جاتا ہے۔ یہ ادلہ بدلہ بلاشبہ نکاحِ صحیح اور منعقد ہے۔ حدیث میں ممنوع نکاحِ شغار کا اطلاق اس پر نہیں کیا جاسکتا۔

خاتمۃ المحققین علامہ ابن عابدین علیہ الرحمہ اپنے شہرہ آفاق حاشیہ ردّ المحتار میں اسی فرق کو نہایت وضاحت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

”مطلب نكاح الشغار... يشاغر الرجل أى يزوجه حريمته علىٰ أن يزوجه الآخر حريمته ولا مهر إلا هٰذا كذا فى المغرب أى على أن يكون بضع كل صداقاً عن الآخر وهٰذا القيد لابد منه فى مسمى الشغار حتىٰ لو لم يقل ذلك ولا معناه بل قال زوجتك بنتى علىٰ أن تزوجنى بنتك فقبل ... لم يكن شغاراً بل نكاحاً صحيحاً اتفاقاً وإن وجب مهر المثل فى الكل“. (الشامية: ۱۰۶/۳)

(آدمی کا شغار کرنا (اس کا مطلب یہ ہے کہ) ایک شخص اپنی محرم کا نکاح دوسرے سے اس شرط پر کردے کہ دوسرا اس سے اپنی محرم کا نکاح کردے اور مہر کچھ نہ ہوگا یہ ہی مغرب (لغت کی کتاب) میں ہے؛ یعنی یہ شرط ہو کہ ہر ایک کی بضع (شرمگاہ) ہی دوسرے کا مہر ہوگا نکاح شغار میں یہ قید ضروری ہے، یہاں تک کہ اگر وہ یہ یا اس جیسی کوئی شرط نہ لگائے؛ بلکہ یہ کہے میں اپنی

بیٹی کا نکاح تم سے اس شرط پر کرتا ہوں کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کردو اور وہ قبول کرلے۔۔۔تو یہ نکاح شغار نہ ہوگا؛ بلکہ بالاتفاق نکاحِ صحیح ہوگا، اگر چہ ہر صورت میں مہر مثل لازم ہوگا۔)

لہٰذا سوال میں ادلے بدلے کی مروجہ صورت کو نکاح شغار کہنا درست نہیں، یہ نکاح فی نفسہ صحیح اور جائز ہے، اب آپ کے کرکردہ سوالات کے جواب تحریر کئے جارہے ہیں۔

(۱)　نکاح شغار کی تفصیل اوپر گزر گئی، اگر نکاح کی وہی صورت پائی جائے تو یہ نکاحِ شغار اور ممنوع ہوگا، ورنہ نکاح جائز ہے۔

(۲)　آپ کے علاقے کا یہ رواج کہ ادلے بدلے کے وقت لڑکی کے چھوٹے، یا حسین نہ ہونے کی صورت میں پیسے وصول کئے جاتے ہیں، یہ ناجائز اور انتہائی قبیح حرکت ہے، فقہانے اسے رشوت لکھا ہے اور اس کی شناعت بیان کی محتاج نہیں۔

(۳)　یہ شرط بھی فاسد ہے، نکاح درست ہوجائے گا، شرط لغو ہوگی اور مرنے کے بعد کسی کو پیسے وصول کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۴)　نکاح شغار کی تفصیل تحریر کردی گئی ہے، مہر مثل، مہر متعین، یا بغیر ذکر مہر کے نکاح نکاحِ شغار نہیں؛ بلکہ تینوں صورتوں میں یہ نکاح صحیح ہے اور مقرر کردہ مقدار کی صورت میں وہ مقدار اور مہر مثل، یا بغیر ذکر مہر کی صورت میں مہر مثل لازم ہوجاتا ہے، باقی نکاحِ شغار یہ ہے کہ ایسی شرط بوقتِ نکاح لگائی جائے کہ مہر نہ ہوگا، یا دونوں کی بضع (شرمگاہ) ایک دوسرے کا مہر ہوگا، یہ ممنوع ہے۔

لما في صحيح البخاري (۷٦٦/۲،باب الشغار): عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما: أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم نهى عن الشغار، والشغار أن يزوج الرجل ابنته علٰى أن يزوجه الآخر إبنته، ليس بينهما صداق. (۱)

وفی الشامية (مطلب نكاح الشغار، ۱۰٦/۳): قال فی النهر: وهو أن يشاغر الرجل أی يزوجه حريمته علٰى أن يزوجه الآخر حريمته ولا مهر إلا هٰذا كذا فی المغرب، الخ. (نجم الفتاویٰ:۲۹۳/۴-۲۹۴)

آنٹہ سانٹہ میں نااتفاقی ہوگئی:

الاستفتاء: دو نکاح ہوئے آنٹہ سانٹہ میں، جس میں چند سال بعد آپس میں نااتفاق ہوگئی اور انہوں نے اس کی لڑکی چھوڑ دی اور دوسرے نے بھی ان کی لڑکی کو چھوڑ دیا۔ ایک لڑکی دوبارہ راضی ہوکر خاوند کے پاس چلی گئی اور دوسرے کی

---

(۱)　**(صحيح البخاری، باب الشغار، رقم الحديث: ۵۱۱۲، صحيح لمسلم، باب تحريم نكاح الشغار، رقم الحديث: ۱۴۱۵، سنن النسائی، تفسير الشغار، رقم الحديث: ۳۳۳۷، المنتقی لابن الجارود، كتاب النكاح، رقم الحديث: ۷۲۰، السنن الكبرى للبيهقی، رقم الحديث: ۱۴۱۳۴، انيس)**

دوسری جگہ پر شادی کردی، اس لڑکی کے پہلے شوہر انتقال ہوگیا ہے۔اب اس کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس لڑکی کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور اس کی عدت چار مہینہ دس روز گزر گئے تو اس کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے،(۱) جو لڑکی پھر اپنے شوہر کے پاس چلی گئی، اس نے بھی ٹھیک کیا۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں شوہروں نے اپنی اپنی بیوی کو طلاق نہ دی ہو، اگر طلاق دے دی ہو اور عدت بھی گزر گئی ہو تو پہلے شوہر کے پاس جانے کا حق نہیں رہا اور جس کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اگر اس کو بھی طلاق دے دی تھی اور اس کی عدت طلاق گزر چکی تھی تو پھر انتقالِ شوہر کے بعد کوئی عدتِ وفات لازم نہیں۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۶۸۱-۶۸۲)

ہمشیرۂ داماد کے نکاح کی شرط پر لڑکی کا نکاح:

سوال: ایک شخص اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہتا ہے، اس طریق پر کہ جس سے نکاح اپنی لڑکی کا کرتا ہے، اس کی حقیقی ہمشیرہ سے خود کرنا چاہتا ہے، لڑکا کا مسمی عبداللہ اور لڑکی ہمشیرہ پر وردونوں کی والدہ ایک اور باپ دو ہیں۔ یہ صورت جائز ہے، یا نہیں؟

(میاں جی نورالحسن امام مسجد بہاری گڑھ، سہارنپور، ۸/ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر کوئی اور مانعِ شرعی نہ ہو تو اس نکاح میں شرعاً کوئی قباحت نہیں بلاشبہ جائز ہے۔

لقوله تعالىٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾(سورة النساء: ٢٤)(۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱۱/۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۶۸۲-۶۸۳)

---

(۱) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن، فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن إذا تراضوا بينهم بالمعروف﴾(سورة البقرة: ٢٣٢)

"وعدة الحرة في الوفاة: أربعة أشهر وعشرة أيام، إلخ". لقوله تعالىٰ: ﴿والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً﴾(البقرة: ٢٣٤)(الفتاوى الهندية، الباب الثالث عشر في العدة: ٥٢٩/١، رشيدية)

(۲) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها. وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتىٰ تنكح زوجا غيره". (الفتاوىٰ العالمكيرية، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ٤٧٢/١-٤٧٣، رشيدية)

(۳) ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ إشارة إلىٰ ما تقدم من المحرمات: أي أحل لكم نكاح ما سواهن إلخ". (روح المعاني: ٥/٤، دار الفكر، بيروت)

==

گولٹا نکاح کا وعدہ ہوا، ایک ہوا، ایک نہ ہوا تو کیا حکم ہے:

سوال: دو شخص باہم عہد ساختند کہ دختر ہر یک با فرزند دیگر نکاح کردہ شود از نکاحان مذکور یک نکاح نمود شد و یک نکاح باقی ماند، ہر دو شخص رفت شدند، اولیاء دختر دیگر از نکاح دختر انکار می کنند پس نکاح اول منعقد شد یا نہ، والیان پسر میگویند کہ نکاح اول باقی ماند و صحیح شدہ، چہ حکم شریعت است؟

الجواب

ایں صحیح است کہ یک نکاح منعقد شد و نکاح دیگر باختیار اولیان دختر است، اگر مصلحت بہ بینند نکاح دیگر ہم کنند والّا لا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۱۸۲/۷-۱۸۳)

تبادلہ میں بیاہ کروں تو اپنی بہن سے کروں کہنے کے بعد شادی کی تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے کہا تھا کہ اگر میں اپنی بہن دے کر اس کے تبادلہ میں اپنا بیاہ کروں تو گویا اپنی بہن سے بیاہ کروں، اب زید اپنی بہن کا رشتہ دے کر اس کے تبادلہ میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

زید کے اس کہنے سے کچھ نہیں ہوتا، نکاح دونوں درست ہوں گے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۵۷/۷)

☆ ☆ ☆

== "أی ما عدا من ذُکرن من المحارم هن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ٤٧٤/١، سهیل أکادمی لاهور)

"أسباب التحریم أنواع: قرابة، مصاهرة، رضاء، جمع، ملک، شرک، إدخال أمة علیٰ حرة، فهی سبعة ذکرها المصنف بهٰذا الترتیب". (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲۸/۳، سعید)

(۱) سوال وجواب کا ماحصل یہ ہے: دو شخصوں میں یہ بات طے تھی کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی لڑکی سے اپنے لڑکے کی شادی کریں گے، ایک نے کی تھی کہ دونوں مر گئے، دوسرے کے ولی اب تیار نہیں تو پہلا نکاح رہا، یا نہیں؟

جواب یہ ہے کہ پہلا درست رہا، دوسرا ولی کے اختیار میں ہے کرے تو جائز نہ کرے تو مجبور نہیں کیا جائے گا۔ (ظفیر)

گونگے، بہرے، مجنون اور پاگل کا نکاح

گونگے کا نکاح کیسے ہوگا:

سوال: ایک لڑکا بہرا اور گونگا ہے اور بالغ ہے، اس کا نکاح کس طرح ہوسکتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

جو لڑکا بہرہ گونگا اور بالغ ہو تو خود اس کا قبول کرنا جواز نکاح کے لیے شرط ہے؛ لیکن چوں کہ وہ بول نہیں سکتا تو اشارے سے اس سے قبول کرایا جاوے اور فقہا نے لکھا ہے کہ اگر وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہے تو لکھ کر اس کے سامنے کر دیا جائے، اس پر وہ لکھ دے کہ مجھے قبول ہے اور اگر لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو تو صرف اشارہ سے قبول کرایا جاوے اور اگر لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو تو صرف اشارہ سے قبول کرنا کافی ہے۔

ففی کافی الحاکم الشهيد ما نصه: فإن كان الأخرس لايكتب وكان له إشارة تصرف فی طلاقه ونكاحه وشراءه وبيعه فهو جائز ،الخ. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۰/۸)

عورت کی اجازت سے گونگے سے نکاح درست ہے:

سوال: ایک گونگے مرد سے ایک عورت کا نکاح کرنے لگے، عورت اول تو رضامند نہ ہوئی، بہت دیر جھگڑنے کے بعد عورت بولی کہ اچھا کردو' نکاح پڑھا دیا۔ اب وہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

جب کہ عورت بالغہ نے کہہ دیا کہ اچھا نکاح کردو گونگے سے اور نکاح کر دیا گیا؛ یعنی ایجاب وقبول روبرو دو گواہوں کے ہوگیا، وہ نکاح صحیح ہوگیا اور گونگے کا قبول کرنا اشارہ سے ہوسکتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۰/۸)

گونگے کا نکاح:

سوال: کسی نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والدین نے گونگے مرد کے ساتھ کردیا اور گونگے نے قبولیت کے لیے) اشارۃً ہی سر ہلا دیا تو سوال یہ ہے کہ گونگے کا اشارۃً نکاح کو قبول کرنا کافی ہوگا، یا نہیں؟

---

(۱) دیکھئے: **ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۵۸٤/۲، ظفیر) فقد رتب جوازالاشارة علٰی عجزه عن الكتابة فيفيد أنه إن كان يحسن الكتابة لاتجوزإشارته.(ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۵۸٤/۲، ظفیر)**

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

گونگا اشارہ سے قبول کرے تو نکاح درست ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۱/۲۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۱۵)

گونگے کا نکاح:

سوال: (۱) ایک شخص گونگا ہے، اس کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو ایجاب وقبول کس طرح ہو؟

(۲) وہی گونگا اگر کسی پیر کا مرید ہو تو یہ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کس طرح ہو؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: ۲۱۲، حافظ رفیع الدین امام مسجد محلّہ کاٹا فیل، جل گاؤں، ضلع مشرقی خاندیش، ۲/ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) گونگا اشارے سے ایجاب وقبول کرسکتا ہے، قبول کرنے کا اشارہ جس کو سب لوگ سمجھتے ہوں کہ یہ قبول کر رہا ہے، کافی ہوگا۔(۲)

(۲) مرید ہوسکتا ہے اور بیعت کرنے کے لیے تو بولنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، الجواب صحیح: حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔ (کفایت المفتی: ۵/۱۰۲)

گونگے نے اشارہ سے اذن دے کر نابالغہ لڑکی کی شادی کرادی تو نکاح صحیح ولازم ہوجائے گا:

سوال: گونگے نے اپنی نابالغہ لڑکی کی اشارہ سے اذن دے کر شادی کرادی، بعد بلوغ لڑکی اس نکاح کو فسخ کراسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

اگر وہ اشارہ ولایت میں کافی تھا تو وہ نکاح لازم ہوگیا، بعد بلوغ فسخ نہیں کرسکتی۔

فی الأشباہ والنظائر (ص: ٣٦٢): اَلْإِشَارَةُ مِنْ الْأَخْرَسِ مُعْتَبَرَةٌ وَقَائِمَةٌ مَقَامَ الْعِبَارَةِ فِي كُلِّ شَيْءٍ: مِنْ بَيْعٍ وَإِجَارَةٍ وَهِبَةٍ وَرَهْنٍ وَنِكَاحٍ وَطَلَاقٍ وَعَتَاقٍ وَإِبْرَاءٍ وَإِقْرَارٍ وَقِصَاصٍ، إلَّا فِي الْحُدُودِ وَلَوْ حَدَّ قَذْفٍ، وَهَذَا مِمَّا خَالَفَ فِيهِ الْقِصَاصُ الْحُدُودَ. (۳)

---

(۱) "أيما الأخرس وكتابته كالبيان) باللسان". (الدر المختار، مسائل شتى: ٧٣٧/٦، سعيد)

"ثم قال في النهر: وينبغي الا يختلف في انعقاده بالأصمين اذا كان كل من الزوج والزوجة اخرس؛ لأن نكاحه، كما قالوا: ينعقد بالإشارة حيث كانت معلومة". (رد المحتار، مطلب: الخصاف كبير في العلوم يجوز الاقتداء به: ٢٣/٣، سعيد)

(۲) ففي كافي الحاكم الشهيد ما نصه: فإن كان الأخرس لايكتب وكان له إشارة تعرف في طلاقه ونكاحه وشرائه وبيعه فهو جائز. (الدر المختار، كتاب الطلاق: ٢٤٢/٣)

(۳) الأشباه والنظائر، أحكام الإشارة، ص: ٢٩٦، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

وفيه أيضاً: وَلَا بُدَّ فِي إِشَارَةِ الْأَخْرَسِ مِنْ أَنْ تَكُونَ مَعْهُودَةً وَإِلَّا لَا تُعْتَبَرُ. (۱) فقط

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ (امداد الاحکام: ۲۹۹/۳-۳۰۰)

گونگے کے نکاح کا طریقہ:

سوال: گونگے کا نکاح کس طریق سے کیا جاوے؟

الجواب

اگر وہ لکھنا جانتا ہو تو لکھ کر، ورنہ اشارہ سے جب منظور کرلے اور قبول کے لیے سر سے، یا ہاتھ سے اشارہ کرے، نکاح صحیح ہے۔

وإذا كان الأخرس يكتب كتابا أو يومىء إيماء يعرف به فإنه يجوز نكاحه وطلاقه وعتاقه وبيعه وشراؤه ويقتص له ومنه، ولا يحد ولا يحد له. (۲) والله أعلم

(امداد جلد ثانی، ص: ٦) (امداد الفتاوی جدید: ۱۷۵/۲)

گونگے کا نکاح:

سوال: جو گونگا بولنے پر بالکل قادر نہ ہو، اس کا نکاح کس طرح ہوگا؟

الجواب

اگر اپنی حاجت کے اظہار اور دوسرے کے مطلب کو سمجھنے کے لیے اشارہ سے کام چلاتا ہے اور اس کا اشارہ متعین ہو تو اشارہ سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ عالمگیریہ میں ہے:

وكما ينعقد بالعبارة ينعقد بالإشارة من الأخرس إن كانت إشارته معلومةً، إنتهىٰ. (۳)

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو: ۲۴۱) ☆

---

(۱) الأشباه والنظائر، أحكام الإشارة، ص: ۲۹٦-۲۹۷، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) الهداية، مسائل شتى: ٥٤٩/٤، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس

(۳) الفتاوىٰ الهندية، الباب الثاني فيما ينعقد به النكاح: ۲۷۰/۱، دار الفكر بيروت، انيس

☆ **گونگے شخص کو اشارے سے شادی کرانا:**

سوال: اگر کوئی گونگا آدمی اپنی بیٹی کا نکاح مجلس نکاح میں مخصوص اشارے سے کرائے تو کیا یہ نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

گونگے شخص کا اپنے مخصوص اشاروں سے (جو صرف نکاح کے لیے مخصوص ہوں اور حاضرین مجلس نکاح بھی اس اشاروں سے نکاح مراد لیتے ہوں) بیٹی کا نکاح کرانا صحیح اور درست ہے۔

قال ابن نجيم: الإشارة من الأخرس معتبرة قائمة مقام العبارة فى كل شئ إلىٰ أن قال إلا فى الحدود ... ولابد فى الإشارة الأخرس أن تكون معهودة وإلا لاتعتبره. (الأشباه والنظائر: ٤٠٤/٣، فى بيان حكام الإشارة) ==

نابینا بہرے کا نکاح:

سوال: زید کہتا ہے میرا بھائی نابینا بھی ہے اور بہرا بھی، اس کا نکاح کس طریقہ سے پڑھایا جائے؟

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

جس طرح اور ضروریات اس کو سمجھائی جاتی ہیں اور اس سے دریافت کی جاتی ہیں، اسی طرح نکاح بھی کر دیا جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۹/۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۵/۱۰)

گونگی بہری لڑکی، جس کا کوئی ولی نہ ہو، اس کا نکاح کس طرح کیا جائے:

سوال: علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے کہ ایک عورت ہے، نہ اس کو سنائی پڑتا ہے اور نہ کچھ وہ زبان سے کہہ سکتی ہے اور عمر اس کی ۲۱ رسال کی ہے اور اشارہ بھی کچھ نہیں سمجھتی؛ مگر کھانے اور پینے کا اور پاخانے اور پیشاب کی جس وقت ضرورت ہوتی ہے، خود کہتی ہے اور نہ اس کا کوئی ولی ہے۔ اب اس کا نکاح کس صورت سے کرنا چاہیے؟ فقط والسلام

الجواب ______________

یہ نہیں ہوسکتا کہ اس لڑکی کا عصبہ کوئی نہ ہو، ہاں یہ ممکن ہے کہ عصبہ قریب نہ ہو؛ لیکن عصبہ بعید ضرور ہوگا۔ اگر یہ لڑکی شیخ زادی ہے تو سارے شیخ زادے اس کے عصبہ ہیں، ان میں جو زیادہ دور نہ ہو، وہ اس کا ولی ہوگا، مثلاً جو شیخ زادہ اس کی بستی میں ہے، وہ دوسری بستی کے شیخ زادے سے مقدم ہے اور اگر شیخ زادی نہیں؛ بلکہ مغل پٹھان، یا جلاہی وغیرہ ہے، تب بھی اتنی بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اس لڑکی کے باپ کی رشتہ داری کن کن مواضع میں تھی، ان ہی مواضع میں اس کے باپ کی رشتہ داری میں، جو شخص سب سے زیادہ قریب ہوگا، وہی اس کا عصبہ اور ولی ہوگا۔ ولی کی اجازت سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم

۷/ رمضان ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۳۱۱/۳)

== قال العلامة ابن الهمام: (تحت قول صاحب الهداية) وطلاق الأخرس واقع بالإشارة؛ لأنها صارت مفهومة فكانت كالعبارة في الدلالة استحساناً فيصح بها نكاحه وطلاقه وعتاقه وبيعه و شراؤه سواء قدر على الكتابة أو لا وهذا استحسان بالضرورة، إلخ. (فتح القدير: ٣٤٨/٣، كتاب الطلاق)

ومثلهٗ في البحر الرائق: ٢٤٨/٣، كتاب الطلاق) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۸۹/۴)

(۱) وينبغي أن لا يختلف في انعقاده بالأصمين إذا كان كل من الزوج والزوجة أخرس؛ لأن نكاحهما كما قالوا: ينعقد بالاشارة حيث كانت معلومة". (رد المحتار، مطلب: الخصاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به، كتاب النكاح: ٢٣/٣، سعيد)

"وكما ينعقد النكاح بالعبارة ينعقد بالاشارة من الأخرس، إذا كانت إشارته معلومة الخ". (بدائع الصنائع، فصل في ركن النكاح: ٣٢٢/٣، دار الكتب العلمية، بيروت)

"ففي كا في الحاكم الشهيد ما نصه: فإن كان الأخرس لا يكتب، وكان له إشارة تعرف في طلاقه ونكاحه وشرائه وبيعه، فهو جائز، إلخ". (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون البنج: ٢٤١/٣، سعيد)

ہندہ مجنونہ کا ولی کون ہے اور اس کا جہیز کس کی ملکیت ہے:

سوال: زید کی زوجہ مجنونہ ہوگئی، اس کے ایک لڑکی موجود ہے، جس کو زید کی والدہ نے پرورش کیا اور اپنے پاس رکھتی ہے۔ زید اپنی زوجہ مجنونہ اور لڑکی کے اخراجات کا ذمہ دار ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، ہندہ اکثر زید کے ساتھ رہتی ہے، البتہ کبھی کبھی اپنی والدہ کے پاس چلی جاتی ہے۔ زید کا ارادہ دوسرا نکاح کرنے کا ہے، جس وقت سے یہ ارادہ ظاہر ہوا ہے، ہندہ کی والدہ اس کو زید کے ہاں نہیں بھیجتی۔ ہندہ کے بھائی بہن اور والدہ دوسرے نکاح کا ارادہ سن کر مطالبہ کرتے ہیں کہ ہندہ کو جو جہیز دیا گیا تھا، واپس کر دیا جائے؛ کیوں کہاں کا خیال ہے کہ دوسرا عقد کر لینے کے بعد زید ہندہ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی کرے گا۔ جہیز میں سامان خانہ داری تھا اور زیور اور کپڑا تھا نقد، یا جائداد کچھ نہیں تھی، خانہ داری کے سامان میں سے بعض چیزیں استعمال میں بالکل ضائع ہو چکی ہیں اور بعض نا قابل استعمال ہوگئی ہیں اور بعض اچھی حالت میں موجود ہیں کپڑے کا اکثر حصہ استعمال ہو چکا ہے، زیور بعض بجنسہ موجود ہے، بعض کو ہندہ نے قبل جنون توڑا کر اور کچھ زیور بنوالیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ جو سب گھروں میں جہیز کی حالت ہوتی ہے، وہی ہوئی۔ اس حالت میں حسب ذیل سوالات کا جواب مرحمت ہو:

(۱) ہندہ کا ولی اس جنون کی حالت میں کون ہے؟ اس کو کس کے پاس رہنا چاہیے؟

(۲) ہندہ کی والدہ اور بھائیوں اور بہن کو جہیز کے مطالبہ کا حق ہے، یا نہیں؟

(۳) جہیز کس کی ملکیت ہے؟ ہندہ کی، یا اس کی والدہ وغیرہ کی۔

(۴) اگر ہندہ کی والدہ وغیرہ جہیز کا مطالبہ کرسکتی ہے تو کیا جو چیزیں موجود ہیں، وہی دی جانی چاہئیں، یا اس کل مال کی قیمت دینا ہوگی، جو بوقت نکاح ہندہ کو دیا گیا تھا؟

الجواب

مجنونہ کے نکاح کے ولی عصبات ہوتے ہیں علی الترتیب اور مجنون کے مال کا ولی خاص باپ دادا وغیرہ ہیں، ماں اور بھائی بہن وغیرہ کو مجنونہ کے مال کی ولایت نہیں ہے۔ (۱) اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ جنون کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، لہٰذا وہ مجنونہ اپنے شوہر کے پاس رہے، جس وقت اس کی حق تلفی ہو اس وقت، البتہ اس کے حقوق کے پورا کرنے کی کوشش کرنے چاہیے، (۲) اور اگر شوہر کے پاس رہنا دشوار ہو تو پھر اپنے پاس رکھنا چاہیے، اس وقت اس کا سامان جہیز بھی جو موجود ہو، اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔

---

(۱) الولی فی النکاح لا المال العصبة بنفسه،الخ.(الدرالمختار)قوله لا المال فإن الولی فیه الأب ووصیه والجد ووصیه والقاضی ونائبه فقط الخ (ردالمحتار،باب الولی: ۴۲۷/۲،ظفیر)

(۲) ولایتخیر أحد الزوجین بعیب الأخر ولوفاحشاً کجنون وجذام وبرص،الخ.(الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار،باب العنین وغیره: ۸۲۲/۳،ظفیر)

(۲-۳) جہیز ملک زوجہ ہوتا ہے، نہ کہ شوہر کی ملک ہے اور نہ والدہ وغیرہ کی۔ پس جہاں زوجہ رہے، وہاں اس کا سامان مملوکہ رکھنے کا حق ان لوگوں کو ہے، جن کے پاس وہ رہے، اگر شوہر کے پاس رہے تو اس کا سامان وہاں پر رہے اور اگر والدہ وغیرہ کے پاس رہے تو وہاں رہے۔ پس اگر ہندہ کو اس کی والدہ وغیرہ بوجہ مجنونہ ہونے کے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تو اس کا جہیز موجود بھی وہاں اپنی حفاظت میں رکھ سکتے ہیں۔(۱)

(۴) ہندہ مجنونہ کی والدہ وغیرہ اگر ہندہ کو اپنے پاس رکھیں تو وہی اشیاء جہیز کی لے سکتے ہیں، جو موجو ہیں، ضائع شدہ کی قیمت شوہر ہندہ سے نہیں لے سکتے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۳/۸-۵۴)

مجنونہ کا نکاح بغیر ولی درست نہیں ہے:

سوال: ایک شخص نے ایک عورت مدہوش سے نکاح کرلیا، اس کی ذات کی خبر نہیں ہے، مولوی صاحب نے بغیر تحقیق اس کی ذات وغیرہ کے اس کا نکاح پڑھا دیا۔ یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________________

درمختار میں ہے:

(وهو)أی الولی (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون)،الخ.(۲)

پس اگر وہ عورت مجنونہ ہے، اس کو کسی وقت ہوش نہیں آیا تو نکاح اس کا بدون ولی کے، یا حاکم مسلمان کے نہیں ہوسکتا اور اگر مجنونہ نہیں ہے تو خود اس کی اجازت ورضا سے نکاح ہوسکتا ہے۔ فقط (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۹/۸)

مجنونہ کا نکاح کیسے کرایا جائے:

سوال: میری ایک لڑکی ہے، جس کی عمر اکیس (۲۱) برس ہے، اس کا دماغی توازن صحیح نہیں ہے، اس سے کوئی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا، ایک غریب شخص جس کو کسی جگہ سے رشتہ نہیں مل رہا تھا، وہ اس سے نکاح کرنے پر راضی ہو گیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس لڑکی کا دماغی توازن صحیح نہیں ہے، اجازت وغیرہ کا کچھ پتہ نہیں کہ کیا کہہ رہی ہے اور اب لڑکی کا نکاح کررہے ہیں تو اس کے نکاح کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟ اور اس کی اجازت کا شرعاً کیسے اعتبار کیا جائے گا؟

---

(۱) جهز ابنته بجهاز و سلمها ذلک ليس له الاسترداد منها ولا لورثته إن سلمها ذلک فی صحته بل تختص به وبه يفتي (ردالمحتار،باب المهر: ۵۰۳/۲،ظفير)

(۲) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الولی: ۴۰۷/۲،ظفير

(۳) فنفذ نكاح حرة مكلفة بلارضا والأصل أن من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه ومالا فلا.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الولی: ۴۰۷/۲-۴۰۸،ظفير)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صغیر، صغیرہ اور مجنونہ پر ولی اقرب؛ یعنی باپ، دادا وغیرہ کو ولایتِ اجبار حاصل ہے، یعنی اگر یہ حضرات نکاح کرادیں تو ان کا نکاح منعقد ہوجائے گا اور ان حضرات کا نکاح کرانا ایسا ہی ہے، جیسا کہ مجنونہ وغیرہ کی رضا سے ہو رہا ہو اور مجنونہ وغیرہ کو بعد میں خیار بھی حاصل نہیں ہوگا، پس صورت مسئولہ میں جیسا کہ واضح ہے کہ لڑکی کا باپ نکاح کرا رہا ہے تو نکاح صحیح ہوگا اور منعقد ہوجائے گا اور اس صورت میں ولی کی اجازت اس کی اجازت کے قائم مقام ہوگی، ہاں اگر ولی ابعد جیسے بھائی وغیرہ نکاح کرائے، تب بھی نکاح تو منعقد ہوجائے گا، البتہ مجنونہ کو افاقے کے بعد خیار حاصل ہوگا۔

لما في ملتقى الأبحر (١/ ٢٤٤): وللولي إنكاح المجنونة والصغير والصغيرة ولو ثيبا فإن كان أبا أو جدا لزم.

وفي الدر المختار (٥٥/٣): وولاية إجبار على الصغيرة ولو ثيبا ومعتوهة ومرقوقة كما أفاده بقوله (وهو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق) لا مكلفة (فنفذ نكاح حرة مكلفة).

وفيه أيضاً (٦٦/٣): (إنكاح الصغير والصغيرة) جبراً (ولو ثيباً) كمعتوه ومجنون شهراً (ولزم النكاح).

وفي الرد تحته: وللولي إنكاح غير المكلف والرقيق لشمل المعتوه ونحوه... فإن علة الإجبار عنده البكارة وعندنا العجز بعدم العقل أو نقصانه وتوضيحه في كتب الأصول قوله (كمعتوه و مجنون) أي ولو كبيرين والمراد كشخص معتوه الخ فيشمل الذكر والأنثى ... وفي منية المفتي بلغ مجنونا أو معتوها تبقى ولاية الأب كما كانت فلو جن أو عته بعد البلوغ تعود في الأصح وفي الخانية زوج ابنه البالغ بلا إذنه فجن قالوا ينبغي للأب أن يقول أجزت النكاح علىٰ ابني؛ لأنه يملك إنشائه بعد الجنون قوله (ولزم النكاح) أي بلا توقف علىٰ إجازة أحد وبلا ثبوت خيار في تزويج الأب والجد والمولى وكذا الابن على ما يأتي. (نجم الفتاویٰ: ۵/۵۵-۵۶)

مجنونہ کو نکاح کے بعد جنون سے افاقہ ہوجائے:

سوال: ایک شخص نے اپنی بالغہ مجنونہ بچی کا نکاح ایک مجنون لڑکے سے کردیا، ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکی خدا کی شان صحیح ہوگئی اور جب اس کو پتہ چلا کہ میرا نکاح فلاں مجنون شخص سے ہوا ہے تو اس نے اس نکاح کا انکار کردیا تو مفتی صاحب کیا اس عورت کا نکاح جو اس کے والد نے اس کے مجنونہ ہونے کی حالت میں کیا تھا، درست ہے، یا نہیں؟ اور لڑکی کو اس نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار ہے، یا نہیں؟ تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مجنونہ بالغہ لڑکی کا نکاح ان کے اولیا کرائیں تو یہ نکاح درست ہے۔ نیز وہ نکاح اگر باپ، یا دادا نے کرایا تھا تو اس کو فسخ کرنے کا حق نہیں ہوگا، البتہ باپ، یا دادا کے علاوہ دیگر کوئی شخص اگر ولی ہو اور وہ یہ نکاح کرائے تو مجنونہ کو افاقے

کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار ملتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں یہ نکاح درست ہوگیا ہے اور اس نکاح کے صحیح ہونے کے بعد اب اس لڑکی کو اس نکاح کے فسخ کرنے کا حق نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کا نکاح اس کے باپ نے کروایا ہے، لہٰذا اس نکاح کو یہ لڑکی فسخ نہیں کرسکتی، البتہ اگر یہ لڑکی قاضی کی عدالت میں درخواست دے اور خاوند کا خطرناک مجنون ہونا ثابت کرے، قاضی واقعہ کی تحقیق کرے، اگر صحیح ثابت ہو تو مجنون کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے دے اور بعد اختتام سال اگر زوجہ پھر درخواست کرے اور شوہر کا مرض جنون موجود ہو، تو عورت کو اختیار دے دیا جائے اور اگر عورت اسی مجلس تخییر میں فرقت طلب کرے اور قاضی تفریق بھی کردے تو یہ نکاح فسخ ہوجائے گا۔

لما فی الهندية (۲۸۵/۱): المعتوه والمعتوهة والمجنون والمجنونة كالصغير والصغيرة فللولی إنكاحهما إذا كان الجنون مطبقاً.

وفيه أيضاً (۵۲۶/۱، باب العنين): إذا كان بالزوجة عيب فلا خيار للزوج وإذا كان بالزوج جنون أو برص أو جذام فلا خيار لها كذا فی الكافی قال محمد رحمه الله تعالیٰ إن كان الجنون حادثا يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ وإن كان مطبقا فهو كالجب وبه نأخذ.

وفی الشامی (۶۶/۳): قوله (كمعتوه ومجنون) أی ولو كبيرين والمراد كشخص معتوه، الخ، فيشمل الذكر والأنثى قال فی النهر فللولی إنكاحهما إذا كان الجنون مطبقاً وهو شهر علی ما عليه الفتوی.

وفيه أيضاً (۴۹۷/۳): قوله (ولا عبرة بتأجيله غير قاضی البلدة)؛ لأن هذا مقدمة أمر لا يكون إلا عند القاضی وهو الفرقة فكذا مقدمته، ولو الجية. (نجم الفتاویٰ: ۵/۵۶-۵۷)

نیم بے ہوشی کی حالت میں کیا ہوا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) میں نے اپنی بیٹی زینب بی بی کا نکاح غلام محمد ابن یعقوب خاں عرف کالو خاں کے ساتھ بتاریخ ۷/رجب المرجب ۱۴۲۹ھ کو شرعی وکیل وگواہوں اور ہمارے گھر والے اور دولہا کے گھر سے بہنوئی اور ان کے بھانجے بالغ اور دیگر حاضرینِ مجلس مردوں اور عورتوں کے سامنے بخیریت مکمل کردیا تھا، جس میں دولہا نے کہا: ”میں نے اپنے نکاح میں قبول کیا“ بعد ازاں لڑکی کو دولہا کے ساتھ اس کے گھر بھیج دیا تھا، اس کے بعد دولہا کے بہنوئی سلیم خاں اور دولہا کے ساتھ شاید کسی لین دین میں یا کسی دیگر گھریلو مسئلہ میں تنازعہ پیش آیا؛ لہٰذا سلیم خاں نے کہا: ”آپ کا نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ غلام محمد نشہ میں تھا“ غلام محمد سے پوچھنے پر معلوم ہوا میں ہوش میں تھا اور میں نے ہوش میں نکاح قبول کیا ہے تو سوال یہ ہے کہ اگر زوج نشہ کی حالت میں بھی ہو اور وہ کہے کہ میں نے نکاح قبول کیا ہے تو یہ نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟

(۲) اگر نشہ کی حالت کو سلیم نے ارادۃً چھپایا ہو اور لڑکی والوں کو آگاہ نہ کیا ہو اور چشم پوشی کی ہو تو نشہ کی حالت میں ہوش مکمل سلامت ہو تو کیا یہ نکاح درست ہوگا، یا دوبارہ نکاح کی رسم ادا کرنی ہوگی؟

(۳) اس سالے بہنوئی میں آپسی لین دین کے معاملہ میں بہت زیادہ فون پر تو تو میں میں ہوتی تھی اور بیرونی ملک سے واپس آنے پر دونوں میں تنازعہ بھڑک اٹھا۔

(۴) غلام محمد اور زینت دونوں ایک ماہ ساتھ بھی رہے ہیں، فی الحال سمندری جہاز پر نوکری ہونے کی وجہ سے دو ماہ بعد آنے کا اندیشہ ہے، آپ حضرات اس بارے میں شرعی فیصلہ تحریر فرمائیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

(۱) مسئولہ صورت میں جب کہ غلام محمد خود اس بات کا دعویٰ کررہا ہے کہ اس نے بحالتِ ہوش وحواس نکاح قبول کیا ہے اور قاضی کے ایجاب پر اُس کا صحیح طرح قبول کرنا اُس کے لیے مؤید بھی ہے؛ لہٰذا یہ نکاح یقیناً منعقد ہوگیا، کسی دوسرے شخص کی طرف سے اسے بلا دلیل مدہوش قرار دینے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(۲) اور ایسا معمولی نشہ جس سے آدمی کے ہوش وحواس مختل نہ ہوں، وہ نکاح کے لیے مانع نہیں ہیں، لہٰذا دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔

(۳) سالے بہنوئی کو اس معاملہ میں بلا وجہ تنازع نہ کرنا چاہیے۔

(۴) مسئولہ صورت میں غلام محمد اور زینب کا ایک ساتھ رہنا بلا شبہ درست ہے۔

وينعقد ملتبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار مع الشامی: ۶۹/۴-۶۹، زکریا، الفتاویٰ الهندية: ۲۶۷/۱، مجمع الأنهر: ۳۱۷/۱)

امرأة قالت لرجل: زوجت نفسي منک، فقال الرجل: بخداوندگارے پزیر فتمّ يصح النكاح. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۵۸۲/۲، کراچی)

والسكران من لا يفرق بين الرجل والمرأة والسماء والأرض، وقالا: من يختلط كلامه غالباً فلو نصفه مستقيما، فليس بسكران. (الدر المختار مع الشامی: ۷۴/۶، زکریا، الفتاویٰ الهندية: ۱۵۹/۲)

قال الله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ (الانفال: ۴۶)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخوانا. (صحيح البخاری: ۸۹۶/۲، مشكاة المصابيح: ۴۲۷)

وأما أحكامه: فحل استمتاع كل منهما بالآخر على الوجه المأذون فيه شرعاً، كذا في فتح القدير. (الفتاویٰ الهندية: ۲۷۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۱/۱۴۳۰ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۱۰۷-۱۰۹)

نشہ میں انعقادِ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حالتِ نشہ میں انعقاد نکاح ہوتا ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

شراب پی کر اگر نشہ آیا ہے تو اس حالت میں نکاح کا انعقاد صحیح ہے، البتہ اگر دوا وغیرہ پینے سے نشہ آ گیا، تو اس حالت میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔

قال فی التاتارخانية: نكاح المكره والسكران صحيح. (الفتاویٰ التاتارخانية:۱۰/۳)

إن كان سكره بطريق محرم لايبطل تكليفه، فتلزمه الأحكام وتصح عباراته من الطلاق و العتاق والبيع والإقرار وتزويج الصغار من كفء. (شامی:۲۳۹/۳، کراچی)

أوبمباح كما إذا سكرمن ورق الرمان؛ فإنه لايقع طلاقه ولاعتاقه. (شامی:۲۴۰/۳، کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۴/۱۴۱۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل:۱۰۷/۸)

☆ ☆ ☆

وہ عورتیں جن سے نکاح درست ہے

کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن سے ناجائز:

سوال: ہم لوگ پہاڑ میں رہتے ہیں، جہاں کوئی عالم، مفتی نہیں ہے، جو ہمیں مسائل بتائے؛ اس لیے کافی پریشانی ہوتی ہے، خصوصاً نکاح کے موقعہ پر کہ کس عورت سے شادی جائز ہے، کس سے جائز نہیں، آپ لوگ ہماری رہنمائی فرمائیں اور تفصیل سے بتائیں کہ کن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟ اور کن سے جائز نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

درج ذیل اقسام کی عورتوں سے نکاح حرام ہے:

(۱) وہ عورتیں جو مرد کی محرم ہوں، ان سے زندگی کے کسی بھی موقع پر نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا، ان کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ماں، دادی، نانی وغیرہ اوپر تک۔

۲۔اولاد، اولاد کی اولاد آخر تک۔

۳۔بہنیں پھر ان کی اولاد نیچے تک۔

۴۔خالہ، پھوپھی اور اسی طرح باپ کی خالہ، پھوپھی وغیرہ آخر تک۔

(۲) رضاعت سے بھی یہ چاروں قسم کے رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جو نسب سے حرام تھے۔

(۳) مصاہرت کی وجہ سے چار اقسام کے رشتے حرام ہو جاتے ہیں:

۱۔خاوند کا باپ، دادا وغیرہ اوپر تک۔

۲۔بیوی کی ماں، نانی، دادی وغیرہ اوپر تک۔

۳۔خاوند کے لڑکے جو کسی اور بیوی سے ہوں حرام ہیں، چاہے دخول ہو، یا نہ ہو۔

۴۔ربیبہ (بیوی کی دوسرے شوہر سے پیدا شدہ لڑکی) مرد پر حرام ہے، بشرطیکہ بیوی سے دخول ہو چکا ہو۔

(۴) محرمات بالجمع: یعنی جن دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، مثلاً خالہ، بھانجی اور دو بہنیں وغیرہ، انہیں بیک وقت نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔

(۵) آزاد آدمی کا چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں رکھنا بھی حرام ہے۔

(۶) مطلقہ ثلاثہ سے بھی حلالہ شرعیہ سے قبل نکاح حرام ہے۔

(۷) غیر کی منکوحہ، یا معتدہ سے بھی نکاح حرام ہے۔

(۸) کفار ومشرکین وغیرہ سے بھی نکاح حرام ہے۔

ان مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ باقی تمام عورتوں سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے البتہ درپیش نکاح کی حلت، یا حرمت میں اگر کوئی ابہام ہو تو اسے تحریراً پوچھ لیا جائے۔

لما فی القرآن الکریم (سورة النساء: ۲۲)﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ آبَائُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيْلًا﴾

وفی (سورة النساء: ۲۳)﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الاَخِ وَبَنَاتُ الاُخْتِ وَاُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِيْ أَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ اللَّاتِيْ دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ اَبْنَائِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

وفی الشامیة (۲۸/۳): (قوله:قرابة) كفروعه وهم بناته وبنات أولاده وإن سفلن وأصوله وهم أمهاته وأمهات أمهاته وآبائه وإن علون وفروع أبويه وإن نزلن فتحرم بنات الإخوة والأخوات وبنات أولاد الإخوة والأخوات وإن نزلن وفروع أجداده وجداته ببطن واحد فلهٰذا تحرم العمات والخالات وتحل بنات العمات والأعمام والخالات والأخوال، فتح، (قوله: مصاهرة) كفروع نسائه المدخول بهن وإن نزلن وأمهات الزوجات وجداتهن بعقد صحيح وإن علون وإن لم يدخل بالزوجات وتحرم موطوء ات آبائه وأجداده وإن علوا ولو بزنیٰ والمعقودات لهم عليهن بعقد صحيح وموطوء ات أبنائه وأبناء أولاده وإن سفلوا ولو بزنی والمعقودات لهم عليهن بعقد صحيح،فتح، وكذا المقبلات أو الملموسات بشهوة لأصوله أو فروعه أومن قبل أولمس أصولهن أوفروعهن، (قوله:رضاع) فيحرم به ما يحرم من النسب إلا مااستثنی كما سيأتی فی بابه، وهٰذه الثلاثة محرمة على التأبيد، (قوله:جمع) أی بين المحارم كأختين ونحوهما أو بين الأجنبيات زيادة على أربع، (قوله:ملک) كنكاح السيد أمته والسيدة عبدها...أو ملكها لبعضه، (قوله:شرک) عبارة الفتح عدم الدين السماوی كالمجوسية والمشركة،آه، وتشمل أيضا المرتدة ونافية الصانع تعالٰی. (نجم الفتاویٰ:۱۸۸/۴-۱۸۹)

بھائی کی بیوہ سے نکاح درست ہے،
اوراس کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرسکتا ہے، دونوں میں سے جس کو چاہے پہلے کرے:

سوال:　عبداللہ فوت ہوا، اس کی زوجہ بیوہ اور ایک دختر موجود ہے، نیز عبداللہ متوفی کا ایک بھائی حقیقی حبیب اللہ اور ایک اس کا لڑکا موجود ہے، عبداللہ کی بیوہ اپنا عقد ثانی حبیب اللہ سے بعد ایام عدت کے کرنا چاہتی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اول عبداللہ کی دختر کا عقد حبیب اللہ کے فرزند سے ہونا چاہیے، یا کہ وہ عقد ثانی عبداللہ کی بیوہ حبیب اللہ سے ہونا چاہیے۔

الجواب ——————————

عبداللہ متوفی کی زوجہ کا نکاح اس کے بھائی حبیب اللہ سے اور عبداللہ کی دختر کا نکاح حبیب اللہ کے پسر سے درست ہے، خواہ پہلے اس عورت کا نکاح ہو اور خواہ دختر کا، ہر طرح درست ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۹۱-۱۹۲)

بیوہ بھابھی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال:　مرحوم سگے چھوٹے بھائی کی بیوہ زوجہ سے بڑے بھائی کا نکاح ثانی جائز ہے کہ نہیں؟ اسی طرح بیوہ بھابی سے چھوٹے بھائی کا نکاح کا کیا مسئلہ ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ بڑے بھائی کی شریک حیات بھی ہے؛ مگر لا ولد ہے، سانحہ طور سے چھوٹے بھائی کی حادثاتی موت ہوگئی ہے، بیوہ کی عمر تقریبا ۲۵/سال ہے، جس سے دو بچے ہیں، جو خاندان کے چراغ ہیں، اندیشہ ہے کہ کہیں ان کے والدین دوسری جگہ نکاح ثانی نہ کردیں، اخلاقی طور سے بڑے بھائی کو گوارہ تو نہیں ہے؛ مگر شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس مصلحت کے پیش نظر بھی کہ بچے اور بیوہ اپنے ہی خاندان میں پرورش پاسکیں۔

الجواب —————————— وباللہ التوفیق

بھائی کی بیوہ سے نکاح شرعا جائز ہے، خواہ بھائی بڑا ہو، یا چھوٹا محض اس وجہ سے کہ بھائی کی بیوہ ہے، شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ قرآن وحدیث میں جن محرمات کو بیان کیا گیا ہے، ان میں یہ شامل نہیں ہے، الا یہ کہ حرمت وممانعت کی کوئی دوسری وجہ ہو۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رحمانی مخطوطہ، کتاب النکاح)

---

(۱)　یہ دونوں محرمات میں سے نہیں ہے، لہٰذا ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤) کے تحت آئیں گی، ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويزوج إبنه أمها أو بنتها؛ لأنه لامانع. (البحر الرائق، فصل في المحرمات: ١٠٥/٣، ظفير)

(۲)　﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤)

يعنى ماسوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة. (التفسير المظهرى: ٢٧٦/٢)

بھاوج سے نکاح درست ہے:

سوال: میرے بڑے بھائی کا انتقال ہوگیا۔ اب میرا نکاح ان کی بیوی سے درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

عدت گزرنے کے بعد بھاوج سے نکاح درست ہے، منع نہیں ہے۔(۱) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ـــــــــــــــــ)

بھابھی سے بھائی کے انتقال کے بعد نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک بھائی کا انتقال ہوگیا، کیا اس کی بیوی کے ساتھ دوسرا بھائی شادی کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر ایسا کرنا جائز ہے تو کتنی مدت تک انتظار کرے گا، یا اس کے پیٹ میں بچہ ہو، یا نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلے کی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں بھائی کے فوت ہونے پر اس کی بیوی سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کرنا جائز ہے، اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل تک انتظار کرنا پڑے گا اور اگر حاملہ نہیں تو چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد اُن سے نکاح کرنا جائز ہے۔

---

(۱)　﴿أحل لكم ماوراء ذٰلكم أن تبتغوا بأموالكم﴾ إلخ. (سورة النساء: ٢٤)

☆ **بھائی کے انتقال کے بعد بھابھی سے نکاح:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے ۷/بچے جوان اور چار بچے نابالغ ہیں، زید کا انتقال ہوگیا۔ اب دیگر رشتہ دار یہ چاہتے ہیں کہ بکر ان سب کی ذمہ داری قبول کرلے سب رشتہ دار اس کے لیے مصر ہیں تو کیا یہ مناسب ہے کہ بکر اپنے مرحوم بھائی زید کی بیوہ سے شادی کرلے اور ان سب بچوں کی ذمہ داری اٹھائے؟ براہ کرم اس مسئلہ میں حکم شرعی واضح فرمائیں؟　(المستفتی: محمد آصف بھٹی محلّہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جی ہاں! بکر کے لیے یہ جائز ہے کہ مرحوم بھائی کی بیوہ سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کرکے بچوں کو اپنی کفالت میں لے لیں شرعی طور پر یہ بہت اچھا عمل ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۷/۱۹۲، فتاوی محمودیہ جدید: ۱۱/۲۴۶، قدیم: ۷/۳۷۹)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ﴾ (النساء: ٢٤)

أى ماعدا من ذكر من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير: ١/٤٧٤)

﴿وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ﴾ يعنى ماسوى المحرمات المذكورات فى الآيات السابقة. (التفسير المظهرى، زكريا ديوبند: ٢/٦٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/ربیع الاول ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۳۷/۴۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۲۵/۳/۱۴۱۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۷)

لما فی القرآن الکریم(البقرة: ٢٣٤): ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

(الطلاق: ٤): ﴿وَاُوْلَاتُ الاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَن يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَن يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾

وفی المشكاة (٢٦٨/٢): وعن عقبة بن عامر قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إياكم والدخول على النساء فقال رجل: يا رسول اللّٰه أرأيت الحمو؟ قال:الحمو الموت.

وفی الدرالمختار (٥١٠/٣-٥١١): (و) العدة (للموت أربعة أشهر) بالأهلة لو فی الغرة كما مر (وعشرة) من الأيام بشرط بقاء النكاح صحيحاً إلى الموت (مطلقاً) وطئت أو لا ولو صغيرة أو كتابية تحت مسلم ولو عبدا فلم يخرج عنها إلا الحامل... (و) فی حق (الحامل) مطلقا ولو أمة أو كتابية أو من زنا بأن تزوج حبلٰی من زنا ودخل بها ثم مات أو طلقها تعتد بالوضع، جواهر الفتاوی. (نجم الفتاویٰ: ۲۰۴/۴-۲۰۵)

متوفی چھوٹے بھائی کی بیوی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دو بھائی ہیں چھوٹے بھائی کا انتقال ہوگیا ہے دو بچے چھوڑ کر گئے ہیں، بڑے بھائی کی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، ان کے بڑے بھائی کے ساتھ اس چھوٹے بھائی کی بیوی کا نکاح ہوسکتا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ———— وباللّٰه التوفيق

جی ہاں! چھوٹے بھائی کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ کے ساتھ بڑے بھائی کا نکاح شرعی طور پر جائز اور درست ہے؛ کیوں کہ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤) میں داخل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱ رشوال المکرّم ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۴۵۷/۳۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۸/۱۰/۲۱ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۷۶/۱۳)

بھتیجہ کی ماں اور اس کی بیوی دونوں سے شادی درست ہے:

سوال: زید وعمر دو حقیقی بھائی تھے، عمر کا نکاح زینب سے ہوا، اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام بکر ہے، عمر انتقال کر گیا تو زینب کی شادی عمر کے چھوٹے بھائی زید سے ہوگئی، اس سے بھی ایک لڑکا ہوا، اس کا نام خالد ہے، اب صورت مسئولہ میں اگر عمر کا لڑکا بکر کی سے زوجہ کسی وجہ سے بوجہ طلاق، یا اس کے انتقال کے بعد علاحدہ ہوجائے تو اس کے چچا زید سے بکر کی زوجہ کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________________

قال فی الدرالمختار: فجاز الجمع بین المرأة وبنت زوجها أو امرأة إبنها. (۱)

پس عبارت منقولہ سے ظاہر ہوا کہ اگر زوجہ زید یعنی زینب بھی زید کے نکاح میں موجود ہو، تب بھی زید اپنی زوجہ کے پسر اور اپنے بھتیجے بکر کی زوجہ سے بعد طلاق، یا موت بکر نکاح کرسکتا ہے اور اگر زینب موجود نہ ہوتو اس نکاح میں کچھ تردد ہی نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۱/۷)

بھائی کی بیوی کی بیٹی سے نکاح:

سوال: بڑے بھائی نے جس عورت سے نکاح کیا ہے، اس کی ایک لڑکی پہلے شوہر سے ہے۔ کیا اس لڑکی سے چھوٹے بھائی کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اور یہ عورت بغیر طلاق کے ہے۔

الجواب ______________________ حامداً ومصلیاً

اس عورت کی اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے جائز ہے، جس کے بڑے بھائی کے گھر میں وہ عورت ہے، (۲) اس عورت کے شوہر نے اگر طلاق نہیں دی ہے تو بڑے بھائی کا اس عورت کو اپنے گھر میں رکھنا اور تعلقِ زوجیت قائم کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۹/۱۱)

چچیری بھتیجی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ چچیری بھتیجی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ______________________ وباللّٰہ التوفیق

چچازاد بھائی کی لڑکی یعنی چچیری بھتیجی محرمات میں سے نہیں ہے؛ اس لیے اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

---

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹۱/۲، ظفیر

(۲) "وأما بنت زوجة أبيه (أی المتزوج) أو ابنه فحلال". (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳۱/۳، سعید)

"لا بأس بأن یتزوج الرجل المرأة ویتزوج ابنة ابنتها أو أمها" (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی، المحرمات بالصهریة: ۲۷۷/۱، رشیدیه)

(۳) "لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره". (الفتاویٰ الهندیة، الباب الثالث، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیه)

قال اللّٰه تعالیٰ:﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء:۲۴)**أی ما عدا من ذکرن من المحارم هن لکم حلال.** (تفسیر ابن کثیر: ۲۷۴/۱،لاهور، کذا فی التفسیر المظهری: ۲۷۶/۲، زکریا)

یعنی ما سوی المحرمات المذکورات فی الآیات السابقة. (التفسیر المظهری: ۶۶/۲،زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۱۲/۴/۱۴ھ۔(کتاب النوازل:۱۵۷/۸)

ایک بھائی کی پوتی سے دوسرے بھائی کے لڑکے کی شادی جائز ہے:

سوال:　الٰہی بخش وشبراتی حقیقی بھائی ہے، الٰہی بخش کی حقیقی پوتی کا نکاح شبرائی کے لڑکے سے صحیح ہے، یا نہ؟

الجواب

یہ نکاح جائز ہے۔

كما قال اللّٰه تعالیٰ: بعد ذكر المحرمات﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾(۱)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۴/۷) ☆

بھائی کے داماد کی بہن سے نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی اپنی خالہ زاد بہن سے ہوئی ہے اور اب زید کے سسر کا حقیقی بھائی زید کی حقیقی بہن سے شادی کرنا چاہتا ہے، یہ درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــ وباللّٰه التوفیق

زید کے سسر کا بھائی زید کی حقیقی بہن سے شادی کرسکتا ہے؛ کیوں کہ زید کی حقیقی بہن، زید کے سسر کے بھائی کے لیے محرمات میں سے نہیں ہے، نہ نسبی حیثیت سے، نہ صہری حیثیت سے۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾(۲)

---

(۱)　سورة النساء: ۲۴،ظفیر

☆　**بھائی کے لڑکے سے اپنی پوتی کا نکاح کرانے کا حکم:**

سوال:　ایک عورت ہے، اس کا ایک سگا بھائی ہے اور اس کا ایک لڑکا بھائی کے لڑکے سے اپنے لڑکے کی لڑکی کا نکاح کرنا چاہتی ہے، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب

بھائی کے لڑکے سے اپنی پوتی کا نکاح کرنا جائز ہے، (یہ﴿وأحل لکم ما واء ذٰلکم﴾(الآیة)(سورة النساء: ۴) میں داخل ہے۔(دیکھئے: فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۴/۷، سوال نمبر: ۲۷۰) بشرطیکہ کوئی دودھ پینے کا رشتہ نہ ہو۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۳۹۰/۱۱/۲۷ھ(فتاویٰ عثمانی: ۲۴۲/۲)

(۲)　سورة النساء: ۲۳

عالمگیری(۱) محرمات کی تفصیل اس طرح لکھی ہے:

"الأمهات والبنات والأخوات والعمات والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت فهن محرمات".

اورمحرمات صہریہ کو عالمگیری (۱/۲۷۴) میں یوں بیان کیا ہے کہ محرمات صہریہ چار ہیں:

"(۱) أمهات الزوجات وجداتهن (۲) وبنات الزوجة وبنات أولادها (۳) حليلة الإبن وابن الإبن وابن البنت (٤) نساء الآباء والأجداد". (۲) فقط اللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحمانی مخطوطہ، کتاب النکاح)

بھائی کی سالی سے نکاح:

سوال: کیا میں اپنے بھائی کی سالی سے نکاح کرسکتا ہوں؟ ایک ہی گھر میں بحیثیت بہو دو بہنوں کے آنے میں کیا کوئی قباحت ہے؟ (ایک قاری، معین باغ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

بھائی کی سالی سے نکاح درست ہے، اگر اس سے رضاعی بہن کا رشتہ نہ ہو، یا حرمت کی کوئی اور وجہ نہ پائی جاتی ہو، ایک گھر میں دو بہنوں کے بہو بن کر آنے میں کچھ حرج نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۳۶)

بھائی کی ساس سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ آیا بھائی کی ساس سے شادی کرنا درست ہے، یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بھائی کی ساس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، بشرطیکہ دیگر کوئی مانع نہ ہو۔

لمافي القرآن الكريم (النساء: ۲۳): ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الاَخِ﴾ (الآية)

وفي الدرالمختار (۳/۲۸): (حرم) على المتزوج ذكرا كان أو أنثى نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبنتها) ولو من زنى (وعمته وخالته) فهذه السبعة مذكورة في آية ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾. (نجم الفتاویٰ: ۴/۲۰۶)

عدت مکمل ہونے کے بعد چچازاد بھائی کی مطلقہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ چچازاد دو بھائی ہیں،

---

(۱) المحرمات بالنسب: ۱/۲۷۳، دارالفکر بیروت

(۲) الفتاویٰ الهندية، المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۳-۲۷٤

دونوں شادی شدہ ہیں، اب کسی بنا پر چھوٹے بھائی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، بڑا بھائی یہ سمجھ کر کہ گھر کی عزت گھر ہی میں رہ جائے، باہر نہ جائے؛ یعنی بڑا بھائی چھوٹے بھائی کی بیوی سے شادی کرلے تو کیا نکاح جائز ہوگا؟ امید ہے کہ حضور والا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب واضح فرمائیں گے۔

(المستفتی: شرف الدین خاں سیتاپوری، متعلم مدرسہ ہذا)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

عدت گزر جانے کے بعد بڑے بھائی کے ساتھ نکاح جائز اور درست ہے یہ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤) میں داخل ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم: ۱۹۲/۷-۲۰۶)

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ **يعني ماسوىٰ المحرمات المذكورات في الآيات السابقة.** (التفسير المظهري، زكريا ديوبند: ٦٦/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۹/رجب المرجب ۱۴۰۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۸۱۷) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۱۷۵-۱۷۶)

بیٹے کی بیوی کا ساس کے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا زوج اول سے ایک بیٹا تھا، اس عورت نے دوسری شادی کی، بیٹے نے بھی شادی کی اور مر گیا، اب بیٹے کی بیوی نے اس عورت کے زوج ثانی سے نکاح کیا، کیا اس عورت یعنی لڑکے کی ماں اور لڑکے کی بیوی ایک نکاح میں جمع ہو سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حافظ نیک محمد ہائی سکول شیخان پشاور، ۶/ربیع الاول ۱۴۰۱ھ)

الجواب ــــــــــــــــ

یہ جمع جائز ہے، **كما في شرح التنوير على هامش ردالمحتار: فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها.** (۱) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۴/ ۲۸۵)

بیوی، خسر کی بیوہ کو جمع کرنا:

سوال: زید نے اپنی زوجہ کے حین حیات ہی میں اپنے خسر کی منکوحہ بیوہ سے؛ یعنی اپنی زوجہ کی مادر سے اپنا نکاح کرلیا تو شرعاً یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

في الدرالمختار: (فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها).

اس روایت سے ثابت ہوا کہ یہ نکاح جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ ۲۳۷)

---

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ٣٠٩/٢، فصل في المحرمات

سمدھن کے ساتھ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محمد زاہد نے اپنے لڑکے خالد کا نکاح ریحانہ کی بیٹی فرزانہ سے کیا، ریحانہ بیوہ ہے، محمد زاہد اپنے بیٹے کی بیوی کی ماں ریحانہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا ان دونوں کے درمیان یہ نکاح درست ہے؟ (المستفتی: فہیم الدین، برولان، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اپنے لڑکے کی بیوی کی ماں (سمدھن) کے ساتھ نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

ولا تحرم أم زوجة الابن. (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچی: ٣١/٣، زكريا: ١٠٥/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۶/ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۷۶۹۲)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۴/۲۶ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۱۸۸-۱۸۹)

سمدھن سے شادی جائز ہے:

سوال: ایک شخص اپنی سمدھن سے خواہ اس کے لڑکے کی بیوی زندہ ہو، یا فوت ہو چکی ہو، دونوں صورتوں میں نکاح درست ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــ

دونوں صورتوں میں نکاح درست ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/ ۲۶۵)

سمدھی، سمدھن کا نکاح:

سوال: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد زید کی ماں نے ہندہ کے باپ سے شادی کر لی۔ کیا یہ شادی درست ہے، اگر شادی درست ہے تو پھر زید کی ماں ایک واسطے سے ساس ہوگئی، جو نا قابلِ فہم ہے؟

---

(۱) ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها ولا أم زوجة الإبن ولا بنتها. (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ٣٨٣/٢)

ولا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه بنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي. (الفتاوىٰ الهندية،، كتاب النكاح،المحرمات: ٢٩٤/١،ظفير)

قَالَ الرَّمْلِيُّ: قَالُوا لَا يَحْرُمُ عَلَى الْمَرْءِ زَوْجَةُ مَنْ تَبَنَّاهُ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِابْنٍ لَهُ وَلَا تَحْرُمُ بِنْتُ زَوْجِ الْأُمِّ وَلَا أُمُّهُ وَلَا أُمُّ زَوْجَةِ الْأَبِ وَلَا بِنْتُهَا وَلَا أُمُّ زَوْجَةِ الِابْنِ وَلَا بِنْتُهَا وَلَا زَوْجَةُ الرَّبِيبِ وَلَا زَوْجَةُ الرَّابِّ. (البحر الرائق،فصل في المحرمات في النكاح: ١٠١/٣،دار الكتاب الإسلامي بيروت،انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ سمدھی سمدھن (۱) کا نکاح ہے، جو کہ جائز ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۶/۱۳۹۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۹/۱۱)

بیوہ سمدھن سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کی شادی ایک بیوہ عورت کی بیٹی سے کردی۔ اس کے بعد یہ شخص خود اس بیوہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے یہ شادی کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اس بیوہ کے ساتھ اس شخص کا شادی کرنا جائز ہے۔

لمافي الشامية (۳۱/۳): قوله (وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه حلال) وكذا بنت ابنها بحر قال الخير الرملي ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها ولا أم زوجة ابن ولا بنتها ولا زوجة الربيب ولا زوجة الراب، آه. (نجم الفتاویٰ: ۲۰۸/۴)

لڑکے کی ساس کے ساتھ باپ کا نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے ہندہ کے ساتھ شادی کی اب اس کا حقیقی باپ ہندہ کی حقیقی ماں؛ یعنی لڑکے کی ساس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ ہندہ اور لڑکا دونوں حیات ہیں اور ہندہ اس کے نکاح میں ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

ہاں، کرسکتا ہے، یہ رشتہ حرام نہیں حلال ہے۔

ولا تحرم أم زوجة الابن. (شامی: ۳۸۳/۲)

(یعنی اپنے لڑکے کی عورت کی ماں کے ساتھ نکاح حرام نہیں۔) (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۹۴/۱) ☆

---

(۱) ''سمدھی: دولہا اور دولہن کے باپ آپس میں سمدھی ہوتے ہیں۔ سمدھن: دولہا اور دلہن کی مائیں آپس میں سمدھن کہلاتی ہیں''۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۰۹، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''وأما بنت زوجة أبيه (أی المتزوج) أو ابنه فحلال''. (الدر المختار، باب المحرمات: ۳۱/۳، سعيد)

''لا بأس بأن يتزوج الرجل المرأة ويتزوج ابنة ابنتها أو أمها''. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث فی بيان المحرمات، القسم الثانی، المحرمات بالصهرية: ۲۷۷/۱، رشيديه)

☆ بیٹے کی ساس سے نکاح کرنا:

سوال: جناب مفتی صاحب! میرا اسسر فوت ہو چکا ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اب میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیوہ ساس کا نکاح اپنے باپ سے کردوں؛ تاکہ ہم مشترکہ طور پر ان کی دیکھ بھال کرسکیں تو کیا شرعاً ان دونوں کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ ==

داماد کی والدہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اپنی لڑکی کا نکاح ایسے لڑکے سے کرتا ہے، جس کی والدہ بیوہ ہیں اور کچھ زمانہ گزرنے کے بعد زید اپنے داماد کی بیوہ والدہ سے نکاح کر کے اپنے گھر لے آتا ہے تو کیا زید کا یہ عمل درست ہے؟　(المستفتی: فہیم احمد، برولان، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اپنی لڑکی کی ساس جو کہ داماد کی والدہ ہے (سمدھن) اس کے ساتھ نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند: ۳۰۳/۷)

أما بنت زوجة أبيه، أو ابنه فحلال. (الدر المختار على الشامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچی: ۳۱/۳، زكريا: ۱۰۵/٤)

لا بأس بأن يتزوج الرجل المرأة، ويتزوج ابنه ابنتها، أو أمها. (الفتاوىٰ الهندية، زكريا: ۲۷۷/۱، زكريا جديد: ۳٤۲/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۶ / ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۹۱/۳۵/۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۶/۴/۱۴۲۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۸۹/۱۳)

داماد کی بہن سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس عورت کے بھائی کے نکاح میں زید کی بیٹی ہے۔ نکاح ہونے کی صورت میں زید کی بیوی، زید کی بیٹی کی سوتیلی ماں ہوگی اور پہلے سے وہ نند بھی ہیں مذکورہ صورت میں شرعی طور پر نکاح ہوگا، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں فتوی صادر فرما کر ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

زید کا نکاح مذکورہ عورت (یعنی اپنے داماد کی بہن) سے جائز ہے اور شرعاً یہ نکاح درست ہوگا۔

== **الجواب ــــــــــــــ**

صورت مسئولہ کے مطابق دونوں کے مابین کوئی ایسا رشتہ نہیں، جو کہ موجب حرمت ہو؛ اس لیے ان دونوں کا نکاح شرعاً جائز ہے اور امید کرتے ہیں کہ اس کارِ خیر پر آپ کو من جانب اللہ اجر بھی ملے گا۔

لما قال العلامة ابن عابدين: ولا تحرم أم زوجة الابن. (ردالمحتار: ۳۸۳/۲، كتاب النكاح) (مفتی عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں: **الجواب حامدًا ومصليًا ومسلماً:** زید کا باپ زید کی زوجہ کی ماں یعنی باپ اپنے بیٹے کی خوشدامن سے نکاح کرسکتا ہے، یہ رشتہ حرام نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۹۴/۱، کتاب النکاح) (فتاوی حقانیہ: ۳۵۴/۴)

لما فی الهندية (۲۷۳/۱): القسم الأول المحرمات بالنسب وهن الأمهات والبنات والأخوات والعمات والخالات... القسم الثانی المحرمات بالصهرية وهی أربع فرق الأولی أمهات الزوجات وجداتهن من قبل الأب والأم وإن علون والثانية بنات الزوجة وبنات أولادها... والثالثة حليلة الابن وابن الابن...والرابعة نساء الآباء والأجداد من جهة الأب أو الأؤم وإن علوا. (نجم الفتاویٰ:۲۰۴/۴)

اپنے بیٹے کی بیوی کی بہن سے نکاح جائز:

سوال: زید کی دولڑکیاں ہیں۔بکر نکاح کرنا چاہتا ہے ایک کو اور ایک اپنے فرزند سے،کیا باپ بیٹے دونوں زید کے دولڑکیوں سے نکاح کرسکتے ہیں،یانہیں؟مطلع کریں۔

الجواب

یہ صورت نکاح جائز ہے،اس میں کچھ حرج نہیں کہ باپ اپنے بیٹے کی بیوی کی بہن سے نکاح کرلے۔

فإن أخت حليلة الإبن ليست من المحرمات فی شیء. والله تعالیٰ أعلم

۲۰/شعبان ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام:۲۴۰/۳)

بیٹے کی بیوی کی بہن سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والد نے یکے بعد دیگرے چار بیویاں کیں،زید کے والد کی پہلی بیوی کی ایک بہن تھی،جس کا نکاح دوسری جگہ ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکا بکر موجود ہے اور بکر کی دولڑکیاں ہیں،بکر کی بڑی لڑکی کی شادی ہوئی؛لیکن بعد میں طلاق ہوگئی،اب وہ عدت پوری کرچکی ہے،اب بکر کی چھوٹی لڑکی کا نکاح زید کے بڑے لڑکے اظہر سے ہوچکا ہے۔اب زید خود بکر کی بڑی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا شرعاً یہ جائز ہے کہ دو بہن ایک گھر میں ایک باپ کے پاس اور ایک بیٹے کے پاس ہو؟بینوا توجروا۔

(المستفتی:عادل محمود قریشی،ریاض سعودی عرب،۲۱/رمضان ۱۴۰۵ھ)

الجواب

جب زید کے لیے اپنے والد کی بیوی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے،جیسا کہ شرعی حکم یہی ہے،(۱) تو اس کی بیٹیاں کس طرح محرمات ہوں گی،بہرحال یہ زید اس مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے۔

قال الله تبارک وتعالیٰ:﴿وأحل لکم ما ورآء ذلکم﴾(۲) وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۸۸/۴)

(۱) قال العلامة الحصکفی: وأما بنت زوجة أبيه أوإبنه فحلال.(الدرالمختارعلیٰ هامش ردالمحتار: ۳۰۳/۲، فصل فی المحرمات)

(۲) سورة النساء:۲٤

لڑکے کی شادی، باپ کی بیوی کی لڑکی سے درست ہے:

سوال: زید وبکر حقیقی بھائی ہیں، زید نے ایک دختر و بیوی چھوڑی، بکر نے بھاوج بیوہ سے نکاح کرلیا، اولادِ نرینہ پیدا نہ ہونے سے بکر نے دوسری شادی کی، اس سے اولاد نرینہ ہوئی تو اس صورت میں بکر کے پسر کا نکاح جو کہ دوسری زوجہ سے ہے، اس کی یعنی بکر کی ربیبہ؛ یعنی زید کی دختر کی دختر سے صحیح ہے، یا نہ؟ ایک شخص ناجائز کہتا ہے اور دوسرا جائز، کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب

اس میں دوسرا قول صحیح ہے، بکر کے پسر کا نکاح اس کی ربیبہ کی دختر سے صحیح ہے۔

قوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۳۷۴)

باپ کے چچازاد بھائی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ہندہ کو شرعاً اپنے باپ کے چچازاد بھائی سے پردہ کرنا واجب ہے، یا نہیں اور ہندہ کا نکاح اس سے درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہندہ کو بکر سے اس صورت میں پردہ کرنا لازم ہے اور ہندہ کا نکاح بکر سے موافق شجرۂ نسب کے درست ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۸۲)

باپ کی چچازاد بہن سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نعیم احمد اپنے حقیقی دادا محمد اسماعیل کے باپ شریک چھوٹے بھائی محمد خلیل کی حقیقی لڑکی آمنہ خاتون سے نکاح کرنا چاہتا ہے، جو قرابت میں نعیم کی پھوپھی ہوتی ہے تو کیا اس سے نکاح نعیم کے لیے جائز ہے؟ اور کیا یہ ہدایہ میں مذکور ''ولا بعمته، إلخ'' کے تحت داخل ہے، یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں۔ (المستفتی: محمد عتیق سیتاپوری)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــ وبالله التوفیق

باپ کی چچازاد بہن سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، لہٰذا مسئولہ صورت میں نعیم احمد اپنا نکاح اپنے دادا محمد اسماعیل کے بھائی محمد خلیل کی حقیقی لڑکی آمنہ خاتون سے کرسکتا ہے؛ کیوں کہ یہ باپ کی حقیقی بہن نہیں ہے۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۲۴، ظفیر

(۲) اس لیے کہ کوئی وجہ حرمت نہیں ہے اور یہ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۲۴) میں داخل ہے۔ (ظفیر)

اس لیے کہ ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں ہے:

فروع أجداده وجداته؛ لبطن واحد، فلهذا تحرم العمات، والخالات، وتحل بنات العمات، والأعمام، والخالات، والأخوال. (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، دارالفكر بيروت: ۲۰۸/۳، كوئٹه: ۱۱۷/۳، زكريا: ۱۹۹/۳، شامي، كراچي: ۲۸/۳، زكريا: ۹۹/٤)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دادا کے فروع کی حرمت صرف ایک بطن (یعنی دادا کی لڑکی یعنی حقیقی پھوپھی) تک محدود ہے اس کے آگے حرمت نہیں اور باپ کی چچازاد بہن بطن ثانی سے ہیں بطن اول (یعنی دادا کی لڑکی) سے نہیں ہیں؛ لہٰذا یہ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤) کی وجہ سے حلال ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۷۰۲۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۵/۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۶۱/۱۳-۱۶۲)

باپ کی چچازاد بہن سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے باپ کی چچازاد سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا شرعاً نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اس شخص کے لیے اپنے والد کی چچازاد بہن سے نکاح کرنا جائز ہے، ان کے درمیان محرمیت کا کوئی رشتہ نہیں۔

لما في الدر المختار (۳۰/۳): وأما عمة عمة أمه وخالة خالة أبيه حلال كبنت عمه وعمته وخاله وخالته لقوله تعالى﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾.

وفي الرد تحته: قوله (وأما عمة عمة أمه، الخ) قال في النهر: وأما عمة العمة وخالة الخالة فإن كانت العمة القربى لأمه لا تحرم... وأخت زوج الأم لا تحرم فأخت زوج الجدة بالأولى. (نجم الفتاویٰ: ۱۹۶/۴)

باپ کی بیوی کی بیٹی سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک عورت جوان شوہر والی تھی، اس کے شوہر نے اسے طلاق بھی نہیں دی؛ لیکن وہ اس کے پاس نہیں رہتی تھی؛ بلکہ ایک دوسرے شخص کے پاس رہتی تھی، اور کہتی تھی کہ اس کا شوہر مریض ہے، اس نے بہت طلاق لینی چاہی؛ مگر اس نے طلاق نہیں دی، وہ دوسرے کے پاس رہتی رہی، اب پہلا شوہر فوت ہوگیا اور اس کی وفات کے پانچ مہینہ کے بعد اُس نے دوسرے آدمی (جس کے پاس رہتی تھی) سے نکاح کرلیا، یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ اور صورتِ حال یہ ہے کہ اس عورت کی لڑکی شوہر ثانی کے لڑکے کے نکاح میں پہلے سے ہے۔ جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شوہر اول سے طلاق کے بغیر دوسرے شخص کے ساتھ رہنا سخت گناہ کا کام ہوا، جس پر سچے دل سے توبہ اور استغفار لازم ہے؛ لیکن شوہر اول کی وفات کے ۵؍مہینہ گزرنے کے بعد چوں کہ عدتِ وفات پوری ہوگئی ہے، لہٰذا اُس کا نکاح شوہر ثانی سے شرعاً درست ہوگیا، اور باپ کی بیوی کی بیٹی لڑکے پر حرام نہیں ہے، (لہٰذا یہ اَمر مانعِ نکاح نہ ہوگا)۔

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. وفي الشامي: قال الخير الرملي: ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها. (شامی: ۳۱/۳، کراچی)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، ويتزوج ابنه ابنتها أو أمّها، كذا في محيط السرخسي. (الفتاویٰ الهندية: ۲۷۷/۱، زکریا)

قالوا: ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه لامانع، وقد تزوج محمدبن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۷۳/۳، زکریا)

الحاصل أن كل من ارتكب معصية ليس فيها حد مقدر، وثبت عليه عند الحاكم؛ فإنه يجب التعزير من نظر محرم ومس محرم، والأصل في وجوب التعزير أن كل من ارتكب منكراً أو آذى مسلمًا بغير حق بقوله أو بفعله يجب عليه التعزير. (البحر الرائق، باب حد القذف، فصل فی التعزير: ۷۱/۵، زکریا، كذا في الفتاویٰ الهندية: ۱٦۸/۲)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۳٥٤/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۸/۱۴۱۲ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۱۵۸-۱۵۹)

اپنے باپ کے تائے، یا چچا کی لڑکی سے نکاح اور شیعہ عورت سے نکاح کا حکم:

سوال: اپنے باپ کی تائی، یا چچی کی لڑکی سے نکاح درست ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ رشتہ میں اس کی پھوپھی ہوئی ہے۔ دیگر زید کے ایک لڑکی ہے، زید اگر اپنے تائے، یا چچا حقیقی کے بیٹے سے نکاح کر دے۔ درست ہے، یا نہیں؛ کیوں کہ رشتہ میں وہ لڑکا، لڑکی کا چچا ہوتا ہے؟

دیگر عورت [اہل] سنت والجماعت کا(۱) شیعہ سے نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور اولاد اس کی کیسی ہے؟ اور وہ عورت اپنے شیعہ خاوند کے مال سے، حج زکوٰۃ ادا کرے، جو کہ اس کے خاوند نے اس کو دیا ہے، اس کا ثواب ہوتا ہے، یا نہیں؟ وہ عورت خاوند شیعہ کے مال سے کسی عالم وغیرہ کی دعوت کرے، درست ہے، یا نہیں؟

---

(۱) اصل نسخہ میں بجائے کا کے لفظ کو ہے، جو صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ [نور]

الجواب ______________________

باپ کے تائے، یا چچا کی دختر [لڑکی] سے نکاح درست ہے، زید کی لڑکی کا نکاح زید کے تائے چچا کے لڑکے سے درست ہے۔ دیگر (اہل) سنت و جماعت زن کو شیعہ مرد سے نکاح حرام ہے، جو ہو گیا تو اولاد حلال ہوگی۔

شیعہ خاوند کے مال سے حج کرنا اور کسی کو دینا بھی حلال ہے؛ کیوں کہ بعضے علماء شیعہ کو کافر نہیں کہتے اور نکاح اس واسطے ہو جاتا ہے، اگر چہ برا ہے۔

(فیوض رشیدیہ ص:۲۳-۲۴) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۴)

باپ کا کسی عورت سے اور بیٹے کا اس عورت کی بیٹی سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اشرف کا ایک حقیقی بیٹا اکرم ہے، جب کہ ایک بیوہ عورت شمیم اور اس کی حقیقی بیٹی نسیمہ ہے۔ کیا بیک وقت اشرف بیوہ شمیم سے اور اکرم بیوہ کی بیٹی نسیمہ سے نکاح کر سکتے ہیں؟ شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب ______________ بعون الملك الوهاب

چوں کہ نکاح کے حرام ہونے کی شرعاً کوئی وجہ نہیں، اس لیے بیک وقت اشرف کا بیوہ شمیم سے اور اشرف کے بیٹے اکرم کا شمیم کی بیٹی نسیمہ سے نکاح جائز ہے۔

لمافي القرآن الكريم(النساء: ٢٤): ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾

وأيضاً في مقام آخر: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

وفي الهندية (٢٧٧/١): لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي.

وفي الدرالمختار (٣١/٣): وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. وفي الرد تحته: (وأما بنت زوجة ابيه، إلخ) ولا تحرم بنت زوج الأم ... ولا أم زوجة الأب ولا بنتها. (نجم الفتاویٰ: ۱۵۵/۴)

باپ کے ماموں کی لڑکی سے نکاح جائز ہے:

سوال: اگر زید اپنے پدر کے ماموں کی دختر سے نکاح کرے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________________

باپ کے حقیقی ماموں کی دختر سے نکاح جائز ہے۔

قال الله تعالىٰ بعد بيان المحرمات: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (الآية) (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۵/۷)

---

(۱) سورة النساء: ٢٤، ظفير

سوتیلے والد کی سابقہ بیوی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، جس وقت طلاق دی تھی، اس وقت اس عورت کی لڑکی پیدا ہوئی، جو بعد میں اپنی ماں کے ساتھ رہتی تھی اور اس شخص نے ایک اور عورت سے نکاح کیا اور جس عورت سے نکاح کیا تھا، اس کا ایک لڑکا سابق شوہر سے تھا، اب وہ لڑکی اور یہ لڑکا دونوں جوان ہوگئے ہیں، کیا ان کا آپس میں نکاح درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں دونوں کا نکاح نکاح ہوسکتا ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۸۸/۲۹/۲ھ، الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۴۴/۲-۲۴۵)

دو بھائیوں میں سے ایک نے سوتیلی ماں سے زنا کیا تو ان دونوں بھائیوں کی اولاد میں شادی جائز ہے:

سوال: نجیم خاں کے مسماۃ بیوی جان کے بطن سے چار پسر ہوئے اور حیات نور کے بطن سے دو پسر ہوئے، بعد وفات نجیم خاں ان کا بیٹا پائندہ خاں بطنی بیوی جان کچھ عرصہ تک اپنی سوتیلی ماں حیات نور کے ساتھ حرام کاری کرتا رہا اور دو تین نطفہ حرام پیدا ہوئے، اب پائندہ خاں وقاسم خاں جو حیات نور کے بطن سے ہے، اپنے لڑکے لڑکی کو آپس میں منسوب کررہے ہیں، پائندہ خاں کا لڑکا محمد عالم اور لڑکی خانم نور ہے اور قاسم خاں کا لڑکا میر محمد اور لڑکی ریشم جان ہے، محمد عالم کا نکاح ریشم جان سے اور میر محمد کا نکاح خانم نور سے کرنا چاہتے ہیں۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس صورت میں نکاح محمد عالم کا مسماۃ ریشم جان سے اور نکاح میر محمد کا مسماۃ خانم نور سے شرعاً صحیح ہے اور جائز ہے اور زنا کرنا اگرچہ گناہ کبیرہ ہے اور فسق وفجور ہے اور زانی وزانیہ وقتیکہ توبہ نہ کریں، قابل متارکت ہیں؛ لیکن زانی وزانیہ کی اولاد میں باہم نکاح جائز ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۷۹/۷-۲۸۰)

تایازاد بہن کے ساتھ نکاح کا حکم:

سوال: کیا تایازاد بہن کے ساتھ مذہب اسلام میں نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

تایازاد بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے، بشرطیکہ کوئی اور سبب حرمت رضاعت، یا مصاہرت کا نہ پایا جاتا ہو۔ واللہ سبحانہ اعلم
۱۳۹۶/۱۲/۹ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲۴۹/۲-۲۵۰)

---

(۱) وفی الدر المختار، کتاب النكاح فصل فی المحرمات: ۳۱/۳ (طبع إيچ إيم سعيد): أما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال.
(۲) ويحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنی بها وفروعها. (البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۰۸/۳، ظفير)

چچازاد ہمشیرہ کے شوہر سے اپنی لڑکی کا نکاح درست ہے، جب کہ ہمشیرہ فوت ہوچکی ہو:

سوال: ہندہ کی چچازاد ہمشیرہ زبیدہ نے وفات پائی، اب ہندہ اپنی لڑکی کا نکاح زبیدہ مرحومہ کے خاوند سے کرسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

کرسکتی ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۷۲)

چچا کے لڑکے کی شادی بھتیجے کی لڑکی سے درست ہے:

سوال: دو بہنیں ہیں، ایک چچا کے نکاح میں ہے اور دوسری بھتیجے کے نکاح میں، ایک بہن کے لڑکی پیدا ہوئی اور دوسری کے لڑکا، ان دونوں میں نکاح ہوسکتا ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ہوسکتا ہے۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (الآیة) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۳۴)

اپنے چچا کی پوتی سے نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: چچا کی پوتی سے نکاح کرنا درست ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نکاح چچا کی پوتی سے درست ہے، آیت ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (۳) میں داخل ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۹۴) ☆

---

(۱) کوئی وجہ حرمت نہیں، ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾. (سورۃ النساء: ۲۴) میں داخل ہے۔ (ظفیر)

(۳،۲) سورۃ النساء: ۲۴، ظفیر

☆ **چچا کی پوتی سے نکاح جائز ہے:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید اپنے سگے چچا کی پوتی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا زید اُس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے؟ واضح رہے کہ خود یہ لڑکی زید کو چچاجان کہہ کر پکارتی ہے۔

الجواب ــــــــ بعون الملك الوهاب

زید کا اپنے سگے چچا کی پوتی سے نکاح کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ کسی کو چچا ماموں وغیرہ کے ناموں سے پکارنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

لما فی القرآن المجید (النساء: ۲۳): ﴿وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾ وفیه أیضاً: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۲۴)

وفی الدر المختار (۳/۳۰): وأما عمة عمة أمه وخالة خالة أبيه حلال كبنت عمه وعمته وخاله وخالته لقوله تعالى ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾. (نجم الفتاویٰ: ۴/۱۹۲-۱۹۳)

چچیرے نواسے کا چچیری نانی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ چچیرے نواسہ کا رشتہ نکاح چچیری نانی سے ہوسکتا ہے، یانہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

چچیرے نواسہ کا نکاح چچیری نانی سے جائز ہے، اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُم﴾ (النساء: ٢٤)

أی أبیح لکم من النساء سوی ما حرم علیکم. (التفسیر المنیر: ٦/٥، دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۷/۱۴۱۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۱۵۷-۱۵۸)

اپنے چچا کے نواسہ کی لڑکی سے نکاح درست ہے، یانہیں:

سوال: یعقوب جی اور مشائخ دونوں حقیقی بھائی ہیں، یعقوب جی کا لڑکا اسحٰق ہے اور مشائخ کی دختر امینہ بی ہے اور امینہ بی کا لڑکا داؤد ہے، اس کی دختر حبیب بی ہے تو اسحٰق ولد یعقوب جی کا نکاح حبیب بی دختر داؤد سے درست ہے، یانہیں؟ حبیب بی اسحٰق کی بھتیجی ہوتی ہے۔

الجوابـــــــــــــــــــ

مسماۃ حبیب بی یعقوب جی کے بھائی کے نواسہ کی دختر ہوتی ہے، یا یہ کہا جاوے کہ حبیب بی یعقوب جی کی بھتیجی کی پوتی ہے اور محرمات میں سے نہیں ہے، لہٰذا نکاح یعقوب جی کے لڑکے اسحٰق کا حبیب بی کے ساتھ درست ہے اور اسحٰق کی حبیب بی حقیقی بھتیجی نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۵۴-۲۵۵)

باپ کی بیوی کی بہن سے نکاح درست ہے:

سوال: ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی، عورت مذکور سے ایک لڑکا پیدا ہوا، پھر شخص مذکور نے دوسری شادی کی، دوسری زوجہ کی بہن سے لڑکے مذکور کا نکاح جائز ہے، یانہ؟ اور وہ لڑکے مذکور سے بدکاری سے حاملہ بھی ہے؟

الجوابـــــــــــــــــــ

اس لڑکے کا نکاح اس کے باپ کی دوسری زوجہ کی بہن سے جائز ہے؛ کیوں کہ وہ محرمات میں سے نہیں ہے؛ بلکہ ﴿وَأُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ﴾ (۲) میں داخل ہے اور جب کہ وہ عورت اسی لڑکے سے حاملہ عن الزنا ہے تو اس لڑکے کا اس حاملہ سے بحالت حمل نکاح اور جماع درست ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۴۶)

(۱،۲) ﴿وَأُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۃ النساء: ٢٤، ظفیر)

(۳) (و) صح نکاح (حبلیٰ من زنا لا) حبلیٰ (من غیرہ)... لو نکحہا الزانی حل لہ وطؤہا اتفاقا. (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ٢/٤٠١، ظفیر)

باپ کی سوتیلی بیٹی سے نکاح جائز ہے:

سوال: باپ کی دوسری بیوی کی بیٹی سے جب کہ وہ بیٹی اس بیوی کے پہلے خاوند سے ہو نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

باپ کی دوسری بیوی کی بیٹی جو کہ اس کے پہلے خاوند سے ہو، اس سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔

قال العلامة الحصكفي: (وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال) قال ابن عابدين: وكذا بنت ابنهما إلخ. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۲/ ۳۰۲، ۳۰۳، كتاب النكاح، فصل في المحرمات)

قال العلامة صدر الشهيد رحمه الله: وتحل أخت أخيه رضاعًا كما تحل نسبا كاخ من الأب له أخت من أمة تحل لأخيه من أبيه. (شرح الوقاية: ۲/ ۶۸، ۶۹، كتاب النكاح) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/ ۳۵۳)

دادا کے چچا کی نواسی سے نکاح درست ہے اور خلیری [خالہ زاد] بہن سے بھی:

سوال: عبدالرازق کے دادا کے چچا کی نواسی مسماۃ رحیم النساء سے عبدالرازق کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اور عبد الرازق و رحیم النساء میں خلیری بھائی بہن کا رشتہ بھی بتلاتے ہیں، آیا ان دونوں صورتوں میں نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح عبدالرازق کا مسماۃ رحیم النساء کے ساتھ جائز اور صحیح ہے، دونوں رشتوں سے نکاح درست ہے؛ کیوں کہ رحیم النساء عبدالرازق کے محرمات میں سے کسی رشتہ سے نہیں ہے، لہٰذا ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۱) میں داخل ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/ ۱۹۷)

اسمٰعیل کی شادی اپنی دادا کے بھائی کی لڑکی سے درست ہے، یا نہیں، جو اس کے چچا کی بیوہ ہے:

سوال: سردار خاں کے تین بیٹے وزیر خاں، منور خان، دلاور خان، وزیر خان کا ایک لڑکا واحد خاں، منور خاں کی ایک لڑکی ظہوراً اور ایک لڑکا عظیم اللہ خاں دلاور خاں کی ایک لڑکی صغریٰ، واحد خاں کی شادی ظہوراً کے ساتھ ہوئی، ان سے ایک لڑکا اسمٰعیل خاں پیدا ہوا، عظیم اللہ کی شادی صغریٰ کے ساتھ ہوئی، عظیم اللہ خاں فوت ہو گیا۔ اسمٰعیل خاں کی شادی صغریٰ کے ساتھ ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں اسمٰعیل خاں کا نکاح صغریٰ سے شرعاً صحیح ہے، عدت گزرنے کے بعد نکاح صغریٰ کا اسمٰعیل خاں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ (هكذا في كتب الفقه) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/ ۲۲۸)

---

(۱) سورة النساء: ۲٤، ظفير

(۲) فيحرم على الإنسان فروعه، إلخ، وأصوله وهم أمهاته وأمهات أمهاته وآبائه وإن علون و فروع أبويه ==

بھانجہ کی بیوہ سے جو سالی بھی ہے، بیوی کے مرنے کے بعد شادی درست ہے:

سوال: زید عمر کا حقیقی بھانجہ تھا اور دونوں کی زوجہ آپس میں حقیقی بہنیں تھی، عمر کی زوجہ کا انتقال ہوگیا اور تھوڑے عرصہ بعد زید کا بھی انتقال ہوگیا، کیا ایسی صورت میں زید کی بیوہ سے عمر کا نکاح بعد عدت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

عمر کا نکاح اس صورت میں زید کی بیوہ سے جو کہ عمر کی سالی بھی ہے اور بھانجہ متوفی کی زوجہ بھی تھی صحیح ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۷۲/۷)

بھانجہ اور بھتیجہ کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: بنت بھانجہ وبھتیجہ جو کہ ماموں اور چچا کی محرمات شرعیہ سے نہیں، مثلاً بھانجہ اور بھتیجہ نے ماموں اور چچا کی غیر محرمات میں نکاح کیا ہے تو اس بھانجہ وبھتیجے کی بنت جو غیر محارم سے متولد ہے، ماموں اور چچا کو نکاح میں لانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

چچا زاد بھائی کی دختر، یا دختر [کی] دختر سے نکاح درست ہے، اسی طرح ماموں زاد بھائی کی دختر اور دختر [کی] دختر سے بھی نکاح درست ہے۔ غرض یہ ہے کہ حقیقی بھائی وبہن کی اولاد سے نکاح جائز نہیں ہے، **وإن سفلوا** اور **أبناء العم وأبناء الأخوال** کی اولاد سے، یا اولاد [کی] اولاد سے نکاح درست ہے۔

لقوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (الآية) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۷/۷-۲۰۸)

نانا کی خالہ زاد بہن کے لڑکے، یا چچیرے بھائی کے پوتے کی لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) ایک لڑکی مسماۃ زینب کا نکاح اس کے نانا کی خالہ زاد بہن کے لڑکے سے درست ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(۲) ایک شخص مسمیٰ چندا کے پوتے کا نکاح ان کے چچیرے بھائی نظام الدین کے پوتے کی لڑکی سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد حنیف، سید نگلی حسن پور، مراد آباد)

== وإن نزلن فتحرم بنات الأخوة والأخواته وبنات أولاد الأخوة والأخوات وإن نزلن وفروع أجداده وجداته لبطن واحد فلهٰذا تحرم العمات والخالات وتحل بنات العمات والأعمام والخالات والأخوال. (فتح القدير، فصل في المحرمات: ۱۱۷/۳، ظفير)

(۱،۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲۴، ظفير)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

(۱)　جی ہاں بلاشبہ نکاح صحیح ہوسکتا ہے، یہ محرمات کے دائرہ میں شامل نہیں ہے۔

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾(النساء: ٢٤)

(۲)　یہ نکاح بھی بلاتردد جائز اور درست ہے۔

فروع أجداده وجداته؛ لبطن واحد،الخ. (فتح القدير، كتاب النكاح،فصل في المحرمات، دارالفكر بيروت: ٢٠٨/٣، كوئٹه: ١١٧/٣،زكريا: ١٩٩/٣، شامي، كراچي: ٢٨/٣، زكريا: ٩٩/٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۶ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۹/ ۳۲۷۳) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۵۸/۱۳-۱۵۹)

نانی کی بہن کی بیٹی سے شادی کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا نام یاسر شیخ ہے۔ میں ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ پر مسئلہ یہ ہے کہ وہ لڑکی میری رشتہ میں دور کی خالہ لگتی ہے؛ یعنی وہ میری نانی کی سب سے چھوٹی بہن کی بیٹی ہے۔ آیا وہ میرے لیے جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب ـــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نانی کی بہن کی بیٹی یہ محرمات میں داخل نہیں ہے، البتہ نانی کی بہن محرمات میں داخل ہے، لہٰذا نانی کی بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

لما في القرآن الكريم (الأحزاب: ٥٠): يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ اللَّاتِيْ آتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾

وفي ردالمحتار (٢٨/٣): وفروع أجداده وجداته ببطن واحد فلهذا تحرم العمات والخالات وتحل بنات العمات والاعمام والخالات والأخوال، فتح. (نجم الفتاویٰ: ۱۹۳/۴)

نانی کی دوسرے شوہر سے ہونے والی لڑکی سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے نانا کی دوسری بیوی (یعنی کہ میری سوتیلی نانی) نے دوسری جگہ شادی کرلی، میرے نانا کے انتقال کے بعد اب ان کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے اور کافی بڑی ہوگئی ہے اور اس کا ہمارے گھر بھی آنا جانا رہتا ہے اور مذاق وغیرہ بھی چلتا ہے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا میرا اس لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے، حالاں کہ یہ میری سوتیلی خالہ ہے؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

آپ کی سوتیلی نانی کی لڑکی نہ تو آپ کے نانا کی اولاد ہے اور نہ آپ کا اس سے کوئی خونی رشتہ ہے؛ اس لیے یہ لڑکی آپ کیلئے نامحرم ہے آپ کا اس سے نکاح کرنا جائز ہے چونکہ یہ آپ کیلئے نا محرم ہے اس لئے آپ کا نکاح سے پہلے اس سے ملنا اور مذاق وغیرہ کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

لما في القرآن الكريم(النساء: ٢٤): ﴿وَاُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾

وفي الهندية (٢٧٧/١): لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي، آه. (نجم الفتاویٰ: ۱۹۳/۴)

سوتیلے دادا اور سوتیلی نانی کی بہن سے نکاح کے جواز پر مفصل تحقیقی فتویٰ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ درمختار میں ہے کہ ماں کی پھوپھی اور باپ کی خالہ کی خالہ حلال ہیں۔

"وأما عمة عمة أمه وخالة خالة أبيه حلال". (الدر المختار: ۳۰/۳)

مفتی صاحب کیا یہ درست ہے؟ کیوں کہ ماں کی پھوپھی تو نانا کی بہن ہے اور اس کی پھوپی پرنانا کی بہن ہوگی تو کیا پرنانا کی بہن حلال ہوگی؟ اسی طرح دوسرا جملہ ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

درمختار کی عبارت میں کچھ اغلاق اور تسامح ہے، جسے ردالمحتار میں واضح کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ لفظ "اُمہ" نہیں، بلکہ "لأم" ہے؛ یعنی اصل یوں ہونا چاہیے تھا "**واما عمة العمة لأم وخالة الخالة لأب فحلال**" اور اس لام کا تعلق قریبی پھوپھی سے ہے، ترجمہ یوں ہوگا: ماں شریک پھوپھی کی پھوپھی حلال ہے۔

یعنی ایک شخص کی دادی نے دوشادیاں کی ہوں، ایک سے اس کا باپ ہو اور دوسرے سے پھوپھی تو یہ پھوپی اس کی ماں شریک پھوپی ہے۔ اب اس پھوپھی کی جو پھوپھی ہے، وہ ظاہر ہے کہ اس کے سوتیلے دادا کی بہن ہے۔ گویا سگے دادا کی بہن سے تو نکاح ناجائز ہے، لیکن سوتیلے دادا کی بہن سے نکاح جائز ہے، لہذا "**عمة العمة لأم**" کا پرنانا کی بہن سے تعلق ہی نہیں؛ بلکہ اس سے مراد سوتیلے دادا کی بہن سے نکاح کی حلت ہے۔

اسی طرح "**خالة الخالة لأب**" کا مسئلہ ہے؛ یعنی ایک شخص کے نانا نے دوشادیاں کی ہوں، ایک سے اس کی ماں اور دوسری سے اس کی خالہ ہوں تو یہ دونوں باپ شریک بہنیں ہیں اور وہ عورت اس شخص کی باپ شریک خالہ ہے۔ اب اس عورت (باپ شریک خالہ) کی خالہ اس شخص کے لیے حلال ہے؛ کیوں کہ اس عورت کی خالہ اس کی سگی نانی کی بہن نہیں؛ بلکہ سوتیلی نانی کی بہن ہے اور سوتیلی نانی کی بہن سے نکاح حلال ہے۔

لہذا دو لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ سوتیلے دادا کی بہن اور سوتیلی نانی کی بہن دونوں حلال ہیں۔ اس کی عقلی وجہ بھی واضح ہے، سوتیلے باپ کی بہن حلال ہے تو سوتیلے دادا کی بہن بدرجہ اولی حلال ہوگی۔ اسی طرح سوتیلی ماں کی بہن حلال ہے تو سوتیلی نانی کی بہن تو بدرجہ اولی حلال ہوگی۔ علامہ شامی درمختار کی اس عبارت کے تحت یہ عقلی وجہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

”وأخت زوج الأم لا تحرم فأخت زوج الجدة بالأولٰى“. (رد المحتار: ۳۰/۳)

(سوتیلے باپ کی بہن حرام نہیں تو سوتیلے دادا کی بہن تو بدرجہ اولی حرام نہ ہوگی۔)

یہاں واضح رہے کہ عمۃ العمۃ کے ساتھ لام کی قید احترازی ہے۔ اسی طرح خالۃ الخالۃ کے ساتھ ”لأب“ کی قید بھی احترازی ہے۔ ”لام“ کی قید احترازی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر پھوپھی ماں شریک کے بجائے باپ شریک، یا حقیقی ہو تو اس کی پھوپھی حلال نہ ہوگی؛ کیوں کہ پھوپھی اگر باپ شریک ہو تو اس کا مطلب ہے کہ دادی نہیں؛ بلکہ دادا نے دو شادیاں کی ہیں: ایک سے اس کا باپ اور دوسری سے اس کی پھوپی ہیں، اب اس شخص کے والد اور پھوپی باپ شریک بہن بھائی ہیں، اس پھوپھی کی پھوپھی ظاہر ہے، اس کے سگے دادا کی بہن ہے؛ کیوں کہ یہاں دادا ایک ہے اور سگے دادا کی بہن حرام ہے، لہذا یہ نکاح جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح پھوپھی اگر بالکل حقیقی ہو تو حرمت بالکل ظاہر ہے۔

اسی طرح ”خالۃ الخالۃ لاب“ میں اب کی قید احترازی ہے؛ یعنی باپ شریک خالہ کی خالہ حلال ہے۔ باقی ماں شریک خالہ کی خالہ، یا حقیقی خالہ کی خالہ دونوں حرام ہیں؛ کیوں کہ ماں شریک خالہ، یا حقیقی خالہ کی خالہ اس شخص کی سگی نانی کی بہن بنے گی، وہ ایسے کہ ایک شخص کی نانی نے دو شادیاں کی ہوں، ایک سے ماں اور ایک سے خالہ ہو تو یہ دونوں ماں شریک بہنیں ہیں، اب اس ماں شریک خالہ کی جو خالہ ہوں گی، وہ اس شخص کی سگی نانی (کیوں کہ اس شخص کی خالہ اور والدہ دونوں کی ماں ایک ہے) کی بہن ہوگی، جو کہ حلال نہیں اور اگر حقیقی خالہ ہو تب تو حرمت بالکل واضح ہے، لہذا درمختار کی عبارت میں تسامح ہے اس کی تاویل بھی ممکن ہے؛ لیکن وہ بعید ہے، شامیہ کے حوالے میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

لما في الدر المختار (۳۰/۳): وأما عمة عمة أمه وخالة خالة أبيه حلال.

وفي الطحطاوي على الدر (۱۳/۲): فالأولى للشارح أن يقول: وأما عمة العمة لأم ويكون قوله لأم راجع الى المضاف (قوله: وخالة خالة أبيه) الصواب أن يقول: وخالة الخالة التي لأب، قال في البحر: الخالة القربى إن كانت لأب وأم أو لأم فخالتها تحرم عليه وإن كانت القربى خالة لأب فخالتها لا تحرم عليه لأن أم الخالة القربى تكون امرأة الجد أب الأم لا أم أمه فأختها تكون أخت امرأة أب الأم وأخت امرأة الجد لا تحرم عليه، قلت: وكذا يفصل مثل هذا التفصيل فيما ذكره الشارح في العمة والخالة، فليتامل.

وفي الهندية (۲۷۳/۱): وأما خالة الخالة فإن كانت الخالة القربى خالة لأب وأم أو لأم فخالتها تحرم عليه وإن كانت القربى خالة لأب فخالتها لا تحرم عليه، هكذا في محيط السرخسي.

وفی الشامیة (۳/ ۳۰):قوله (وأما عمة عمة أمه،الخ) قال فی النهر:وأما عمة العمة وخالة الخالة فإن كانت العمة القربى لأمه لا تحرم وإلا حرمت وإن كانت الخالة القربى لأبيه لا تحرم وإلا حرمت لأن أبا العمة حينئذ يكون زوج أم أبيه فعمتهما أخت زوج الجدة ثم الأب وأخت زوج الأم لا تحرم فأخت زوج الجدة بالأولى، وأم الخالة القربى تكون امرأة الجد أبى الأم فأختها أخت امرأة أبى الأم وأخت امرأة الجد لا تحرم ،آه، والمراد من قوله لأمه أن تكون العمة أخت أبيه لأم احترازا عما إذا كانت أخت أبيه لأب أو لأب وأم فإن عمة هذه العمة لا تحل لأنها تكون أخت الجد أبى الأب.

والمراد من قوله وإن كانت الخالة القربى لأبيه أن تكون أخت أمه لأبيها احترازا عما إذا كانت أختها لأمها أو شقيقة فإن خالة هذه الخالة تكون أخت جدته أم أمه فلا تحل وكأن الشارح فهم من قول النهر لأمه وقوله لأبيه إن الضمير فيهما راجع إلى مريد النكاح كما هو المتبادر منه فقال ما قال وليس كذلک لما علمته فكان عليه أن يقول: وأما عمة العمة لأم وخالة الخالة لأب ويمكن تصحيح كلامه بأن تقيد العمة القربى بكونها أخت الجد لأمه والخالة القربى بكونها أخت الجدة لأبيها كما أوضحه المحشى وأما علىٰ إطلاقه فغير صحيح. (نجم الفتاویٰ:۴/ ۲۰۶-۲۰۸)

ہر ایک دوسرے کی لڑکی سے اپنی لڑکے کا نکاح کرے تو یہ درست ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی عمر کے لڑکے سے اور عمر نے اپنی لڑکی زید کے لڑکے سے نکاح کر دیا اور مہر دونوں لڑکیوں کا شرعی طور پر مقرر و معین ہو گیا تو یہ نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ——————————

دونوں نکاح شرعاً صحیح ہو گئے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۷/ ۱۷۲)

اپنی لڑکی کا دوسرے لڑکے سے اور اسی دوسرے کے لڑکے کا اپنی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: بہت سے غریب آدمی ایسا کرتے ہیں کہ اپنی دختر دوسرے کے لڑکے کو دے دیتے ہیں اور اس کی دختر اپنے لڑکے کے لیے لے لیتے ہیں۔ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ——————————

اگر مہر علاحدہ علاحدہ ہر ایک کا مقرر کیا جاوے تو کچھ حرج اس میں نہیں۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۷/ ۲۰۹)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾(سورة النساء: ٢٤،ظفير

(۲) (ووجب مهر المثل فى الشغار)هو أن يزوجه بنته على أن يزوجه الآخر بنته أو أخته مثلا معاوضة بالعقدين وهومنهى عنه لخلوه عن المهرفأوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغار.(الدرالمختار) ==

زید کی لڑکی کی شادی اس کے حقیقی بھائی کے پوتے سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید، عمر، بکر، تینوں قرابت دار ہیں، زید وعمر دونوں کے اباء حقیقی بھائی تھے، زید کی شادی عمر کی ہمشیرہ حقیقی سے ہوئی اور بکر زید کے حقیقی بھائی کا حقیقی لڑکا ہے، بکر کی شادی عمر کی لڑکی سے ہوئی، عمر کی ہمشیرہ کے بطن سے ایک لڑکی ہے؛ یعنی بنت زید اور عمر کی لڑکی کے بطن سے لڑکا ہے؛ یعنی ابن بکر، ابن بکر اور بنت زید کا باہم نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ———————————

ابن بکر اور بنت زید کا صورت مذکورہ میں باہم نکاح درست ہے۔

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۸/۷)

بیٹی کا نکاح رشتے کے پوتے سے کرنا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا چچازاد بھائی ہے، اس کا لڑکا رشتہ کے اعتبار سے میرا بھتیجا ہوا، میں اس کا چچا، اس لڑکے کا بیٹا رشتہ کے اعتبار سے میرا پوتا ہوا، میں اس کا دادا۔ کیا میں اپنی لڑکی کا رشتہ اس لڑکے سے (یعنی جو میرا پوتا بنتا ہے) کرسکتا ہوں؛ کیوں کہ رشتہ کے اعتبار سے میری بیٹی اس لڑکے کی پھوپھی ہوئی۔ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ نیز میری اہلیہ اور میرے بھتیجے کی اہلیہ بھی آپس میں دونوں بہنیں ہیں؛ یعنی جس لڑکے کو میں اپنی بیٹی دینا چاہتا ہوں، اس کی ماں میری اہلیہ کی بہن ہے۔

الجواب ——————— بعون الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں آپ نے جس لڑکے کا ذکر کیا ہے، اس کے آپ حقیقی اور صلبی دادا نہیں ہیں؛ بلکہ وہ آپ کے چچا کے بیٹے کا پوتا ہے، لہٰذا آپ اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کرسکتے ہیں، نکاح کی ممانعت اپنے حقیقی اور صلبی پوتے کے ساتھ خاص ہے۔

لمافي الشامية (۲۸/۳، كتاب النكاح، فصل المحرمات): قوله (قرابة) كفروعه وهم بناته و بنات أولاده وإن سفلن وأصوله وهم أمهاته وأمهات أمهاته و آبائه وإن علون وفروع أبويه وإن نزلن فتحرم بنات الإخوة والأخوات وبنات أولاد الإخوة والأخوات وإن نزلن وفروع أجداده و جداته ببطن واحد فلهٰذا تحرم العمات والخالات وتحل بنات العمات والأعمام والخالات و الأخوال، فتح. (نجم الفتاویٰ: ۱۹۴/۴)

== (قوله: في الشغار، إلخ) أي علٰى أن يكون يضع كل صداقاً عن الآخر وهٰذاالقيد لابد منه في مسمى الشغار حتٰى لو لم يقل ذلك ولامعناه بل قال زوجتك بنتي علٰى أن تزوجني بنتك فقبل، إلخ، لم يكن شغاراً، بل نكاحاً صحيحاً اتفاقاً. (ردالمحتار، باب المهر: ۴۵۷/۲، مطلب نكاح الشغار، ظفير)

(۱) سورة النساء: ۲۴، ظفير

وتحل بنات العمات والأعمام والخالات والأخوال. (فتح القدير: ۱۱۷/۳، ظفير)

رضاعی لڑکی کا نکاح مرضعہ کے بیٹے سے جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس معاملے میں زید واختری یہ دونوں حقیقی بھائی بہن ہیں، زید کی بیوی تپ دق میں مبتلا تھی۔ جس کی ایک شیر خوار بچی جو بھوک سے تڑپتی تھی۔ اسے ایک وقت اختری نے اپنا دودھ پلا کر جس بچی کی تشنگی کو بجھایا تھا، وہی لڑکی جو اس وقت بالغہ ہے اختری اپنے لڑکے کی شادی زید کی اس لڑکی سے کرا سکتی ہے یا نہیں۔ تسکین بخش جواب عنایت فرمائیے بینوا توجروا۔

الجواب

مدت رضاعت میں دودھ پینے اور پلانے سے رشتہ قائم ہو جاتا ہے، ضرورۃً پلایا ہو، یا بلا ضرورت۔ لہٰذا جب اختری نے اپنے بھائی کی شیر خوار بچی کو دودھ پلایا ہے تو وہ اس کی رضاعی بیٹی اور اس کی اولاد کی رضاعی بہن بن گئی، لہٰذا اختری کے لڑکے کے ساتھ اس بچی کا نکاح درست نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"إن الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب". (مشكاة المصابيح: ۲۷۳/۲، باب المحرمات)(۱)

ہدایہ میں ہے:

ولا يتزوج المرضعة أحد من ولد التي أرضعت؛ لأنه أخوها. (الهداية، ص: ۳۳۰، كتاب الرضاع)

یعنی: دودھ پینے والی لڑکی اس عورت کے کسی لڑکے سے جس نے اس کو دودھ پلایا ہے، نکاح نہیں کر سکتی ہے؛ اس لیے کہ وہ لڑکا (رضعیہ) کا بھائی ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

بھائی کی رضاعی بہن اور رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح صحیح ہے:

سوال: ایک لڑکے نے اپنی چچی کا دودھ پیا ہے، اب اس لڑکی کا بھائی اس چچی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟ یہ نکاح حلال ہے، یا حرام؟

الجواب

جب دودھ پینے والے لڑکے کے بھائی نے اس چچی کا دودھ نہیں پیا تو اس کا نکاح اس چچی کی لڑکی سے صحیح ہے۔ بھائی کی رضاعی بہن کے ساتھ نکاح حلال ہے، حرام نہیں۔ اسی طرح رضاعی بھائی کی حقیقی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اسی طرح رضاعی بھائی کی رضاعی بہن کے ساتھ بھی نکاح درست ہے۔

وتحل أخت أخيه رضاعاً كما تحل نسباً، مثل الأخ لأب كانت له أخت من أمه يحل لأخيه من أبيه أن يتزوجها، إلخ. (الفتاوىٰ الهندية: ۳۴۳/۱، كتاب الرضاع) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

---

(۱) سنن الترمذی، باب ماجاء يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، رقم الحديث: ۱۱۴۶، مسند البزار، رقم الحديث: ۵۲۵، مسند أبي يعلى الموصلي، رقم الحديث: ۳۸۱، انیس

اپنے بھائی کی دودھ شریک بہن سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: رفیق کے بھائی نے ایک عورت کا دودھ پیا تھا، وہ تو مرگیا ہے، اب رفیق کی شادی اس دودھ پلانے والی عورت کی لڑکی کے ساتھ ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ جو اس کے بھائی کی دودھ شریک بہن ہوتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں رفیق کی شادی اپنے بھائی کی دودھ شریک بہن سے درست ہے۔

وتحل أخت أخيه رضاعاً. (عالمگیری: ۴۸/۲، کتاب الرضاع) فقط واللہ اعلم بالصواب

۲/ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۸)

بھائی کی بہن سے نکاح:

سوال: زید نے ایک عورت سے نکاح کیا مثلاً ہندہ سے اور اس عورت کے ساتھ پہلے خاوند مثلاً عمر سے ایک لڑکا ہے اور عمر کے انتقال کے بعد زید نے یہ نکاح کیا ہے، اب زید نے دوسری عورت سے نکاح کیا ہے اور پہلی عورت کے نکاح کے بعد اس دوسری عورت سے زید کے نطفہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تو آیا اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ یعنی وہ لڑکا عمر کے نطفہ سے ہے؛ مگر عمر کے انتقال کے بعد اس لڑکے کی والدہ زید کے نکاح میں آ گئی اور زید کی پہلی عورت سے ایک لڑکی ہے تو ان دونوں کا نکاح جائز ہے، یا ناجائز؟

اور اس لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں دوسری جگہ ہوا تھا؛ مگر نابالغی کی حالت میں بیوہ ہوگئی اور اب لڑکی قریب بلوغ ہے تو اس نکاح میں صرف والد کی اجازت کافی ہے، یا لڑکی کی اجازت چاہیے اور لڑکا اور لڑکی کے والدین علاحدہ علاحدہ ہیں اور آیا جب اس جگہ پہلے اس کا نکاح ہوا تھا، اس سے بھی اجازت لینی پڑے گی، یا نہیں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ نکاح جائز ہے، اگر لڑکی بالغہ ہو تو خود اس کی اجازت بھی کافی ہے، بشرطیکہ نکاح برادری میں مہر مثل پر ہو۔ اگر نابالغہ ہے، یا نکاح غیر برادری میں ہو، یا مہر مثل سے کم پر ہو تو لڑکی کے ولی کی اجازت ضروری ہے، (۱) اور صورت موجودہ میں باپ ولی ہے، لڑکی کے پہلے خسر سے اجازت کا کوئی تعلق نہیں۔ (۲)

"وأما بنت زوجة أبيه وابنه، فحلال، آه". (الدر المختار) (۳)

---

(۱) **هو أي الولي شرط صحة نكاح صغير ومجنون ورقيق لا مكلفة، فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله، تصرف في نفسه، وما لا فلا"**. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۴/۳-۵۶، سعيد)

(۲) **"وللولي أن كاح الصغير والولي العصبة بترتيب الإرث ... يعني أو لا هم الابن وابن الابن وإن سفل ... ثم الأب وأب الأب، الخ"**. (تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۵۰۳/۲-۵۰۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) **الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۱/۳، سعيد**

"لابأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج أبنه أبنتها، آه". (الهندية: ۱/ ۲۷۷) (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۲/۶۱ ۱۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۸۵)

ماں کے بیٹے سے نکاح:

سوال: ایک عورت شادی شدہ ہے، اس کا زید سے ناجائز تعلق ہوگیا، بعد میں زید کی شادی ہوگئی اوران دونوں کا ناجائز تعلق ختم ہوگیا۔ اب زید کے بچے ہوئے اوراس عورت کے بھی بچے ہیں ناجائز تعلق سے پہلے اوراس زمانہ کے بعد بھی جس زمانہ میں ناجائز تعلق رہااور بعد کے بھی جب کہ ناجائز تعلق ختم ہوگیا۔

دریافت طلب امر ہے کہ وہ عورت اور زید اپنے بچوں کو آپس میں شادی کر سکتے ہیں، یانہیں؛ یعنی اس عورت کے لڑکے سے جو اسی زمانہ کی پیدائش ہے، جس زمانہ میں ناجائز تعلق تھا، زید اپنی لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے، یانہیں؟ کیا اس زمانہ کے پہلے یا بعد کے بچوں سے شادی کی جاسکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اس عورت کی جتنی بھی اولاد ہے، وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب ہوگی، کسی کا نسب بھی زید سے ثابت نہیں ہوگا، (۲) لہٰذا زید اوراس عورت کی اولاد میں حرمت ثابت نہیں ہوئی، ان کا آپس میں نکاح درست ہوگا، خواہ ناجائز تعلق رہنے کے وقت کی اولاد ہو یا پہلے کی یا بعد کی۔

وهكذا يفهم مما في الفتاویٰ العالمگيرية (۶/۲): "بأس بأن يتزوج الرجل أمرأة ويتزوج إبنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي". (۳)

والبسط في ردالمحتار، فصل في المحرمات (۲/ ۳۸۱) (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۸۷)

ماں کے شوہر کی بیٹی سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر ہمراہ خدیجہ نکاح کیا، چند مدت کے

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۷، رشيديه

(۲) قال أبو بكر الجصاص رحمه الله تعالىٰ: "وقوله: الولد للفراش الخ" قد اقتضى معنيين: أحد هما إثبات النسب لصاحب الفراش، والثاني أن من لا فراش له، فلا نسب له". (أحكام القرآن للجصاص، سورة النور (پ: ۱۸) تحت الآية ﴿والذين يرمون أزواجهم﴾ (الآية) فصل: اتفاقهم أن الولد قد ينفى من الزوج باللعان: ۳/۴۶، سعيد)

(۳) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/ ۲۷۷، رشيديه

(۴) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۱، سعيد

بعد بکر نے مسماۃ خدیجہ کو طلاق دے دی، بعدہ بکر نے ہمراہ فاطمہ نکاح کیا اور خدیجہ نے بعد انقضائے عدت کے ہمراہ عمر نکاح کیا۔ بکر کے بطن فاطمہ سے ایک لڑکی عائشہ پیدا ہوئی اور عمر کا بطن خدیجہ سے ایک لڑکا مسمی ولید پیدا ہوا تو کیا صورت متذکرہ بالا میں بروئے شرع محمدی کے ولید کے نکاح میں مسماۃ عائشہ آسکتی ہے، یا نہ؟ بینوا بالصحۃ والکتاب توجروا عندالوہاب۔

تنقیح:

بکر اور عمر اور خدیجہ اور فاطمہ میں باہم کیا قرابت ہے؟ اگر کوئی قرابت نہیں تو اسی کو ظاہر کیا جائے، سوال ناتمام ہے؛ اس لیے جواب نہیں دیا جاسکتا۔ فقط

۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ

الجواب تنقیح:

بکر اور عمر اور خدیجہ اور فاطمہ میں کوئی اور قرابت نہیں، صرف یہ کہ خدیجہ پہلے بکر کے زوجہ تھی، بعدہ خدیجہ کو بکر نے طلاق دے دی، بعد انقضائے مدت کے خدیجہ نے نکاح ثانی ہمراہ عمر کیا تھا اور بکر نے نکاح ہمراہ فاطمہ کیا، دوسرے خاوند کے گھر مسماۃ خدیجہ کے ولید لڑکا پیدا ہوا اور بکر کے دوسری عورت مسماۃ فاطمہ سے عائشہ لڑکی پیدا ہوئی تو عائشہ اور ولید کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الغرض صرف بکر اور خدیجہ کی قرابت سابقہ بطور زوجیت کے تھی اور کوئی قرابت نہیں۔ والسلام مع الاکرام

الجواب

صورت مسئولہ میں عائشہ کا نکاح ولید کے ساتھ جائز ہے؛ کیوں کہ یہ عائشہ اس ولید کی ماں کے شوہر کی بیٹی ہے اور وہ حرام نہیں۔

قال فی الدرالمختار: وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلا ل،آہ.

وفی ردالمحتار: قال الخيرالرملی: ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها ولا أم زوجة الإبن ولا بنتها ولا زوجة الربيب ولا زوجة الراب،آہ. (۲/۴۵۶)(۱)

۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ (امدادالاحکام: ۳/۲۴۹-۲۵۰)

جواز نکاح زن باپدر نسبی برادر رضاعی خود:

سوال: عبدالقدوس نامی ایک شخص ہیں، ان کی زوجہ کے ایک لڑکا تولد ہوا اور ان ایام میں زوجہ عبدالقدوس کے دودھ نہ اترتا تھا تو زوجہ عبدالقدوس کی خالہ نے آکر کے اپنا دودھ اس لڑکے کو پلایا اور جنہوں نے دودھ پلایا ہے، وہ

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۱، دارالفکر بیروت، انیس

رشتہ میں اس طرح کی خالہ ہیں کہ زوجہ عبدالقدوس کی والدہ کے انتقال کے بعد زوجہ عبدالقدوس کے والد صاحب نے عقد ثانیہ کیا ہے، اسی زوجہ عقد ثانیہ کی یہ عورت جس نے دودھ پلایا ہے، ہمشیرہ تھی اور اسی طرح سے اس عورت کی ایک لڑکی تھی، بعد وفات زوجہ عبدالقدوس کے اپنی لڑکی کا عقد عبدالقدوس سے کردیا۔ آیا یہ عقد جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں یہ لڑکی جو کہ زوجہ عبدالقدوس کی سوتیلی والدہ کی بھانجی ہے، ابن عبدالقدوس کی ہمشیرہ رضاعی ہے، تو اس کا نکاح جو عبدالقدوس سے ہوا تو اپنے رضاعی بھائی کے نسبی باپ سے ہوا تو یہ جائز ہے۔

فی الدرالمختار: ... یجوز تزوجه بأم أخيه وتزوجها بأبی أخيها،الخ. (الدرالمختارمع رد المحتار: ٦٦٩/٢) (امدادالفتاویٰ جدید:۲۳۶/۲)

ایک بھائی سے لڑکی، دوسرے بھائی سے ماں کے نکاح کا حکم:

سوال: ہندہ اور ہندہ کی لڑکی کانپور آئے بغرضِ شادی لڑکی کی شادی، زید کے بڑے بھائی سے ہوگئی، کچھ دنوں بعد لڑکی کی ماں نے زید سے شادی کچھ تعلق ہوجانے پر کرلی، دونوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس لڑکی کی شادی زید کے بھائی سے ہوئی اور لڑکی کی والدہ کی شادی زید سے ہوئی تو دونوں صحیح ہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۸۱)

دو بھائیوں کا کسی ماں بیٹی سے نکاح کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائیوں میں سے بڑے بھائی نے شادی کی ایک لڑکی سے اور چھوٹے بھائی نے شادی کی ہے اس لڑکی کی ماں سے، ان کے ساتھ بچے بھی ہیں، کیا یہ شادی جائز ہے، یا ناجائز؟

---

(۱) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾(سورة النساء:٢٣)وقال الله تعالىٰ:﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾(سورة النساء:٢٤)

"قال الخير:الرملی ... ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها".(رد المحتار، كتاب النكاح، باب المحرمات:٣١/٣،سعيد)

"فلذا أجاز التزويج بأم زوجة الابن وبنتها، وجاز للابن التزويج بأم زوجة الأب وبنتها".(فتح القدير،كتاب النكاح،فصل فی بيان المحرمات:٢١١/٣، مصطفی البابی الحلبی مصر)

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں دونوں بھائیوں کا نکاح درست ہے۔

لما فی القرآن الكريم (النساء:۲۳): ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ﴾

(البقرة: ۱۸٤): ﴿فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُومُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

وفی الشامية (۳۱/۳): (قوله:وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال) وكذا بنت ابنها،بحر، قال الخير الرملي:ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها ولا أم زوجة الإبن ولا بنتها ولا زوجة الربيب ولا زوجة الراب،آه. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۵۷-۱۵۸)

علاتی بھائی کے لیے اخیافی بہن سے نکاح کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، وہ شخص مرگیا اور دونوں بیویوں کی اس شخص سے اولاد بھی ہے، ان میں سے ایک بیوی نے دوسری شادی کی اور اولاد پیدا ہوئی اب اس دوسرے زوج اور زوجہ کی اولاد کا نکاح دوسری بیوی کی اولاد سے جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد نور عدم پتہ، ۹/ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ)

الجواب ــــــــــــــــ

علاتی بھائی کی اخیافی بہن سے نکاح جائز ہے۔

كما فی شرح التنوير: وكذا نسبا بأن يكون لأخيه لأبيه أخت لأم. (هامش ردالمحتار: ۵٦۱/۲)(۱)

هو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۹۰)

برادر علاتی کی بیوی کی لڑکی سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید اور بکر برادر علاتی ہیں، بکر بقضائے الٰہی فوت ہوگیا، اس کی بیوہ ہندہ نے بعد گزرنے عدت کے عمر کے ساتھ نکاح کرلیا، ہندہ کے عمر سے دختر زینب پیدا ہوئی۔ زید اور زینب کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

اس صورت میں زینب دختر ہندہ کا نکاح زید سے درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۲۷۸)

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار: ۴۴۳/۲، باب الرضاع

(۲) اس لیے کہ اس میں کوئی وجہ حرمت نہیں ہے اور یہ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(سورة النساء: ۲٤) میں داخل ہے۔(ظفیر)

حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح صحیح ہے:

سوال: زید جب پیدا ہوا، اس کے ڈیڑھ دو ماہ بعد اس کی والدہ کے دودھ نہ آنے کی وجہ سے زید کی ممانی کو بڑا رحم آیا اور اس نے اس کو چپکے سے (کسی کو مطع کئے بغیر) دودھ پلا دیا تو اب ماموں کی لڑکی سے زید نکاح کر سکتا ہے؟ زید کا دوسرا حقیقی بھائی بکر بھی ہے اس کا نکاح اس کے ماموں کی لڑکی سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جب زید نے اپنی ممانی کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے، تو ممانی کی لڑکی زید کی بہن ہوئی اس کے ساتھ زید کا نکاح نہیں ہوسکتا، ہاں زید کے حقیقی بھائی بکر کا نکاح اس کی ممانی کی لڑکی سے ہوسکتا ہے۔

ویجوز أن یتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع، الخ. (الهدایة: ۳۳۱/۲، کتاب الرضاع)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ــــــــ)

بھائی، یا بہن کسی کا دودھ پئیں تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک لڑکا اپنی پھوپھی کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے، جب کہ لڑکے کا بڑا بھائی اور لڑکی کی بڑی بہن آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں اور لڑکی والے کہہ رہے ہیں کہ یہ شادی جائز نہیں ہے، جب کہ لڑکے والے کہہ رہے ہیں کہ شادی جائز ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکے کا اپنی پھوپھی کی لڑکی سے شادی کرنا جائز ہے، یا ناجائز؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مذکورہ لڑکے کا اپنی پھوپھی کی لڑکی سے شادی کرنا جائز ہے، لڑکے کے بڑے بھائی اور لڑکی کی بڑی بہن کے رضاعی بہن بھائی ہونے سے ان کے رشتہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لمافی القرآن الکریم (النسآء: ۲۴): ﴿وَاُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُم مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾

وفی الهندیة (۳۴۳/۱): وتحل أخت أخیه رضاعا کما تحل نسبا مثل الأخ لأب إذا کانت له أخت من أمه یحل لأخیه من أبیه أن یتزوجها کذا فی الکافی. (نجم الفتاویٰ: ۲۰۸/۴)

بیٹے کی مرضعہ سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص کی بیوی بیمار ہے، لہٰذا بچے کو دودھ پلانے کے لیے اس نے ایک عورت کا اہتمام کیا، اب چند سال بعد وہ شخص اپنی ایک اور بیٹی کا نکاح اس

دودھ پلانے والی عورت کے بیٹے سے کرنا چاہتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ نیز کیا وہ مرد خود اس عورت سے شادی کرسکتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اس شخص کے لیے اپنی بیٹی کا نکاح دودھ پلانے والی عورت کے بیٹے سے کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس لڑکی نے اس عورت کا دودھ نہ پیا ہو۔ نیز اس شخص کے لیے بھی اس دودھ پلانے والی عورت سے نکاح جائز ہے؛ کیوں کہ حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔

لما في قاضي خان (۱۹۱/۱): لابأس للرجل أن يتزوج بمرضعة ولده.

وفي الهندية (۳۴۳/۱): وكذا يجوز له أن يتزوج بأم حفدته وبجدة ولده من الرضاع ولا يحل ذلک من النسب، كذا في التبيين. (نجم الفتاویٰ: ۲۰۸/۴-۲۰۹)

ایک بہن کا لڑکا ہو اور دوسری بہن کی پوتی تو نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: بشیراً و میکن دونوں حقیقی بہنیں ہیں، بشیراً کے دو لڑکے عبدالغفور و عبدالشکور ہیں اور میکن کے تین لڑکے بدلے، سعد اللہ، نصر اللہ اور ایک لڑکی ہے، عبدالغفور کی شادی میکن کی لڑکی سے ہوئی ہے تو عبدالشکور کی شادی میکن کی پوتی؛ یعنی بدلے کی لڑکی کے ساتھ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــ

مسماۃ بشیراً کے پسر عبدالشکور کا نکاح میکن کی پوتی؛ یعنی بدلے کی دختر سے شرعاً درست ہے کہ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (الآية) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۳/۷)

ایک بہن کا لڑکا اور دوسری بہن کی پوتی میں نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: مسماۃ مریم و مسماۃ خدیجہ حقیقی بہنیں ہیں، مریم کی دختر کلثوم، کلثوم کی حقیقی لڑکی مسماۃ مجید النساء ہے اور خدیجہ کا لڑکا اصغر علی ہے تو اصغر علی کا عقد مسماۃ مجیداً سے درست ہے، یا نہ؟

الجواب ـــــــــــــــــ

اصغر علی کا نکاح مسماۃ مجیداً سے اس صورت میں صحیح ہے۔ (هٰكذا في كتب الفقه) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۸/۷)

دو حقیقی بھائیوں کا الگ الگ ماں اور بیٹی سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دو حقیقی بھائیوں نے الگ

---

(۱) سورة النساء: ۲۴، ظفير

(۲) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲۴، ظفير)

الگ طور پر ماں اور بیٹی سے نکاح کرلیا ہے۔کیا ان دونوں کو الگ الگ طور پر دو حقیقی بھائیوں کا نکاح میں جمع کرنا درست ہوگا، یا نہیں؟ (المستفتی: محمد الیاس)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

یہ نکاح شرعاً جائز اور درست ہے، اس میں کوئی وجہ حرمت نہیں۔

قال الله تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُم... وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۳-۲٤)

قال الخير الرملي: ولاتحرم بنت زوج الأم، ولاأمه، ولاأم زوجة الأب، ولابنتها. (شامی، کتاب النكاح، فصل في المحرمات، کراچی: ۳۱/۳، زکریا: ١٠٥/٤)

ولابأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها،أوأمها،كذا في محيط السرخسي. (الهندية، زكريا: ۲۷۷/۱، زكريا جديد: ۳٤۲/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۸/۲۷۹۰) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۵۶-۱۵۷)

دو سگے بہن بھائی اپنے بچوں کا رشتہ آپس میں کرا سکتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ دو سگے بہن بھائی ہیں، وہ اپنے بچوں کا رشتہ آپس میں کروانا چاہتے ہیں، یعنی بہن اپنی لڑکی کا رشتہ اپنے سگے بھائی کے لڑکے کو دینا چاہتی ہے تو آیا شریعت کی نگاہ میں یہ رشتہ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ نیز میں نے سنا ہے کہ اس طرح نکاح سے بچے معذور پیدا ہوتے ہیں۔ براہ کرم جواب عنایت فرما کر مشکور و ماجور ہوں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عورت اپنی لڑکی کا رشتہ اپنے سگے بھائی کے لڑکے کو دے سکتی ہے اور شریعت میں دونوں کا آپس میں نکاح جائز ہے، بشرطیکہ لڑکے اور لڑکی کے درمیان رضاعی رشتہ نہ ہو، باقی یہ کہنا کہ اس طرح کے نکاح سے بچے معذور پیدا ہوتے ہیں، درست نہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، نیز اس طرح کے نکاح قرونِ اولیٰ سے ہوتے آئے ہیں، لہٰذا انہیں کسی بدشگونی کا باعث سمجھنا درست نہیں۔

لما في القرآن الكريم (الأحزاب: ٥٠): ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِيْ آتَيْتَ أُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾

وفي الدر المختار (۳۰/۳، فصل في المحرمات) :وأما عمة عمة أمه وخالة خالة أبيه حلال كبنت عمه وعمته وخاله وخالته لقوله تعالى ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾. (نجم الفتاویٰ: ۱۹۵/۴-۱۹۶)

دوسگی بہنوں کی اولادوں کے آپس میں نکاح کا شرعی حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دو حقیقی بہنوں کی اولادوں کے درمیان نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ مثلاً روشن جہاں کا لڑکا ہے اور خورشیدہ کی نواسی ہے تو ان دونوں کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ کیا صحابہ میں اس طرح نکاح ہوا ہے؟ (المستفتی: نقی انور، کاشی پور، نینی تال)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

دوسگی بہنوں کی اولاد کے درمیان نکاح جائز ہے، ایک کا بیٹا دوسری کی بیٹی کے درمیان، اسی طرح بھائی اور بہن کی اولاد کے درمیان ایک کا بیٹا اور دوسری کی بیٹی کے درمیان، اسی طرح دو حقیقی بھائیوں کی اولاد کے درمیان ایک کا بیٹا، دوسرے کی بیٹی کے درمیان جائز ہے، اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام میں نکاح ہو چکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اپنی حقیقی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ ہوا ہے، حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی ام سلمہ بنت ابی امیہ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا اور امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی ام سلمہ بنت ابی امیہ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا ہے، ان کا نکاح آسمانوں میں ہوا ہے، قرآن کریم میں اس کا ذکر موجود ہے، اسی طرح حقیقی چچازاد بھائی کی بیٹی کے ساتھ نکاح جائز ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی آپس میں حقیقی چچازاد اور تایازاد بھائی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کا نکاح اپنے حقیقی چچازاد بھائی حضرت علی سے کیا، اسی طرح حضرت علی نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم بنت علی کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اپنے حقیقی بھتیجے عوف بن جعفر بن ابی طالب کے ساتھ کیا ہے اور اپنی دوسری بیٹی حضرت زینب بنت علی بن ابی طالب کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر کے ساتھ کیا، اسی طرح حضرت حسن بن حسین بن علی کا نکاح حضرت محمد بن علی کی بیٹی اور حضرت عمر بن حسین بن علی کا نکاح حضرت محمد بن علی کی بیٹی اور حضرت عمر بن علی کی بیٹی کے ساتھ کر دیا، اسی طرح حضرت اروی بنت المقوم بن عبدالمطلب الہاشمیہ کا نکاح ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کے ساتھ کیا، دونوں آپس میں چچازاد بھائی بہن ہیں، چنانچہ صحابہ کرامؓ میں اس طرح کے نکاح بکثرت پیش آئے ہیں اور اس طرح کے نکاح کو ناجائز سمجھنا غیر مسلموں اور ہندوانہ عقیدہ ہے۔

(۱) أم سلمة أم المؤمنين بنت أبی أمية فكانت قبل رسول اللّٰہ صلى الله عليه وسلم تحت أبی سلمة فلما مات أبو سلمة سنة أربع وقيل سنة ثلث تزوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم، فی ليال بقين من شوال. (الإكمال فی أسماء الرجل، ص: ۵۹۹)

(۲) زينب بنت جحش زوج النبی صلى الله عليه وسلم أخت عبد الله بن جحش وهی أسدية من أسد بن خزيمة وأمها أميمة بنت عبد المطلب عمة النبی صلى الله عليه وسلم، عن أنس بن

مالک، قال: كانت زينب بنت جحش تفخر على نساء النبى صلى الله عليه وسلم وتقول: زوجنى الله من السماء وأولم عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم بخبز ولحم.(أسد الغابة:۱۲۵/۶-۱۲۶)

أروى بنت المقوم بن عبد المطلب الهاشميه ابنة عم رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت زوج ابن عمها أبى سفيان بن الحارث بن عبد المطلب الهاشمية سبطة رسول الله صلى الله عليه وسلم أمها فاطمة الزهراء، قال ابن الأثير:أنها ولدت فى حياة النبى صلى الله عليه وسلم، وكانت عاقلة لبيبة جزلة زوجها أبوها ابن أخيه عبد الله بن جعفر.(الإصابة فى تمييز الصحابة، دار المعرفة بيروت:۲۵۲۶/٤،رقم:۱۱۲۵۸)

أم كلثوم بنت على بن أبى طالب الهاشمية ...ذكر أبو بشر الدولابى فى الذرّية الطاهرة من طريق إلى اسحاق عن الحسن بن الحسن بن علیؓ قال: لما أيّمت أم كلثوم بنت على عن عمر...فتزوجها عوف بن جعفر بن أبى طالب.(الإصابة دار المعرفة:۲۷٤٦/٤، رقم:۱۲۲۲۹)

عبد الرزاق عن ابن جريج قال أخبرنى عمر بن دينار أن حسن بن محمدا أخبره أن حسن بن حسين بن على نكح فى ليلة واحدة بنت محمد بن على وابنة عمر بن على بن أبى طالب فجمع ابنتى عم وأن محمد بن على قال: هو أحب إلينا،الخ. (المصنف لعبد الرزاق المجلس العلمى :۲٦٤/٦، رقم:۱۰۷۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ (فتویٰ نمبر:الف ۱۲۰۸۴/۴۱)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۳۶/۶/۱۱ھ۔(فتاوی قاسمیہ:۱۳/۱۸۱-۱۸۳)

بھائی کی اولاد سے اپنی اولاد کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرا نکاح زینب سے ۲۵/سال قبل ہوا تھا،اس کے بطن سے دولڑکے حسن،حسین اورایک لڑکی فاطمہ ہے،دوسال قبل اپنے بھائی کے انتقال کے بعد میں نے بھائی کی بیوی زاہدہ سے عدت کے بعد نکاح کیا،اس مرحوم بھائی کی بیوی زاہدہ کے بطن سے ان کی تین اولاد،ساجدہ،عائشہ اور خالد ہیں۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا میری پہلی بیوی زینب سے جو اولاد ہیں (حسن،حسین اور فاطمہ ان کا نکاح بھائی کی اولاد جو زاہدہ کے بطن سے ہیں،ساجدہ عائشہ اور خالد) سے کرنا شرعاً جائز ہے،یانہیں؟ کیا میرے بھائی کی بیوی زاہدہ سے نکاح کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی زینب کی اولاد اور بھائی کی اولاد میں حرمت آئے گی؟ (المستفتی:اسرار اللہ حسینی،حیدرآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بھائی کی اولادیں جو زاہدہ کے بطن سے پیدا ہوئی ہیں،ان کا نکاح آپ کی ان اولاد کے ساتھ جائز اور درست ہے،جو

اولاد آپ کی بیوی زینب کے بطن سے پیدا ہوئی ہے اور بھائی کے انتقال کے بعد زاہدہ کے ساتھ آپ کے نکاح کر لینے کی وجہ سے ان بچوں کے درمیان حرمت نہیں آئی ہے؛ بلکہ ان کے درمیان جواز نکاح کا سلسلہ بدستور باقی رہے گا، ہاں البتہ زاہدہ کے بطن سے جو اولاد آپ کی پیدا ہوگی، ان میں حرمت کا سلسلہ جاری ہو جائے گا۔

وأما بنت زوجة أبيه، أو ابنه فحلال، وكذا بنت ابنها قال الخير الرملي: و لاتحرم بنت زوج الأم وأمه و لا أم زوجة الأب، ولا بنتها ولا أم زوجة الابن و لابنتها ولازوجة الربيب ولا زوجة الراب. (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچی: ۳۱/۳، زكريا: ۱۰۵/۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۷۶۸/۳۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۸/۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۸۳/۱۳-۱۸۴)

دو علاتی بہنوں کا نکاح دو علاتی بھائیوں سے درست ہے:

سوال: ایک ماں سے دو بہنیں ہیں، باپ جدا ہے اور ایک ماں سے دو بھائی ہیں، باپ جدا ہے اگر بڑے بھائی کے ساتھ بڑی بہن کی شادی جو دوسرے ماں باپ سے ہے، کر دی جائے، اور چھوٹی بہن کی شادی چھوٹے بھائی سے جو دوسری ماں باپ سے ہے، کر دی جائے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

دو بہنوں کا نکاح دو بھائیوں سے اس طرح کر دینا کہ ایک بھائی کا نکاح ایک بہن سے ہو اور دوسرے بھائی کا دوسرے بہن سے ہوا تو یہ درست ہے، مثلاً: زید اور عمر دو بھائی ہیں؛ خواہ عینی، یا علاتی، یا اخیافی اور ہندہ وخالدہ آپس میں بہنیں ہیں اور زید وعمر سے غیر ہیں تو اگر زید کا نکاح ہندہ سے اور عمر کا خالدہ سے ہو تو شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۵۹/۷)

بہن، بھائی کے لڑکے لڑکی کا آپس میں نکاح:

سوال: ایک ماں باپ سے دو بھائی بہن ہیں تو بھائی کا لڑکا اور بہن کی لڑکی ان دونوں کا نکاح ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بھائی کے لڑکے کا نکاح بہن کی لڑکی سے کرنا جائز ہے، نکاح کرنے میں کوئی وجہ حرمت نہیں، (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۳۸۸/۳/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۷/۱۱)

---

(۱) (قال الله تعالى: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورة النساء: ۲۳)

بھائی کی پوتی سے اپنی لڑکی کا نکاح جائز ہے، یانہیں:

سوال: بکر اور خالد برادر حقیقی ہیں، بکر کے پسر کا نکاح خالد کی پوتی سے جائز ہے، یانہیں؟ زید اس نکاح کو جائز کہتا ہے؟

الجواب

اس صورت میں بکر کے پسر کا نکاح خالد کی پوتی سے جائز ہے، پس قولِ زید کا اس بارے میں صحیح ہے اور موافق ہے کے قول اللہ تعالیٰ جو شروع پارہ والمحصنٰت میں ہے:

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (الآیة) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۵/۷)

ایک بھائی کے لڑکے کا دوسرے بھائی کی پوتی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اور خالد ایک باپ اور دوماں سے ہیں، زید کی پوتی اور خالد کے لڑکے میں آیا ان دونوں کا نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟ جو رشتہ میں چچا اور بھتیجی ہوتے ہیں۔

(المستفتی: مامون رشید)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وباللّٰه التوفیق

صورت مذکورہ میں ان دونوں کے درمیان عقد نکاح شرعاً صحیح ہوجائے گا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ یعنی ما سویٰ المحرمات المذکورات فی الآیات السابقة. (التفسیر المظهری، زکریا دیوبند: ٦٦/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۸/ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۴۴/۲۳) (فتاوی قاسمیہ: ۱۸۴/۱۳-۱۸۵)

ایک بھائی کا لڑکا ہے، دوسرے کی نواسی دونوں میں نکاح جائز ہے، یانہیں:

سوال: ایک بھائی کا لڑکا دوسرے بھائی کی نواسی دونوں میں نکاح جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

ان دونوں میں نکاح درست ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۹/۷)

سوتیلے بھائیوں کی اولاد کا باہم نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ گل بہار کے چار بیوی

(۱،۲) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤، ظفیر)

ہیں، پہلی بیوی خیرامن اور آخری بیوی سکینہ ہے اور درمیان کی دو بیوی کے نام معلوم نہیں۔ اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ خیرامن کا بیٹا اکبر اور سکینہ کا بیٹا محی الدین ہے، یہ دونوں آپس میں سوتیلے بھائی ہیں، اب اکبر کے بیٹے بر جہاں ہیں اور بر جہاں کے بیٹے اسلم ہیں اور محی الدین کی بیٹی رخسانہ ہے، ان دونوں یعنی اسلم اور رخسانہ کا آپس میں نکاح کرنا کیسا ہے؟ جبکہ ان دونوں کا رشتہ پھوپھی اور بھتیجہ کا ہے؟

(المستفتی: محمد شمس الدین، کلکتہ)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مذکورہ صورت میں اکبر اور محی الدین آپس میں سوتیلے بھائی ہیں، لہٰذا محی الدین کی بیٹی رخسانہ کا نکاح اکبر کے بیٹے بر جہاں کے ساتھ بھی جائز ہے اور اکبر کے پوتے اسلم کے ساتھ بھی جائز ہے، ان کے درمیان کوئی وجہ حرمت نہیں ہے۔

وأما عمة عمة أمه، وخالة خالة أبيه حلال كبنت عمه وعمته وخاله وخالته، الخ. (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، کراچی: ۳/۳۱، زکریا: ۴/۱۰۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱ر محرم الحرام ۱۴۳۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۸/۹۷۳۴) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۸۵-۱۸۶)

سوتیلی اولادوں کا آپس میں نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اس کے دولڑکے ہیں، اسی طرح ایک عورت زاہدہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اس کی دولڑکیاں ہیں، اب زید کا زاہدہ سے اور دونوں لڑکوں کا دونوں لڑکیوں سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زید کا نکاح زاہدہ سے اور زید کے لڑکوں کا نکاح زاہدہ کی لڑکیوں سے درست ہے؛ کیوں کہ یہاں حرمت کی کوئی وجہ متحقق نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۷/۳۰۳)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴) **أی ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال.** (تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۷۴، لاہور، کذا في التفسیر المظهری: ۲/۲۷۶، زکریا)

ولا أم زوجة الأب ولا بنتها، ولا أم زوجة الابن ولا بنتها. (شامی: ۴/۱۰۵، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۶/۷/۵ھ۔ (کتاب النوازل: ۸/۱۴۹)

چچازاد بہن کی لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ببو اور دلشاد حسین دونوں حقیقی بھائی ہیں، ببو کا ایک لڑکا سعید احمد ہے اور دلشاد کی ایک لڑکی آل جہاں ہے اور آل جہاں کی ایک لڑکی حنا ہے تو

کیا آل جہاں کے چچازاد بھائی سعید کے ساتھ آل جہاں کی لڑکی حنا کا نکاح جائز ہوسکتا ہے، یانہیں؟

(المستفتی: حاجی دولہاخاں، پیرغیب مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سعید احمد اپنی چچازاد بہن آل جہاں کی لڑکی حنا سے نکاح کرسکتا ہے، یہ رشتہ ایسا نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے نکاح حرام ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم:۱۱/۱۶۱، جدید ڈابھیل:۱۱/۲۶۴، فتاویٰ دارالعلوم:۷/۳۲۲)

قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ﴾(النساء:٢٤)

وأما عمة عمة أمه وخالة خالة أبيه حلال كبنت عمه وعمته، وخاله وخالته. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، کراچی:۳/۳۰، زکریا:٤/۱۰۳)

فروع أجداده وجداته لبطن واحد، فلهذا تحرم العمات، والخالات، وتحل بنات العمات، والأعمام، والخالات، والأخوال. (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، دارالفكر بيروت: ۳/۲۰۸، كوئٹه:۳/۱۱۷، زكريا:۳/۱۹۹، شامي، كراچی:۳/۲۸، زكريا:٤/۹۹) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللّٰہ عنہ، ۱۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۸۲۸) (فتاویٰ قاسمیہ:۱۳/۱۷۱)

اپنی علاتی بہن کے شوہر کی لڑکی سے نکاح درست ہے، یانہیں:

سوال: چاندمحمد کا نکاح اپنی علاتی ہمشیرہ مسماۃ سکونت کے شوہر کی دختر زینب سے جو شوہر کی پہلی زوجہ سے ہے، جائز ہے، یانہیں؟ اور مسماۃ سکونت نے اپنے برادرعلاتی چاندمحمد کو دودھ پلایا، جب کہ وہ دوسرے شوہر کے نکاح میں تھی اور اسی سے دودھ تھا؟

الجواب ـــــــــــ

اس صورت میں زینب کا نکاح چاندمیاں سے صحیح ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۲۶۳)

سوتیلے باپ کی بہن (سوتیلی پھوپھی) کے ساتھ نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کے والد کے انتقال کے بعد زید کی والدہ نے خالد سے نکاح کرلیا، اب زید خالد کی بہن (سوتیلی پھوپھی) کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب ـــــــــــ بعون الملك الوهاب

زید کی والدہ کا نکاح ہونے کی وجہ سے خالد کی بہن زید کے لیے محرم نہیں بنتی، لہٰذا نامحرم ہونے کی وجہ سے زید اپنے سوتیلے والد کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔

لمافي القرآن المجيد (النساء:۲۳)**﴿وَاُحِلَّ لَکُم مَّا وَرَاءَ ذٰلِکُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ مُّحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسَافِحِیۡنَ﴾**

وفي التاتارخانية (۲/۳): ولو جاز لواحد منهما ان يتزوج الاخرى فالجمع جائز كالجمع بين المرأة وابنة زوج كان لها من قبل.

وفي الشامية (۳۱/۳): قوله (وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه حلال) وكذا بنت ابنها بحر قال الخير الرملي ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها ولا أم زوجة ابن ولا بنتها ولا زوجة الربيب ولا زوجة الراب، آه. (نجم الفتاویٰ: ۱۹۸/۴)

دور کے رشتہ سے جو پھوپھا ہو، اس سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: مسماۃ وحیدن دختر سینی چار پانچ برس سے بیوہ ہے، ایک شخص عیدو ہے، جس کو وحیدن دور کے رشتہ سے پھوپھا کہتی تھی؛ کیوں کہ عیدو کا پہلا نکاح مسماۃ اللہ دی سے ہوا تھا، جو کہ وحیدن کی ہمجد تھی اور وحیدن کی پھوپی رشتہ کی تھی، اس کا انتقال ہو گیا۔ اب عیدو کا دوسرا نکاح مسماۃ وحیدن سے درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

نکاح عیدو کا مسماۃ وحیدن سے درست ہے؛ کیوں کہ مسماۃ وحیدن عیدو کی ان محرمات سے نہیں ہے، جن سے نکاح حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (الآية) (۱)

پس مسماۃ وحیدن کا عیدو سے درست اور صحیح ہے، اس میں کچھ شبہ اور تردد نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۴/۷-۲۶۵)

باپ کی سوتیلی بہن سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میں محمد سلیم ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، شرعی لحاظ سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ جس کی تفصیل یہ ہے میرے دادا کمال الدین کی والدہ کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد میرے دادا کے والد نے دوسری شادی کی اس سے چار بیٹے پیدا ہوئے، اس طرح میرے دادا کے سوتیلے بھائی شکور کی بیٹی جس کا نام سعیدہ ہے، سعیدہ میری سگی پھوپھی نہیں ہے، میرے دادا کے سوتیلے بھائی شکور کی بیٹی ہے، اس لڑکی سے میرا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر کوئی اور مانع موجود نہ ہو تو آپ کے لیے یہ نکاح کرنا جائز ہے۔

لما في الهندية (۲۷۳/۱): المحرمات بالنسب وهن الأمهات والبنات والأخوات و العمات

(۱) سورة النساء: ٢٤، ظفير

... وأما العمات فثلاث عمة لأب وأم وعمة لأب وعمة لأم وكذا عمات أبيه الخ.

وفى الدرالمختار (۲۸/۳):(حرم) على المتزوج ذكرا كان أوأنثى نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبنتها) ولو من زنى (وعمته وخالته) فهذه السبعة. (نجم الفتاویٰ:۲۰۱/۴-۲۰۲)

پھوپھی زاد بہن کی لڑکی اور خالہ زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح:

سوال: ہمارے یہاں دو نکاح ہونے والے ہیں:

(۱) حقیقی بھائی بہن میں سے بھائی کے لڑکے کا نکاح بہن کی لڑکی کی لڑکی (یعنی نواسی) سے طے ہوا ہے۔

(۲) اور دوسرا نکاح دو حقیقی بہن میں سے ایک بہن کے لڑکے کا نکاح دوسری بہن کے لڑکے کی لڑکی (یعنی پوتی) سے ہونے والا ہے، آیا مذکورہ دونوں نکاح درست ہیں؟

الجواب ــ

جب پھوپھی زاد بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے تو اس کی لڑکی سے بھی جائز ہونا چاہیے، اسی طرح جب خالہ زاد بہن سے نکاح ہوسکتا ہے تو اس کے بھائی کی لڑکی؛ یعنی خالہ زاد بھائی کی لڑکی سے بھی جائز ہونا چاہیے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دونوں نکاح جائز ہیں۔

وخص تعالٰى العمات والخالات بالتحريم دون أولادهن لا خلاف فى جواز نكاح بنت العمة وبنت الخالة.(أحكام القران للجصاص: ۱۱۳/۱،باب ما يحرم من النسآء تحت قوله﴿وخالاتكم﴾) فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ:۸/ــــــــــ)

پھوپھی زاد بہن کی بیٹی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عمرو اپنی پھوپھی زاد بہن کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کیا اس طرح پھوپھی زاد بھانجی سے شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالٰى، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

عمرو کا اپنی پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح کرنا بلا شبہ جائز اور درست ہے؛ اس لیے کہ قرآنِ کریم میں جن عورتوں سے نکاح کی حرمت کو ذکر کیا گیا ہے، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی اُن میں شامل نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ:۲۶۱/۱۱ڈابھیل)

قال الله تعالٰى:﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲٤)أى ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال.(تفسير ابن كثير: ۲۷٤/۱،لاهور، كذا فى التفسير المظهرى: ۲۷٦/۲،زكريا)

يعنى ما سوى المحرمات المذكورات فى الآيات السابقة. (التفسير المظهرى: ٦٦/۲، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۳۰/۴/۱۴۳۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل:۱۵۳/۸)

چچازاد پھوپھی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ شخص جن کی اہلیہ اب بھی ان کے نکاح میں برقرار ہے، ان کی چچازاد پھوپھی ہے جو بیوہ ہے اور وہ شخص اپنی اس چچازاد پھوپھی سے شادی کرنا چاہتا ہے، ان کی اہلیہ اور ان کی چچازاد پھوپھی کی بھی مرضی ہے تو کیا ان کا اپنی چچازاد پھوپھی سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب دے کر ممنون فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

(المستفتی: محمد عرفان، چاندپور، بجنور، یوپی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفیق

چچازاد پھوپھی جو کہ باپ کی چچازاد بہن ہوتی ہے، اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز اور حلال ہے؛ اس لئے کہ یہ محرمات کے دائرہ میں داخل نہیں ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

وبنات الأعمام، والعمات، والأخوال، والخالات لم یذکرن فیالمحرمات، فكن ماورآء ذلک فكن محللات. (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقرابة، زکریا: ٥٣١/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۶۵۶/۳۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱؍۴؍۱۴۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۷۲/۱۳)

چچازاد بھائی کے بیٹے سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید عمر دو حقیقی بھائی ہیں تو کیا زید کی لڑکی کا عقد نکاح عمر کے پوتے کے ساتھ درست ہے؟ اگر شریعت مقدسہ کے اندر ایسا عقد کرنا درست ہے تو تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

(المستفتی: نبی الدین، امام چھوٹی مسجد قصبہ جراری، فرخ آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفیق

زید کی لڑکی کا عقد زید کے حقیقی بھائی عمر کے پوتے کے ساتھ کرنا شرعاً درست ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

وأما عمة عمة أمه وخالة خالة أبيه حلال كبنت عمه وعمته. (الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، کراچی: ٣٠/٣، زکریا: ١٠٣/٤)

تحرم العمات، والخالات، وتحل بنات العمات، والأعمام، والخالات، والأخوال. (فتح القدیر،

كتاب النكاح، فصل في المحرمات، دارالفكر بيروت:۳/۲۰۸، كوئٹه:۳/۱۱۷، زكريا:۳/۱۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۹۲۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ، ۳۲/ ۶/ ۱۴۱۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۱۷۲-۱۷۳)

چچازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح:

سوال: دو بہن بھائی ہیں، بھائی کا ایک لڑکا ہے اور بہن کے لڑکے کی لڑکی ہے، رشتہ سے بھائی کا لڑکا اس لڑکی کا چچا ہوتا ہے تو ان دونوں کی آپس میں شادی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ رشتہ ایسی قرابت نہیں ہے، جس کی وجہ سے نکاح حرام ہو، حقیقی بھائی، بہن کی لڑکی سے نکاح ناجائز ہوتا ہے، پھوپھی زاد، چچازاد، خالہ زاد، ماموں زاد بہن کی لڑکی سے نکاح ناجائز نہیں ہوتا ہے، (۱) تفصیل کے بعد فرمایا گیا:

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفر لہ، دارالعلوم دیوبند ۶/ ۳/ ۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۲۶۴)

چچازاد بہن کی لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے چچا کی لڑکی کی لڑکی سے میرا نکاح ہونا ہے تو شرعاً نکاح کرنا جائز ہوگا؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

(المستفتی: ارشاد، جامع مسجد مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

آپ کے لیے اپنی چچازاد بہن کی لڑکی سے نکاح بلاشبہ جائز ہے؛ اس لیے کہ آیت قرآنی ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ میں وہ بھی شامل ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے اور حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد عبد اللہ بن عبد المطلب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب یہ دونوں بھائی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو طالب کے بیٹے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، حضرت علی رضی اللہ

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورة النساء:۲۳)

(۲) سورة النساء:۲۴

عنہ کے لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چچازاد بھائی کی بیٹی تھیں، ان سے حضرت علی کا نکاح ہوا ہے، لہٰذا آپ کے لیے اپنی چچازاد بہن کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: محمودیہ میرٹھ: ۱۶/۳۷۹)

عن علی قال زوجنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابنتہ فاطمۃ،الخ. (مجمع الزوائد، دار الکتب العلمیة بیروت: ٤/٢٨٣، النسائی، کتاب النکاح، نحلة الخلوة،النسخة الهندیة : ٢/٧٢-٧٦، دار السلام رقم: ٣٣٧٧، مرقاة المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی، امدادیه ملتان: ١١/ ٣٥٠، مشکاة المصابیح: ٥٦٥، مسند أبو یعلی الموصلی، دار الکتب العلمیة بیروت: ١/٢٢٤، رقم: ٦٤٦١)

خالة أبیه حلال، کبنت عمه وعمته، وخاله وخالته، لقوله تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ماوراء ذٰلکم﴾ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، کراچی: ٣/٣٠، زکریا: ٤/١٠٣-١٠٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۰/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۴۶۸) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۷۳-۱۷۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح:

سوال: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، ہر مسلمان کو فرض ہے کہ سنت کی پیروی کرے؛ لیکن میری عمر ۷۷/برس کی ہوئی، ایسا عقد میری نظر سے نہیں گزرا۔ نہ آپ کے یہاں کوئی عقد ہوا ہے؟

الجواب ——————— حامداً ومصلیاً

جن قرابتوں سے نکاح حرام ہوتا ہے، ان کی تفصیل قرآن پاک، (۱) حدیث شریف، (۲) اور کتب فقہ میں مذکور ہے۔ (۳)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورة النساء: ٢٣)
تفصیل کے بعد فرمایا گیا: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤)

(۲) "عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: حرم من النسب سبع ومن الصهر سبع، ثم قرأ: (حرمت علیکم أمهاتکم). (رواه البخاری) قال الملا علی القاری رحمه اللّٰہ تعالیٰ: "حرم من النسب سبع": أی نسوة وهن: الأم، والبنت، والأخت والعمة، والخالة، وبنت الأخ، وبنت الأخت". (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، باب المحرمات، الفصل الثالث: ٦/ ٣٤٠، رشیدیه) (أخرجه البخاری عن ابن عباس برقم: ٥١٠٥، والحاکم فی المستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورة النساء، رقم: ٣٢٤٣، ج: ٣، ص: ٢٧، انیس)

(۳) "لا یحل للرجل أن یتزوج بأمه ولا جداته من قبل الرجال والنساء، لقوله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم وبناتکم﴾ الجدات أمهات ... ولا بنته لما تلونا، ولا بنت ولده وإن سفلت للإجماع، ولا بأخته ولا بابن أخته ولا بنات أخیه ولا بعمته ولا بخالته ... وتدخل فیها العمات المتفرقات والخالات المتفرقات و بنات الإخوة المتفرقین؛ لأن جهة الأسم عامة". (الهدایة، کتاب النکاح، باب المحرمات: ٢/ ٣٠٧، مکتبة شرکة علمیة ملتان)

چچازاد بھائی ان قرابتوں میں نہیں، (۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کردینا بذریعۂ وحی تھا، اس پر شبہ کی گنجائش نہیں، (۲) اور اس کی نظیر تلاش کرنا لاحاصل ہے، کوئی ضرورت نہیں، اگر ۷۷ سال سے زائد بھی عمر ہوجائے؛ تب بھی اس فکر میں نہ پڑیں، البتہ حقیقی بھائی کی لڑکی سے نکاح حرام ہے، جیسے قرآن پاک میں ہے:

﴿وبنات الأخ﴾ (۳)

عینی، علاتی، اخیافی سب کا یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۳/۱۱)

پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی پھوپھی زاد بہن کی لڑکی ہے؛ یعنی بھانجی ہے، کیا اس سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ مدلل ومفصل جواب سے نوازیں۔

(المستفتی: شکیل احمد، محلّہ مقبرہ، مرادآباد)

---

(۱) قال اللّٰه تعالٰی: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤) "ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١، سهيل اكادمي لاهور)

(۲) "وعن بريدة رضي اللّٰه تعالٰى عنه قال: خطب أبوبكر وعمر فاطمة، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم "إنها صغيرة" ثم خطبها علي فزوجها منه". (رواه النسائي) (النسائي: ٧٠/٢، انيس)

قال الملا على القاري رحمه اللّٰه تعالٰى تحته: "ثم إن اللّٰه تعالٰى أمرني أن أزوج فاطمة بنت خديجة من على بن أبي طالب، فاشهدوا أني قد زوجتها علٰى أربعمائة مثقال فضة إن رضي بذلك على بن أبي طالب". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، باب مناقب على بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه، الفصل الثالث: ٤٧٦/١٥، رشيدية)

"عن عبد اللّٰه بن بريدة عن أبيه رضي اللّٰه تعالٰى عنه قال: خطب أبوبكر وعمر رضي اللّٰه تعالٰى عنهما فاطمة، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم "إنها صغيرة" فخطبها علي فزوجها منه" (سنن النسائي، كتاب النكاح، تزوج المرأة مثلها في السن: ٦٩/٢، قديمي)

(۳) "عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: حرم من النسب سبع ومن الصهر سبع، ثم قرأ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ (رواه البخاري) قال الملا على القاري رحمه اللّٰه تعالٰى: "حرم من النسب سبع" أي نسوة وهن: الأم، والبنت، والأخت والعمة، والخالة، وبنت الأخ، وبنت الأخت. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الثالث: ٣٤٠/٦، رشيدية)

"لايحل للرجل أن يتزوج بأمه ولا جداته من قبل الرجال والنساء، لقوله تعالٰى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم﴾ الجدات أمهات ... ولابنته لما تلونا، ولا بنت ولده وأن سفلت للإجماع، ولا بأخته ولا بابن أخته ولا ببنات أخيه ولا بعمته ولا بخالته ... وتدخل فيها العمات المتفرقات والخالات المتفرقات وبنات الإخوة المتفرقين؛ لأن جهة الإسم عامة". (الهداية، كتاب النكاح، باب المحرمات: ٣٠٧/٢، مكتبه شركة علمية ملتان)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

زید کے لیے پھوپھی زاد بہن کی لڑکی کے ساتھ نکاح شرعاً جائز اور درست ہے کہ جس طرح پھوپھی زاد بہن کے ساتھ جائز ہے، اسی طرح اس کی لڑکی کے ساتھ بھی جائز ہے، اس میں کوئی حرمت کی علت نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤) کے اندر داخل ہے۔

أي ماعدا من ذكرنا من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵/محرم الحرام ۱۴۱۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۷) (فتاوی قاسمیہ: ۱۸۷/۱۳)

چچازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اپنے چچازاد بھائی کی لڑکی سے شادی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: محمد تسلیم، محلہ اصالت پورہ، مرادآباد، ۲۸/فروری ۱۹۸۸ء)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

چچازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح جائز اور درست ہے، یہ اللہ کے قول ﴿وأحل لكم ماوراء ذالكم﴾ (النساء: ٢٤) میں داخل ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۳۲۲/۷، امداد الفتاوی: ۲۴۲/۲)

عن علي قال: زوجني رسول الله صلى الله عليه وسلم ابنته فاطمة. (الحديث) (مجمع الزوائد، دارالكتب العلمية بيروت: ٢٨٣/٤، سنن النسائي، كتاب النكاح، نحلة الخلوة، : ٧٦/٢، دارالسلام رقم: ٣٣٧٧، مسند أبي يعلى الموصلي، دارالكتب العلمية بيروت: ٢٢٤/١، رقم: ٦٦١، مشكاة المصابيح: ٥٦٥)

خالة أبيه حلال، كبنت عمه وعمته، وخاله وخالته، لقوله تعالىٰ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچي: ٣٠/٣، زكريا: ١٠٣/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳۰/جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۷۷۷/۲۴) (فتاوی قاسمیہ: ۱۷۴/۱۳-۱۷۵)

اپنے بھائی کے سالے کی لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کا بھائی اپنے بھائی کے سالے کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اور زید خود بھی سالے کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ (مستفتی: عبدالرحمٰن، کاشی پور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بھائی کے سالے کی لڑکی شرعاً غیر محرم لڑکی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤) کے دائرہ میں داخل ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کرنا بلاتردد جائز اور درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹/ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۵۳۳/۳۳) (فتاوی قاسمیہ: ۱۷۷/۱۳-۱۷۸)

دو حقیقی بہنوں سے ایک کا نکاح باپ سے ہو اور دوسرے کا اس کے بیٹے سے، کیا حکم ہے:

سوال: دو حقیقی بہنیں ہیں، ان میں سے اگر ایک باپ کے نکاح میں ہو اور دوسری بیٹے کے نکاح میں تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

دو بہنیں حقیقی ان میں سے ایک باپ کے نکاح میں ہو اور دوسری بیٹے کے نکاح میں، یہ درست ہے، شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں، ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (۱) میں داخل ہے، اصل یہ ہے کہ دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں اکٹھا ہونا منع ہے، باپ بیٹے کے نکاح میں ہونا ممنوع نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۶/۷)

خالہ زاد بھانجی سے نکاح درست ہے، یا نہیں اور حرمت رضاعت کی عمر:

سوال: زید اپنی خالہ زاد بھانجی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، جائز ہے، یا نہیں؟ خالہ زاد بھانجی نے جب کہ نسبی بہن زید کی شیر خوار تھی، اس کی ساتھ ایک دو دفعہ زید کی ماں کی چھاتی سے دودھ پیا تھا، اس وقت بھانجی کی عمر تخمیناً دو سال چھ ماہ سے زائد تھی، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں نکاح زید کا اس کی خالہ زاد بھانجی سے صحیح ہے؛ کیوں کہ خالہ زاد بہن سے بھی شرعاً نکاح درست ہے؛ لہٰذا خالہ زاد بہن کی دختر سے بھی نکاح جائز ہے؛ کیوں کہ وہ محرمات میں مذکور نہیں ہے، (۲) اور دودھ پینا بعد مدت رضاعت کے جو کہ دو برس، یا اڑھائی برس ہے، علی اختلاف القولین حرمت رضاعت ثابت نہیں کرتا۔

كما فى الدر المختار: ويثبت التحريم فى المدة. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۰/۷-۲۲۱)

خالہ زاد بھانجی سے شادی درست ہے:

سوال: خالہ زاد بھانجی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۰/۷-۲۳۱)

---

(۱) سورة النساء: ۲٤، ظفير

(۲) (حرم) على المتزوج ... (وبنت أخيه وأخته وبنتها) ولو من زنى (وعمته وخالته) فهذه السبعة مذكورة فى آية ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ (النساء: ۲۳) ويدخل عمه جده وجدته وخالتهما الأشقاء وغيرهن، وأما عمة عمة أمه وخالة خالة أبيه فحلال كبنت عمه وعمته وخاله وخالته، لقوله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، فصل فى المحرمات: ۳۸۲/۲، ظفير)

(۳) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الرضاع: ۵۵۵/۲، ظفير

(۴) وتحل بنات العمات والأعمام والخالات والأخوال. (فتح القدير، فصل فى المحرمات: ۱۱۷/۳، ظفير)

بھانجی کےلڑکے سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اپنی لڑکی کی شادی بھانجی کےلڑکے کے ساتھ کرنا چاہتا ہےتو نکاح درست ہے، یانہیں؟

(المستفتی:عبدالصمد، بلاسپور گیٹ، رامپور، یوپی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جی ہاں زید کا اپنی لڑکی کی شادی بھانجی کےلڑکے کے ساتھ کرنا اللہ تعالیٰ شانہ کےقول ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (النساء: ٢٤) کےتحت داخل ہونے کی وجہ سے جائزاوردرست ہوگا۔

﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾أی ما وراء ماحرمه اللّٰه تعالیٰ. (بدائع الصنائع، زکریا: ٥٤٠/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر:الف ۳۵۹۷/۳۱)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۱۴/۹/۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ:۱۸۶/۱۳)

دور کے ماموں، بھانجی اور خالہ بھانجے کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عابدہ پیدا ہوئی،اس کے بعد زید کی بیوی خالدہ کا انتقال ہوگیا،زید نے دوسری عورت سامیہ سے نکاح ثانی کرلیا،زید کی لڑکی عابدہ زوجہ اول سے ہے،اس کا نکاح زید کی زوجہ تائب کے بھائی ساجد سے کرادیا گیا،شرعاًاس نکاح کا کیاحکم ہے؟

نوٹ: اس مسئلہ میں یہ دونوں میاں بیوی ساجد اور عابدہ آپس میں ماموں بھانجہ کا رشتہ رکھتے ہیں؛لیکن حقیقی ماموں، بھانجی اس کے علاوہ جس رشتہ کےبھی قرار دئے جاویں،ان دونوں کا بہت پہلے نکاح ہوچکا ہے،اس نکاح کے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟اب اس کے بعد زید کی پہلی بیوی خالدہ سے جولڑکی عابدہ ہے،اس کےلڑکے مسمی بکر کا نکاح زید کی لڑکی مسماۃ شاہدہ کے ساتھ جودوسری بیوی ساجدہ سے ہے کردیا جائےتو شرعاًاس نکاح کا کیاحکم ہے؟

نوٹ: یہ مسئلہ پہلے ہی مسئلہ کی شاخ ہے،اس دوسرے مسئلہ میں لڑکا اورلڑکی آپس میں خالہ اور بھانجہ ہونے کا رشتہ رکھتے ہیں،اس میں بھی یہ ظاہر ہے کہ دونوں میں حقیقی خالہ اور بھانجے کارشتہ نہیں ہے،اس کےعلاوہ جس رشتہ کے بھی قرار دئے جائیں، ان دونوں کا آپس میں نکاح کردیا جائے تو کیا شرعی طور پر جائز ہے، یاناجائز؟ کسی قدر وضاحت سے دونوں مسئلوں کا جواب بالصواب سے مطلع فرمائیں اورعنداللہ ماجور ہوں۔

(المستفتی:محمد ایوب،آزادنگر، نینی تال، یوپی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

(۱)　مذکورہ صورت میں شرعی طور پر شاہد اور عابدہ کے درمیان محرمیت کا رشتہ نہیں ہے؛ اس لیے دونوں کا نکاح شرعاً صحیح اور درست ہے؛ اس لیے کہ یہ آیت کریمہ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴) میں داخل ہے۔

(۲)　اس صورت میں عابدہ اور شاہدہ دونوں علاتی باپ شریک بہن ہیں؛ اس لیے عابدہ کے لڑکے بکر کا نکاح عابدہ کی علاتی بہن شاہدہ کے ساتھ ناجائز اور باطل ہوگا۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ﴾ (النساء: ۲۳)

لايحل للرجل أن يتزوج بأمه (إلى قوله) **ولابخالته؛ لأن حرمتهن منصوص عليها في هذه الآية وتدخل فيها العمات، الخ.** (الهداية، كتاب النكاح، اشرفی بک دپو: ۲/۳۰۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ ۳/ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۵/۱۶۸۲) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۲۹۶-۲۹۷)

سوتیلے پھوپھا سے نکاح:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ صفدر علی کا انتقال ہوا، اس کے پانچ بچے ہیں، جن کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے تو کیا وہ صفدر علی کی بیوہ اپنے سوتیلے پھوپھا سے نکاح کرسکتی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

سوتیلا پھوپھا محرم نہیں ہے؛ لہٰذا اُس سے نکاح جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۷/ ۲۴۶)

قال الله تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴)

يعني ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة، وخص عنه بالسنة والإجماع والقياس يعني ما ذكرنا من المحرمات في الشرح وما فوق الأربع من النساء أن تبتغوا أي تبتغوهن يعني ما وراء ذٰلكم من النساء بأموالكم بنكاح. (التفسير المظهری: ۲/ ۲۷۶، زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۸/۴/ ۱۴۲۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۱۵۱-۱۵۲)

بہنوئی کی دوسری بیوی کی لڑکی سے نکاح کا حکم:

سوال:　بہن کے شوہر کی دوسری بیوی کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ

بھائی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ بہن کے شوہر کی دوسری بیوی کی لڑکی سے نکاح کرے؛ کیوں کہ اس لڑکی میں اس بھائی کی نسبت حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

قال الله تعالىٰ بعد ذكر المحرمات: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲۴)

قال العلامة الكاساني: والمحرمات على التابيد ثلاثة أنواع محرمات بالقرابة ومحرمات بالمصاهرت ومحرمات بالرضاع أمّا النوع الأوّل فالمحرمات بالقرابة سبع فوق الأمّهات و البنات والعمّات والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت ... وفى الصفحة الثانية وتحل لهٗ بنت العمة والخالة وبنت العم والخال لأن اللّٰه تعالىٰ ذكر المحرمات فى اٰية التحريم ثمّ أخبر سبحانه وتعالىٰ اَنَّهٗ أحلّ ما وراء ذٰلک بقوله﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾الآية،إلخ. (بدائع الصنائع: ۲/۲۵۶-۲۵۷،فصل ومنها أن تكون المرء ة محلة)(۱)(فتاوی حقانیہ:۴/۳۴۸)

بہنوئی کی دوسری بیوی کی بیٹی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دو حضرات بیوی بچوں والے ہیں، شرافت علی دوسرے شاکر علی، شاکر اپنا دوسرا نکاح شرافت علی کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں اور آنے والے وقت میں شرافت علی اپنے لڑکے کا نکاح محمد شاکر کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں؟ تو کیا یہ درست ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

مسئولہ صورت میں شرافت کا لڑکا اپنے بہنوئی (شاکر علی) کی اُس بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے، جو اُس کی بہن کے علاوہ شاکر علی کی پہلی بیوی کے بطن سے ہے، اُن دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾(النساء: ۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۲/۱۱/۱۴۲۴ھ۔ (کتاب النوازل: ۸/۱۶۴-۱۶۵)

نکاح با اولاد بہنوئی کہ از بطن ہمشیرہ ناکح نباشد:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر کی شادی بعقد نکاح عمرو کے ساتھ کردی، کچھ عرصہ کے بعد عمرو کی عورت؛ یعنی دختر زید اولاد چھوڑ کر مرگئی، عمرو نے اپنا نکاح ایک اور عورت سے کرلیا، اس سے بھی اولاد ہوگئی، اس طرف زید نے بھی اپنی بی بی کے مرجانے پر اپنا نکاح اور عورت سے کرلیا، اس کے بھی اولاد ہوگئی اور یہ دونوں عورتیں جو اس وقت زید وعمرو کے نکاح میں ہیں، باہم کسی طرح کا بھی رشتہ نہیں رکھتی، اب ان دونوں کی اولاد کا رشتہ مناکحت آپس میں ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ

زید کی اولاد کا عمرو کی اس اولاد سے جو کہ دختر زید سے کوئی علاقہ حرمت کا نہیں ہے؛ اس لیے ان میں باہم مناکحت جائز ہے۔

۳/ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ،ص:۲۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ـــــــ)

---

(۱) ومثلهٗ فى الهداية: ۲/۲۸۷،فصل فى بيان المحرمات

وٹہ سٹہ کے نکاح سے ہونے والے بچوں کا آپس میں نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے عمر کی بہن سے نکاح کیا ہے اور عمر نے زید کی بہن سے نکاح کیا ہے اور ان دونوں کی اولاد بھی ہے۔ اب زید اور عمر اپنی اولاد کا ایک دوسرے سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آیا ان کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ان دونوں کی اولاد کا آپس میں نکاح جائز ہے۔

لما في الدرالمختار (۲۸/۳): (حرم) على المتزوج ذكراً كان أو أنثى نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل(وبنت أخيه وأخته وبنتها)ولو من زنى (وعمته وخالته) فهذه السبعة مذكورة في آية ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾. (نجم الفتاویٰ:۱۹۶/۴)

میاں بیوی سمدھی سمدھن بن سکتے ہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی اہلیہ کی وفات کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کرلیا، مرد کی مرحومہ بیوی سے ایک لڑکا ہے اور عورت کے مرحوم شوہر سے ایک لڑکی ہے، کیا ان دونوں لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے؟

(محمد شریف احمد، عنبر پیٹ)

الجواب ـــــــــــــــــــــ

رشتۂ نسب اس وقت ثابت ہوتا ہے، جب دونوں کے باپ، یا ماں کم سے کم ایک ہوں، مذکورہ صورت میں دونوں کے والد بھی الگ الگ ہیں اور والدہ بھی؛ اس لیے ان دونوں کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ:۳۴۱/۴)

والدہ کی خالہ، ماموں، چچازاد بہن سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ والدہ کی خالہ زاد، یا ماموں زاد، یا چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ـــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

جس طرح اپنی خالہ زاد ماموں زاد بہن سے نکاح درست ہے، اسی طرح اپنی ماں کی خالہ زاد ماموں زاد بہن سے بھی نکاح درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۳۰۰/۷)

---

(۱) کیوں کہ دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی، قرآن مجید میں حرمت نکاح کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے:
﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲٤)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴) **أی ما عدا من ذکرن من المحارم هن لكم حلال.** (تفسير ابن كثير: ۲۷٤/۱، لاهور، كذا فی التفسير المظهری: ۲۷٦/۲، زكريا)

يعنی ما سوی المحرمات المذكورات فی الآيات السابقة. (التفسير المظهری: ٦٦/۲، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۵/۷/۱۴۲۶ھ۔ (کتاب النوازل: ۱۵۴/۸)

والد کی ماموں زاد بہن سے نکاح:

سوال: حقیقی بہن کے بڑے پوتے سے اپنی حقیقی لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

حقیقی بہن کے پوتے سے اپنی حقیقی لڑکی کا نکاح کرنا شرعاً درست ہے، یہ ان رشتوں سے نہیں، جن کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۵/۱۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲٦۸/۱۱)

والد کے پھوپھی زاد بھائی سے نکاح:

سوال: لڑکی کے والد اور لڑکا آپس میں ماموں، پھوپھی، زاد بھائی ہوتے ہیں، جس سے نکاح ہو رہا ہے، وہ چچا لگتا ہے، لڑکی کا یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ پھر ماں باپ کی غیر موجودگی میں نکاح کرا دیا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

پھوپھی زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح شرعاً جائز نہیں ہے، حقیقی چچا سے ناجائز ہے؛ لیکن یہ حقیقی چچا نہیں؛ بلکہ اس کے والد کا پھوپھی زاد بھائی ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۱/۶/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲٦۸/۱۱)

ماں کی خالہ زاد بہن سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ساجدہ اور ماجدہ دونوں

(۱-۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورة النساء: ۲۳)

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲٤) ”أی ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال“. (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/۱، سهيل اكادمی لاهور)

آپس میں خالہ زاد بہن ہیں، ساجدہ شادی شدہ مگر ماجدہ کنواری ہے۔ اب ساجدہ کا لڑکا زید اپنی ماں کی خالہ زاد بہن ماجدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا زید کا نکاح اپنی ماں کی خالہ زاد بہن ماجدہ سے درست ہوگا، یا نہیں؟

(المستفتی: عامر سادات پورنوی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفیق

زید کی ماں کی حقیقی خالہ زاد بہن اور زید کے درمیان شرعی طور پر کسی قسم کی محرم اور حرمت کا علاقہ اور رشتہ نہیں ہے؛ اس لیے زید اپنی ماں کی حقیقی خالہ زاد بہن سے بلاتردد نکاح کرسکتا ہے، اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

هو كل امرأتين أيتهما فرضت ذكراً لم تحل أخرىٰ. (شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، کراچی: ٤٠/٣، زکریا دیوبند: ١١٩/٤)

ويحرم الجمع بين المرأتين لو فرضت إحداهما ذكراً تحرم عليه الأخرىٰ. (مجمع الأنهر قديم: ٣٢٦/١، جديد دار الكتب العلمية بيروت: ٤٨٠/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳/ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۶۳/۳۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۱/۱۴۲۶ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۵۷/۱۳)

ماں کی حقیقی چچیری بہن سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہماری والدہ محترمہ کی سگی چچیری بہن سے رشتہ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ ہماری والدہ کے بڑے لڑکے اور والدہ محترمہ کی سگی چچیری بہن سے رشتہ ہوسکتا ہے نکاح جائز ہے، یا ناجائز؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفیق

عورت کی چچا زاد بہن کا نکاح عورت کے بیٹے کے ساتھ جائز اور درست ہے، یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا تھا۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

أى ماعدا من ذكرنا من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١)

وقال القرطبي: فكأنه قال أحلت لكم ماورآء ما ذكرنا في الكتاب وماورآء ما أكملت به البيان على لسان محمد صلى الله عليه وسلم. (تفسير قرطبي، دار الكتب العلمية بيروت: ٨٢/٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۷/ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۳۷۷/۳۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۴/۲۸ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۶۰/۱۳)

ماں کی ماموں زاد بہن سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک عورت اپنے لڑکے کے لیے اپنی ماموں زاد بہن سے شادی کرنے کی تمنا رکھتی ہے، لہٰذا یہ رشتہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: عبدالعزیز، برتن بازار، متصل شاہی مسجد مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جائز ہے، **قال اللّٰہ تعالیٰ:** ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤) کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۷/۱۷۳، امداد الفتاوی: ۲/۲۴۲)

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ **يعني ماسوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة.** (التفسير المظهري، زكريا ديوبند: ٢/٦٦)

تحل بنات العمات، والأعمام، والخالات، والأخوال. (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچي: ٣/٢٨، زكريا: ٤/٩٩، فتح القدير، دارالفكر بيروت: ٣/٢٠٨، كوئٹه: ٣/١١٧، زكريا: ٣/١٩٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۶۵۰) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۱۶۱)

منکوحہ کی لڑکی کا نکاح زوج کے نواسہ سے جائز ہے:

سوال (۱) زید کی منکوحہ کی ایک لڑکی جو اس کے پہلے خاوند کی طرف سے اور زید کا حقیقی نواسا جو زید کی دوسری منکوحہ کی لڑکی کا لڑکا ہے، آیا اس منکوحہ کی لڑکی مذکورہ کے ساتھ نواسے مذکور کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

والدہ کی خالہ کی لڑکی سے نکاح کا حکم:

(۲) چچازاد بھائی کی لڑکی سے شادی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

(۱-۲) جائز ہے۔

لقوله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۱)

(تتمہ اولیٰ، ص: ۷۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ ۲۳۰)

پھوپھی کی لڑکی سے نکاح:

سوال: ایک شخص اپنے لڑکے کا عقد اپنی سگی بہن کی لڑکی سے کرسکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) سورة النساء: ٢٤، انیس

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

پھوپھی کی لڑکی سے نکاح درست ہے، جن عورتوں سے نکاح حرام ہے، ان میں یہ داخل نہیں ہے۔

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۲۵۹/۱۱)

پھوپھی، ماموں، خالہ کی لڑکی سے نکاح:

سوال: پھوپھی، ماموں، خالہ کی لڑکیوں سے شادی اسلام کی نگاہ میں درست ہو جاتی ہے؛ لیکن ایک غیر مسلم ہندو اس کو برا گردانتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اپنی بہن لڑکی کی مانند ہے، اسلام اس سے شادی درست قرار دیتا ہے اور جائز سمجھتا ہے اور بہن کی لڑکی سے کوئی مذہب شادی بیاہ کو درست نہیں سمجھتا ہے؛ لہٰذا اس اعتراض کا جواب بھی بجائے نقل کے عقل سے دیا جائے؛ تا کہ اور باطل کو اس کے اعتراض کا جواب کافی شافی مل جائے اور مطمئن ہو جائے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

کتب فقہ میں ایسے نکاح کی اجازت موجود ہے اور کتب حدیث میں زمانہ خیر القرون میں ایسے نکاح کا ثبوت مذکور ہے۔ قرآن کریم کی سورۂ احزاب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جن عورتوں سے نکاح کرنے کو حلال فرمایا گیا ہے [وہ درج ذیل ہے]:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾(سورة الأحزاب: ٥٠)

غیر مسلم کے نزدیک جب نفس ہی باطل ہے تو پھر ان مسائل میں اس کو بحث کرنا ہی بے کار ہے، وہ اسلام کی عقلیت کو نہیں سمجھ پاتا تو اس کے فرعی مسائل کی عقلیت کو کیسے سمجھ پائے گا، وہ عقل سے اس قدر بعید؛ بلکہ محروم ہے کہ

(۱) سورة النساء: ٢٤

قال ابن كثير رحمه الله تعالىٰ تحت هٰذه الآية: "أي ما عدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١، سهيل اكادمي لاهور)

"أي أبيح لكم من النساء سوى ماحرم عليكم". (التفسير المنير: ٦/٥، دار الفكر بيروت)

قال الله تعالىٰ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾أي ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة". (التفسير المظهري: ٦٦/٢، حافظ كتب خانه كوئٹه)

بہن کے معنی ومقصود کوبھی نہیں سمجھتا، جو جو رعایت حقیقی بہن کے ساتھ ہے، کیا وہی چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد بہن کے ساتھ بھی ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۶۰)

لڑکی کی شادی ماموں کے لڑکے سے درست ہے:

سوال: زید کے حقیقی ماموں کے لڑکے سے اس کی لڑکی کی شادی ہوسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

وأما عمة عمة أمه وخالة خالة أبيه حلال، كبنت عمه وعمته وخاله وخالته.(۱)

ولقوله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ زید کے حقیقی ماموں کے پسر سے زید کی دختر کا نکاح درست ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۳۰۹)

خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، بہن کی لڑکی سے نکاح:

سوال(۱) اپنی خالہ زاد بہن کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، یانہیں؟

(۲) اپنی ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) خالہ زاد بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہے۔

(۲) پھوپھی زاد اور ماموں زاد بہن کی لڑکی سے بھی نکاح درست ہے، جس جس عورت سے نکاح حرام ہے، اس کی تفصیل چوتھے پارہ کے آخر میں قرآن پاک میں بیان فرمادی گئی ہے، اس میں ان مذکورتین عورتوں کا شمار نہیں کیا گیا ہے،(۳) تفصیل کے بعد فرمایا گیا: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (۴) یعنی ''ان محرمات کے علاوہ عورتوں سے نکاح درست ہے''۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۱۳۸۹ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۶۱)

---

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۲/۳۸۲، ظفير

(۲) سورة النساء: ۲۴، ظفير

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾(سورة النساء: ۲۳)

(۴) سورة النساء: ۲۴

خالہ اور چچا وغیرہ کی لڑکیوں سے نکاح:

سوال: خالہ کی لڑکی اور پھوپھی کی لڑکی اور تائی کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

خالہ کی لڑکی اور پھوپھی کی لڑکی اور تائی کی لڑکی سے نکاح کرنا ممنوع نہیں؛ بلکہ جائز ہے، اگر کوئی اور وجہ حرمت ہو، مثلاً: مصاہرت، یا رضاعت تو دوسری بات ہے، ورنہ صرف مذکورہ فی السوال رشتہ مانع نکاح نہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۶۲)

خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ خالہ کے ساتھ جس طرح نکاح کرنا حرام ہے اسی طرح خالہ کی بیٹی کے ساتھ بھی نکاح کرنا درست نہیں، میں نے اس سے کہا کہ یہ بات درست نہیں ہے؛ بلکہ صرف خالہ کے ساتھ نکاح کرنا ناجائز وحرام ہے، اس کی بیٹی سے کوئی حرج نہیں، لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ مہربانی فرما کر تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں؛ تاکہ ہمارا آپس کا تنازعہ ختم ہو جائے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ نے خالہ کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے، البتہ خالہ کی بیٹی سے نکاح کرنا درست ہے، جیسا کہ پھوپھی کے ساتھ نکاح حرام ہے؛ لیکن پھوپھی کی بیٹی سے نکاح درست ہے؛ کیوں کہ خالہ کی بیٹی اور پھوپھی کی بیٹی محرمات میں شامل نہیں۔

لما فی القرآن الکریم (الأحزاب: ٥٠): ﴿يَا اَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ اللّٰاتِىْ آتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَکَتْ يَمِيْنُکَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْکَ وَبَنَاتِ عَمِّکَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِکَ وَبَنَاتِ خَالِکَ وَبَنَاتِ خَالاتِکَ اللّٰاتِىْ هَاجَرْنَ مَعَکَ﴾

وفی الشامية (٣/٢٨، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات): قوله (قرابة) کفروعه وهم بناته وبنات أولاده وإن سفلن... وفروع أجداده وجداته ببطن واحد فلهذا تحرم العمات والخالات وتحل بنات العمات والاعمام والخالات والأخوال، فتح. (نجم الفتاویٰ: ۴/۱۹۶)

---

(۱) ﴿وَأُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤)

قال ابن کثیر رحمه اللّٰه تعالٰی تحت هٰذه الآية: ”أی ما عدا من ذکر ن من المحارم، هن لکم حلال“. (تفسیر ابن کثیر: ١/٤٧٤، سهيل اکادمی، لاهور)

”أی أبيح لکم من النساء سوی ماحرم عليکم“. (التفسير المنير: ٥/٦، دار الفکر، بيروت)

”أی ما سوی المحرمات المذکور ات فی الآيات السابقة“. (التفسير المظهری: ٢/ ٦٦، حافظ کتب خانة، کوئٹه)

خالہ زاد بھائی سے نکاح:

سوال: میری ایک سہیلی اپنے خالہ زاد بھائی سے شادی کرنا چاہتی ہے، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

(رخسانہ معین، پاٹن بوری، مہاراشٹر)

الجواب

خالہ زاد بھائی سے شرعاً نکاح جائز ہے، البتہ کسی بھی لڑکی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اپنے والدین کی رائے سے آزاد ہوکر اپنا رشتہ طے کرے، ایسے نکاح جو جذبات میں کئے جاتے ہیں، ننانوے فیصد ناکام ہوتے ہیں اور بعد میں فریقین کے لیے پچھتانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہوتا؛ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا ہے کہ عورت ولی کے بغیر بطور خود اپنا نکاح کرلے؛(۱) بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک تو ایسا نکاح ہی درست نہیں ہوتا،(۲) پس خالہ زاد بھائی سے نکاح جائز ہے؛ لیکن اپنے ولی کی رائے کو شامل کئے بغیر بطور خود اس طرح کے فیصلے کرنا کسی مسلمان لڑکی کے شایان شان نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۳۳۹/۴)

خالہ کی نواسی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دو بہنیں راشدہ اور مرشدہ ہیں، راشدہ کے ایک لڑکا راشد اور مرشدہ کے ایک لڑکی آمنہ ہے، پھر آمنہ کے بھی ایک لڑکی عامرہ ہے تو دریافت یہ کرنا ہے کہ راشدہ کی شادی عامرہ سے ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: حکیم شمیم الدین صاحب، جھبو کانالہ، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــ وباللّٰہ التوفیق

عامرہ راشد کی خالہ کی نواسی ہے اور راشد کے لیے خالہ کی نسل کی کسی بھی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے، لہٰذا جس طرح خالہ کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے، اسی طرح خالہ کی نواسی کے ساتھ نکاح کرنا بھی بلا شبہ جائز ہے؛ اس لیے کہ ان کے درمیان حرمت کا کوئی سبب ثابت نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

وقـال في الدر: وأما عمة عمة أمه وخالة خالة أبيه حلال كبنت عمه وعمته، وخاله وخالته. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچی: ٣٠/٣، زكريا: ١٠٣/٤)

فـروع أجـداده وجداته لبطن واحد، فلهذا تحرم العمات، والخالات، وتحل بنات العمات،

(۱) الجامع للترمذي: ١١٠٢/١

(۲) الفقه الإسلامي وأدلته: ٨٢/٧

والعمام، والخالات، والأخوال. (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، دارالفكر بيروت: ۲۰۸/۳، كوئٹه: ۱۱۷/۳، زكريا: ۱۹۹/۳، شامي، كراچي: ۲۸/۳، زكريا: ۹۹/٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۶۹۵/۳۸) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۶۷-۱۶۸)

خالہ کی لڑکی کی بیٹی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ خالہ کی لڑکی کی بیٹی سے نکاح درست ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

خالہ کی لڑکی کی بیٹی (یعنی خالہ زاد بھانجی) سے نکاح شرعاً جائز ہے، دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ۲۲۰/۷-۲۳۰)

كبنت خاله وخالته، لقوله تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾. (شامي: ۱۰۳/٤، زكريا، فتح القدير: ۱۱۷/۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۷/۱۴۲۲ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۵۳/۸-۱۵۴)

خالہ کی سوتن کی لڑکی کی لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اپنی خالہ کی سوتن کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: تمیم اقبال)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

خالہ کی سوتن کی لڑکی کی لڑکی میں حرمت کا کوئی علاقہ نہیں ہے؛ اس لیے اس کے ساتھ بلاتردد شادی کرنا جائز ہے۔

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲٤)

تحل بنات العمات، والأعمام، والخالات، والأخوال. (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچي: ۲۸/۳، زكريا: ۹۹/٤، فتح القدير، دارالفكر بيروت: ۲۰۸/۳، كوئٹه: ۱۱۷/۳، زكريا: ۱۹۹/۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/محرم الحرام ۱۴۲۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۱۹۹/۳۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۸/۱/۱۴۲۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۵۹-۱۶۰)

چچیری خالہ سے نکاح جائز ہے:

سوال: چچیری خالہ سے نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح اس لڑکے کا غیر حقیقی خالہ سے درست ہے۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۳۰۰) ☆

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ سوتیلی ماں ہو اور اس اپنی سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، مفصل جواب تحریر فرمادیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

سوتیلی ماں یعنی باپ کی وہ بیوہ جو اپنی ماں نہیں ہے، اس شخص پر اس لیے حرام ہے کہ وہ موطوءۃ الاب ہے اور سوتیلی ماں کی بہن میں یہ علت نہیں؛ اس لیے سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے۔

۲۲/ رمضان شریف ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۳/۲۴۷)

سوتیلی ماں کی لڑکی سے جو پہلے خاوند سے ہو، نکاح جائز ہے:

سوال: زید نے ہندہ سے نکاح کیا پہلے خاوند سے ہندہ کی دو لڑکیاں ہیں۔ زید کی پہلی بیوی سے زید کے دو لڑکے ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ زید کے مذکورہ دو لڑکیاں کا ہندہ کی مذکورہ دونوں لڑکیوں سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۲۴، ظفیر)

☆ **چچیری خالہ سے نکاح:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکا ہے، جس کا نام رمضان ہے، اس کا نکاح ایک ایسی لڑکی سے ہونے جارہا ہے، جو اس لڑکے کی والدہ کی چچازاد بہن ہے اور اس لڑکے کی چچیری خالہ ہوتی ہے تو کیا ان دونوں کے درمیان رشتہ نکاح قائم ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: محمد برہان، مہاراشٹر)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

ایسی لڑکی جو رشتہ میں لڑکے کی چچیری خالہ ہوتی ہے، اس سے نکاح درست ہے؛ کیوں کہ وجہ حرمت نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم: ۷/۳۰۰)

قال الله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴) يعنى ماسوى المحرمات المذكورات فى الأيات السابقة. (التفسير المظهرى، زكريا: ۲/۶۶)

أما الآية فيحتمل أن يكون معنى قوله تعالىٰ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴) أى ماوراء ماحرمه الله تعالىٰ. (بدائع الصنائع، زكريا: ۲/۵۴۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱/ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۷/۸۷۴۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۳/۱۴۲۶ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۵۸)

الجواب

ھو المصوب: مذکورہ لڑکوں اورلڑکیوں کے درمیان رشتہ مذکورہ کے سوارضاعت وغیرہ کا کوئی رشتۂ حرمت نہ ہوتو نکاح جائز ہے، جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے:

(حرم) ... (وزوجة أصله وفرعه مطلقاً) ... وأما بنت زوجة أبيه أوإبنه فحلال. (۱)

اورفتاوی عالمگیریہ میں ہے:

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج إبنه بنتها أوأمها، كذا فى محيط السرخسى. (۲)**واللّٰہ اعلم بالصواب**

کتبہ: عبدالوہاب کان اللّٰہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۵۳)

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وعمر آپس میں علی الترتیب حقیقی باپ بیٹے ہیں، نیز زید کی بیوی یعنی عمر والدفوت ہوچکی ہے۔اب زید اپنا نکاح ہندہ نامی عورت سے کرچکا ہے اور ہندہ اور اس کی حقیقی بہن آپس میں ساس اور بہو ہوجاویں گی، ایسی صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ کا جواب باصواب مستند کتب کے حوالہ سے تحریرفرما کرارسال فرماویں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب

یہ صورت جائز ہے؛ کیوں کہ باپ کی بیوی کی بہن محرمات میں سے نہیں ہے، اس سے بیٹے کا نکاح درست ہے۔

وجواز ذلک مما لایخفی علٰی من له نظر فی الفقه. واللّٰه أعلم

بتاریخ ۲۴ رشوال ۱۳۴۷ھ (امدادالاحکام:۲۵۰/۳)

سوتیلی خالہ سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص کی پہلی بیوی جس سے ایک لڑکا بھی تھا، انتقال کرگئی، بعد میں اس شخص نے دوسری شادی کرلی تھی۔اب اسی شخص کا بیٹا اپنے والد کی سالی؛ یعنی اپنی سوتیلی ماں کی بہن جو اس لڑکے کی سوتیلی خالہ ہے، نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ نیز سگی خالہ وغیرہ اور سوتیلی خالہ وغیرہ نکاح کے احکامات میں ایک جیسے ہوتے ہیں، یا نہیں؟

---

(۱) الدرالمختار مع رد المحتار، فصل فى المحرمات: ۱۰۵/٤، انیس

(۲) الفتاویٰ الهندية، القسم الرابع المحرمات بالجمع: ۲۷۷/۱، دارالفكربيروت، كذا فى فتح القدير، فصل فى بيان المحرمات: ۱۰۹/۳، انیس

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اپنی حقیقی ماں کی بہن (چاہے وہ بہن حقیقی ہو، یا باپ شریک ہو، یا ماں شریک ہو) سے تو نکاح کرنا بوجہ نص صریح کہ قطعی حرام ہے، البتہ اپنی ماں کے علاوہ باپ کی منکوحہ کی بہن (جسے ہمارے عرف میں سوتیلی خالہ کہتے ہیں) سے چوں کہ کوئی نسبی تعلق نہیں؛ اس لیے اس سے نکاح کرنا درست ہے، جب کہ کوئی اور مانع شرعی نہ پایا جاتا ہو۔

لما في القرآن الحكيم (النساء:۲۳): ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الاَخِ﴾ (الآية)

(النساء:۲۴): ﴿وَاُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾

وفي الهندية (۲۷۷/۱): لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي.

وفي الشامية (۳۱/۳): قوله (وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه حلال) وكذا بنت ابنها بحر قال الخير الرملي ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها ولا أم زوجة ابن ولا بنتها ولا زوجة الربيب ولا زوجة الراب، آه. (نجم الفتاویٰ: ۲۰۱/۴)

سوتیلی خالہ سے نکاح:

سوال: پہلی بیوی کا لڑکا اور دوسری بیوی کی بہن، ان کا ایک دوسرے سے نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اگر دو بہنیں ہوں، ان میں سے ایک آدمی نکاح کرے اور دوسری سے اس کا لڑکا نکاح کرے تو شرعاً اجازت ہے؛ (۱) یعنی سوتیلی والدہ کی بہن حقیقی خالہ کی طرح حرام نہیں؛ بلکہ اس سے نکاح جائز ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۱۳۹۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۰/۱۱)

سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح:

سوال: زید کی دو بیویاں ہیں: زینب اور کلثوم، پہلی بیوی زینب سے ایک لڑکا خالد ہے، دوسری بیوی کلثوم کی ایک بہن رقیہ ہے، واضح رہے کہ کلثوم اور رقیہ بھی آپس میں سوتیلی بہن ہیں تو خالد کا نکاح رقیہ سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ لڑکی کی بھی سوتیلی ماں کی سوتیلی بہن ہے۔

---

(۱) "لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج أبنه إبنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي". (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: الحلبي مصر)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء:۲۴) "أى ما عداً من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۴۷۴/۱، سهيل اكادمی لاهور)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

خالہ سے نکاح حرام ہے؛ مگر خالہ وہ ہے، جو حقیقی والدہ کی بہن ہو، (۱) سوتیلی والدہ، والد کی دوسری بیوی کی جو بہن ہے، وہ خالہ نہیں، اس سے نکاح حرام نہیں، لہٰذا زید کے لڑکے خالد کا نکاح زید کی دوسری بیوی کلثوم کی حقیقی بہن سے درست ہے، اگر کوئی اور رشتہ حرمت و رضاعت وغیرہ کا نہ ہو۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۱/۱۱)

سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید کا ایک بیٹا بکر ہے، بکر کی ماں کے مرنے کے بعد زید نے دوسری عورت سے نکاح کرلیا، اب بکر اپنی سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

بکر کا نکاح زید کی دوسری زوجہ کی بہن سے صحیح ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۳/۷-۲۲۴) ☆

---

(۱) قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورة النساء: ۲۳)

(۲) "أسباب التحريم أنواع: قرابة، مصاهرة، رضاع، جمع، ملك، شرك، إدخال أمة على حرة، فهي سبعة". (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲۸/۳، سعيد)

(۳) أما بنت زوجة أبيه وإبنه فحلال. (الدر المختار) وكذا بنت إبنها، ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها، إلخ. (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۳۸۳/۲، ظفير)

☆ سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح:

سوال: حاجی عبدالرحمٰن کی دو بیویاں: مریم بی اور زینب النساء ہیں، پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، اس سے دو لڑکے: شبیر احمد اور رحمت احمد ہیں، دوسری بیوی اپنی حقیقی بہن سے شبیر احمد کا نکاح کرنا چاہتی ہے تو یہ نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

خالہ سے نکاح حرام ہے، (قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾ (الآية) (سورة النساء: ۲۳) (وراجع صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يحل من النساء وما يحرم: ۷۶۵/۲، قديمي، وبدائع الصنائع للعلامة الكاساني، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۴۰۵/۳-۴۰۶، دارالكتب العلمية، بيروت) مگر خالہ وہ ہے جو والدہ کی بہن ہو، سوتیلی والدہ کی بہن خالہ نہیں، اس سے نکاح جائز ہے۔ شبیر احمد کی اپنی والدہ مریم بی کا انتقال ہوگیا، شبیر احمد کے والد کی دوسری بیوی زیب النساء ہے، جو کہ شبیر احمد کی حقیقی والدہ نہیں؛ بلکہ سوتیلی والدہ ہے، زیب النساء کی بہن شبیر احمد کی خالہ نہیں، لہٰذا ان دونوں کا نکاح جائز ہے۔ (قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۲/۱۱)　==

باپ اور بیٹے کا نکاح دو بہنوں سے:

سوال: دو حقیقی بہنوں کا نکاح دو حقیقی باپ بیٹے سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ پہلے ان کا رشتہ ان عورتوں سے کچھ نہیں ہے۔

== سوتیلی ماں کی حقیقی بہن سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سوتیلی ماں کی حقیقی بہن سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: محمد آفتاب عالم)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سگی خالہ سے نکاح حرام ہے، مگر سوتیلی ماں کی حقیقی بہن سے نکاح جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید میرٹھ: ۳۸۹/۱۶)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤) یعنی ماسویٰ المحرمات المذکورات فی الاٰیات السابقة. (التفسیر المظهری، زکریا دیوبند: ٦٦/٢) **أی ورآء ماحرمه اللّٰہ تعالیٰ.** (بدائع الصنائع، زکریا: ٥٤٠/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۲۳۵/۳۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۱۲/۱۴۳۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۵۴/۱۳)

سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا کوئی شخص اپنی سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، جب کہ ماں ابھی باپ کے نکاح میں بھی ہے اور حیات بھی ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوتیلی ماں کی بہن سے مذکورہ شخص کا کوئی رشتہ حرمت نہیں ہے، لہٰذا اُس سے نکاح کرنا شرعاً حلال ہے، اگر چہ سوتیلی ماں باحیات ہی کیوں نہ ہو۔ (کفایت المفتی ۳۲/۵ ملتان، فتاویٰ دارالعلوم: ۲۲۴/۷، فتاوی محمودیہ: ۳۵۰/۳، ۱۵۰/۱۱)

وأما بنت زوجة أبیه أو ابنه فحلال. (الدرالمختار: ١٠٥/٤، زکریا) / **لا بأس بأن یتزوج الرجل امرأة، ویتزوج ابنه ابنتها أو أمّها، کذا فی محیط السرخسی.** (الفتاویٰ الهندیة: ٢٧٧/١، زکریا) / **قالوا: ولا بأس أن یتزوج الرجل امرأة ویتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه لامانع، وقد تزوج محمد بن الحنفیة امرأة وزوج ابنه بنتها.** (البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ١٧٣/٣، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/۱۱/۱۴۲۶ھ۔ (کتاب النوازل: ۱۴۹/۸-۱۵۰)

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

سوتیلی ماں کی بہن اور اس مرد کے درمیان کوئی ایسا رشتہ نہیں، جس کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان نکاح جائز نہ ہو اور یہ عورت نہ محرمات علی التابید اور نہ محرمات غیر مؤبد میں شامل ہے؛ اس لیے سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح درست ہے۔

قال العلامة الکاسانی: والمحرمات علی التابید ثلاثة أنواع محرمات بالقرابة والمحرمان بالمصاهرة ومحرمات بالرضاع. (بدائع الصنائع: ٢٥٦/٣، کتاب النکاح، فصل أن تکون المرأة محللة) (قال العلامة الحصکفی رحمه الله: أسباب التحریم أنواع قرابة مصاهرة رضاع جمع ملک شرک ادخال أمة علیٰ حرة فهی سبعة ذکرها المصنف بهٰذا الترتیب وبقی التطلیق ثلاثاً وتعلق حق الغیر بنکاح أوعدة ذکرهما فی الرجعة. (الدرالمختار علیٰ صدر ردّالمحتار: ٢٨/٣، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات) ومثله فی الهندیة: ٢٧٣/١، الباب الثالث فی المحرمات) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۳۲/۴)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر کوئی اور مانع شرعی موجود نہ ہوتو یہ نکاح جائز ہے، ایک عورت اگر کسی مرد کے نکاح میں ہوتو اس عورت کی لڑکی اس مرد کے باپ پر حرام نہیں ہوتی تو اس کی بہن بطریقِ اولیٰ حرام نہ ہوگی۔

" وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال". (الدر المختار علی الشامی: ۲/ ۴۳۰)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۹/۱۳۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/رمضان/۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۸۳)

باپ بیٹے، دو بہنوں سے نکاح کریں:

سوال: کیا باپ اور بیٹا دونوں بیک وقت حقیقی بہنوں سے نکاح کر سکتے ہیں؟ (محمد اکبر، مادنا پیٹ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے؛ اس لیے یہ صورت کہ باپ بیٹے دو حقیقی بہنوں سے نکاح کر لیں، درست ہے۔(۲) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۳۴)

جواز نکاح پدر ایک زن و نکاح پسر با خواہر آن زن:

سوال: ہندہ و زینب دونوں حقیقی بہن ہیں اور زید عمر دونوں باپ اور بیٹے حقیقی، دونوں کا نکاح زینب اور ہندہ سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

۱۳۲۵ھ (امداد: ۲/۵۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ــــــــ)

ایک بہن سے اپنے لڑکے کا نکاح کر دیا تو اب اس کی دوسری بہن سے خود شادی کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے اپنے لڑکے کا عقد اپنے ماموں کی لڑکی ہندہ سے کر دیا تو اب زید کا نکاح ہندہ کی حقیقی بہن سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اس میں کچھ حرج نہیں ہے، یہ نکاح صحیح ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۶۱)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۱، سعید

(۲) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤) " فلا تحرم بنت زوجة الابن". (البحر الرائق: ۳/۱۶۶، فصل في المحرمات)
جب لڑکے کی بیوی کی لڑکی حرام نہیں ہے تو اس کی بہن تو بدرجۂ اولیٰ حرام نہ ہوگی۔

(۳) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤، انیس)

بھائی کی مرضعہ خالہ کے بیٹے سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میری حقیقی خالہ نے میرے ایک چھوٹے بھائی اور بہن جو جڑواں پیدا ہوئے تھے کو دودھ پلایا تھا، وہ دونوں بعد میں انتقال کر گئے، ان دونوں بچوں سے بڑی میری ایک بہن جو حیات اور بالغہ ہے، کیا اس کا رشتہ ازدواج میری خالہ کے لڑکے سے شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ مدلل اور مفصل جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

آپ کی ہمشیرہ کا نکاح آپ کے خالہ زاد بھائی سے شرعاً جائز ہے۔

لما في تبيين الحقائق (۱۸٤/۲): (وتحل أخت أخيه رضاعا ونسبا) مثاله في النسب أن يكون له أخ من أب له أخت من أمه جاز له أن يتزوج بها ومثاله في الرضاع ظاهر.

وفي الدر المختار (۲۱۷/۳): (وتحل أخت أخيه رضاعا) يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعاً أخت نسباً وبهما وهو ظاهر. (نجم الفتاویٰ: ۲۰۹/۴)

سوتیلے ماموں سے شادی:

سوال: زید کی دو بیٹی جوان ہیں، مگر بیوی کا انتقال ہو گیا ہے، زید نے دوسری شادی کر لی۔ اب دوسری بیوی کے بھائی سے زید کی بیٹی کی شادی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

کسی لڑکی کی شادی اس کے ماموں سے درست نہیں؛ مگر یہاں زید کی دوسری بیوی کا بھائی زید کی پہلی بیوی سے جو بیٹی ہے، اس کا ماموں نہیں، یہ نکاح شرعاً درست ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۳/۱۱)

خالہ زاد ماموں سے نکاح:

سوال: میری سہیلی کے خالہ زاد ماموں اس کو بہت پسند کرتے اور وہ بھی ان کو پسند کرتی ہے، میں نے اس سے کہا کہ بھانجی کا رشتہ بیٹی کے برابر ہوتا ہے؛ اس لیے ان کی شادی نہیں ہو سکتی، اس سلسلہ میں حکم شرعی جاننا چاہتی ہوں؟ (ایک بہن، کریم نگر)

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ (الآية) (سورة النساء: ۲۳)

الجواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ نکاح زندگی بھر کا رشتہ ہے، اپنے معاملات اپنے بزرگوں کی رائے سے طے کرنا چاہیے، ورنہ اکثر جذباتی فیصلہ مستقبل میں ندامت اور پشیمانی کا باعث بن جاتی ہے، آپ اپنی سہیلی کو سمجھائیں کہ کسی مسلمان لڑکی کے لیے کسی غیر محرم کے سامنے ہونا اور ایک دوسرے پر ریجھنا مناسب نہیں----- جہاں تک خالہ زاد ماموں سے نکاح کی بات ہے تو اس کی اجازت ہے، سگے ماموں اور بھانجی کے درمیان نکاح حرام ہے، قرآن نے خود اس کی صراحت کی ہے، (۱) اور حرام رشتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۲) ''ان کے علاوہ سے نکاح حلال ہے''۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۳۸/۴)

دادی کے بھانجے سے نکاح:

سوال: میری ایک سہیلی ہے، جو اپنی دادی کی سگی بہن کے چھوٹے لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہے تو کیا ان دونوں سے ایک دوسرے کی شادی جائز ہے؟ (مسکان، پاٹن بوری، مہاراشٹر)

الجواب

ان دونوں کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے، حرمت نکاح کا کوئی سبب نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۳۸/۴-۳۳۹)

حقیقی چچی سے نکاح کب درست ہے:

سوال: اپنی حقیقی چچی کے ساتھ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کب؟

الجواب

بعد انتقال چچا کے جب چچی کی عدت دس دن چار ماہ گزر جاویں، اس وقت اس کا نکاح چچی کے ساتھ درست ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۱۰/۷)

چچا کے انتقال کے بعد چچی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اور بکر دو بھائی تھے، دونوں کے ایک ایک لڑکا پیدا ہوا، اتفاق سے زید اور بکر دونوں کا انتقال ہوگیا، دونوں کے انتقال کے بعد زید کی بیوہ

---

(۱) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ (الآية) (سورة النساء: ۲۳)

(۲) سورة النساء: ۲۴

(۳) أما منكوحة الغير ومعتدته، إلخ، فلم يقل أحد بجوازه أصلاً. (ردالمحتار، باب المهر: ۴۸۲/۲، ظفير)

بیوی سے بکر کے لڑکے نے نکاح کرلیا، جو کہ اس کی حقیقی چچی تھی، بکر کے لڑکے کوئی رشتہ اپنی چچی سے دوسرا ایسا نہیں ہے، جس سے دونوں کا نکاح آپس میں حرام ہو، اس صورت میں زید کی بیوہ بیوی سے بکر کے لڑکے کا نکاح درست ہے، یانہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

(المستفتی: علیم الدین گوجر، جھولوجنگل، نینی تال، یوپی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

شرعاً یہ نکاح درست ہے؛ کیوں کہ وجہ حرمت نہیں پائی گئی، جو ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤) کے تحت داخل ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۷/۱۷۵)

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ یعنی ماسوی المحرمات المذکورات فی الآیات السابقة. (التفسیر المظهری، زکریا دیوبند: ٢/٦٦)

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ أی ماوراء ماحرمه اللّٰه تعالیٰ. (بدائع الصنائع، زکریا: ٢/٥٤٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۶ رمحرم الحرام ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۴۷۲) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۱۶۸-۱۶۹)

بیوی کی سوتیلی ماں اور اپنی چچی سے نکاح جائز ہے، یانہیں:

سوال: زید کی زوجیت میں خالدہ ہے اور ہندہ خالدہ کی سوتیلی ماں ہے اور زید کی حقیقی چچی بھی ہے، بیوہ ہوگئی ہے تو کیا زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ خالدہ کی موجودگی میں جائز ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــ

زید کا نکاح مسماۃ ہندہ کے ساتھ بحالت موجودگی خالدہ کے نکاح زید میں صحیح ہے۔

درمختار میں ہے: (فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها). (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۲۵۲)

چچی سے نکاح:

سوال: میں نے نکاحِ ثانی کیا ہے، جو رشتہ میں میری چچی لگتی ہے، سگی چچی نہیں ہے؛ لیکن اب کچھ لوگ اس پر شبہ کرتے ہیں، حضور والا کا فتویٰ مطلوب ہے؟

الجواب ــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر سگی چچی بھی ہو اور کوئی دوسرا رشتہ اس سے حرمت والا نہ ہو اور وہ بیوہ ہو کر عدت گزر جائے تو اس سے بھی نکاح

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۲/ ۳۹۱، ظفیر

شرعاً درست ہے، کوئی شبہ نہ کریں؛(۱) لیکن جب بیویاں دو ہوں تو دونوں کے حقوق برابر ادا کرنا لازم ہے، ایسا نہ ہو کہ ایک طرف جھک جائے اور دوسری کی پرواہ نہ کرے کہ یہ ظلم ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۵/۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند، ۱۵/۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۷۳)

چچی سے نکاح:

سوال: زید کی زوجہ مسماۃ ہندہ کا نکاح زید کے طلاق دینے، یا انتقال کے بعد زید کے بھتیجے بھائی کے بیٹے عمرو کے ساتھ جائز ہے، یانہیں؟ نیز ہندہ کے بطن سے زید کے اولاد بھی موجود ہے۔ نیز ہندہ زید کی زوجیت میں ہوتے ہوئے عمرو سے مثل اجنبی پردہ کرنا ضروری ہے، یانہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

چچی سے بھتیجے کا نکاح شرعاً درست ہے، بشرطیکہ کوئی اور مانع مصاہرت وغیرہ نہ ہو۔(۳) چچی اور بھتیجے آپس میں محرم نہیں؛ بلکہ اجنبی ہیں، ان میں پردہ ضروری ہے۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۶/۱۳۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۶/۱۳۶۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۷۴)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (سورۃ النساء: ٢٤)

(۲) "ومنها وجوب العدل بين النساء في حقوقهن ... فإن كان له أكثر من امرأة، فعليه العدل بينهن في حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة، وهو التسوية بينهن في ذلك ... والأصل فيه قوله عزو جل: (وإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة) (النساء: ٣) ... ﴿ذلك أدنى ألا تعولوا) أي تجوروا والجور حرام، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في وجوب العدل بين النساء: ٣/٦٠٨-٦١٠، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "ومنها وجوب العدل بين النساء في حقوقهن ... فإن كان له أكثر من امرأة، فعليه العدل بينهن في حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة، وهو التسوية بينهن في ذلك ... والأصل فيه قوله عزو جل: ﴿وإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة﴾ (النساء: ٣) ... ﴿ذلك أدنى ألا تعولوا﴾ أي تجوروا والجور حرام، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في وجوب العدل بين النساء: ٣/٦٠٨-٦١٠، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "(عن عقبة بن عامر قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: إياكم والدخول على النساء) أي عند المحرمات علىٰ طريق التخلية أو علىٰ وجه التكشف، (فقال رجل: يا رسول اللّٰه! أرأيت الحمو؟) بفتح الحاء وسكون الميم بعدها واؤ وهمز، قال ابن الملك: أي أخبرني عن دخول الحمو عليهن ... وهم أقارب الزوج غير الآباء وأبناءه، قال القاضي: الحمو قريب الزوج كابنه وأخيه ...، (قال: الحمو الموت) أي دخوله كالموت مهلك يعني الفتاة منه أكثر لمساهلة الناس في ذلك". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ٦/٢٧٨، رشيديه)

چچی اور ممانی سے نکاح:

سوال: بھتیجا، یا بھانجا اپنی چچی، یا ممانی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ رشتہ نکاح سے مانع نہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۴/۶۳ ۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۴/۶۳ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۵/۱۱) ☆

ماموں کی بیوی سے اور بیٹے کی بیوی سے نکاح:

سوال: ماموں کی بیوی اور بیٹے کی بیوی سے بعد طلاق، یا وفات کے نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اور نیز بھانجہ کی بیوی اور بھتیجے کی بیوی سے بعد طلاق، یا وفات کے نکاح درست ہے، یا نہیں؟

---

(۱) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾(سورة النساء: ٢٤)قال ابن كثير رحيمه الله تعالى تحت هذه الآية :"أى ماعدا من ذكر ن من المحارم ، هن لكم حلال".(تفسير ابن كثير: ١/ ٤٧٤ ،سهيل اكيڈمى لاهور)

"أى أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم".(التفسير المنير: ٦/٥ ،دارالفكر بيروت)

قال اللّٰه تعالىٰ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾أى ما سوى المحرمات المذكور ات فى الآيات السابقة ".(التفسير المظهرى: ٦٦/٢ ،حافظ كتب خانه كوئٹه)

☆ **چچی اور ممانی کے ساتھ نکاح جائز ہے:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھتیجا اپنے چچا مرحوم کی بیوی اور بھانجا اپنے ماموں مرحوم کی بیوی کے ساتھ شادی کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: منتظر شاہ پاک جرمن فارم ملتان، ۲۴/۱۷/۱۹۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

چچا اور ماموں کی بیویوں کے ساتھ نکاح جائز ہے، لعدم ورود النهى عنه فى القرآن والحديث وكتب الفقه. (قال العلامة الكاسانى: فالمحرمات بالقرابة سبع فرق الأمهات والبنات والأخوات، والعمات، والخالات، وبنات الأخ وبنات الأخت... ثم اخبر سبحانه وتعالىٰ أنه أحل ما وراء ذلک بقوله ﴿وأحل لكم ما ورآء ذلكم﴾ وبنات الأعمام والعمات والاخوال والخالات لم يذكرن فى المحرمات فكن مما وراء ذلک فكن محللات، وكذا عمومات النكاح لا توجب الفصل ثم خص عنها المحرمات المذكورات فى آية التحريم فبقى غيرهن تحت العموم،الخ.(بدائع الصنائع: ٥٢٩/٢_ ٥٣١ كتاب النكاح المحرمات بالقرابة)

وقال اللّٰه تعالىٰ: ﴿أحل لكم ما ورآء ذلكم﴾ (سورة النساء: ٢٤)ويدل عليه مفهوم الدر المختار: (وزوجة أصله وفرعه مطلقاً). (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ٣٠٢/٢، فصل فى المحرمات) فافهم وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۶/۴)

الجواب ــ

ماموں کی بیوی سے بعد طلاق، یا وفات نکاح درست ہے اور بیٹے کی بیوی سے نکاح باطل وحرام ہے اور بھانجہ کی بیوی اور بھتیجے کی بیوی سے بھی نکاح حلال ہے۔(۱)

فی الدرالمختار: (وزوجة أصله وفروعه مطلقاً)، آه. (۲)

قلت: فالخال وابن الأخ وابن الأخت ليسوا بأصول ولافروع. فقط والله اعلم

۲۲/ذی الحجہ۱۳۲۱ھ (امداد:۲/۵۱) (امدادالفتاویٰ جدید:۲/ـــــــــ) ☆

(۱) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورة النساء:۲۳)

وقال الله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء:۲٤، انیس)

(۲) الدرالمختارعلى ردالمحتار: ١٠٥/٤، الرياض، انیس

☆ ممانی سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے ایک ماموں ہیں، جنھوں نے مجھے بچپن سے پالا پوسہ اور اب میں جوان ہو چکا ہوں، اچانک کچھ عرصہ پہلے میرے ماموں کا انتقال ہوگیا۔ ان کی بیوی کی عمر تو زیادہ ہوگئی ہے؛ لیکن دیکھنے میں جوان معلوم ہوتی ہیں تو میرے خاندان کے کچھ لوگوں نے کہا کہ تم اس بیوہ کا سہارا بن جاؤ اور ان سے نکاح کرلو۔ میں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ انہوں نے تو مجھے بچپن سے پالا پوسہ ہے اور اب میں ان سے نکاح کرلوں؟ بہرحال میں بہت پریشان ہوں۔ یہ یاد رہے کہ میں نے ممانی کا دودھ نہیں پیا۔ اب آپ حضرات بتائیں کہ میں اپنی ممانی سے نکاح کرسکتا ہوں اور شریعت مطہرہ اس کی اجازت دیتی ہے کہ جس کی گود میں آپ جوان ہوں، اسی سے نکاح کرلیں اور نکاح کے وقت عمر کا لحاظ کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

آپ کی ممانی نے چوں کہ آپ کو بچپن سے پالا پوسہ ہے، اب آپ کا انہی سے نکاح کرنا ایک گونہ بہتر نہیں؛ کیوں کہ اس طرح کرنے سے مصالح نکاح حاصل نہ ہو پائیں گے، البتہ شریعت کی نظر میں ممانی سے نکاح درست ہے، جب کہ کوئی مانع نہ ہو (رضاعت وغیرہ)، لہٰذا اگر کوئی مجبوری ہو، مثلاً فتنہ کا اندیشہ ہو (یعنی ان کے زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو) اور کوئی ان سے نکاح کرنے والا نہ ہو، وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں آپ کو ان سے نکاح کرلینا چاہیے، ورنہ احتراز بہتر ہے۔

لما في المشكاة (٢٧٥/٢، كتاب النكاح): عن ابن عباس قال: حرم من النسب سبع ومن الصهر سبع ثم قرأ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ (الآية)

وفي الدرالمختار (٢٨/٣، فصل في المحرمات): أسباب التحريم أنواع قرابة مصاهرة رضاع جمع ملك شرك إدخال أمة على حرة فهي سبعة... (حرم) على المتزوج ذكرا كان أوأنثى نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبنتها) ولو من زنى (وعمته و خالته) ==

بھانجے اور ماموں کی مدخولہ سے نکاح درست ہے:

سوال: بھانجے کی مدخولہ سے ماموں کا اور ماموں کی مدخولہ سے بھانجے کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت درست ہے اور ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾(۱) میں داخل ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۷۶/۷)

ممانی کے مرضعہ ہونے کا شک ہو تو اس کی نواسی سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے ماموں کی نواسی سے شادی کرنا چاہتا ہے اور شبہ یہ ہے کہ شاید ممانی (یا ممانی کی بیٹی) نے اس کو بچپن میں دودھ پلایا ہو اور وہ اس کی مرضعہ ہو، لہٰذا اگر پلایا ہو تو رضاعی بہن ہونے کی وجہ سے نکاح جائز نہیں ہونا چاہیے۔ مکمل تفصیل بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

اپنے ماموں کی نواسی سے نکاح کرنا جائز ہے، اگرچہ شبہ رضاعی بہن کا ہے؛ کیوں کہ شبہ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے، جب تک یقین نہ ہو، البتہ احتیاط اور بہتر یہ ہے کہ نکاح نہ کریں۔

لما فی الأشباه والنظائر (ص:٦٨): وفی الخانية: صغير وصغيرة بينهما شبهة الرضاع ولا يعلم ذلك حقيقة قالوا: لا بأس بالنكاح بينهما هذا إذا لم يخبر بذلك أحد، فإن أخبر به عدل ثقة يؤخذ بقوله ولا يجوز النكاح بينهما.

وفی الشامية (٢١٢/٣): وفی الفتح لو أدخلت الحلمة فی فی الصبی وشكت فی الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشك. (نجم الفتاویٰ:۲۰۹/۴)

سگے ماموں کی نواسی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے سگے ماموں ہیں،

== فهذه السبعة مذكورة فی آية ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ ويدخل عمة جده وجدته وخالتهما الأشقاء وغيرهن وأما عمة عمة أمه وخالة خالة أبيه حلال كبنت عمه وعمته وخاله وخالته لقوله تعالى ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾.

وفی الفقه الإسلامی وأدلته (٦٧٥٥/٩، الكفاءة فی النكاح، المبحث الخامس): هٰذه هی خصال الكفائة، أما ما عداها كالجمال والسن والثقافة والبلد والعيوب الأخرىٰ غير المثبتة للخيار فی الزواج كالعمی والقطع وتشوه الصورة، فليست معتبرة، فالقبيح كفء للجميل، والكبير كفء للصغير، والجاهل كفء للمثقف أو المتعلم، والقروی كفء للمدنی، والمريض كفء للسليم لكن الأولی مراعاة التقارب بين هذه الأوصاف وبخاصة السن والثقافة لأن وجودهما ادعی لتحقيق الوفاق والوئام بين الزوجين، وعدمهما يحدث بلبلة واختلافاً مستعصياً، لاختلاف وجهات النظر، وتقديرات الأمور، وتحقيق هدف الزواج، وإسعاد الطرفين. (نجم الفتاویٰ:۱۹۱/۴-۱۹۲)

(۱) سورة النساء: ٢٤، ظفير

ان کی لڑکی کی لڑکی سے کیا میں شادی کرسکتا ہوں، جب کہ مطلوبہ لڑکی کا سگا ماموں میرا دودھ شریک بھائی ہے، لڑکی کے سگے ماموں نے میری ماں سے دودھ پیا ہے؛ لیکن میں نے نہ لڑکی کی ماں سے دودھ پیا ہے، نہ اس کی دادی، نانی سے، تو ایسی صورت میں میرا نکاح لڑکی سے صحیح ہوگا، یا نہیں؟ (المستفتی: احساس احمد کانٹھ کی پلیہ مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پنے سگے ماموں کی نواسی کے ساتھ شرعی طور پر نکاح کرسکتے ہیں اور لڑکی کے ماموں نے اگر آپ کی ماں سے دودھ پیا ہے تو اس کے لیے آپ کی بہنوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور آپ کے لیے اس کی بہن اور اس کی بھانجی وغیرہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم س کے خاندان میں داخل ہو چکے ہیں۔

إذا نسب الحل لها بأن يقال يحل لها أبو أخيها، وأخوابنها، وجد ابنها، وأبوعمها، وأبو خالها، وخال ولدها، وابن خالة ولدها (إلى قوله) لأنهما لايحرمان،الخ. (شامی، كتاب النكاح، باب الرضاع، كراچی: ۲۱٦/۳، زكريا ديوبند: ٤۰۸/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۲/شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۳۰۳/۳۴) (فتاوی قاسمیہ: ۱۸۰/۱۳)

چچازاد ماموں سے نکاح کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے سر جمیل حسن پانچ بھائی ہیں، پانچویں بھائی اشرف حسین ہیں، اشرف حسین کے لڑکے ناصر حسین سے میری لڑکی شرینہ پروین کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ ناصر حسین ہمارے سر کا بھتیجہ ہوتا ہے اور میری لڑکی کا چچازاد ماموں ہوتا ہے تو کیا اس لڑکے سے نکاح کی گنجائش ہے؟ (المستفتی: محمد عثمان، مغلپورہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

سوال کا حاصل یہ ہے کہ لڑکی کی ماں کے حقیقی چچازاد بھائی کے ساتھ لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ تو حکم شرعی یہی ہے کہ ماں کے چچازاد بھائی کی لڑکی کے ساتھ اس کا نکاح جائز ہے، عوام کے عرف میں اس شخص کو چچازاد ماموں کہتے ہیں، یہ ایسا ہے جیسا کہ حضرت فاطمہ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے لڑکے حضرت علیؓ سے ہوا تھا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

أى ماعدا من ذكر من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳/صفر المظفر ۱۴۳۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۲۷۷/۳۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۲/۱۳ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۷۹/۱۳)

چچا اور بھتیجی کا آپس میں نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک صاحب کا تعلیم یافتہ بالغ لڑکا جو کہ دین سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتا ہے، دوسرے صاحب اس کے چچازاد بھائی ہیں تو اس تعلیم یافتہ بالغ لڑکے کا نکاح اس کے چچازاد بھائی کی لڑکی کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟

آپس میں دونوں شادی کرنے کے لیے بضد ہیں، ایسی صورت میں ان دونوں کا شادی کرنا، یا نکاح کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: ممتاز حسین، چوکی حسن خاں، انڈے والان، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں ان دونوں کے درمیان شادی کرنے میں کوئی مانع شرعی نہیں ہے؛ اس لیے ان دونوں کا نکاح جائز ہے، جس طریقہ سے اس لڑکے کے لیے اپنی چچازاد بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، اسی طرح چچازاد بھائی اور چچازاد بہن کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز اور درست ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حقیقی تایازاد بھائی کی بیٹی کے ساتھ ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی تایازاد بھائی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ في تفسير المظهري: يعني ماسوىٰ المحرمات المذكورات في الآيات السابقة. (التفسير المظهري، زكريا ديوبند: ٢/٦٦)

وقال العلامة الآلوسي: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ إشارة إلى ماتقدم من المحرمات أي أحل لكم نكاح ماسواهن انفراداً وجمعاً. (روح المعاني، زكريا ديوبند: ٤/٦)

وعن عكرمة قال: لما زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم: عليا فاطمة ... وفي رواية عن علي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما زوج فاطمة بعث معها بخملة ووسادة أدم حشوها ليف، ورحائين، وسقاء، وجرتين. (الطبقات الكبرىٰ: ٨/١٩، بحوالہ انوار نبوت: ٦٨٠-٦٨٢)

عن أنس ولما زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم عليا رضى الله عنه فاطمة رضى الله عنها دخل البيت. (إعلاء السنن، مكتبة عباس أحمد الباز، مكة المكرمة: ١١/١٠، رقم: ٣٠٧٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۰/ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۹۵۶/۳۸) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۶۹-۱۷۰)

ان عورتوں سے نکاح درست ہے:

سوال: سوتیلی ماں، ساس کی حقیقی بہن، سوتیلی ماں کی سوتیلی بہن، ساس کی بہن، سوتیلی ساس کی بہن۔ ان عورتوں سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

ان سب عورتوں سے نکاح درست ہے اور یہ سب آیت کریمہ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۱) میں داخل ہیں۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۳۰۰-۳۰۱)

سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، ایک سے لڑکا پیدا ہوا تھا، اب یہ شخص وفات پا گیا اور دوسری بیوی نے دوسری جگہ نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، کیا اس لڑکے اور لڑکی کے درمیان نکاح جائز ہے؟ بینوا توجروا۔　(المستفتی: مفقود العنوان،۲۲/۵/۱۹۷۲ء)

الجواب

اس لڑکے کے لیے سوتیلی ماں کی وہ اولاد جو کہ اس کے والد سے پیدا نہیں ہے، جائز ہے۔

لقوله تعالىٰ: ﴿وأحل لكم ما ورآء ذلكم﴾ (۱)

وفي الدرالمختار: وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (۳۸۳/۲) (۳) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۴/۲۸۷)

سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ خالد نے ہندہ سے شادی کی، ہندہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام زید ہے، پھر خالد نے زینب طلاق شدہ عورت سے نکاح کیا، زینب کی پہلے شوہر سے ایک لڑکی رقیہ تھی تو کیا زید اور رقیہ کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وبالله التوفيق

صورتِ مسئولہ میں زید اور رقیہ کے درمیان حرمت کا کوئی سبب نہیں پایا جاتا، لہٰذا اُن دونوں میں نکاح جائز ہے۔

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدرالمختار: ١٠٥/٤، زكريا)

قالوا: ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه لامانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق، فصل في المحرمات: ١٧٣/٣، زكريا)

أما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدرالمختار: ٣١/٣، كراچی، ١٠٥/٤، زكريا)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج إبنه ابنتها. (الفتاویٰ الهندية: ٢٧٧/١، زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۳۰/۱۱/۱۴۱۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۱۵۰-۱۵۱)

(۱،۲)　سورة النساء: ٢٤، ظفير

(۳)　الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ٣٠٢/٢، فصل في المحرمات

سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ سوتیلی ماں کی بیٹی، جو اس کے پہلے شوہر سے ہو، کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

اگر اور کوئی ذریعہ حرمت کا موجود نہ ہو تو سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح از روئے شرع جائز ہے۔صورت مسئولہ میں بظاہر چوں کہ کوئی ایسی صورت نہیں؛ اس لیے سوتیلی ماں کی بیٹی جو اس کے پہلے شوہر سے ہو، سے نکاح جائز ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمه اللّٰہ: وأما بنت زوجة اَبیه اَوْ ابنه فحلال. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار: ۳/ ۳۱، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات)(۱)(فتاوی حقانیہ: ۴/ ۳۳۰)

سوتیلی ماں کی اس لڑکی سے نکاح درست ہے، جو دوسرے شوہر سے ہے:

سوال: زید کا باپ مر گیا، اس کی سوتیلی ماں ہندہ نے دوسرا نکاح کر لیا، اب ہندہ کی لڑکی پیدا ہوئی، اس کی لڑکی سے زید نے نکاح کر لیا۔ یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

زید کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے جو کہ دوسرے شوہر سے پیدا ہوئی ہے، شرعاً صحیح ہے؛ کیوں کہ محرمات میں اور قاعدہ حرمت میں داخل نہیں ہے؛ بلکہ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾(۲) میں داخل ہے؛ کیوں کہ ہندہ کی یہ دختر نہ زید کی اخیافی بہن ہے، نہ علاتی؛ یعنی نہ ماں شریک بہن ہے، نہ باپ شریک بہن ہے اور حقیقی بہن نہ ہونا اظہر ہے؛ بلکہ یہ لڑکی زید سے محض اجنبیہ ہے، لہٰذا حلت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/ ۲۹۵)

سوتیلی ماں کے لڑکے سے لڑکی کا نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید کی سوتیلی ماں بیوہ کا جب دوسری جگہ نکاح کرے اور اس سے لڑکا تولد ہو تو زید اس لڑکے سے اپنی دختر کا نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

یہ نکاح درست ہے۔(۳)(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/ ۲۳۱)

---

(۱) قال الشیخ وهبة الزحیلی: والمحرم بهٰذه الاٰیة هو زوجة الأب فقط أما بنتها أو أمها فلا تحرم علی الإبن. (الفقه الإسلامی وَاَدِلَّتُهٗ: ۷/ ۱۳۲، حرمة القرابة) ومثله فی منحة الخالق علیٰ هامش البحر الرائق: ۳/ ۹٤، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات

(۲) سورة النساء: ۲٤، ظفیر

(۳) فلا تحرم بنت زوجة الإبن، إلخ، ولا بنت زوجة الأب. (البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۳/ ۱۰۰)
جب خود اس کے لیے حرام نہیں ہے تو اس کے لڑکے کے لیے بدرجہ اولیٰ حرام نہ ہوگی؛ بلکہ جائز ہوگی۔(ظفیر)

بہن کی سوتیلی بیٹی سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میری بہن کی شادی ایک شادی شدہ مرد سے ہوئی، جس کی ایک بیٹی پہلی بیوی سے ہے۔ آیا میرے لیے اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں آپ کی بہن کا نکاح ہونے کی وجہ سے یہ لڑکی محرم نہیں بنتی، لہٰذا غیر محرم ہونے کی وجہ سے اس سے آپ کا نکاح جائز ہے۔

لما فی القرآن المجید (النساء:۲۳): ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الاَخِ ... وَاُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾

وفی الهداية (۳۰۹/۲): ولا بـأس بـان يجمع بين امرأة وبنت زوج كان لها من قبل لانه لاقرابة بينهـمـا ولارضـاع وقـال زفـر: لا يجوز ... قلنا امرأة الاب لو صورتها ذكرا جاز له التزوج بهذه والشرط ان يصور ذلک من كل جانب.

وفی الشامية (۳۱/۳): (قـولـه: وأمـا بنت زوجة أبيه أوابنه حلال) وكذا بنت ابنها، بحر، قال الـخير الرملي: ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها ولا أم زوجة ابن ولا بنتها ولا زوجة الربيب ولا زوجة الراب، آه. (نجم الفتاویٰ:۲۰۰/۴)

رشتہ کے سوتیلے ماموں سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید کی پہلی زوجہ متوفیہ سے ایک لڑکی ہے تو دوسری زوجہ کے بھائی سے اس لڑکی کا عقد ہوسکتا ہے، یا نہیں؛ کیوں کہ وہ اس لڑکی کا سوتیلا ماموں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

ہوسکتا ہے کہ درحقیقت زوجہ ثانیہ کا بھائی پہلی زوجہ کی دختر کا ماموں نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۲/۷)

ماموں بھانجے کی مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی منکوحہ زبیدہ کو طلاق دے دی، جب کہ زبیدہ کا زید سے ایک لڑکی بھی ہے، عدت پوری ہونے کے بعد زید کا حقیقی ماموں زبیدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: سید حیات شاہ کریمی انڈسٹریز سٹیل ورکس نوشہرہ)

---

(۱) وجہ حرمت کوئی نہیں ہے، یہ بھی ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤) میں داخل ہے۔ ظفیر

الجواب ــ

زید کے ماموں کے لیے زید کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (الآیۃ) (۱) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۰/۴) ☆

بھتیجہ کی بیوی سے نکاح:

سوال: دو بھائی سگے ہیں: بندہ اور کمالو، جس میں سے بندہ کا انتقال ہوگیا ہے اور بندہ کی عورت سے کمالو کا نکاح ہوگیا اور بندہ کا ایک لڑکا تھا اور اس کا بیاہ ایک عورت سے ہوگیا تھا، جس میں اس کی عورت اس سے رضامند نہیں ہے، کمالو سے رضامند ہے اور لڑکا میرے نہیں ہے، اس کی عورت مجھ کو چاہتی ہے اور میرے بھتیجے کو نہیں چاہتی اور چار دفعہ وہ بھاگ چکی ہے، اس کے ساتھ میرا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر آپ کا بھتیجہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور عدت گزر جائے، نیز کوئی اور بھی مانع نہ ہو تو شرعاً آپ کا اس بھتیجہ کی بیوی سے نکاح درست ہے۔ (۲) بغیر طلاق کے اس سے آپ کا نکاح درست نہیں۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۲/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ علوم سہارنپور، ۱۶/ ذی الحجہ/ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۹۰/۱۱)

(۱) اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

قال للّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ أی سویٰ ما حرم علیکم من النساء. (تفسیر الجلالین: ۲۸/۱، سورۃ النساء، رقم الآیۃ: ۲٤)

☆ **بھانجے کی بیوی سے ماموں کا نکاح جائز ہے:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھانجے کی بیوی ماموں کے لیے جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: شیر زمین چارسدہ روڈ پشاور، ۱۴/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ)

الجواب ــ

تمام ارباب فتاویٰ نے زوجہ اصل، یا زوجہ فرع کو محرمات سے شمار کئے ہیں۔ (قال العلامۃ الحصکفی: وزوجۃ أصلہ و فرعہ مطلقاً ولو بعیداً، إلخ. (الدر المختار علیٰ ھامش رد المحتار: ۲۰۳/۲، فصل فی المحرمات) نہ کہ زوجہ برادر، یا عم وغیرہ کو۔ (قال العلامۃ عبد اللّٰہ بن مودود الموصلی: إن المحرمات بکتاب اللّٰہ وسنۃ نبیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تسعۃ أقسام: بالقرابۃ وبالصھریۃ ... فالمحرمات بالقرابۃ سبعۃ أنواع ... وما عداھن من القرابات محللات بقولہ تعالیٰ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾. (الآیۃ) (الاختیار لتعلیل المختار: ۲۱۱/۲، فصل فی المحرمات) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۹/۴)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۲٤) "أی ما عدا ذکرن من المحارم، ھن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ٤٧٤/١، سھیل اکادمی لاھور)

(۳) "لایجوز لرجل أن یتزوج زوجۃ غیرہ وکذلک المعتدۃ". (الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیۃ)

کیا ماموں بھانجے دونوں سمدھی بن سکتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حقیقی ماموں اور حقیقی بھانجہ کیا، دونوں سمدھی بن سکتے ہیں؟ بایں طور کہ ماموں کا لڑکا اور بھانجے کی لڑکی تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ——————— وباللّٰہ التوفیق

ماموں کے لڑکے اور بھانجے کی لڑکی میں نکاح درست ہے، اُن میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

أی أبیح لکم من النساء سوی ما حرم علیکم. (التفسیر المنیر: ٦/٥، دار الفکر بیروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۷/۱۱/۱۴۱۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۲/۸-۱۶۳)

زید کی علاتی بہن کا نکاح زید کے ماموں کے ساتھ درست ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی علاتی بہن فاطمہ ہے؛ یعنی باپ سے ہے اور ماں سے نہیں ہے، اس کا نکاح زید کے اپنے ماموں بکر سے صحیح ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حاجی فضل غفار خیبر بوٹ ہاؤس منگورہ سوات)

الجواب ———————

صورت مسئولہ میں بکر کا نکاح فاطمہ سے درست ہے۔ (۱) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۶/۴)

عورت اور اس کے خاوند کی لڑکی کو ایک نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے:

سوال: ایک شخص ایک عورت کو اور اس کے خاوند کی بیٹی کو جو دوسری عورت سے ہے، دونوں کو نکاح میں جمع کر سکتا ہے، یا نہ؟

الجواب ———————

کر سکتا ہے۔ (**کذا صرح بہ فی الدر المختار، لعدم علتہ الحرمۃ**) (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۴۳/۷)

ایک عورت اور اس کے شوہر کی بیٹی کا نکاح ایک شخص سے:

سوال: عورت مع اپنی سوتیلی ماں کے ایک شخص کے نکاح میں جمع ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۃ النساء: ٢٤)

(۲) (فجاز الجمع بین امرأۃ وبنت زوجھا) أو امرأۃ ابنھا. (الدر المختار علی ھامش رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ٣٩١/٢، ظفیر)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ہوسکتی ہے۔

"ویجوز الجمع بین امرأة وبنت زوجها،آه". (عالمگیری: ۲۷۷/۱)(۱)فقط واللّٰہ سبحانہ تعالٰی أعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۱/۲/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف: مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۱/۲/۲۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۳/۱۱) ☆

لڑکے کی [شادی] شوہر کی لڑکی سے:

سوال: زید کے دو بیوی تھی، زید کے مرنے کے بعد اس کی ایک بیوی سے اس کے بھائی عمر نے شادی کر لی، عمر سے لڑکا پیدا ہوا، اب کیا وہ زید کی دوسری بیوی کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۰۳/۷)

بیوی کے لڑکے کی مطلقہ سے نکاح:

سوال: ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس عورت کے ایک لڑکا پہلے خاوند سے تھا، اس لڑکے کا نکاح اس شخص نے ایک عورت سے کر دیا، اس لڑکے نے اس عورت کو طلاق دے دی، پھر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا، اس نے بھی اسے طلاق دے دی، اب اگر یہ شخص اس عورت سے نکاح کرے تو درست ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر شخص مذکور اس عورت سے نکاح کرے تو درست ہے؛ یعنی اپنی عورت کے اس لڑکے کی زوجہ سے جو شوہر اول سے ہے، نکاح درست ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾(۲) ودلیله ما قال فی الشامی: ولاتحرم بنت زوج الأم ولا أمه [إلٰی أن قال] ولازوجة الربیب ولازوجة الراب. (ردالمحتار: ۳۸۲/۲)

کتبہ رشید احمد، الجواب صحیح: بندہ عزیز الرحمٰن۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۰۵/۷-۳۰۶)

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، القسم الرابع، المحرمات بالجمع: ۲۷۷/۱، رشیدیه

☆ **اپنی بیوی کے پہلے شوہر کی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے:**

سوال: ایک آدمی اپنی عورت کے پہلے شوہر کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

کرسکتا ہے۔ (شرح الوقایة (۵/۲): لا بین امرأة وبنت زوجها محرمات.) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/-----)

(۲) سورة النساء: ۲۴، ظفیر

سابقہ مطلقہ کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح:

سوال: سابقہ بیوی جسے میں نے طلاق دے دی ہے اور جس سے مجھے کوئی اولاد نہیں ہوئی، وہ اب کسی اور کی بیوی ہے، کیا میرے لڑکے اور ان کی لڑکی کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے؟ (پی، ایم حسین، مشیر آباد)

الجواب

آپ کے لڑکے اور ان کی لڑکی کے درمیان نکاح درست ہے؛ اس لیے کہ دونوں کے والد بھی الگ ہیں اور دونوں کی والدہ بھی الگ ہیں اور نسبی حرمت اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب والدین، یا ان میں سے ایک میں دونوں کا اشتراک ہو۔(۱) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۳۵-۳۳۶)

منکوحہ غیر مدخول بہا کی لڑکی سے شوہر کے نکاح کا حکم:

سوال: مسماۃ ہندہ کا شوہر وفات پا گیا اور اسی شوہر سے ایک لڑکی مسماۃ رابعہ ہے، ہندہ نے دوسری جگہ شادی کی؛ مگر قبل دخول کے ہندہ وفات پا گئی یا قبل دخول کے شوہر نے ہندہ کو طلاق دے دی، آیا اسی شوہر کا نکاح مسماۃ رابعہ سے جو اس منکوحہ غیر مدخول بہا کی لڑکی ہے، درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں رابعہ کے ساتھ ہندہ کے شوہر کا نکاح درست ہے؛ کیوں کہ ہندہ کے ساتھ اس کا دخول نہیں ہوا۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ (النساء: ۲۳) واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲/۹/۱۳۸۸ھ، الجواب صحیح: محمد عاشق الٰہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۳۹-۲۴۰)

زوجہ کی بھانجی سے نکاح کا مسئلہ:

سوال: سالی یعنی خسر پورہ کی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

الجواب

اگر زوجہ مرگئی تو زوجہ کی بھانجی سے نکاح درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۸۱)

بیوی کی بھانجی سے بیوی کی موت کے بعد نکاح کرنا جائز ہے:

سوال: کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی کو عقد میں لانا بعد انتقال حضرت فاطمہ

(۱) " وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال". (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۴/۱۰۴، فصل في المحرمات)

رضی اللہ عنہا کے ایک تاریخی واقعہ ہے۔ شرعاً جائز ہے، یانہیں؟ کیا زوجہ کی بھانجی محرمات ابدیہ میں سے ہے، یا نہ؟

الجواب

اپنی زوجہ کے انتقال کے بعد زوجہ کی بھانجی سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے اور وہ محرمات ابدیہ میں سے نہیں ہے، صرف جمع کرنا خالی بھانجی کو نکاح میں ناجائز ہے، (۱) اور ایک ان میں سے باقی نہ رہے تو دوسری سے نکاح صحیح ہے، پس اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا ہو تو شرعاً کچھ حرج نہیں ہے اور ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (۲) میں داخل ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۱/۷)

بیوی کے مرنے کے بعد شوہر اس بیوی کی بھانجی سے نکاح کرسکتا ہے، یانہیں:

سوال: زینب و ہندہ دو حقیقی بہنیں ہیں، بعد وفات ہندہ کی بیٹی سے ہندہ کے شوہر کی شادی ہوسکتی ہے، یانہیں؟ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت علیؓ نے بعد وفات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضرت عثمانؓ کی صاحبزادی سے نکاح کیا تھا؟

الجواب

ہندہ کے مرنے کے بعد اس کا شوہر ہندہ کی بھانجی سے؛ یعنی زینب کی دختر سے نکاح کرسکتا ہے۔

کما قال تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (۳)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے ہونا کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۸۵/۷-۱۸۶) ☆

---

(۱) ولایجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها، إلخ. (الهداية، فصل في المحرمات: ۲۸۸/۳، ظفير)

(۳،۲) سورة النساء: ۲٤، ظفير

☆ **بیوی کے مرنے کے بعد بیوی کی بھانجی سے نکاح درست ہے، یانہیں:**

سوال: ہندہ زید کے عقد میں تھی، وہ فوت ہوئی، اب بعد وفات ہندہ کے زید کو اس کی حقیقی بھانجی سے عقد کرنا جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

ہندہ کے مرنے کے بعد زید ہندہ کی بھانجی سے نکاح کرسکتا ہے۔ (اس لیے جمع کی صورت پیدا نہیں ہوئی ہے۔ ولایجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها أو إبنة أخيها أو إبنة أختها. (الهداية مجيدى، فصل في المحرمات: ۲۷٦/۲، ظفير) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۱۶/۷)

متوفی بیوی کی بھانجی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مقبول احمد کی بیوی کا انتقال ہوگیا، بیوی کی بھانجی ہے، سسرال والے اس کے ساتھ مقبول احمد کی شادی کررہے ہیں، کیا یہ شادی درست ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وباللّٰه التوفيق

جب بیوی کا انتقال ہوچکا ہے تو بیوی کے انتقال کے بعد بیوی کی بھانجی کے ساتھ شادی کرنا مقبول احمد کے لیے جائز اور درست ہے۔ [کیوں کہ اس میں جمع کی صورت نہیں پائی گئی۔ انیس] ==

بیوی کو طلاق دینے کے بعد اُس کی بھانجی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے بیوی کو طلاق دے دی اور اُس سے دو اَولاد ہیں، اُس کی پرورش کی وجہ سے بیوی کو ایک مکان کا بندوبست کر دیا ہے اور اس کو خرچ دیتا ہے؛ لیکن اس سے اور کوئی واسطہ نہیں ہے، اب پہلی بیوی کی بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں اگر زید نے بیوی کو طلاق دے کر الگ کر دیا ہے اور اُس کی عدت بھی گزر چکی ہے تو اَب مطلقہ بیوی کی بھانجی سے نکاح کرنا اُس کے لیے جائز ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

أی أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم. (التفسير المنير: ٦/٥، دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۱/۱/۱۴۳۰ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۱۶۰-۱۶۱)

بیوی کی بھتیجی سے نکاح:

سوال: زید نے جس عورت سے شادی کی تھی اس کا انتقال ہو چکا ہے اور اس نے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی ہیں اور زید اپنی مرحومہ کے بھائی کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ آیا یہ نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں؟ مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمائے، عین نوازش ہوگی۔

الجواب ــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اگر کوئی اور مانع شرعی نہ ہو تو شرعاً یہ نکاح درست ہے، **لقوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾**(۱)

== **كما استفيد من عبارة الشامي: ماتت امرأته له التزوج بأختها بعد يوم من موتها.** (شامی، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، کراچی: ۲۸/۳، زكريا: ۱۱۶/٤)

ألا ترى أنها إذا ماتت فله أن يتزوج بأختها بدون انتظار. (الفقه على المذاهب الأربعة، دارالفكر بيروت ملتان: ٥١٤/٤)

وليس للرجل أن يغسل أحداً من النساء وإن كانت امرأته؛ لأن بموتها انقطعت الزوجية ولهٰذا حل له التزوج بأختها، وأربع سواها من ساعته. (حاشية چلپی على تبيين الحقائق، باب الجنائز، امداديه ملتان: ٢٣٥/١، زكريا: ٥٦٢/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۷/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۲۶۹/۳۲) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۱۸۷-۱۸۸)

(۱) **سورة النساء: ٢٤ (أی ما عدا من ذكرن من المحارم، هن لک حلال.** (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١، سهيل اكادمی لاهور)

البتہ اس مرحومہ کی حیات میں یہ نکاح درست نہ ہوتا؛ کیوں کہ پھوپھی اور بھتیجی ایک شخص کے نکاح میں ایک وقت میں رہنا ممنوع ہے، (كذا فی نصب الراية)(۱) حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۵/۶۶ ۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الأولیٰ/ ۶۶ ۱۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۲۸۹)

بیوی کے مرنے کے بعد اس کی بھتیجی سے نکاح صحیح ہے:

سوال: زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس سے وطی ہوئی، دو بچے بھی ہوئے، جو زندہ موجود ہیں، بعد انتقال زوجہ زید نے اس عورت مرحومہ کی حقیقی بھتیجی سے نکاح کیا، یہ نکاح جائز ہوا، یا حرام؟ شرح وقایہ درمختار میں عورت کی بھانجی و بھتیجی سے نکاح حرام لکھا ہے؟

الجواب

بعد مرنے زوجہ کے اس کی بھتیجی سے نکاح درست ہے، شرح وقایہ میں جو یہ لکھا ہے کہ زوجہ کی بھتیجی سے نکاح حرام ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ زوجہ کی موجودگی میں اور بحالت اس کے نکاح میں ہونے کے اس کی بھتیجی و بھانجی سے نکاح حرام ہے؛ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ پھوپی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، اسی طرح خالہ بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، (۲) اور جب کہ پھوپی نکاح میں نہ رہی، یا خالہ نکاح میں نہ ہے تو اس کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح درست ہے۔ (هٰكذا فی كتب الفقه)(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/ ۲۴۹-۲۵۰)

بیوی کے رہتے ہوئے بیوی کی غیر حقیقی بھتیجی سے نکاح درست ہے:

سوال: عبد الکریم کی چچازاد ہمشیرہ کی شادی احمد حسن سے ہوئی، اب ہمشیرہ مذکور بہ وجوہات چند اور دائم المریض رہنے کے اپنے شوہر کو نکاح ثانی کی اجازت دیتی ہے تو عبد الکریم کی لڑکی سے احمد حسن کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح احمد حسن مذکور کا اس صورت میں عبد الکریم کی دختر سے صحیح ہے۔ (كذا فی كتب الفقه)(۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/ ۱۷۰)

---

(۱) قال عليه السلام: "لا تنكح المرأة علىٰ عمتها: ولا علىٰ خالتها، ولا ابنة أخيها، ولا علىٰ ابنة أختها". (نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب النكاح، فصل فی بيان المحرمات: ۳/ ۱۶۹، المكتبة المكية بيروت/ والحديث أيضاً أخرجه البخاری، كتاب النكاح، باب لا تنكح المرأة علىٰ عمتها: ۲/ ۷۶۶، قديمی)

(۲) أخرجه البخاری، عن الشعبی سمع جابراً رضی الله عنه قال: نهى رسول الله عليه وسلم أن تنكح المرأة علىٰ عمتها أو خالتها. (الصحيح للبخاری، كتاب البخاری، باب لا تنكح المرأة علىٰ عمتها، رقم الحديث: ۴۸۳۶، وقال أبو داؤد: ابن عون عن الشعبی عن أبی هريرة، انيس)

(۳-۴) (و) حرم الجمع (وطءٍ بملك يمين بين إمرأتين أيتهما فرضت ذكراً لم تحل للأخرىٰ). (الدر المختار: ۲/ ۳۹۰، ظفير (فصل فی المحرمات: ۳/ ۳۸، دار الفكر بيروت، انيس)

شوہر کے انتقال کے بعد شوہر کے داماد سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال(۱) شوہر کا انتقال ہوگیا،اس کے داماد سے یہ بیوہ نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ شوہر کا داماد مذکور پہلی بیوی سے جولڑکی ہے،اس سے نکاح ہو چکا تھا، یہ سوتیلی ساس ہے؟

بیوی کا لڑکا مرجائے تو اس کی بیوہ سے شادی جائز ہے، یا نہیں:

(۲) بیوی کی بہو جب کہ لڑکا بیوی کا ہو سابق شوہر سے ہے مرجاوے، بہو مذکور سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱-۲) ان دونوں صورتوں میں نکاح صحیح ہے۔(کذا فی الدر المختار)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۱۷۲-۱۷۳)

دو بیویوں کی اولاد کا نکاح:

سوال: زید کی دو بیویاں ہیں، زوجۂ اولیٰ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی،اس کے انتقال کے بعد زید نے نکاحِ ثانی کیا،اس نکاح سے دو اولاد نرینہ پیدا ہوئی اور زوجہ ثانیہ کے ایک حقیقی بھائی بکر نے زوجہ اولیٰ کی لڑکی سے نکاح کرلیا۔ آیا یہ نکاح از روئے شریعت درست ہے؟ نیز زوجہ ثانیہ کی اولاد نرینہ زوجہ اولیٰ کی اولاد اناث سے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ مدلل جواب سے نوازیں۔

الجوابـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زوجہ ثانی کے حقیقی بھائی بکر نے جو زید کی زوجہ اولی کی لڑکی سے نکاح کیا ہے تو یہ شرعاً درست ہے۔(۲) اس سے حرمت مصاہرت نہیں، نہ نسبی حرمت ہے، اگر کوئی حرمتِ رضاعت ہو تو امر آخر ہے۔

دوسری صورت میں زوجہ ثانیہ اور زوجہ اولی کی اولاد باپ میں شریک ہیں، لہٰذا یہ علاتی بھائی بہن ہیں، ان کا نکاح آپس میں درست نہیں، لقولہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾ إلخ. (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۶۳ ۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۹۱)

---

(۱) (فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها) أو امرأة ابنها. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب المحرمات: ۲/۳۹۱، ظفير)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤) "أى ماعدا من ذكر ن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ١/٤٧٤، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) سورة النساء: ۲۳ (راجع صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب ما يحل من النساء وما يحرم: ٢/٧٦٥، قديمى، وبدائع الصنائع للعلامة الكاسانى، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات بالقرابة: ٣/٤٠٥-٤٠٦، دار الكتب العلمية بيروت)

دوسرے شوہر کی اولاد سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی حاملہ بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی تھیں، بعد وضع حمل کے رضا مندی سے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح ہوا، قبل نکاح طرفین کو بتلا دیا تھا کہ بغیر دوسرے کے ساتھ نکاح بعدہٗ رضا مندی طلاق کے پہلے شخص سے نکاح جائز نہیں، جس شخص کے ساتھ نکاح ہوا ہے، قبل نکاح اس کو واقعہ اور مسئلہ صاف صاف بتلا دیا، یہ بھی بتلا دیا کہ نکاح کے بعد صحبت کرنا ضروری ہے اور طلاق بھی رضا مندی سے دوگے، جب پہلے شوہر کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے، نکاح میں طلاق دینے کی کوئی شرط نہیں بعدہ حلالہ ہوا، بعد نکاح وصحبت تین طلاق بیک وقت دے دیں، اتفاق سے اس صحبت سے حمل قرار نہیں پایا، بعد تین حیض سابقہ شوہر کے ساتھ نکاح ہوا، اللہ تعالیٰ نے کئی لڑکیاں اور کئی لڑکے عطا فرمائے۔

اب اصل سوال یہ ہے کہ اس عورت کی اولاد کا نکاح اس شخص کی اولاد سے جائز ہے، یا نہیں؟ جس کے ساتھ حلالہ ہوا تھا، خواہ اس کے لڑکی ہو، یا لڑکا (عورت کا)؟　　(المستفتی: عبدالعزیز بازار شاہی مسجد مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

جی ہاں جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۷/۱۹۱، احسن الفتاوی: ۵/۸۷)

لابأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها، أو أمها، الخ. (فتاوى عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الثالث في بيان المحرمات قبيل القسم الثالث المحرمات بالرضاع، زكريا: ۱/۲۷۷، زكريا جديد: ۱/۳٤۲)

ولاتحرم بنت زوج الأم، ولاأمه، ولاأم زوجة الأب ولابنتها. (شامی، کراچی: ۳/۳۱، زكريا: ٤/۱۰۵)

وكما استفاد من الشامي: ويحل لأصول المزني وفروعه أصول المزني بها، وفروعها. (شامی، زكريا: ٤/۱۰۷، کراچی: ۳/۳۲، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، دارالفكر بيروت: ٤/٦۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۴/۱۲۲۲) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۶۶-۱۶۷)

بیوی کی اس لڑکی سے جو پہلے شوہر سے ہے، اپنے لڑکے کا نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: پیر بخش نے بسم اللہ مطلقہ سے شادی کرلی، یہ بسم اللہ اپنی ساتھ پہلے شوہر عبداللطیف سے لڑکی سردار بیگم گود میں لائی تھی، جس کو پیر بخش نے پالا، پھر بسم اللہ مر گئی، اب پیر بخش سردار بیگم کی شادی اپنے لڑکے عبدالعزیز سے جو پہلی بیوی سے ہے، کرنا چاہتا ہے۔ یہ نکاح حلال ہے، یا حرام؟

الجواب ـــــــــــــــ

یہ ظاہر ہے کہ پیر بخش سردار بیگم کا ولی شرعی نہیں ہے، پس اگر سردار بیگم نابالغہ ہے تو پیر بخش اس کے نکاح کا ولی نہیں ہے، اس کو اعتبار اس کے نکاح کا نہیں ہے اور سردار بیگم بالغہ ہے تو خود اس کی اجازت سے، یا اگر نابالغہ ہے تو جو اس کا

ولی ہے، وہ اپنی ولایت سے نکاح عبدالعزیز کے ساتھ کردے تو شرعاً جائز ہے، کوئی وجہ حرمت کی اس میں موجود نہیں ہے؛ کیوں کہ دونوں کی ماں اور دونوں کے باپ علاحدہ علاحدہ ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۱) وهكذا فى الدر المختار وغيره. (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۶/۷-۲۸۷)

سابقہ شوہر کے بھانجے اور چچی کے ساتھ نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت کو طلاق دی گئی، اب اس کے سابقہ شوہر کا بھانجا اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہے؟ نیز چچی، یا چچی کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مذکورہ مطلقہ عورت اپنے سابقہ شوہر کے بھانجے کے محارم میں سے نہیں ہے، اسی طرح چچی اور اس کی بہن بھی محارم نہیں، لہٰذا ان سے نکاح کرنا جائز ہے، البتہ چچی کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ وہ چچا کے عقد میں نہ ہو، اسی طرح حرمت کا کوئی اور سبب موجود نہ ہو، اگر ان میں سے کوئی صورت ہو تو چچی سے نکاح جائز نہ ہوگا۔

لما فى قوله تعالىٰ (النساء: ۲۳): ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ﴾ (الآية)

وفى صحيح البخارى (۷۶۵/۲): عن ابن عباس حرم من النسب سبع، ومن الصهر سبع ثم قرأ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾.

وفى الهندية (۲۸۰/۱): لايجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، كذا فى السراج.

وفى الدر المختار (۲۸/۳): (حرم) على المتزوج ذكرا كان أو أنثى نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبنتها) ولو من زنى (وعمته وخالته) فهذه السبعة مذكورة فى آية ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾. (نجم الفتاویٰ: ۱۹۳/۴-۱۹۴)

بیٹے کا نکاح سالی سے کرنا:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے خالدہ سے نکاح کیا اس سے ایک لڑکا عمر پیدا ہوا، پھر خالدہ کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد زید نے دوسرا نکاح ایک اجنبیہ (رشیدہ) سے

---

(۱) سورۃ النساء: ۲۴، ظفیر

(۲) أم بنت زوجته أو ابنه فحلال. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، فصل فى المحرمات: ۳۸۳/۲، ظفير)

کیا، رشیدہ کی ایک بہن حمیدہ ہے تحقیق طلب مسئلہ یہ ہے کہ حمیدہ کا نکاح زید کے لڑکے عمر سے جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) اگر نکاح جائز ہے تو زید اپنی بہو (سالی حمیدہ) سے پردہ کرے گا، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد نعیم اختر اعظمی)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

زید کا لڑکا جو خالدہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے، اس کے ساتھ حمیدہ کا کسی قسم کا رشتہ محرم ہونے کا نہیں ہے؛ اس لیے عمر کا نکاح رشیدہ کی بہن حمیدہ کے ساتھ شرعی طور پر جائز اور درست ہو جائے گا اور حمیدہ جب زید کے بیٹے عمر کی بیوی ہو جائے گی تو زید کے لیے حمیدہ بجائے سالی کے بیٹی بن جائے گی۔ اب اس کے ساتھ کوئی پردہ لازم نہ ہوگا؛ کیوں کہ زید کی محرم بن چکی ہے۔

وحرم زوجة أصله، وفرعه.

وفي الشامية: ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاؤُكُمْ﴾ وقوله تعالىٰ: ﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ (الآية). (شامي، كراچی: ۳/۳۱، زكريا: ۴/۱۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳/محرم الحرام ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۶۰۴/۳۲) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۷۸-۱۷۹)

حقیقی بھانجے سے اپنی سالی کا نکاح کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ خالد کی سالی کی شادی خالد کے حقیقی بھانجے سے ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حکم شرعی کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

مسئولہ صورت میں خالد کی سالی کی شادی خالد کے حقیقی بھانجے سے ہوسکتی ہے؛ اس لیے اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں، خواہ خالد کی بیوی خالد کے نکاح میں ہو، یا نہ ہو۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۷/۱۷۲)

قال اللہ تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴) **أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال.** (تفسير ابن كثير: ۱/۲۷۴، لاهور، كذا في التفسير المظهري: ۲/۲۷۶، زكريا)

﴿مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ يعني ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة. (التفسير المظهري: ۲/۶۶، زكريا ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۵/۲۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۱۵۴-۱۵۵)

سالی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: بکر اپنی حقیقی سالی کی لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہے۔ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر زوجہ بکر کی بکر کے نکاح میں نہ ہو تو اس کی بھانجی سے نکاح صحیح ہے اور اکٹھا کرنا خالہ بھانجی کو نکاح میں صحیح نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۴/۷)

سالہ کی دختر سے نکاح درست ہے:

سوال: زید کی بیوی فوت ہو چکی ہے، اب زید اپنے سالہ کی دختر سے نکاح کرنا چاہتا ہے، جو کہ بیوہ ہے اور زید کے بھانجہ متوفی کی منکوحہ رہ چکی ہے، اب زید کا بھانجہ اور سالہ و زوجہ ہر سہ فوت ہو چکی ہے، زید کا اس بیوہ سے شرعاً نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح زید کا اس بیوہ سے شرعاً درست ہے۔(کذا فی کتب الفقه)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۲/۷)

لڑکی کی شادی بیوی کے بھائی کے لڑکے سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید اپنی لڑکی کی شادی اپنی بیوی کے بھائی کے لڑکے کے ساتھ کرنا چاہتا ہے۔ جائز ہے یا ناجائز؟

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــ

درست اور جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں، فقط

دلیله ما قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (الآیة)(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۶/۷)

دیور کے لڑکے سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس سے کئی بچے بھی ہوئے، کچھ دنوں کے بعد زید کا انتقال ہو گیا اور اس نے اپنے نابالغ تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں، زید کی جو صحرائی جائیداد تھی، وہ اس کے متعلقین نے اس کے مرنے کے بعد اس کے تین نابالغ لڑکوں کے نام کرادی تھی اور اس کی بیوہ کو اس کا متولی بنا دیا تھا، یہ سارا کام سرکاری عدالت کے ذریعہ ہو گیا تھا، اب وہ عورت اس جائیداد کو فروخت کر کے روپیہ خرچ کر رہی ہے اور خطرہ اس بات کا ہے کہ کہیں ساری جائیداد بچوں کے بالغ ہونے

---

(۱) ولایجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها أو إبنة أخیها أو إبنة أختها. (الهدایة، طبع مجیدی، فصل فی المحرمات: ۲۷۶/۲، ظفیر)

(۲) (فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها) أو امرأة ابنها. (الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳۹۱/۲، ظفیر)

(۳) سورة النساء: ۲٤، ظفیر

تک ختم نہ ہوجائے ،اب بستی کے کچھ لوگوں نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ اس کا نکاح اس کے دیور کے بیٹے یعنی بھتیجہ سے کرادیا جائے؛تا کہ وہ جائیداداس کی نگرانی میں آکر محفوظ رہ سکے۔شرعی طور پر نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زید کی بیوہ اپنے دیور کے لڑکے کے لیے اَجنبیہ ہے،اُن کے درمیان قرابتِ محرمہ نہیں ہے،لہٰذا اُن کا نکاح آپس میں کرنا شرعاً درست ہے،البتہ مرحوم زید کے ترکہ کی تقسیم جوعدالت کے ذریعہ ہوئی ہے،وہ شرعاً صحیح نہیں ہے،زید کے کل ترکہ کا آٹھواں حصہ اس کی بیوہ کواور مابقیہ ترکہ شرعی ضابطہ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ کے مطابق زید کے لڑکے اورلڑکیوں کو ملے گا،لڑکیوں کواُن کے جائز حق سے محروم کرنا ظلم ہے،اس کی مکافات لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء:۲۴) **أی ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال.** (تفسیر ابن کثیر: ۲۷٤/۱،لاهور، كذا فی التفسير المظهری: ۲۷٦/۲،زكريا)

يعنی ما سوی المحرمات المذكورات فی الآيات السابقة. (التفسير المظهری: ٦٦/۲، زكريا ديوبند)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ﴾ (النساء: ۱۲)

أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدةً عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل. والثمن مع الولد وولد الابن وإن سفل. (السراجی فی الميراث: ۷)

فللزوجات حالتان: الربع بلا ولد، والثمن مع الولد. (الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۷۷۰/٦،دار الفكر بيروت)

قال تعالیٰ: ﴿فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ (النساء: ۱۲)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ۱۷٦)

وللبنت النصف والأكثر الثلثان. (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۳۷٤/۹، زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ احقر محمد سلمان منصور پوری، ۱۶/۵/۱۴۱۱ھ۔ (کتاب النوازل: ۱۵۵/۸-۱۵۶)

بیوی کی پہلی لڑکی سے بھائی کا نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اورایک لڑکی پہلے خاوند سے اس کی ہمراہ آئی تو اب یہ شخص اس لڑکی کا نکاح اپنے حقیقی بھائی خورد سے کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

اس لڑکی کا نکاح برادر خورد سے جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۵/۷)

---

(۱) اس لیے کہ کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی۔ارشاد ہے: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲۴،ظفير)

شوہر کے لڑکے اور بیوی کی لڑکی کا نکاح:

سوال: زید کی زوجہ ثانیہ کی جو لڑکی خاوندِ اول سے ہے، زید کے اس لڑکے سے جو پہلی بیوی سے ہے، نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جائز ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ:۲۸۱/۱۱)

شوہر کی لڑکی کا نکاح بیوی کے لڑکے سے:

سوال: ہندہ مرگئی، اس نے ایک لڑکا چھوڑا، لڑکے کے باپ نے دوسری شادی کرلی اور آنے والی عورت کے ساتھ ایک لڑکی آئی تو اس لڑکی سے ہندہ کے لڑکے کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر بیوی کی لڑکی پہلے شوہر سے ہے اور شوہر کا لڑکا پہلی بیوی سے ہے تو ان دونوں کا نکاح شرعاً درست ہے، دونوں آپس میں بہن بھائی نہ ہوئے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۲۸۲/۱۱)

پہلی بیوی کی لڑکی سے بیٹے کے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے ایک عورت زینب سے نکاح کیا اور شب زفاف بھی ہوا، پھر زید نے زینب کو طلاق دے دی، زینب نے خالد سے نکاح کرلیا اور خالد سے زینب کو ایک لڑکی ہوئی اور زید نے ہندہ سے نکاح کرلیا اور ہندہ سے زید کو ایک لڑکا ہوا، اب زید یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کا جو زینب سے نہیں؛ بلکہ ہندہ سے ہے کا نکاح زینب کی لڑکی [جو دوسرے شوہر سے ہے] سے کردے۔ زید کی

---

(۱) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾(سورة النساء:۲۳)

وقال اللّٰه تعالیٰ:﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾(سورة النساء:۲٤)

"فلذ أجاز التزويج بأم زوجة الابن وبنتها، وجاز للابن التزوج بأم زوجة الأب وبنتها". (فتح القدير، كتاب النكاح كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات:۲۱۱/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "وأما بنت زوجة أبيه (أي المتزوج) أبنه فحلال". (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات:۳۱/۳، كتاب النكاح، سعيد)

سابقہ بیوی زینب کی لڑکی کا نکاح زید کی موجودہ بیوی کے لڑکے کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

زید کی سابقہ بیوہ زینب کی لڑکی کا نکاح زید کی موجودہ بیوی ہندہ کے لڑکے کے ساتھ جائز ہے۔

لمافى الهندية (۲۸۸/۱): لا بـأس بـأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا فى محيط السرخسي.

وفى الشامية (كتاب النكاح فصل فى المحرمات، ۳۱/۳): قوله (وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه حلال) وكذا بنت ابنها بحر قال الخير الرملى ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها ولا أم زوجة ابن ولا بنتها ولا زوجة الربيب ولا زوجة الراب، آه. (نجم الفتاویٰ: ۱۹۴/۴)

لڑکی کا نکاح بیوی کے لڑکے سے کرنا کیسا ہے:

سوال: زید عقد نکاح دختر خورا کہ از بطن زوجہ اولیٰ است بہ پسر یکہ از بطن زوجہ ثانیہ است از زوج اول کہ قبل زید تحت او بود بستن میخواہد شرعاً روا است، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــ

جائز است۔

بقوله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (الآية) (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۱/۷)

شوہر اپنے لڑکے کی شادی اپنی بیوی کی لڑکی سے کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت کے دو نکاح ہوئے پہلے شوہر متوفی سے ایک لڑکی ہے، اب عورت مذکورہ نے ایک ایسے شخص سے نکاح کیا ہے، جس کے ایک لڑکا زوجہ اولیٰ سے ہے تو اس لڑکے اور لڑکی کا باہم نکاح جائز ہے، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــ

ان میں باہم نکاح درست ہے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۱۱/۷)

---

(۱) سورة النساء: ۲٤/ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج إبنه أمها أوبنتها؛ لأنه مانع. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۱۰۵/۳، ظفير)

(۲) اس لیے کہ ان دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲٤)

ولابأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أوبنتها؛ لأنه لامانع. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۱۰۵/۳، ظفير)

پہلی بیوی کے لڑکوں کا دوسری بیوی کی لڑکیوں سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی فی الحال دو بیویاں ہیں، جس میں سے پہلی بیوی سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، جو کہ زید سے ہی ہیں اور دوسری بیوی کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، جو کہ زید سے نہیں؛ بلکہ دوسری بیوی کے پہلے شوہر سے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی بیوی کے لڑکوں کا دوسری بیوی کی لڑکیوں سے نکاح درست ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: محمد اسرار خاں)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال نامہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ زید کی پہلی بیوی سے زید کے جو لڑکے ہیں، ان لڑکوں کا نکاح دوسری بیوی کے پہلے شوہر کی لڑکیوں سے جائز ہے، یا نہیں؟ تو شرعی حکم یہ ہے کہ دوسری بیوی کے بطن سے پہلے شوہر کی جو لڑکیاں ہیں، ان کا نکاح زید کی پہلے بیوی کے بطن سے جو زید کے لڑکے ہیں، ان کے ساتھ جائز اور درست ہے؛ اس لیے کہ ان دونوں قسم کے لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان نسبی، سببی اور رضاعی حرمت کا کوئی علاقہ نہیں ہے۔

لابأس بأن يتزوج الرجل امرأةً ... ويتزوج ابنه ابنتها. (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث فى بيان المحرمات قبيل القسم الثالث المحرمات بالرضاع، زكريا قديم: ۲۷۷/۱، زكريا جديد: ۳۴۲/۱)

فلذا جاز التزويج بأم زوجة الابن، وبنتها، وجاز للابن التزوج بأم زوجة الأب وبنتها. (فتح القدير، دار الفكر بيروت: ۲۱۱/۳، كوئٹه: ۱۲۰/۳، زكريا: ۲۰۱/۳)

ولاتحرم بنت زوج الأم، ولا أمه، ولا أم زوجة الأب، ولا بنتها. (شامی، كراچی: ۳۱/۳، زكريا: ۱۰۵/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۸۵۹/۳۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۳/۱/۱۴۳۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۶۵/۱۳-۱۶۶)

بیوی کی بیٹی سے شوہر کے بھائی کا نکاح:

سوال: ہندہ حنفی مسلک سے تعلق رکھتی ہے اور اس نے زید سے شادی کرلی، زید شافعی مسلک سے تعلق رکھتا ہے، چند سال بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ اس اثنا میں ہندہ کے بطن سے دو بچے ہوئے؛ ایک لڑکی اور ایک لڑکا۔ عدت گزرنے کے بعد ہندہ نے نکاح ثانی کرلیا، ثانی شوہر کا ایک بھائی ہے، اب ہندہ کی لڑکی سن شعور کی پہونچ چکی ہے، ہندہ کا موجودہ شوہر اپنے سگے بھائی سے ہندہ کی لڑکی سے شادی کرانا چاہتا ہے۔

ازروئے شرع مطلع کیجئے کہ رشتہ جائز ہے، یا ناجائز؟ ہندہ کے موجودہ شوہر اور مرحوم شوہر میں کوئی خونی رشتہ نہیں، دونوں مسلمان ہیں اور شافعی مسلک کے ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ہندہ کا نکاح ثانی ایک شخص سے ہوا، اس کی لڑکی جو کہ پہلے شوہر مرحوم سے ہے، اس کا نکاح ہندہ کے موجودہ شوہر کے بھائی سے ہو، شرعاً درست ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۷/۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۷/۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۰/۱۱)

جس لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کی، اس کی بہن سے خود شادی کرنا کیسا ہے:

سوال: زید کے ایک دختر اور بکر کے ایک پسر اور ایک دختر ہے، زید اپنی دختر کی شادی بکر کے پسر سے اور بکر کی دختر سے زید خود اپنا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ یہ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

زید کی دختر کا نکاح بکر کے پسر سے اور بکر کی دختر کا نکاح خود زید سے درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۸/۷)

بیوی کی بہن سے لڑکے کا نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے کلثوم سے نکاح کیا، خلیل اور عمر دو لڑکے پیدا ہوئے، کلثوم کا انتقال ہوگیا، پھر زید نے خیر النساء سے نکاح کیا، خیر النساء کی ہمشیرہ حقیقی رابعہ سے خلیل کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

خلیل کا نکاح اس صورت میں رابعہ سے درست ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۹/۷)

---

(۱) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾(سورة النساء:۲۳)

وقال الله تعالىٰ:﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾(سورة النساء:۲٤)

"قال الخير الرملي: ... ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المحرمات:۳۱/۳،سعيد)

"فلذا أجاز التزويج بأم زوجة الابن وبنتها،وجاز للابن التزويج بأم زوجة الأب وبنتها". (فتح القدير، كتاب النكاح،فصل في بيان المحرمات:۲۱۱/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾(سورة النساء:۲٤،ظفير)

(۳) وأما بنت زوجة أبيه أو إبنه فحلال. (الدر المختار على هامش ردالمحتار،باب في المحرمات:۳۸۳/۲)

جب باپ کی بیوی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، اس کی بہن سے بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، دوسرے کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی۔

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾(سورة النساء:۲٤،ظفير)

بیوی کے لڑکے کی بیوہ سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: زوجہ کے ساتھ پسر شوہر اول سے ہے، اس پسر کی زوجہ بیوہ سے اس شخص کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔

قال اللّٰه تعالٰی: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (الآیة) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۲/۷)

بیوی کے انتقال کے بعد سالی سے نکاح درست ہے، اگرچہ اس کے لڑکے نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہو:

سوال: ایک شخص کی زوجہ کا انتقال ہوگیا، ایک لڑکا شیر خوار چھوڑا، جو اپنی نانی کے دودھ سے پرورش ہوا، پھر شیر خوار کے والد نے اپنی حقیقی سالی سے جو اس شیر خوار کی حقیقی خالہ ہوتی ہے، اپنا عقد کیا۔ یہ عقد جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اپنی زوجہ کے مرنے کے بعد اس کی حقیقی بہن سے نکاح درست ہے اور اس کے پسر نے اگر اپنی نانی کا دودھ پیا تو اس کا نکاح سالی سے حرام نہیں ہوا؛ کیوں کہ وہ سالی اس کے پسر کی بہن رضاعی ہوئی اور بہن رضاعی اپنے پسر کی حرام نہیں ہے۔

كما مر عن العالمگيرية: ويجوز في الرضاع، الخ.

وفي الدر المختار: إلا أم أخيه وأخته الخ وأخت إبنه وبنته، إلخ. (باب الرضاع) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۵/۷)

حقیقی سالی محرم نہیں، بیوی کے مرنے کے بعد نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے ایک عورت سے تین سال قبل شادی کی تھی، جن سے میرے دو بچے ہیں، ایک مہینہ قبل میری بیوی کا انتقال ہوگیا۔ اب میں خود چوں کہ دن بھر کام کرتا ہوں اور بچوں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے تو کیا ایسی صورت میں میں اپنی حقیقی سالی سے نکاح کر سکتا ہوں، شرعاً یہ درست ہے؟ اور نکاح کرنے کے لیے کوئی مدت تو متعین نہیں، جیسے عورت کے لیے عدت گزارنا ضروری ہے؟

الجواب بعون الملك الوهاب

آپ کے لیے بیوی کے انتقال کے بعد اپنی حقیقی سالی سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کے لیے کچھ مدت ٹھہرنے کی ضرورت نہیں، فوراً بھی نکاح کیا جا سکتا ہے۔

لما في القرآن الكريم (النساء: ٢٤): ﴿وَاُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾

---

(۱) سورة النساء: ٢٤، ظفير

وفی الهندية (۲۷۹/۱): ويجوز لزوج المرتدة إذا لحقت بدار الحرب تزوج أختها قبل انقضاء عدتها كما إذا ماتت.

وفی الشامية (۳۸/۳): فرع ماتت امرأته له التزوج بأختها بعد يوم من موتها، كما فی الخلاصة عن الأصل وكذا فی المبسوط لصدر الإسلام والمحيط والسرخسي والبحر والتاترخانية وغيرها من الكتب المعتمدة، وأما ما عزی إلى النتف من وجوب العدة فلا يعتمد عليه، وتمامه فی كتابنا تنقيح الفتاوی الحامدية. (نجم الفتاویٰ:۲۰۳/۴)

بیوی کی وفات کے چند روز بعد اس کی بہن سے نکاح کرنا:

سوال: جب کسی شخص کی بیوی فوت ہو جائے تو اس کی وفات کے ایک، یا دو دن بعد وہ اس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

خاوند کے لیے بیوی کا سوگ منانے کی ضرورت نہیں اور نہ اس پر عدت ہے؛ اس لیے بیوی کے فوت کے فوراً بعد اس کی بہن سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة ابن عابدين: (تحت قوله ولو من طلاق بائن)... (فرع) ماتت امرأة له التزوج بأختها بعد يوم من موتها، كما فی الخلاصة عن الأصل، وكذا فی المبسوط لصدر الإسلام ومحيط السرخسي. (ردالمحتار:۳۸/۳، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات)(۱)(فتاوی حقانیہ:۳۳۳/۴)

شوہر کے لیے عدت وفات نہیں ہے، بیوی کی بہن سے ایک دو دن بعد نکاح کرسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک شخص کی بیوی فوت ہو جائے تو کیا شوہر کے لیے یہ جائز ہے کہ ایک، یا دو دن کے بعد بیوی کی بہن سے نکاح کرے؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: محمد شاہد، لوندخوڑ، ۱۹۸۵/۸/۲۹ء)

الجواب

خاوند پر نہ سوگ منانا ہے، نہ عدت گزارنا ہے؛ اس لیے بیوی کی وفات کے بعد ہر وقت نکاح کرسکتا ہے۔(۲)

---

(۱) وقال فی الهندية: ويجوز لزوج المرتدة إذا لحقت بدرالحرب تزوج أُختها قبل اِنقضاء عدّتها كما إذا ماتت. (الفتاوی الهندية: ۲۷۹/۱، القسم الرابع المحرمات بالجمع)

ومثله فی خلاصة الفتاوی: ۶/۲، الفصل الثانی فيمن يكون محلات للنكاح وفيمالايكون

(۲) قال العلامة ابن عابدين: ماتت امراته له التزوج باختها بعد يوم من موتها كما فی الخلاصة... واما ما عزی الی النتف من وجوب العدة فلا يعتمد عليه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۳۰۸/۲، فصل فی المحرمات وحرم الجمع نكاحاً)

وفی الهندیة (۲۷۹/۱): ویجوز لزوج المرتدة اذا لحقت بدارالحرب تزوج اختها قبل انقضاء عدتها کما إذا ماتت. (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۹۹/۴)

مرنے والی بیوی کی بہن سے نکاح درست ہے؛ مگر مطلقہ کی بہن سے عدت کے بعد درست ہوگا:

سوال: زید کی زوجہ ہندہ کا انتقال ہوگیا، یا طلاق دے دی، دونوں صورتوں میں زید ہندہ کی حقیقی بہن سے بلا ایام عدت گزارے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اپنی زوجہ کے انتقال ہوجانے پر اس کی بہن سے فوراً نکاح کرسکتا ہے؛ کیوں کہ مرد پر عدت نہیں ہوتی اور اس کو طلاق دینے کی صورت میں جب تک اس کی عدت نہ گزر جاوے، اس وقت تک اس کی بہن سے نکاح درست نہیں ہے، چناں چہ یہ دونوں صورتیں کتب فقہ میں مصرح ہیں۔

درمختار میں ہے:

"وحرم الجمع بین المحارم نکاحاً وعدة ولو من طلاق بائن، إلخ". (۱)

اور شامی میں ہے:

"ماتت امرأة له التزوج أختها بعد یوم من موتها، إلخ". (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۷/۷-۱۹۸)

بیوی کو طلاق دے کر اس کی بہن سے شادی کرلی، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، بعد گزرنے عدت کے اسی مطلقہ کی چھوٹی بہن سے نکاح کرلیا۔ یہ نکاح صحیح ہے، یا نہ؟

الجواب

یہ نکاح جو اس کی چھوٹی بہن سے بعد عدت گزرنے مطلقہ کے ہوا، جائز وصحیح ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۴/۷)

پہلی غیر مدخولہ بہن کی طلاق کے بعد دوسری بہن سے فوراً شادی جائز ہے:

سوال: صغیرن اور کبیرن دونوں حقیقی بہنیں ہیں، زید کی شادی صغیرن سے مقرر ہوئی؛ مگر نکاح غلطی سے کبیرن سے ہوگیا، بعدہ دوسرے دن صغیرن سے نکاح ہوا، صغیرن کو شوہر اپنے گھر لایا، ایک ماہ کے بعد کبیرن کو طلاق دے دیا،

(۱) الفتاویٰ الهندیة: ۲۷۹/۱، القسم الرابع المحرمات بالجمع

(۲) الدرالمختار، باب فی المحرمات: ۳۹۰/۲، ظفیر

(۳) ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۹۰/۲، ظفیر

(۴) وإذا أطلق امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً لم یجز له أن یتزوج بأختها حتیٰ ینقضی عدتها. (الهدایة: ۲۸۹/۲، ظفیر)

صغیرن اپنے گھر ہے، ایسی صورت میں صغیرن کا نکاح درست ہوا، یانہیں، اگر صغیرن کا نکاح ناجائز ہوا تو جائز ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب

قال فی الشامی: فلو علم فهو الصحیح و الثانی باطل، الخ. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ صغیرن کا نکاح باطل ہوا، بعد طلاق دینے کبیرن پھر صغیرن سے نکاح کرے اور چوں کہ کبیرن سے خلوت ووطی نہیں ہوئی تو عدت لازم نہیں ہے، بعد طلاق دینے کبیرن کے فوراً صغیرن سے نکاح کرسکتا ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۸/۷-۱۷۹)

پہلی بیوی کو طلاق دے دی اور عدت گزر گئی، پھر سالی سے شادی کی تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر عدت طلاق گزر جانے کے بعد اپنی سالی حقیقی سے نکاح کرلیا ہے؛ مگر چوں کہ جملہ برادری اس فعل سے سخت خلاف اور معترض ہے کہ یہ فعل شرعاً ناجائز ہے اور مجبور کرتی ہے کہ زوجہ ثانی کو چھوڑ کر زوجہ اولیٰ مطلقہ کو پھر نکاح میں لے لیا جاوے۔ آیا جو نکاح کیا گیا ہے، جائز ہے، یانہیں؟ اور کیا زوجہ مطلقہ سے بغیر حلالہ کے نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب

نکاح جو زوجہ مطلقہ کی بہن سے بعد عدت کے ہوا، شرعاً صحیح ہے۔(۳) اب اگر زوجہ سابقہ سے نکاح کرنا چاہے تو دوسری زوجہ کو طلاق دے کر جب اس کی عدت گزر جائے، اگر وہ مدخولہ ہے، پہلے زوجہ سے نکاح کرے اور اگر اس کو تین طلاق دی تھی تو بلا حلالہ کے اس سے نکاح صحیح نہیں ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۰/۷-۱۸۱)

بیوی کے طلاق، یا موت کے بعد اس کی بہن سے شادی:

سوال: اگر کسی شخص کی زوجہ فوت ہوجائے تو وہ شخص فوت شدہ زوجہ کی ہمشیرہ کے ساتھ فی الحال نکاح کرسکتا ہے، یانہیں؟ بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ چار ماہ دس یوم تک نکاح نہیں کرسکتا اور درمختار کی اس عبارت سے استدلال

---

(۱) ردالمحتار للشامی، فصل فی المحرمات: ۳۹۳/۲، تحت قول الماتن وأن تزوجهما معاً أی الأختین، ظفیر

(۲) ﴿ثم طلقتموهن من قبل أو تمسوهن فما لكم علیهن من عدة تعتدونها﴾ (سورة الأحزاب: ۴۹، ظفیر)

(۳) وحرم الجمع بین المحارم نکاحاً أی عقداً صحیحاً وعدة ولو من طلاق بائن. (الدرالمختار)

شمل العدة من الرجعی، إلخ، وأشار إلیٰ أن من طلق الأربع لایجوز له أن یتزوج امرأة قبل انقضاء عدتهن فإن انقضت عدة الکل معاً جاز له تزوج أربعاً واحدة فواحدة، بحر. (ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹۰/۲، ظفیر)

(۴) وإن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرة أو ثنتین فی الأمة لم تحل له حتیٰ تنکح زوجاً غیره نکاحا صحیحاً. (الهدایة، باب الرجعة: ۳۷۸/۲، ظفیر)

کرتے ہیں: ''ومواضع تربّصه عشرون... کنکاح أختها،الخ'' یہ استدلال مطلقہ ومتوفیہ دونوں کےحق میں صحیح ہے، یا صرف مطلقہ کےحق میں بعض علماء فی الحال نکاح صحیح بتلاتے ہیں، کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب

یہ استدلال مطلقہ کے بارے میں صحیح ہے اور متوفیہ کےحق میں نہیں؛ کیوں کہ زوجہ متوفیہ کی بہن سے فوراً بعد موت زوجہ متوفیہ نکاح صحیح ہے۔

كما في رد المحتار: فرع ماتت إمرأته له التزوج بأختها بعديوم من موتها، كما في الخلاصة عن الأصل وكذا في المبسوط لصدر الإسلام والمحيط للسرخسي والبحر والتتارخانية وغيره من الكتب المعتمدة،إلخ. (شامي: ۲/ ۲۸٤،باب المحرمات) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۷/ ۲۲۷۔۲۲۸)

سالی سے بشہوت بوس وکنار کرکے اُس کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی سالی سے ویسے ہی محبت میں بوس وکنار بوسہ لینا چمٹنا کیا؛ لیکن زنا وغیرہ کچھ نہیں کیا؛ بلکہ اس شخص نے زنا کبھی کسی عورت سے بھی نہیں کیا، زنا وغیرہ کا کبھی خیال بھی آیا تو اُس سالی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ شخص اپنی اِس سالی کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ مجھے یہ شبہ اِس لیے ہوا کہ میں نے ایک مترجم قرآنِ کریم میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ باپ کی منکوحہ وممسوسہ بالشہوت سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ میں نے ایک مولوی صاحب سے سالی والا مسئلہ معلوم کیا تھا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اِس صورت میں بچوں کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے، البتہ یہ فعل یعنی سالی کے ساتھ بوس وکنار کرنا ناجائز وبرا ہے۔ جواب باصواب مرحمت فرمائیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وبالله التوفيق

سالی سے بوس وکنار حرام اور ناجائز ہے؛ لیکن سالی کی اولاد سے اُس شخص کی اولاد کا نکاح شرعاً درست ہے۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲)

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدرالمختار مع الشامي: ۹/ ۵۲۹)

ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها. (شامي: ۳/ ٦۳، کراچی، كذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۷۹، زكريا)

ولا تحرم أصولها وفروعها على ابن الواطئ وأبيه، كما في محيط السرخسي. (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/ ۳۲٦، دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۱/ ۱۱/ ۱۴۱۷ھ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۱۵۹۔۱٦۰)

---

(۱) ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۲/ ۳۹۰، ظفير

بیوی مرتدہ ہوجائے تو اس کی بہن سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کی بیوی ہندہ زید سے تنگ آ گئی اور کلمہ کفر کہہ کر مرتدہ ہوگئی۔ آیا زید کیلئے اس کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ہندہ کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا اور مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ اس کا نکاح زید سے کیا جائے گا، یہ اس وقت جب زید اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے، اگر زید اس سے دوبارہ نکاح نہ کرنا چاہے، یا یہ عورت مرتد ہوکر دارالحرب چلی جائے تو زید کے لیے اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔

لمافی الهندية (۳۳۹/۱): ولو أجرت كلمة الكفر على لسانها مغايظة لزوجها أو إخراجا لنفسها عن حبالته أو لاستيجاب المهر عليه بنكاح مستأنف تحرم على زوجها فتجبر على الإسلام ولكل قاض أن يجدد النكاح بأدنى شيء ولو بدينار سخطت أو رضيت وليس لها أن تتزوج إلا بزوجها، قال الهندواني: آخذ بهذا، قال أبو الليث: وبه نأخذ، كذا في التمرتاشي.

وفى الدرالمختار (۱۹٤/۳): (لو ارتدت) ... وصرحوا بتعزيرها خمسة وسبعين وتجبر على الإسلام وعلى تجديد النكاح زجرا لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوى، ولوالجية.

وفى الشامية تحته: قوله (وتجبر) أى بالحبس إلى أن تسلم أو تموت قوله (وعلى تجديد النكاح) فلكل قاض أن يجدده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا وتمنع من التزوج بغيره بعد إسلامها ولا يخفى أن محله ما إذا طلب الزوج ذلک أما لو سكت أو تركه صريحا فإنها لا تجبر و تزوج من غيره لأنه ترک حقه. (نجم الفتاویٰ: ۱۹۰/۴)

بیوی کے انتقال کے بعد سالی کی لڑکی سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی بیوی انتقال کرگئی، زید اپنی بڑی سالی کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، جب کہ زید کے بچے کی پرورش بڑی سالی کررہی ہے۔ نیز دودھ اپنا پلاتی ہے، آیا زید اپنی بڑی سالی کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو یہ کیسے جائز ہے؟ اور اگر جائز نہیں ہے تو کیسے جائز نہیں ہے؟ اس مسئلہ کی وضاحت قرآن کریم وحدیث شریف کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

زید کا اپنی بیوی کے انتقال کے بعد سالی کی لڑکی سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، اگرچہ اس سالی نے زید کے بچے کو دودھ پلایا ہو، پھر بھی زید کے لیے سالی کی لڑکی حرام نہ ہوگی؛ کیوں کہ اُس کا زید سے کوئی حرمت کا رشتہ نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

یفارق النسبَ الإرضاع فی صور... وأخت ابن أی کل منهما رضاعی أو الأول رضاعی والثانی نسبی أو العکس. (الدر المختار مع الشامی، باب الرضاع: ٤٠٥/٤، زکریا)

ویجوز تزوج أخت ابنه من الرضاع. (الهداية: ٣٥١/٢، كذا فی البحر الرائق: ٢٢٣/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴/۴/۱۴۳۰ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۱/۸)

جس سے سالی کا نکاح تھا، سالی کے مرنے کے بعد اس سے بھتیجی کی شادی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید وعمر کے نکاح میں دو حقیقی بہنیں ہیں؛ لیکن عمر کے گھر میں سے مرگئی، اب زید اپنی بھتیجی کا نکاح عمر سے کرنا چاہتا ہے۔ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس حالت میں عمر زید کی بھتیجی سے نکاح کرسکتا ہے، شرعاً یہ نکاح جائز ہے۔

لقوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِکُمْ﴾ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۴/۷)

دو خالہ زاد، یا ماموں زاد بہنوں کا نکاح میں جمع کرنے کا مطلب:

سوال: رکنِ رکین میں لکھا ہے کہ دو خالہ زاد بہنیں، یا ماموں زاد بہنیں ایک مرد کے نکاح میں جمع ہوسکتی ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب

دو خالہ زاد بہنوں کا مطلب یہ ہے کہ دو بہنوں کی لڑکیاں ہیں ایک ایک مرد کی اور ایک دوسرے کی، وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بہنیں ہیں، وہ دونوں ایک مرد کے نکاح میں اکٹھی ہوسکتی ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۷/۷)

بیوی کے مرنے کے بعد اس کی سوتیلی نانی سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے ہندہ سے نکاح کیا، تھوڑے عرصہ بعد ہندہ فوت ہوگئی، اب زید ہندہ کی سوتیلی نانی؛ یعنی ہندہ کے حقیقی نانا کی منکوحہ سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں زید اپنی زوجہ سابقہ ہندہ متوفیہ کے نانا کی منکوحہ بیوہ سے نکاح کرسکتا ہے۔ (كذا فی كتب الفقه)

وقد قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِکُمْ﴾ (الآیة) (۲)

ولیس فیه الجمع بین المحارم، إلخ. فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۵/۷-۲۲۶)

(۱،۲) سورة النساء: ٢٤، ظفیر

سوتیلی سالی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری شادی کے بعد میری بیوی کے دو اولاد پیدا ہوئیں، اس کے بعد ایک مہلک مرض میں مبتلا ہوگئی، میں نے اپنی بیوی کا علاج بڑے ماہر ڈاکٹروں سے کرایا؛ مگر سب ڈاکٹروں نے ایک ہی فیصلہ دیا کہ یہ مرض کبھی اچھا نہیں ہوگا، نہ ہی یہ بھاری کام کاج کرسکتی ہے؛ بلکہ بیوی اجسامی حقوق سے بھی ہمیشہ کے لیے بیکار ہوگئی، اگر کبھی اجسامی رابطہ قائم کیا گیا تو بھاری نقصان ہوگا؛ لہٰذا اس کا بیوی رہنا، یا نہ رہنا دونوں برابر ہے، آخر کار مجبوراً ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ دوبارہ شادی کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے تو ہم نے بستی کے معزز لوگوں سے مشورہ کیا کہ جو سوتیلی سالی ہے، اسی سے نکاح کیا جائے۔

(۲) آخر کار بستی والوں کی مدد سے میرا نکاح ہوگیا، نکاح کے چار مہینے کے بعد اچانک گاؤں والوں نے جو سوتیلی سالی سے نکاح کرایا تھا، اس کے بارے میں یہ کہا کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا؛ کیوں کہ ایک ساتھ دو بہنوں کا رکھنا درست نہیں ہے، تب ہم نے علاقے کے اچھے آدمیوں سے ملنا شروع کیا اور دونوں بیویوں کی پوری حقیقت سنائی، ان لوگوں نے بھی یہی رائے دی کہ بستی والوں نے جو کہا ہے ٹھیک ہی کہا ہے، انہوں نے کہا کہ جو پہلی بیوی ہر طرح سے بیکار ہے، اس کو تم طلاق دے دو تو ہم نے گھر میں آکر مشورہ کیا اور پہلی بیوی کو طلاق دے دی، خسر کو بھی بتادیا کہ ہم نے آپ کی بڑی بیٹی کو طلاق دے دی ہے؛ اس لیے کہ پانچ مہینے کے بعد پھر پتہ چلا کہ سوتیلی سالی سے دوبارہ نکاح کرنا ہوگا، تبھی نکاح جائز ہوگا، اس کے بعد ہم لوگ بکھڑا مدرسہ میں پہونچے اور مفتی صاحب سے دونوں بیویوں کا پورا قصہ سنایا، تب مفتی صاحب نے پوچھا کہ آپ نے دل سے نیت کرکے زبان سے طلاق دی ہے تو ہم نے کہا کہ ہم کئی مرتبہ طلاق دے چکے ہیں تو مفتی صاحب نے کہا کہ طلاق دیدی طلاق دینے کا عرصہ بہت لمبا ہوگیا ہے اور عدت بھی پار ہوگئی ہے، لہٰذا دوبارہ پوری مجلس میں طلاق دینا ہوگا اور بات کو ظاہر کردینا ہوگا اور سالی سے دوبارہ نکاح پڑھوانا ہوگا تو لوگوں نے یہ کہا کہ آپ گاؤں آکر طلاق بھی دلوادیجئے اور نکاح بھی پڑھوادیجئے تو مفتی صاحب اس بات پر راضی ہوگئے، ایک دن آکر مفتی صاحب نے حدیث کے مطابق طلاق دلواکر دوبارہ نکاح پڑھوادیا، پھر ہم نے مفتی صاحب سے کہا: جس کو ہم نے طلاق دی، وہ تو مرض میں مبتلا ہے اور ہم نے مجبوری کی وجہ سے اس کو طلاق بھی دی ہے، ایسے حالات میں وہ کہیں دوسری جگہ نکاح کے لائق بھی نہیں ہے، تو وہ میرے بچوں کے ساتھ گھر پر رہے، یا میکہ میں رہے کوئی فرق نہیں پڑتا دونوں برابر ہے، اگر میکے میں رہے تو پھر بھی ہم وقتاً فوقتاً سسرال جائیں گے تو کیا ہم اس کے ساتھ کبھی بھی کھانا پینا کرسکتے ہیں، یا تھوڑی بہت بات چیت بھی کرسکتے ہیں، یا علاج وغیرہ کراسکتے ہیں، یا نہیں؟ تو مفتی صاحب نے گاؤں والوں سے جانچ پڑتال کرکے کہا کہ آپ کو پردہ کرنا لازم ہوگا اور خاص طور پر آپ کے یہاں رہنے سے تو بعینہ سگی بہن کی طرح آپ کو باعزت رکھنا ہوگا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ن کے ساتھ وقتاً فوقتاً

کھانا پینا بات چیت کرنا یا علاج وغیرہ کرا سکتے ہیں، یہ بات مفتی صاحب نے پوری مجلس کے سامنے کہہ سنائی، مفتی صاحب کی بات لوگوں نے مان لی، کچھ دن کے بعد ۱۹۸۵ء میں ایک جلسہ ہوا، جس میں دو عالم اور بستی کے معزز حضرات شریک جلسہ ہوئے اور رانی پور کے ماسٹر صاحب وغیرہ نے شرکت کی جلسہ تمام ہوجانے پر ہم لوگ سب نے مل کر کے یہی فیصلہ جو مفتی صاحب نے میرے حق میں دیا تھا، اس کا ذکر کیا، ساتھ ہی پھلواری شریف پٹنہ بہار اڑیسہ کا ایک فتوی بھی دکھایا گیا، جس میں مفتی محمد ہارون صاحب قاسمی کا فیصلہ کافی تائید کیا ہوا تھا، برحق قرار دیا اور مجلس کے سامنے اس الجھن کو رفع دفع کردیا، اس واقعہ کے بعد ہم آج دس سال سے آرام سے زندگی گزار رہے تھے، اس درمیان جو ہم نے سوتیلی سالی سے نکاح کیا تھا، اس کے بطن سے تین لڑکی بھی پیدا ہوگئیں ہیں اور جس کو ہم نے طلاق دی تھی، فی الحال اس کی حالت پہلے سے اور بدتر ہے، اس کے لڑکے کی عمر بھی اکیس سال ہوچکی ہے، اس بیچ زمین جائیداد کا تھوڑا بہت گھریلو جھگڑا ہونے کی بنا پر کچھ لوگوں نے پھر کہنا شروع کیا کہ مفتی صاحب نے جو فیصلہ دیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے، ایسی حالت پر سماج کے ساتھ میرا زندگی گزارنا دوبھر ہو رہا ہے۔

نوٹ: اس داستان کو بغور مطالعہ فرما کر جو بھی فیصلہ ہو تحریر فرمائیں، اگر مذکورہ مفتی صاحب کا جواب ٹھیک ہے تو وہی جواب لکھ کر بھیج دیں اور اگر مفتی ہارون صاحب قاسمی کا فیصلہ اور جواب غلط ہے تو وہ بھی جلد از جلد جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا۔　　(المستفتی: ابراہیم، رانی پور، ضلع: پرولیا، مغربی بنگال)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جس بیوی کو طلاق دی گئی ہے، اس کو الگ رکھنا شرعاً واجب ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پنے پاس رکھ کر اس کا خرچہ برداشت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو الگ مکان میں رکھیں ایک مکان میں ساتھ رکھنا جائز نہیں ہوگا، اگرچہ وہ بالکل بیکار کیوں نہ ہوگئی ہو، ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ الگ پردہ میں ہو کر اس کی ضرورت کے متعلق دینی بہن ہونے کے اعتبار سے حالات معلوم کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ اب آپ کے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ باقی نہیں رہا ہے۔ نیز پہلی بیوی کو اولاً جو طلاق دی گئی تھی، وہ شرعاً معتبر ہے اور اس کے بعد عدت گزرنے کے بعد سوتیلی بہن سے جو نکاح کیا گیا ہے، وہ شرعاً صحیح اور درست ہے، اس پر اعتراض کرنے والے گنہگار ہوں گے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم: ۲۷/۷)

وحرم الجمع بين المحارم نكاحاً أي عقدا صحيحاً، ولو من طلاق بائن وتحته فيالشامية: وأشار إلى أن من طلق الأربع لا يجوز له أن يتزوج امرأة قبل انقضاء عدتهن، فإن انقضت عدة الكل معا جاز له تزوج أربع، وإن واحدة فواحدة،الخ. (شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، زکریا: ٤/١١٦، کراچی: ۳/۳۸، مصری: ۲/۳۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵/ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۳۲۹/۲۶) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۱۹۴-۱۹۷)

دوسری بیوی کے بھائی کا نکاح پہلی بیوی کی لڑکی سے درست ہے:

سوال: ایک شخص کی دو زوجہ ہیں اور زوجہ اول سے تین لڑکیاں ہیں اور زوجہ ثانی لا ولد ہے، اب زوجہ ثانی کے ایک حقیقی بھائی سے زوجہ اول کی کسی لڑکی کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

زوجہ ثانیہ کے بھائی کا نکاح زوجہ اولیٰ کی کسی دختر سے درست ہے، اس میں کوئی وجہ حرمت نکاح کی نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ بعد ذکر المحرمات: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (الآیۃ) (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۶/۷)

پہلے شوہر کی لڑکی کی شادی دوسرے شوہر کے لڑکے سے:

سوال: جب کہ ایک مسماۃ نے پہلا خاوند کیا اور اس سے دختر، یا فرزند تولد ہوئے اور اتفاق سے پہلا خاوند گزر گیا اور مسماۃ بیوہ نے دوسرا خاوند کرلیا، اس صورت میں پہلے خاوند کی دختر سے دوسرے خاوند کے فرزند کا نکاح شرعاً جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

دوسرے شوہر کا فرزند اگر اس کی دوسری زوجہ سے ہو؛ یعنی اس بیوہ سے نہ ہو، جس نے اب اس سے نکاح کیا ہے تو اس بیوہ منکوحہ کی دختر از شوہر سابق کا نکاح شوہر ثانی کے فرزند از زوجہ سابقہ سے صحیح ہے۔ (۲) فقط

(اور اگر ایسا نہیں ہے؛ بلکہ دونوں اسی ایک عورت سے ہیں، ایک اس شوہر سے اور دوسرا دوسرے شوہر سے تو اس صورت میں نکاح درست نہیں ہے؛ بلکہ باطل وحرام ہے۔ ظفیر) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۷۹/۷-۱۸۰)

سالے کی لڑکی سے نکاح درست ہے

اور اس کی دوسری لڑکی سے اس کے اس لڑکے کا نکاح بھی درست ہے جو دوسری بیوی سے ہے:

سوال: زید کی نکاح میں خالد کی بہن تھی، جس کا انتقال ہوگیا، اب زید کے سالے؛ یعنی خالد کی دو لڑکیاں ہیں، زید ایک لڑکی سے اپنا اور دوسری سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا چاہتا ہے، زید کا لڑکا خالد کی ہمشیرہ سے نہیں ہے؛ بلکہ دوسری عورت سے ہے۔ کیا صورت مسئولہ میں دونوں کے نکاح جائز ہے؟

الجواب

زید کا نکاح خالد کی دختر سے اور زید کے پسر کا نکاح خالد کی دوسری لڑکی سے شرعاً درست ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۸۰/۷)

---

(۱) سورۃ النساء: ۲۴، ظفیر

(۲) دونوں لڑکا لڑکی کے ماں باپ علاحدہ علاحدہ ہیں، کوئی وجہ حرمت نہیں۔ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴) میں داخل ہے۔ (ظفیر)

(۳) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۲۴) میں داخل ہے۔ ظفیر

ایک بیوی سے پوتا ہے، اس کی شادی دوسری بیوی سے جو پوتا ہے، اس کی لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید کے دو بیویوں سے دولڑکے ہیں، عمرو، بکر اور عمرو کا لڑکا خالد ہے اور بکر کا لڑکا محمود ہے، محمود کی لڑکی ہندہ ہے تو کیا خالد ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

خالد کا نکاح ہندہ سے اس صورت میں صحیح و جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۸۲/۷)

بیوی کے رہتے ہوئے بیوی کے فوت شدہ لڑکے کی بیوی سے نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: زید فوت ہوا، زوجہ ہندہ اور پسر عمر چھوڑ کر ہندہ نے نکاح ثانی بکر سے کیا اور عمر مذکور کا نکاح مسماۃ حلیمہ سے کردیا گیا۔ عمر فوت ہوا تو اس کی زوجہ حلیمہ سے بکر نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں، جب کہ عمر کی والدہ بھی بکر کے نکاح میں موجود ہے؟

الجواب

اپنی زوجہ کے پسر از شوہر ثانی کی زوجہ سے نکاح کرنا باوجود نکاح میں ہونے اس زوجہ کے درست ہے؛ یعنی جمع کرنا درمیان ایک عورت کے اور اس کے پسر کی زوجہ کے شرعاً درست ہے۔

لعموم قوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۲)

اور درمختار میں ہے:

فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها، إلخ. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۸۵/۷)

مرنے والی بیوی کی خالہ سے نکاح درست ہے:

سوال: خوش دامن کی ہمشیرہ حقیقی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں، جب کہ زوجہ کا انتقال ہوگیا ہے؟

الجواب

اس حالت میں کہ پہلی زوجہ کا انتقال ہوگیا ہے، اس کی خالہ سے؛ یعنی خوشدامن حقیقی سابقہ کی بہن سے نکاح درست ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۹۵/۷)

---

(۱) چچا کی لڑکی سے جس طرح نکاح جائز ہے، اس کی پوتی سے بھی نکاح درست ہے، یہ محرمات میں نہیں ہے۔ ظفیر

(۲) سورۃ النساء: ۲۴، ظفیر

(۳) الدر المختار علی هامش رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹۱/۲. ظفیر

(۴) ولایجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها، الخ. (الهداية، فصل فی المحرمات: ۲۷۶/۲)
بیوی کے مرجانے کے بعد جماع کی صورت باقی نہیں رہتی، ماتت امرأة له التزوج بأختها بعد یوم من موتها. (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۹۰/۲، ظفیر)

زوجہ کے انتقال کے بعد ساس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے:

سوال: اگر کسی شخص کی ساس اور بیوی دونوں انتقال کرگئیں ہوں تو شخص مذکور کا اپنی ساس کی بہن سے نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________

ھوالموفق للصواب: جائز ہے۔

ضیاءالدین محمد کان اللہ لہ۔ الجواب صحیح: شیخ آدم عفی عنہ۔ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۷۸)

بیوی کے مرنے کے بعد اس کے بھائی کی لڑکی سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اب زید کا نکاح مرحومہ کی برادرزادی سے درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________

زوجہ متوفیہ کی برادرزادی سے زید کا نکاح جائز ہے؛ کیوں کہ پھوپھی اور بھتیجی کا ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اور جب کہ پھوپی کا انتقال ہوگیا اور وہ زید کی نکاح میں نہ رہی تو اس مرحومہ کی بھتیجی سے زید کا نکاح جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۳/۷)

بیٹے کی بیوی کی حقیقی بہن سے باپ کی شادی درست ہے:

سوال: محمد زید کا لڑکا ہے اور محمود کی شادی بسم اللہ کے ساتھ ہوئی، بسم اللہ کی بڑی بہن حقیقی زینب ہے، وہ چاہتی ہے کہ اپنا نکاح محمود کے والد زید کے ساتھ کرے۔ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________

نکاح زید کا مسماۃ زینب سے درست ہے، جو حقیقی بہن اس کے بیٹے کے زوجہ کی ہے۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (الآیۃ) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۹/۷-۲۲۰)

بیوی کی جس بہن سے زنا کیا، اس کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کرسکتا ہے، یا نہیں:

السوال: رجل زنا بأخت زوجة، هل يجوزنكاح بنته بولد المزنية بالأدلة القاطعة؟

---

(۱) ولایجمع بین المرأة وعمتها. (الهداية، فصل فی بيان المحرمات، ظفير (۱۸۷/۱، دار إحياء التراث العربی بيروت، انيس)

(۲) سورة النساء: ۲۴

فلا تحرم بنت زوجة الابن. (البحرالرائق فی المحرمات: ۱۰۰/۳) جب لڑکے کی بیوی کی لڑکی حرام نہیں ہے تو اس کی بہن تو بدرجہ اولیٰ حرام نہ ہوگی۔ (ظفیر)

الجواب

یجوز نکاح بنت الزانی بإبن المزنیة، کما قال فی ردالمحتار: یحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنی بها وفروعها، آه. (شامی: ۲/۲۷۹، مصری) (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۲۴)

منکوحہ غیر جس سے ملوث ہے، اس کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرے، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے عورت حاملہ منکوحہ غیر کو اپنے گھر میں بلا نکاح رکھا، بعد وضع حمل لڑکی پیدا ہوئی اور اس شخص کا پہلی زوجہ سے لڑکا تھا، اب ان دونوں لڑکے ولڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہ؟

الجواب

دونوں کا نکاح درست ہے؛ یعنی عورت مذکورہ کی جو کہ اس کے شوہر کے نطفہ سے ہے اور ثابت النسب ہے اور شخص مذکور کا لڑکا جو اس کی زوجہ سے ہے، ان دونوں میں نکاح درست ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (۲)

لیکن منکوحہ غیر کو بلا طلاق شوہر کے گھر میں رکھنا حرام ہے، اس کو علاحدہ کر دینا چاہیے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۴۸-۲۴۹)

بیوی شوہر کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے ایک بیوہ سے نکاح کیا، اس کے ساتھ پہلے خاوند سے ایک لڑکی ہے، اب وہ شخص مرگیا، اس کا ایک لڑکا ہے، اگر وہ لڑکا اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر اس مرد کا لڑکا پہلی زوجہ سے؛ یعنی اس عورت بیوہ سے نہیں ہے، جس کے بطن سے پہلے شوہر سے وہ دختر ہے تو نکاح ان دونوں میں درست ہے، (۴) اور اگر وہ لڑکا اس مرد کا اسی بیوہ کے بطن سے ہے، جس کی وہ لڑکی ہے تو ان میں نکاح درست نہیں ہے۔ (۵) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۳۶)

---

(۱) ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۲/۳۸٤، ظفیر
سوال وجواب کا ماحصل یہ ہے کہ زانی کی لڑکی کا نکاح مزنیہ کے لڑکے سے درست ہے۔ ظفیر

(۲) سورة النساء: ۲٤، ظفیر

(۳) ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلاً﴾. (سورة بنی إسرائیل: ۳۲، ظفیر)

(۴) وأما بنت زوجة أبیه أو إبنه فحلال. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۲/۳۸۳، ظفیر)

(۵) اس لیے کہ اس صورت میں دونوں حقیقی بھائی بہن ہوئے اور بہن سے نکاح حرام ہے: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم وبناتکم وأخواتکم﴾ (سورة النساء: ۲٤، ظفیر)

عمر کا نکاح اس کے بھائی کی بیوی کی لڑکی سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وعمر دونوں حقیقی بھائی ہیں اور ہندہ زید کی منکوحہ ہے، زینب کو اپنے ہمراہ لائی جو خالد کی لڑکی ہے، ہندہ کے بطن سے زید کا بھائی عمر و زینب سے عقد کرنا چاہتا ہے تو یہ عقد جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عمر کا نکاح زینب ربیبہ زید سے صحیح ہے؛ کیوں کہ زینب صرف زید پر حرام ہے؛ کیوں کہ وہ اس کی ربیبہ ہے۔

كما قال الله تعالىٰ: ﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾(۱)

وكما قال الله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۰/۷)

ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ سے نکاح:

سوال: زید کی ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ ہے، زید اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟

الجواب ــــــــ حامداً ومصلياً

ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ سے نکاح درست ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۷/۱۱)☆

سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے:

سوال (۱) زید نے اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کیا، جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) سورة النساء: ۲۳، انیس

(۲) سورة النساء: ۲٤، ظفير

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲٤)

"أي ما عداً من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١، سهيل اكيڈمی لاهور)

☆ **بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح درست ہے، یا نہیں:**

سوال: ایک آدمی کی بیوی مرگئی، اب وہ اپنی بیوی کی سوتیلی ماں (بیوی کے باپ کی عورت) سے نکاح کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

ہاں، اس عورت سے (بیوی کی غیر حقیقی یعنی سوتیلی ماں) سے نکاح درست ہے۔ (ويجوز بين امرأة وبنت زوجها، إلخ. (فتاویٰ عالمگیری، المحرمات بالجمع: ۲۷۷/۱) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ــــــ)

دادا کے سوتیلے بھائی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

(۲)　زید کے دادا دو بھائی تھے، ایک سوتیلا اور ایک اپنا زید نے سوتیلے دادا کی لڑکی سے نکاح کیا، یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب

سوتیلی ساس سے نکاح درست ہے۔

کما فی الدر المختار: فجاز الجمع بین امرأة بنت زوجها، إلخ. (۱)

(۲)　دادا کے بھائی کی دختر سے نکاح صحیح ہے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۴۹/۷)

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا داما (خوش دامن کے علاوہ) داس شخص کی دوسری بیوی سے نکاح کرسکتا ہے؟ بینوا تو جروا۔　(المستفتی: محمد خان نوشہرہ، ۴/صفر ۱۴۰۵ھ)

الجواب

یہ محرمات سے نہیں ہے۔ (ماخوذ از شامی: ۳۹۰/۲، ۳۹۱) (۳) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۵/۴) ☆

---

(۱)　الدر المختار علی هامش رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹۱/۲، ظفیر

(۲)　﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲٤، ظفیر)

(۳)　قال العلامة الحصكفي: فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها أو أمة ثم سیدتها لأنه لو فرضت المرأة أو امرأة الابن أو السیدة ذكرا لم یحرم بخلاف عكسه. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۳۰۹/۲، فصل فی المحرمات)

☆　سوتیلی ساس سے نکاح کرنا:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

دو رشتہ دار عورتوں کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا تب حرام ہے، جب دونوں میں سے ہر ایک مرد فرض کر کے دوسری اس کے لیے حرام ہے، چونکہ صورت مسئولہ میں صرف ایک جانب سے حرمت ہے، دوسری جانب سے نہیں؛ اس لیے سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے، اگر چہ اس کی سوتیلی بیٹی اس کے نکاح میں پہلے سے موجود ہو۔

قال العلامة الحصكفي: فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها... لأنه لو فرضت المرأة ذكرًا لم یحرم بخلاف عكسه. (الدر المختار علی صدر ردالمحتار: ۳۹/۳، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات)

(قال فی الهندیة: ویجوز (الجمع) بین المرأة وبنت زوجها فإن المرأة لو فرضت ذكرا حلت له تلك البنت بخلاف العكس. (الفتاوى الهندیة: ۲۷۷/۱، فصل فی المحرمات) ومثله فی البحر الرائق: ۹۸/۳، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات) (فتاوی حقانیہ: ۳۳۲/۴)

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے، نیز نکاح میں شرطِ فاسد لگانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ عمران کا انتقال ہو چکا ہے، اس نے دو بیویاں چھوڑیں، کیا اب عمران کا داماد اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کر سکتا ہے، یا حرمت مصاہرت کی بنا پر نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کر سکتا ہے۔ نیز نکاح میں جو شرائط رکھی جاتی ہیں، مثلاً: حق مہر دس ہزار روپے کے علاوہ یہ شرط رکھی کہ اگر تم نے بیوی کو طلاق دے دی تو تین تولے سونا دینا ہوگا، ان شرائط کا شرعاً کیا حکم ہے؟

میں نے اپنی بیوی کو ہمبستری سے قبل طلاق دے دی ہے، کیا مجھ پر ان شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے؛ یعنی جس طرح ہمبستری سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں آدھا مہر دیا جاتا ہے تو کیا شرائط میں جو چیزیں تھیں، ان میں سے بھی آدھی چیزیں دینی پڑیں گی اور شرائط کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے، اگر کوئی نہ کرے تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

داماد اور سوتیلی ساس کے درمیان حرمت مصاہرت نہیں ہوتی، لہٰذا صورت مسئولہ میں عمران کا داماد اپنی سوتیلی ساس سے عدت وفات پوری ہونے کے بعد نکاح کر سکتا ہے۔ نیز عقد نکاح میں شرط فاسد معتبر نہیں؛ لیکن ایسی شرائط سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا؛ بلکہ وہ شرط لغو ہو جاتی ہے، جیسا کہ عقد نکاح میں اس بات کی شرط لگانا کہ اگر شوہر نے بیوی کو طلاق دی تو حق مہر دس ہزار کے علاوہ تین تولہ سونا دینا ہوگا، یہ شرط فاسد ہے، اس کا پورا کرنا لازم نہیں، اگر شوہر نے وطی، یا خلوت صحیحہ سے پہلے بیوی کو طلاق دی ہے تو بیوی صرف پانچ ہزار روپے نصف مہر کی حقدار ہوگی اور اگر وطی، یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی تو کل مہر مسمی یعنی دس ہزار روپے کی حق دار ہوگی، تین تولہ سونے کی شرط لغو ہو جائے گی، چناں چہ صورت مسئولہ میں بھی شرط فاسد پائی جاتی ہے، لہٰذا آپ کے ذمہ پانچ ہزار روپے واجب الادا ہوں گے، باقی تین تولہ سونے کی شرط لغو ہو جائے گی۔

لمافی جامع الترمذی (۱۸۹/۲): عن عقبة بن عامر الجهنی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحق الشروط أن يوفى بها ما استحللتم به الفروج.

وفی الدرالمختار (۳۹/۳): فجاز الجمع بين امراة وبنت زوجها، الخ.

وفی الدر المختار (۱۳۲/۳): (نكحها بألف على أن يخرجها من البلد أو لا يتزوج عليها أو) نكحها (على ألف إن أقام بها وعلى ألفين إن أخرجها فإن وفى) بما شرطه فى الصورة الأولى (وأقام) بها فى الثانية (فلها الألف) لرضاها به.

وفی الدرالمختارأيضاً (۵۳/۳): (والنكاح لا يصح تعليقه بالشرط) ... (ولكن لا يبطل) النكاح (بالشرط الفاسد و) إنما (يبطل الشرط دونه) يعنى لو عقد مع شرط فاسد لم يبطل النكاح بل الشرط.

وفی الرّدّ تحته: قوله (مع شرط فاسد) كما إذا قال تزوجتک علی أن لا یکون لک مهر فیصح النکاح ویفسد الشرط ویجب مهر المثل.

وفی الفقه الاسلامی (۶۶۴۱/۹): لا یجوز الجمع بین امرأتین، لو فرضت کل منهما ذکراً حرمت علیه الأخری، فإن ثبت الحل علی أحد الفرضین، جاز الجمع بینهما. (نجم الفتاویٰ:۲۰۰/۴-۲۰۱)

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ نیز بیوی اوراس کی سوتیلی ماں کو جمع کرنا کیسا ہے:

سوال: سوتیلی ماں جو کہ لا ولد ہواور بیوہ ہو، اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ زوجہ اوراس کی سوتیلی ماں یعنی زوجہ کے باپ کی منکوحہ کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے، اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔

لقوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾(۱)

اور جواز نکاح کے ساتھ دونوں کے درمیان جمع جائز ہے؛ یعنی پہلی بیوی کی موجودگی میں اس کے ساتھ اس کی سوتیلی ماں کو بھی رکھ سکتا ہے، کتب فقہ میں تصریح ہے کہ عورت اوراس کے شوہر کی لڑکی دونوں ایک وقت میں ایک شخص کے نکاح میں جمع ہوسکتی ہیں۔ درمختار میں ہے:

فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها، إلخ. (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۸۰/۷-۲۸۱)

کسی لڑکی اوراس کی سوتیلی ماں کا ایک مرد کے نکاح میں آنا:

سوال: ایک شخص نے کسی لڑکی اوراس کی سوتیلی ماں کو اپنے نکاح میں جمع کیا، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ کیا یہ ﴿أن تجمعوا بین الأختین﴾ میں داخل ہے، یا نہیں؟

الجواب

جمع بین الاختین کی پہچان کے لیے فقہاء کرام نے جو قاعدہ مقرر کیا ہے کہ دونوں میں سے جس کو بھی مرد تصور کر کے دوسرے کے ساتھ اس کا نکاح صحیح نہ ہو، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر لڑکی کو مرد تصور کر کے سوتیلی ماں کا تو منکوحۃ الاب کی وجہ سے نکاح صحیح نہیں؛ مگر سوتیلی ماں کو مرد تصور کرنے کے بعد لڑکی سے نکاح کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں؛ اس لیے یہ صورت ﴿أن تجمعوا الأختین﴾ میں داخل نہیں، دونوں ایک شخص کے نکاح میں جمع ہوسکتی ہیں۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله: حرم الجمع وطء بملکِ یمین بین امرأتین أیتهما فرضت

(۱) سورة النساء: ۲۴، ظفیر

(۲) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹۱/۲، ظفیر

ذکرًا لم تحل للأخریٰ أبدًا... فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها أوامراة ابنها، الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۳۹۰/۲، فصل فی المحرمات)

وفی الهندية: ويجوز بين امرأة وبنت زوجها. (الفتاویٰ الهندية: ۲۷۷/۱،الباب الثانی فی بیان المحرمات،القسم الرابع المحرمات بالجمع) (فتاوی حقانیہ:۳۵۰/۴)

لڑکی اوراس کی (غیرحقیقی) سوتیلی ماں کونکاح میں جمع کرنا کیسا ہے:

سوال: غیرحقیقی ساس یعنی عورت کی غیرحقیقی ماں کے ساتھ نکاح درست ہے؟ اوران دونوں کونکاح میں جمع کرسکتے ہیں، یانہیں؟

الجواب

ہاں غیرحقیقی (سوتیلی) ساس کے ساتھ نکاح جائز ہےاورنکاح میں دونوں کورکھنا بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ:۸/------) ☆

لڑکی اوراس کی سوتیلی ماں کونکاح میں جمع کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید اپنی بیوی کی موجودگی میں اس

☆ **بیوی اورسوتیلی ماں کوایک نکاح میں جمع کرنا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کوئی شخص اپنے نکاح میں بیوی اور اس کی سوتیلی ماں کوجمع کرسکتا ہے، یانہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بیوی کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی سوتیلی ماں؛ یعنی اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہےاوردونوں کوایک ساتھ نکاح میں رکھنا بھی جائز ہے۔

فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها. (شامی: ۱۱۷/٤، زکریا)

ويجوز الجمع بين امرأة وبنت زوج كان لها من قبل أو بين امرأة وزوجة كانت لأبيها وهما واحد؛ لأنه لا رحم بينهما فلم يوجد الجمع بين ذواتي رحم ... وإنا نقول: الشرط أن تكون الحرمة ثابتة من الجانبين جميعًا، وهو أن يكون كل واحدةٍ منهما أيتهما كانت بحيث لو قدرت رجلاً لكان لا يجوز له نكاح الأخرىٰ ولم يوجد هٰذا الشرط؛ لأن الزوجة منهما لو كانت رجلاً لكان يجوز له أن يتزوج الأخرىٰ؛ لأن الأخرىٰ لا تكون بنت الزوج، فلم تكن الحرمة ثابتة من الجانبين، فجاز الجمع بينهما. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح،المحرمات بالمصاهرة: ۵٤۰/۲،زكريا)

ويجوز بين امرأة وبنت زوجها، فإن المرأة لو فرض ذكراً أحلت له تلك البنت. (الفتاویٰ الهندية: ۲۷۷/۱، فتاوی رحیمیہ:۹۹/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۶/۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل:۱۵۲/۸)

کی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا چاہتا ہے؛ یعنی دونوں کو نکاح میں جمع کرنا چاہتا ہے، آیا شرعاً یہ جائز ہے، یا نہیں؟ اور ﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ والے نص میں داخل ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بیوی اور اس کی سوتیلی ماں کو نکاح میں بیک وقت جمع کرسکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ دونوں میں کوئی نسبی، یا رضاعی رشتہ ایسا نہ ہو جو کہ دونوں کو جمع کرنے سے مانع بنتا ہو؛ لیکن بوقت نکاح عمر اور مصالح نکاح کو بھی مدنظر رکھا جائے، اگر عمر میں تفاوت ہو اور مصالحِ نکاح کا حصول مشکل ہو تو نکاح نہ کیا جائے۔ نیز یہ قرآنی نص ﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ میں داخل نہیں ہے۔

لما فی الدرالمختار (۳۹/۳): فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها أو أمة ثم سیدتها؛ لأنه لو فرضت المرأة أو امرأة الابن أ السیدة ذکراً لم یحرم بخلاف عکسه. (نجم الفتاویٰ: ۲۰۲/۴)

بیوی کی سوتیلی ماں محرم نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ سوتیلی ساس؛ یعنی اپنی بیوی کی سوتیلی ماں محرم ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

سوتیلی ساس (یعنی اپنی بیوی کی سوتیلی ماں) محرم نہیں ہے؛ بلکہ غیر محرم ہے۔

لما فی الدرالمختار (۳۸/۳): (و) حرم (الجمع) بین المحارم (نکاحا) أی عقداً صحیحا ... (و) حرم الجمع (وطأ بملک یمین بین امرأتین أیتهما فرضت ذکراً لم تحل للأخری)... فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها. (نجم الفتاویٰ: ۲۰۲/۴)

بیوی کے رہتے ہوئے اس کی سوتیلی ماں سے نکاح درست ہے:

سوال: زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس سے صحبت بھی کرلی، اب اس نے اس عورت کی سوتیلی ماں سے نکاح کیا، آیت ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ سے اصول حرام ہیں، موطوءَ اب وجد اصول میں داخل ہیں، کیا لڑکی کے نکاح میں موجود ہونے کی حالت میں سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے؟

فتاویٰ قاضی خاں، جلد اول، باب النکاح، ص: ۱۶۷ میں حسب ذیل صورت لکھی ہے:

قالوا: کل إمرأتین لو کانت إحدٰهما ذکراً والأخریٰ أنثیٰ حرم النکاح بینهما لایجوز أن یجمع بینهما إلا فی مسئلة إذا جمع بین إمرأة وبین ابنة زوج کان لها قبل ذلک فإنه یجوز ذلک. (۱)

(۱) فتاویٰ قاضی خان، بیان فی المحرمات: ۴۱۵/۱، طبع کلکته، انیس

اس صورت میں جمع امرأتین ہوگئی؛ لیکن جب عورت سے نکاح کرلیا اور پھر دوسری زوجہ کی لڑکی سے ساتھ نکاح کرلیا تو یہ لڑکی اس صورت کی اصول میں نہیں ہے؛ کیوں کہ شوہر کی دوسری زوجہ کی لڑکی اس عورت کے اصول میں سوتیلی ساس میں داخل ہے؟

الجواب

جمع کرنا درمیان ایک عورت کے اور اس کی سوتیلی ماں کے نکاح میں درست ہے؛ کیوں کہ وہ قاعدہ حرمت کا ''**أیتهما فرضت ذکراً لم یحل للأخریٰ**''(۱) یہاں موجود نہیں ہے؛ کیوں کہ ایک طرف سے تو حرمت ہے یعنی اگر عورت منکوحہ سابقہ کو مرد فرض کیا جاوے، تو اس کے باپ کی موطوءَ اس پر حرام ہے؛ لیکن اگر اس کی سوتیلی ماں کو مرد فرض کیا جاوے، تو حرمت باقی نہیں رہتی اور درمختار میں اس صورت میں جواز کی تصریح ہے۔

(فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها). (۲)

پس ظاہر ہے کہ عورت منکوحہ سابقہ دوسری عورت یعنی اس کی سوتیلی ماں کے شوہر کی دختر ہے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۱/۷-۲۶۲)

بیٹی اور اس کی سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا:

سوال: بکر کی منکوحہ ہندہ کے بطن سے ایک دختر زبیدہ ہے اور لڑکی کا نکاح زید سے کیا گیا اور زید کی اس منکوحہ زبیدہ کے بطن سے دو طفل ہوئے، اسی دوران میں بکر کی منکوحہ ہندہ فوت ہوگئی، اس نے سکینہ سے نکاح کرلیا اور ایک لڑکا تولد ہوا، بکر کے فوت ہوجانے کے بعد زید نے زبیدہ کی موجودگی میں سکینہ سے نکاح کرلیا اور ایک ماہ بعد سکینہ کے کہنے پر زبیدہ کو طلاق دے دی۔ کیا از روئے شرع یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو نکاح خواں اور گواہان حضور نکاح لیے کیا حکم ہے؟

الجواب　حامداً ومصلیاً

شرعاً یہ نکاح جائز ہے۔

درمختار بر حاشیہ شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/ ۳۹۴ میں ہے:

'' **فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها، آه**''. (۳)

(پس جائز ہے نکاح میں جمع کرنا ایک عورت کو اور اس کے شوہر کی لڑکی کو۔)

---

(۱) درر الحکام شرح غرر الحکام، نکاح مسلم ذمیة عند ذمیتین: ۳۳۱/۱، دار إحیاء الکتب العربیة بیروت، انیس

(۲) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹۱/۲، ظفیر

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹/۳، سعید

زبیدہ صورت مسئولہ میں سکینہ کے شوہر (بکر کی) لڑکی ہے، زید نے ہر دو کو نکاح میں جمع کرلیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۳/۲/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۳/۲/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۹۲/۱۱)

اپنی منکوحہ کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زینب سے نکاح کیا، زینب کی دو ماں تھیں؛ ایک حقیقی اور ایک سوتیلی۔ زید زینب کی سوتیلی ماں کو لے کر کہیں غائب ہوگیا، جسے آٹھ برس کا عرصہ ہوگیا، زینب کی سوتیلی ماں کو زید کے اس طرح لے جانے سے زید پر زینب حلال رہے گی، یا حرام ہوجائے گی؟ جواب باصواب سے شاد فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

زید پر زینب حلال ہے، حرام نہیں ہوئے؛ کیوں کہ زید کا زینب کی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے، چناں چہ ہدایہ میں ہے:

ولا بأس بأن يجمع بين امرأة وبنت زوج كان لها من قبل؛ لأنه لا قرابة بينهما ولا رضاع، انتهٰى. (۱) **فقط واللہ اعلم بالصواب**

کتبہ عبد الوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۲۸)

عورت اور اس کی سوتیلی لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے یہاں ایک صاحب دو عورتوں کو لائے، ایک ماں ایک اس کی سوتیلی لڑکی یعنی یہ لڑکی اس کے شوہر کی تھی، جو اس عورت کے پیٹ سے نہیں پیدا ہوئی تھی اور ان دونوں عورتوں سے بیک وقت نکاح کرلیا گیا، اس شخص کا اس عورت اور اس کی سوتیلی لڑکی دونوں سے نکاح درست ہے؟ ہمارے علاقہ میں اس طرح کے بہت سے واقعات پیش آرہے ہیں؟

(المستفتی: باشندگان ملک مقیم پور، بجنور)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال نامہ میں جو ماں لکھا ہے، وہ درست ہے؛ بلکہ ایک عورت اور اس کی سوتیلی لڑکی جو اس کے شوہر کی دوسری بیوی کے بطن سے پیدا ہوئی ہے، اس کے درمیان جمع کی بات چل رہی ہے، لہٰذا اس عورت اور اس کی سوتیلی لڑکی

---

(۱) **الهداية، فصل في بيان المحرمات: ۱۸۷/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس**

دونوں عورتوں سے بیک وقت نکاح کر لینا، یا آگے پیچھے کر کے نکاح کرنا جائز ہے؛ اس لیے کہ یہ ایک دوسرے کے محرم کسی بھی جانب سے نہیں ہیں۔

عن ابن عباس، حرم من النسب سبع ومن الصهر سبع، ثم قرأ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ (الآية) وجمع عبد الله بن جعفر بين ابنة علي وامرأة علي. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب مايحل من النساء ومايحرم: ۷٦٥/۲، رقم الباب: ۲٥)

فجاز الجمع بين امرأته وبنت زوجها. (الدرالمختار شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچي: ۳۹/۳، زكريا: ۱۱۷/٤)

ويجوز الجمع بين امرأة وبنت زوج كان لها من قبل ...لأنه لارحم بينهما فلم يوجد الجمع بين ذواتي رحم. (بدائع الصنائع، زكريا: ٥٤٠/۲)

جاز نكاح إحداهما على تقدير مثل المرأة وبنت زوجها، أو امرأة ابنها، فإنه يجوز الجمع بينهما عند الأئمة الأربعة. (البحرالرائق، زكريا: ۱۷۳/۳، كوئٹه: ۹۸/۳)

ويحرم الجمع بين امرأتين لو فرضت إحداهما ذكراً تحرم عليه الأخرىٰ ...بخلاف الجمع بين امرأة و بنت زوجها، فإنه يجوز؛ لأنه لوفرضت المرأة ذكراً جازله أن يتزوج بنت الزوج؛ لأنها بنت رجل أجنبي. (مجمع الأنهر جديد دارالكتب العلمية بيروت: ٤۸۰/۱، قديم: ۳۲٦/۱)

ولابأس بأن يجمع بين امرأة وبنت زوج كان لها من قبل؛ لأنه لا قرابة بينهما و لا رضاع. (الهداية مع الفتح، زكريا: ۲۰۹/۳، كوئٹه: ۱۲٦/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹ رمحرم الحرام ۱۴۳۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۷۳۲/۳۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۹/۱/۱۴۳۰ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۵۴-۱۵۶)

عورت اور اس کی سوتیلی پوتی سے نکاح کا حکم:

سوال: شاکر کے ہاں پہلے ایک عورت موجود ہے، اب وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، جس عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے، وہ اس پہلی عورت کی رشتہ میں سوتیلی پوتی لگتی ہے، جو عورت شاکر کے نکاح میں ہے، وہ اس کی دوسری بیوی کے رشتے سے سوتیلی دادی کہلاتی ہے، کیا شرعی اعتبار سے ان دونوں کا آپس میں جمع کرنا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شاکر کے لیے مذکورہ دونوں عورتوں (سوتیلی دادی منکوحۃ الجد اور سوتیلی پوتی) کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، جن میں سے کسی ایک کو بھی اگر مرد فرض کر لیا جائے تو ان دونوں کا نکاح نہ ہو سکے، جب کہ زیر بحث صورت میں اگر سوتیلی پوتی کو مرد فرض کر لیا جائے تو اس کے لیے اپنے دادا کی

منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہیں؛ لیکن اگر سوتیلی دادی کو مرد مانا جائے تو وہ اجنبی بن جائے گا اور کسی شخص کا اجنبی شخص کی پوتی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

لما فی فیض الباری علی صحیح البخاری(کتاب النکاح: ۲۸۱/٤، باب لا تنکح المرأة علی عمتها): والضابطة فیه عندنا أنه لا یجوز الجمع بین کل امرأتین لو فرضت احداهما ذکرا لم تحل لها النکاح بالاخری.

وفی الدرالمختار (۳۸/۳،فصل فی المحرمات من کتاب النکاح) :(و) حرم (الجمع) بین المحارم (نکاحا)أی عقدا صحیحا (وعدة ولو من طلاق بائن و) حرم الجمع (وطأ بملک یمین بین امرأتین أیتهما فرضت ذکرا لم تحل للأخری) أبداً ... فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها أو أمة ثم سیدتها لأنه لو فرضت المرأة أو امرأة الابن أو السیدة ذکرا لم یحرم بخلاف عکسه.

وفی الشامیة تحته:(قوله:وأیتهما فرضت،إلخ) أی أیة واحدة منهما فرضت ذکراً لم یحل للأخری کالجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها. (نجم الفتاویٰ:۲۰۲/۴-۲۰۳)

قبل الدخول طلاق دینے کے بعد بیٹی سے جواز نکاح اور ماں سے عدم جواز:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے ہندہ سے عقد نکاح کرلیا؛ مگر ابھی رخصتی نہیں ہوئی تو اب زید کے لئے ہندہ کو طلاق دے کر اس کے فروع مثلاً اس کی بیٹی وغیرہ سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کے اصول؛ یعنی ماں وغیرہ سے نکاح کیوں جائز نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

زید نے ہندہ سے عقد نکاح کرنے کے بعد اسے قبل الدخول طلاق دے دی تو اب اس کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؛ کیوں کہ قرآن کریم میں بیٹی سے نکاح کی حرمت کو اس کی ماں کے ساتھ دخول پر معلق کیا ہے اور صورت مسئولہ میں جب دخول نہیں پایا گیا تو زید کے لئے ہندہ کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے، البتہ زید کے لیے ہندہ کی ماں سے نکاح کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ ماں کی حرمت اس کی بیٹی سے محض عقد نکاح کر لینے سے ثابت ہو جاتی ہے۔قرآن کریم میں ماں کی حرمت کو اس کی بیٹی کے ساتھ دخول پر معلق نہیں کیا گیا ہے۔

﴿وَاُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِنْ نِسَآئِكُمُ اللّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾(النساء:۲۳)

یحرم علی الرجل ... أم امرأته مطلقاً ... أی لم یقید بشرط الدخول بالمرأة؛بل تحرم بنفس العقد الصحیح، لقوله تعالیٰ:﴿وأمهات نسآء کم﴾ وبنت امرأة دخل بها، فإن لم یدخل حتی حرمت علیه حل له تزوج الربیب، لقوله تعالیٰ:﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِنْ نِسَآئِكُمُ

اللّٰاتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾(النساء: ۲۳). (مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة بیروت: ۴۷۷/۱)

قال الجمهور: أن بين نكاح الأم، والبنت فرقا يشترط الدخول فی إحداهما لا فی أخراهما. (العرف الشذی علی هامش الترمذی، النسخة الهندية: ۲۱۳/۱)

لايحل للرجل أن يتزوج بأم امرأته اللتی دخل بابنتها، أو لم يدخل. لقوله تعالىٰ: ﴿وأمهات نسآئكم﴾ من غير قيد الدخول، ولابنت امرأته التی دخل بها لثبوت قيد الدخول بالنص. (الهداية، مكتبة ياسرنديم: ۳۰۸/۲)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبی صلى الله عليه وسلم، قال: أيما رجل نكح امرأة فدخل بها، فلايحل له نكاح ابنتها، فإن لم يكن دخل بها، فلينكح ابنتها، وأيما رجل نكح امرأة فدخل بها، أو لم يدخل فلايحل له نكاح أمها. (سنن الترمذی، كتاب النكاح، باب ماجاء فيمن يتزوج المرأة، ثم يطلقها، النسخة الهندية: ۲۱۲/۱، دارالسلام رقم: ۱۱۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵/ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۴۷۶/۴۰) (فتاوی قاسمیہ: ۱۶۳/۱۳-۱۶۵)

ساس کی سوتیلی ماں محرمات میں داخل نہیں ہے:

سوال: ساس کی سوتیلی ماں محرمات میں داخل ہے، یا نہیں؟

الجواب

محرمات میں سے نہیں ہے، جیسا کہ بیوی کی سوتیلی ماں حلال ہے۔

فی العالمگيرية (۸/۲): ويجوز [الجمع] بين إمراة وبنت زوجها. (۱)

پس بیوی کی ماں اور نانی دادی حرام ہے اور بیوی کے باپ دادا نانا کی منکوحہ حرام نہیں ہے۔ فقط

احقر عبدالکریم عفا عنہ۔ الجواب صحیح ظفر احمد عفا عنہ، ۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۲۵۰/۳)

ساس کی سوتیلی ماں سے نکاح درست ہے:

سوال: طاہرہ کا خاوند اپنی خوش دامن کی سوتیلی ماں رسول بی بی (یعنی طاہرہ کی سوتیلی نانی کا محرم ہے، یا نہیں؟ غایۃ الاوطار کی عبارت ''اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں، یا سوتیلی'' سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم ہے، طاہرہ کا خاوند طاہرہ کی موجودگی میں رسول بی بی سے نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حامداً ومصلیاً ومسلماً! صورت مسئولہ میں طاہرہ کا خاوند طاہرہ کے نانا کی بیوی رسول بی بی کا محرم نہیں ہے، رسول بی

(۱) الفتاویٰ الهندية، القسم الرابع فی المحرمات: ۲۷۷/۱، دارالفکر بیروت، انیس

بی کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے اور طاہرہ کے ساتھ رسول بی بی کو جمع کرنا بھی جائز ہے؛ اس لیے کہ طاہرہ اور رسول بی بی کے درمیان رشتہ ایسا نہیں، جو موجب حرمت ہو، چناں چہ اگر رسول بی بی کو مرد قرار دیا جائے تو اس کے اور طاہرہ کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے۔

ولو فرضت المرأة ذكراً جازله أن يتزوج بنت الزوج؛ لأنها بنت رجل أجنبي. (الطحطاوی: ۲۷/۲)

البتہ طاہرہ مرد قرار دی جائے تو رسول بی بی نانا کی مدخولہ ہونے کی وجہ سے حرام ہوگی؛ مگر اس قسم کا رشتہ (یک طرفہ) مانع جمع نہیں ہے۔

وإذا لم يحرم النكاح بينهما إلا عن جهة واحدة جاز الجمع بينهما، كما إذا جمع بين امرأة وبنت زوج كان لها من قبل. (عینی شرح الکنز: ۱۱۸/۱)

غایۃ الاوطار کی عبارت ''اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں اور نانیاں، ہر طرح سے سگی ہوں، یا سوتیلی'' (۱۲/۲) سے رسول بی بی کا کوئی تعلق نہیں کہ عرف شرع میں یہ نانی نہیں بلکہ نانا کی مدخولہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲/ جمادی الثانیہ ۱۳۰۸ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

بیوی کی نانی کی شوکن سے نکاح:

السوال: أن رجلا نكح ضرة أم أم الزوجة، هل صح نكاحه، أم لا؟

الجواب

يصح نكاحه، بدليل قوله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (الآية) (۱)

فإن ضرة أم أم الزوجة، ليست جدة الزوجة، لكي دخلت في عموم قوله تعالىٰ: ﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ (الآية) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۰۴/۷)

منہ بولی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید اور عمر دونوں دوست ہیں؛ لیکن بھائیوں کی طرح رہتے ہیں، ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے ہیں، ایک مرتبہ زید نے عمر سے کہا کہ عمر کی ماں میری ماں ہے اور اس کی بہن میری بہن ہے۔ کیا اب زید کی شادی عمر کی بہن سے ہوسکتی ہے؟

---

(۱) سورة النساء: ۲٤، ظفير

(۲) سورة النساء: ۲۳، انیس

خلاصہ یہ ہے کہ بیوی کی نانی کی سوتن سے نکاح درست ہے، اس میں کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جارہی ہے۔ انیس

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

زید کا عمر کی بہن سے شادی کرنا بالکل جائز ہے؛ کیوں کہ منہ بولی بہن، شرعی محرمات کے حکم میں نہیں ہوتی، لہٰذا وہ سگی بہن نہیں ہوگی، نیز اس سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

لـمافي القرآن الكريم (الأحزاب:۳۷): ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾

وفي حاشية الطحطاوي (۱٤/۲): لقوله تعالىٰ ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ وذكر الاصلاب لاسقاط اعتبار التبني لا لاحلال حليلة الابن من الرضاع والدليل على ذلك ان التبني انتسخ لقوله تعالىٰ ﴿ادعوهم لآبائهم﴾.

وفي الشامية (۳۱/۳): وذكر الأصلاب لإسقاطه حليلة الابن المتبنى لا لإحلال حليلة الابن رضاعا فإنها تحرم كالنسب، بحر وغيره. (نجم الفتاویٰ:۱۹۲/۴)

صرف یہ کہنے سے کہ تو میری سگی بہن ہے، یا سگا بھائی ہے، نکاح حرام نہیں ہوتا:

سوال: اگر کسی لڑکی کو جو نہ حقیقی بہن ہے نہ رضاعی، اس کو اگر بہن کے لقب سے یاد کیا جائے کہ تو میری سگی بہن ہے اور تو مجھے اپنا سگا بھائی سمجھا کر تو کیا یہ عہد اور قول کرنے کے بعد اس سے شادی کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

اس کہنے سے کہ تو میری حقیقی بہن ہے، یا مجھ کو اپنا سگا بھائی سمجھ، وہ عورت درحقیقت بہن نہیں ہوئی اور نہ وہ محرمات میں داخل ہوئی، پس نکاح اس کے ساتھ درست ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے محرمات کو بیان فرما کر **﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾** (الآية)(۱) فرمایا اور ارشاد ہے:

﴿الَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَاءِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ إِنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِيْ وَلَدْنَهُمْ﴾(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۵۴/۷)

یہ کہنا کہ نکاح کروں تو ماں بہن ہوگی، پھر نکاح کرلیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید اگر چند مردمان کے سامنے قرآن شریف کو ہاتھ لگا کر اور جناب پیر محبوب سبحانی کو ضامن دے کر زبان سے یہ کہے کہ اگر میں ہندہ سے نکاح کروں تو وہ میری ماں اور بہن ہوگی اور پھر اس سے وہ نکاح کرلیوے تو کیا شرعاً جائز ہوگا، علاقہ کے کسی عالم نے نکاح نہیں پڑھا، زید نے مولوی صاحب امام مسجد کو فحش گالیاں دیں، حالاں کہ وہ زید کے استاذ بھی ہیں، اس صورت میں زید کے لیے کیا حکم ہے؟

---

(۱) سورة النساء:۲٤،ظفير

(۲) سورة المجادله:۲،ظفير

الجواب

درمختار میں ہے کہ اگر حرف تشبیہ کو ایسی صورت میں حذف کیا جاوے تو وہ لغو ہے؛ یعنی ظہار وغیرہ کچھ نہیں ہوتا۔

کماقال: أو حذف الكاف لغا. (الدر المختار)(۱)

پس ایسی صورت میں اگر زید اس عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق اور ظہار کچھ نہ ہوگا اور نکاح ہو جاوے گا، علاقہ کے مولوی صاحب کا نکاح نہ پڑھنا غالباً بوجہ اس مسئلہ کے نہ جاننے کے ہوا ہے؛ لیکن زید کا ان کو گالیاں دینا اور بُرا کہنا جائز نہیں ہے، خصوصاً جب کہ وہ زید کے استاد بھی ہیں، ایسی حالت میں گستاخی کرنا زید کو درست نہ تھا، یہ زید سے سخت غلطی ہوئی اور گناہ ہوا، اس سے توبہ کرے اور اپنا قصور اپنے استاد سے معاف کراوے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۰/۷۔۲۶۱)

بستی کے رشتہ سے جو بھائی ہے، اس کی بہن سے شادی جائز ہے:

سوال: زید اور عمر میں نسبی تعلق نہیں ہے، محض ایک بستی میں رہنے کی وجہ سے دونوں میں ملاقات ہے تو زید کی بہن سے عمر کی شادی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس مواخاۃ سے حقیقتاً نسبی تعلقات قائم نہیں ہوئے، عمر کی شادی زید کی بہن سے ہوسکتی ہے، اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ متبنی، یا مواخاۃ کا اثر نسبی سلسلوں پر کچھ نہیں پڑتا۔ محض قول واقرار سے نسبی اخوت کہ جس پر حرمت نکاح کا مدار ہے، قائم نہیں ہوسکتی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۴/۷)

دینی بھائی بہن بننا کید شیطانی ہے اور دونوں میں نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک عورت کو دینی بہن کہا ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہوں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: شبیر حسین کوہاٹ)

الجواب

یہ عورت نہ آپ کی بہن ہے اور نہ اس سے بہن جیسا برتاؤ جائز ہے، یہ ایک کید شیطانی ہے، جو کہ ناجائز تعلقات پر پردہ ڈالنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، بہرحال ایسی عورت کا اس دینی بھائی سے نکاح باقاعدہ جائز ہے۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۳/۴)

اجنبیہ کو بہن کہنے کے بعد اسی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکا جس نے ایک لڑکی کو بہن کہا اور کہا بھائی بھی میں ہوں اور باپ بھی میں ہوں اور اس کے بعد نکاح کرلیا ہے تو کیا یہ نکاح ٹھیک ہے؟

(المستفتی: نعیم احمد کمبل کا تعزیہ، مرادآباد)

---

(۱) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الظهار: ۷۹٤/۲. ظفير

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

نکاح سے قبل اجنبیہ لڑکی کو بہن کہنے سے وہ حقیقی بہن کے حکم میں نہیں ہوتی، اسی طرح اجنبی مرد کو بھائی، یا باپ کہنے سے کوئی اثر نہیں پڑتا، اس طرح کہنے کی وجہ سے وہ لڑکی نکاح سے مانع نہیں ہوئی، لہٰذا اس لڑکے کے ساتھ جو نکاح ہوا ہے، وہ شرعاً جائز اور درست ہے۔ یہ لڑکی اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤) کے اندر داخل ہوکر اس کے ساتھ حلال ہے۔

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ يعني ماسوىٰ المحرمات المذكورات في الآيات السابقة. (التفسير المظهري، زكريا ديوبند: ٦٦/٢)

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ أي ماعدا من ذكرنا من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹ ؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۳۰۸/۳۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۸/۵/۲۹ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۹۲/۱۳)

اجنبیہ کو سگی بیٹی کہنے کے بعد بھی اس سے نکاح کرسکتا ہے:

سوال: زید کا ناجائز تعلق ایک عورت سے ہوگیا، اس پر زید رسوا ہوا اور خدا سے پختہ وعدہ کیا کہ یہ عورت میری سگی بیٹی کی مانند ہے، اگر میں اس سے عقد کروں تو گویا سگی بیٹی سے کروں، چار ماہ ہوئے کہ عورت مذکور کا خاوند فوت ہوگیا تو زید اسی عورت سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

زید اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے، شرعاً یہ امر درست ہے، اس عورت پر بعد نکاح کے طلاق عائد نہ ہوگی۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۹/۷-۲۴۰)

کسی کو سگی بہن، یا بھانجہ کہنے کے بعد اس سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی زوجہ ثانی کے بھائی؛ یعنی اپنے سالے اور اپنی زوجہ اول کے بطن سے تولد اپنی بیٹی کے درمیان غلط آشنائی دیکھ کر ایک موقع پر جہاں زوجہ ثانی کے اعزہ ودیگر افراد کثیر تعداد میں موجود تھے، غلط معاملات کو ختم کرنے کی غرض سے اپنے سالے سے اپنی بیٹی کا نام واضح طور پر کہلوا کر سب کے سامنے یہ کہلوایا کہ وہ میرے لیے مثل سگی بھانجی کے ہے اور جس طرح میری سگی بہن مجھ پر حرام ہیں، اسی طرح (پھر نام لے کر) وہ بھی مجھ پر حرام ہے۔

واقعہ مندرجہ بالا کے بعد مذکورہ دونوں نے راہ فرار اختیار کر کے کہیں جا کر نکاح کرلیا، جس میں مذکورہ بیٹی کا والد، یا

اس کی جانب سے کوئی ولی مقرر نہیں تھا، والد نے صرف سنا کہ انہوں نے نکاح کرلیا ہے، والد نے اپنی بیٹی واپنے مذکورہ سالے سے قطع تعلق کرلیا، مدت طویل گزر گئی کبھی والد اس پر رضا مند نہیں ہوا کہ تعلقات بحال کرلے، اب بھی زید پر اس کی زوجہ ثانی کے اعزہ کی جانب سے کافی دباؤ ہے کہ وہ تعلقات بحال کرلیں؛ لیکن زید یہ سمجھتا ہے کہ وہ نکاح ہی درست نہیں ہوا اور کسی طرح بھی تعلقات بحال کرنے پر رضا مند نہیں ہے۔ مذکورہ حالات کی نوعیت پر حکم شرعی کیا ہے وضاحت فرمائیں؟ (المستفتی: ذبیح الرحمٰن، چاند پوری)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

آپس میں نکاح سے پہلے کسی غیر محرم کو سگی بھانجی، یا سگی بہن کی طرح کہنے سے وہ نہ ہی سگی بھانجی کے حکم میں ہوئی ہے اور نہ ہی سگی بہن کے حکم میں ہوتی ہے، اس کے ساتھ شرعی طور پر نکاح کرنا بلاشبہ جائز ہے اور لڑکی کے باپ کی دوسری بیوی کا جو بھائی ہے، وہ لڑکی کا حقیقی ماموں نہیں ہوتا ہے، اس کے ساتھ بلا تردد نکاح جائز ہوجاتا ہے، حتی کہ باپ کی دوسری بیوی کے بطن سے پیدا شدہ لڑکا جو اس بیوی کے دوسرے شوہر سے پیدا ہوا ہے، اس کے ساتھ بھی نکاح جائز ہوجاتا ہے، اگر دونوں کے درمیان شریعت کے ضابطہ کے مطابق گواہوں کے روبرو نکاح ہوا ہے تو اس نکاح کے صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں۔ لہٰذا زید کا اس نکاح کو باطل سمجھ کر قطع تعلق کرنا درست نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر مہر مثل سے کم مہر باندھا ہو تو زید کو اعتراض کا حق ہے۔

﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ اَبْنَآئَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ (سورة الأحزاب: ٤)

أما بنت زوجة أبيه، فحلال، و كذا بنت ابنها، بحر. (الدرالمختار مع الشامی، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات، كراچی: ٣/٣١، زكريا: ٤/١٠٥)

وإذا تزوجت المرأة ونقصت عن مهر مثلها فللأولياء الاعتراض عليها عند أبی حنيفة حتی يتم لها مهر مثلها، أو يفارقها. (الهداية، أشرفی ديوبند: ٢/٣٤٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۹۱۰/۴۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۱۲/۲۹ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۹۲-۱۹۴)

یہ کہا کہ فلاں سے نکاح کروں تو اپنی بیٹی سے کروں، پھر نکاح کرلیا، درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے عمر کو کہا کہ اگر تو ہندہ کے ساتھ عقد کرے گا تو گویا اپنی بیٹی کے ساتھ عقد کرے گا، زید نے اس کو قبول کیا، چند روز کے بعد ہندہ سے عقد کرلیا تو عمر پر کیا کفارہ ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

عمر کا یہ قول لغو ہے، شرعاً اس کا کچھ اثر حرمت نکاح ہندہ پر نہ ہوگا، پس اگر عمر نے ہندہ سے نکاح کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا اور عمر پر کچھ اثر نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۳۷)

کہا اگر فلاں سے نکاح کروں تو ماں سے کروں، کیا اس کے بعد اس سے نکاح جائز ہے:

سوال: زید کا نکاح اس کی ماموں زاد بہن سے ہونے ولا ہے؛ مگر کسی وجہ سے زید نے قسم کھائی کہ اگر میں جمیلہ سے نکاح کروں تو گویا اپنی والدہ سے نکاح کروں۔ زید کا نکاح جمیلہ سے ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــ

اس قسم کی وجہ سے زید کا نکاح اس کی ماموں زاد بہن بی بی جمیلہ سے حرام نہیں ہوا؛ بلکہ نکاح مذکور شرعاً جائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۸/۷)

لے پالک سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا ایسی لڑکی سے نکاح درست ہے؟ جو بچپن سے ہمارے ہی مکان میں پلی بڑھی ہو اور میرے ماں باپ کو اپنے ماں باپ سمجھتی ہو۔ (محمد عرفات، باکارم)

الجواب ــ

ماں باپ اور اولاد کا رشتہ محض سمجھنے اور بولنے سے قائم نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ ایک قدرتی اور فطری رشتہ ہے؛ اس لیے محض اس وجہ سے کہ ایک شخص نے کسی لڑکی کی پرورش کی ہو اور وہ لڑکی اسے ماں باپ سمجھتی ہو، وہ لڑکی اس پرورش کرنے والے کے بچوں پر حرام نہیں ہوگی اور ان دونوں کا نکاح درست ہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۴۰/۴)

متبنیٰ بھتیجا کا چچا کی بیوہ سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید لاولد فوت ہوا اور اس نے اپنے برادرزادے کو اپنا پسر متبنیٰ کرلیا، اب زید متوفی کی زوجہ کریمہ زید کے پسر متبنیٰ سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

زید کی بیوہ زوجہ کا نکاح زید کے متبنیٰ سے شرعاً صحیح ہے؛ کیوں کہ بموجب نص قطعی زید کا متبنیٰ زید کی بیٹا نہیں ہوا۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَائَكُمْ أَبْنَائَكُمْ﴾(۱)

(ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے متبناؤں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا؛ یعنی متبنیٰ بیٹے کے حکم میں نہیں ہے۔)

لہٰذا بموجب نص ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾(۳) نکاح مابین متبنیٰ زید و مابین زوجہ زید متوفی صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۴/۷)

---

(۱) ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِي تُظَاهِرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَائَكُمْ أَبْنَائَكُمْ ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ﴾(سورة الأحزاب: ٤، انیس)

(۲) سورة النساء: ٢٤، انیس

منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد نے ہمارے چچا کے بیٹے کی پرورش کی اور بڑے ہونے تک اس کو اپنے پاس رکھا، پھر اس کی شادی بھی کرادی، شادی کے کچھ عرصہ کے بعد ہمارے چچازاد بھائی کا انتقال ہوگیا اور اس کی بیوی بے سہارا ہوگئی تو اس پر ہمارے والد صاحب نے ترس کھاتے ہوئے اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر خاندان کے لوگ شور کرنے لگے کہ کچھ عرصہ پہلے اس لڑکی کو گھر میں بہو کی طرح رکھا ہوا تھا اور اب اس کو بیوی بنا کر رکھتے ہو، بہت شرم کی بات ہے، اس پر میرے والد صاحب نے ان کو سمجھایا کہ یہ میرے منہ بولے بیٹے کی بیوی ہے، حقیقی بیٹے کی نہیں ہے، اس سے نکاح کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ بہرحال آپ حضرات سے یہ معلوم کرنا ہے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں، جب کہ ہمارے والد صاحب نکاح کی بات سے پہلے اس کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھتے تھے، اس سے کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟ جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

متبنّٰی (منہ بولے بیٹے) کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ حضرت زید بن حارثہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی تھے، جب انہوں نے اپنی بیوی حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دی تو عدت گزرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کے والد عدت گزر جانے کے بعد اس عورت سے نکاح کر سکتے ہیں؛ لیکن اس میں اس بات کا خیال رہے کہ نکاح کے دیگر مصالح پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو؛ کیوں کہ بہرحال وہ لڑکی چھوٹی بھی ہوگی اور اب تک اسے بیٹی کی طرح رکھا گیا تھا، اب بیوی بنانے میں نکاح کے مقاصدِ اصلیہ فوت ہونے کا اندیشہ ہے، جب کہ اس شخص کی اولاد بھی موجود ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اپنی اولاد کا نکاح اس عورت سے کر دے اور خود اس عمل سے اجتناب کرے۔

لما في القرآن الكريم (الأحزاب:٣٧): ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ اَزْوَاجِ اَدْعِيَائِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾

وفي الهندية (٢٧٤/١): والثالثة حليلة الابن وابن الابن وابن البنت وإن سفلوا دخل بها الابن أم لا ولا تحرم حليلة الابن المتبنى على الأب المتبنى،هكذا في محيط السرخسي.

وفي الشامية (٣١/٣): ﴿وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم﴾ والحليلة الزوجة وأما حرمة الموطوء ة بغير عقد فبدليل آخر وذكر الأصلاب لإسقاط حليلة الابن المتبنى لا لإحلال حليلة الابن رضاعاً فإنها تحرم كالنسب،بحر وغيره. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۵۵-۱۵۶)

ربیب کا ربیبہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں نے ایک بیوہ سے نکاح کرلیا ہے، اُن کے ساتھ ایک بیٹا ہے اور میرے پاس ایک بیٹی ہے، اُن کے لڑکے کا میری لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

دوسری بیوی کا لڑکا جو دوسرے شوہر سے ہے اور آپ کی لڑکی جو پہلی بیوی سے ہے، چوں کہ وہ آپس میں بھائی بہن نہیں ہوئے؛ اس لیے ان دونوں کا نکاح آپس میں شرعاً جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۳۷)

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدر المختار: ۱۰۵/٤، زكريا)

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، ويتزوج ابنه ابنتها أو أمّها، كذا في محيط السرخسي. (الفتاویٰ الهندية: ۲۷۷/۱، زكريا)

قالوا: ولا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها أو بنتها؛ لأنه لامانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۱۷۳/۳، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۶/۱۴۲۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۵/۸)

بھائی کی ربیبہ (سوتیلی بیٹی) سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے ایک بیوہ سے شادی کی اور اس بیوہ کی پہلے شوہر سے ایک لڑکی بھی ہے، جو کہ زید ہی کے گھر میں رہتی تھی، اب زید کا بھائی اس لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔ آیا زید کے بھائی کے لیے اس لڑکی کی ساتھ شادی کرنا فقہ حنفی کی رو سے جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں زید کے بھائی کے لیے زید کی ربیبہ کے ساتھ نکاح درست ہے؛ کیوں کہ حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔

لمافي القرآن الكريم (النساء: ۲۳): ﴿**حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ ... إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا**﴾ (نجم الفتاویٰ: ۱۹۷/۴)

ربیب کی بیوہ، یا مطلقہ سے نکاح کرنے کا حکم:

سوال: جناب مفتی صاحب! اگر کوئی شخص ایک عورت سے شادی کرے اور اس عورت کے ساتھ پہلے شوہر سے ایک لڑکا بھی ہے، جس کی پرورش اس زوج ثانی نے کی، اب اگر یہ لڑکا اپنی بیوی کو طلاق دے دے، یا وہ فوت ہوجائے تو کیا یہ شخص اپنے ربیب کی بیوہ، یا مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب

ربیب، یا متبنی، یا رضاعی بیٹوں کی طرح نہیں؛ اس لیے صورت مسئولہ میں ربیب کی بیوہ، یا مطلقہ سے یہ مربی (منہ بولا باپ) شادی کرسکتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (تحت قوله،وأما بنت زوجة أبيه وابنه فحلال) ولاتحرم زوجة الرّبيب ولازوجة الرّاب. (ردالمحتار: ۳۰۳/۲،فصل في المحرمات)(۱)(فتاویٰ حقانیہ:۳۵۱/۴)

باپ کے ربیبہ سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جس کا لڑکا پانچ سالہ موجود تھا، ایک عورت حاملہ من الزنا سے حالت حمل میں نکاح کیا؛ مگر حمل کسی اور شخص کا تھا اسی واسطے اس شخص نے حکم شرعی کے موافق اس عورت کے ساتھ وضع حمل تک قربت وغیرہ نہیں کی اور نکاح کو چھ ماہ نہ گزرے تھے کہ اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی، اس کو انہیں دونوں نے پرورش کیا اور لڑکی کو اس کی ماں نے ہی دودھ پلایا اور اس لڑکی کی مدت رضاعی تک کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، اب لڑکی قریب البلوغ ہے، کیا یہ شخص اس لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ جو دوسری بیوی سے ہے کہ سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح اس لڑکی کے ساتھ اس شخص کے بیٹے سے ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ وہ لڑکی اس شخص کی صرف ربیبہ ہے، نہ اس سے اس کا نسب ثابت ہوا ہے؛ (**لأنها ولدت لأقل من ستة أشهر**) (۲) اور نہ اس شخص کی رضیعہ ہے؛ (**لأن اللبن ليس منه**) اور صرف ربیبہ ہوتے ہوئے اپنے بیٹے سے نکاح جائز ہے۔ واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ، یکم ربیع الثانیہ ۱۳۵۱ھ۔ (امدادالاحکام:۲۵۱/۳)

باپ کی ربیبہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے، زید نے دوسری شادی کی ہے۔ زید کی دوسری بیوی کے ساتھ ایک لڑکی آئی ہے اور زید کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے۔ اب وہ لڑکا اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کیا ان دونوں کا آپس میں نکاح جائز ہے؟

(المستفتی: نسیم احمد، چاند پور، بجنور)

---

(۱) وفي الهندية: ولاتحرم حليلة الابن المتبنّى على الأبّ المتبنّى. (الفتاویٰ الهندية : ۲۷۴/۱، الباب الثالث في بيان المحرمات،القسم الثاني المحرمات بالصهرية) ومثلهٗ في الهداية: ۲۸۸/۲، كتاب النكاح،فصل في بيان المحرمات

(۲) (وَيَثْبُتُ النَّسَبُ) احْتِيَاطًا بِلَا دَعْوَةٍ (وَتُعْتَبَرُ مُدَّتُهُ) وَهِيَ سِتَّةُ أَشْهُرٍ (مِنْ الْوَطْءِ، فَإِنْ كَانَتْ مِنْهُ إلَى الْوَضْعِ أَقَلُّ مُدَّةِ الْحَمْلِ) يَعْنِي سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَأَكْثَرَ (يَثْبُتُ) النَّسَبُ (وَإِلَّا) بِأَنْ وَلَدَتْهُ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ (لَا) يَثْبُتُ، وَهَذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَبِهِ يُفْتَى. (الدرالمختار،باب المهر: ۱۳۴/۳،دارالفكر بيروت،انيس)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

زید کالڑکا اگر زید کی زوجۂ ثانیہ کے ساتھ آئی ہوئی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو ان دونوں کا نکاح باہم درست ہے۔

ولابأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه أمها،أو بنتها؛لأنه لامانع وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها. (البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، زكريا :۱۷۳/۳، کوئٹه:۹۸/۳)

قال الخيرالرملي: ولاتحرم بنت زوج الأم، ولاأمه، ولاأم زوجة الأب، ولابنتها. (ردالمحتار، کراچی:۳۱/۳،زکریا:۱۰۵/٤)

ولابأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها، أوأمها. كذا في محيط السرخسي. (الفتاویٰ الهندية، زكريا:۲۷۷/۱، زكريا جديد: ۳٤۲/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۲۲؍ربیع الاول ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر:الف ۴۷۸۷/۳۲)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۱۷/۴/۲۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ:۱۶۲/۱۳۔۱۶۳)

حق زوجیت ادا کرنے سے پہلے اپنی ربیبہ سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا ایک دوست ہے، اس نے ایک بیوہ عورت سے شادی کی اور اس بیوہ کی ایک لڑکی ہے، اب جب میرے دوست نے اس بیوہ سے نکاح کیا تو کچھ عرصہ کے بعد اس بیوہ سے ناچاقی ہوئی اور بات طلاق تک آ گئی۔اب میرا دوست چاہتا ہے کہ اس بیوہ کو طلاق دے دے اور اس کا اس بیوہ کی لڑکی سے نکاح کرنے کا ارادہ ہے، اب جب مجھ سے اس نے یہ کہا کہ میں اس کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو میں بہت پریشان ہوا کہ یہ تو اسی کی بھی بیٹی لگتی ہے۔ بہر حال تسلی کرنے کے لیے میں یہ مسئلہ آپ سے پوچھ رہا ہوں، برائے مہربانی مفتی صاحب آپ ہی اس مسئلہ کا حل تجویز فرمائیں کہ آیا میرے دوست کا اس طرح کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجوابـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر آپ کے دوست نے اس بیوہ کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد حق زوجیت بھی ادا کیا تو اس صورت میں ربیبہ یعنی اس کی بیٹی (جو پہلے خاوند سے ہے) کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں، بصورت دیگر اگر حق زوجیت ادا نہیں کیا تو اس بیوہ کو طلاق دینے کے بعد اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے۔

لمافي القرآن الكريم (النسآء:۲۳): ﴿**حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الاَخِ ...وَاُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ**﴾

وفي الشامية (۳۰/۳):قوله (بنت زوجته الموطوء ة) أي سواء كانت في حجره أي كنفه ونفقته أو لا ذكر الحجر في الآية خرج مخرج العادة أو ذكر للتشنيع عليهم كما في البحر واحترز

بالموطوئة عن غيرها فلا تحرم بنتها بمجرد العقدوفى ح عن الهندية أن الخلوة بالزوجة لا تقوم مقام الوطء فى تحريم بنتها اه قلت لكن فى التجنيس عن أجناس الناطفى قال فى نوادر أبى يوسف إذا خلا بها فى صوم رمضان أو حال إحرامه لم يحل له أن يتزوج بنتها وقال محمد يحل فإن الزوج لم يجعل واطئا حتى كان لها نصف المهر،آه، وظاهره أن الخلاف فى الخلوة الفاسدة أما الصحيحة فلا خلاف فى أنها تحرم البنت تأمل وسيأتى تمام الكلام عليه فى باب المهر عند ذكر أحكام الخلوة ويشترط وطؤها فى حال كونها مشتهاة.

وفيه ايضاً (۳/۳۱):قوله(وفى الكشاف الخ) تبع فى النقل عنه صاحب البحر ولا يخفى أن المتون طافحة بأن اللمس ونحوه كالوطء فى إيجابه حرمة المصاهرة من غير اختصاص بموضع دون موضع لكن لما كانت الآية مصرحة بحرمة الربائب بقيد الدخول وبعدمها عند عدمه كان ذلک مظنة أن يتوهم أن خصوص الدخول هنا لا بد منه وأن تصريحهم بأن اللمس ونحوه يوجب حرمة المصاهرة مخصوص بما عدا الربائب. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۹۷-۱۹۸)

کسی عورت کوخون دینے سے وہ محرم نہیں بنتی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے ایک جگہ شادی کر لی ہے؛ لیکن بیوی اکثر بیمار رہتی ہے،اب میں دوسری جگہ شادی کرنا چاہتا ہوں؛ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جس لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں،اس لڑکی کی ماں کو میری بہن نے خون دیا تھا تو کیا میں یہ شادی کرسکتا ہوں؟

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت اسلامیہ نے محرمیت کو نسب،مصاہرت اور رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے،ان سے تجاوز کرنا صحیح نہیں اور رضاعت سے بھی ثبوت محرمیت کے لیے مدت رضاعت کا اعتبار کیا ہے،مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی،لہٰذا اگر کسی شخص نے بحالت مجبوری کسی کو خون دیا تو اس سے ان کے درمیان کسی قسم کی حرمت ثابت نہیں ہوتی،ایسے شخص سے یا اس کے اصول وفروع سے خون دینے والے،یا اس کی اولاد اور بھائی بہن وغیرہ کے لیے نکاح کرنا درست ہے،جب کہ کوئی اور مانع نہ پایا جاتا ہو،البتہ دوسری شادی کرنے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ آدمی دونوں بیویوں کے درمیان عدل ومساوات سے کام لے؛اس لیے مذکورہ صورت میں اگرچہ پہلی بیوی بیمار ہے؛ لیکن پھر بھی شوہر کے لیے لازم ہے کہ وہ دوسری شادی کے بعد بھی اس کے حقوق کی پوری پوری رعایت رکھے اور اس کے ساتھ کسی قسم کا ناروا سلوک نہ کرے۔

لما فى القرآن الحكيم (النساء:۳):﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾

وفی السنن للإمام أبی داؤد (۲۹۰/۱): عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال: من كانت له امرأتان فمال إلٰی إحداهما جاء يوم القيامة وشقه مائل.

وفی الدرالمختار (۲۱۱/۳): (ويثبت التحريم) فی المدة فقط (إلٰی قوله) (ولم يبح الإرضاع بعد مدته) لأنه جزء آدمی والانتفاع به لغيرضرورة حرام علی الصحيح شرح الوهبانية وفی البحر لايجوز التداوی بالمحرم فی ظاهرالمذهب أصله بول المأكول كما مر.

وفی الرد تحته: قوله (فی المدة فقط) أما بعدها فإنه لا يوجب التحريم بحر... قوله (ولم يبح الإرضاع بعد مدته)... ولا يخفی أن التداوی بالمحرم لا يجوز فی ظاهر المذهب أصله بول ما يؤكل لحمه فإنه لا يشرب أصلا،آه، قوله (بالمحرم) أی المحرم استعماله طاهراً كان أو نجسا ح.

وفی الفتاویٰ اللجنة(۱٤٦/۲۱): انتقال الدم من شخص لآخر لا يسمی رضاعا لغة ولا شرعا ولا عرفا فلهذا لا يثبت له شیء من أحكام الرضاع من نشر الحرمة وثبوت المحرمية وغيرها، فإن قيل: إن أصل اللبن من الدم فيعطی حكمه، قلنا: لا نسلم بهذا؛لأنه قد تغير بالاستحالة، وانقلب بقدرة اللّٰه من دم إلٰی لبن فاختص به الحكم دون أصله، وأيضا فالرضاع مما لا مجال للاجتهاد فيه؛لأنه من المقدرات،فأشبه الأمر التعبدی،فلهٰذا لا يصح القياس عليه مما ذكرتم من وجود التغذية بالدم ولأن الأصل فيه قبل الشرع أنه لا يترتب عليه شیء من الأحكام حتی ورد النص بذلک فتقتصر علی ما ورد فيه النص، وهو الرضاع المستجمع للشروط بكونه لبنا من ثدی امرأة ثاب عن حمل،وقد استكمل خمس رضعات فأكثر فی الحولين.(نجم الفتاویٰ:۱۸۹/۴-۱۹۰)

ساس اور بہو دونوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا:

سوال: کیا کسی عورت اوراس کے بیٹے کی بیوی (بہو) کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ کے مطابق ان عورتوں میں کوئی ایسا رشتہ نہیں، جو حرمت اجتماع کا باعث بنے؛اس لیے اس عورت اوراس کے بیٹے کی بیوی (بہو) کے درمیان جمع کرنا جائز ہے۔

قال العلامة الحصكفی رحمه اللّٰه: فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها. (الدرالمختار علٰی صدر ردالمحتار:۳٦/۳،كتاب النكاح، فصل فی المحرمات)(۱)(فتاوی حقانیہ:۳۳۴/۴)

(۱) قال العلامة ابن نجيم المصری رحمه اللّٰه:فی بحثٍ:"لأنهٗ لوجاز نكاح إحداهما علٰی تقدير مثل المرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها فإنهٗ يجوز الجمع بينهما عند الأئمة الأربعة. (البحرالرائق: ۹۸/۳،كتاب النكاح،فصل فی المحرمات)ومثله فی الفتاوٰی الهندية: ۲۷۷/۱،القسم الرابع المحرمات بالجمع

صورت مذکورہ میں کیا حکم ہے:

سوال: زید وبکر حقیقی بھائی ہیں، زید گھر سے ناراض ہوکر چلا گیا اور دس سال تک کچھ پتہ نہیں چلا لا پتہ ہوگیا، اس کی زوجہ سے بکر نے نکاح کرلیا، جب دس بارہ سال کے بعد زید واپس آیا تو بکر نے اس کو طلاق دے دی اور نکاح زید کے ساتھ کرادیا، زید کی ایک دختر ہے اور بکر کے پہلی زوجہ سے ایک لڑکا ہے، زید کی دختر سے بکر کے لڑکے کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ نکاح زید کا بعد گزرنے عدت کے ہوا، یہ دختر بعد نکاح کے پیدا ہوئی، اب اس کا نکاح اس لڑکے سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر زید کے نکاح کے بعد لڑکی چھ ماہ، یا اس سے زیادہ میں پیدا ہوئی تو بکر کے پسر از زوجہ سابقہ سے اس کا نکاح درست ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۷/۷)

صورت مسئولہ میں نکاح درست ہے:

سوال: حبیب پسر ڈٹہ، وبدھو پسر نوبت، مادر حبیب و بدھو کی ایک ہے اور ڈٹہ کہ بدھو کا پدری برادر ہے، حبیب کی دختر کو نکاح میں لاسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر ڈٹہ کی ماں دوسری ہے؛ یعنی وہ نہیں جو حبیب اور بدھو کی ہے تو نکاح ڈٹہ کا دختر حبیب سے درست ہے۔

كما في الدر المختار: وتحل أخت أخيه رضاعاً، إلخ، وكذا نسباً بأن يكون لأخيه لأبيه أخت لأم. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۳/۷)

صورت مذکورہ میں نورالدین کا نکاح درست ہے اور مرزا کا درست نہیں:

سوال: بکر نے اپنی بیٹی نوراں کا نکاح زید سے کردیا، کچھ دنوں کے بعد زید مرتد ہوگیا، پھر مسلمان ہوا اور بکر نے زید اور نوراں میں اتفاق کرادیا؛ لیکن تجدید نکاح نہیں ہوئی، نورالدین نے دو سو روپے زید کو دے کر طلاق نامہ حاصل کی اور سو روپے بکر کو دے کر نوراں کو اپنے نکاح میں اس طرح لے لیا کہ جس روز طلاق نامہ لکھا گیا دوسرے دن نکاح وشادی کرلی، اس وجہ سے کہ زید کے مرتد ہونے اور پھر مسلمان ہوکر بھی تجدید نکاح نہ کرنے کو چار پانچ ماہ سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا آیا نورالدین کا نکاح نوراں سے ہوا، یا نہ؟ اور اس حالت میں کہ نورالدین کا یہ نکاح نوراں سے

---

(۱) کوئی وجہ حرمت نہیں ہے اور یہ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲٤، ظفیر) میں داخل ہے۔ ظفیر

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الرضاع: ۲/ ٥٦١. ظفیر

قائم تھا، زید کے طلاق نامہ کے ساڑھے چار ماہ بعد خالد اور مرزا نے اس بہانے کو اپنا ذریعہ بنایا کہ نوراں کے فسخ نکاح زید کی میعاد اب گزری ہے، مرزا نے نوراں کو اپنے نکاح میں لے لیا، مرزا سے نکاح نوراں کا بکر اور خالد اور مرزا اور خالد کے فرزند دیگر کی امداد سے ہوا ہے تو ان لوگوں پر کوئی حکم شرعی واقع ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب

اس صورت میں نورالدین کا نکاح نوراں سے صحیح ہوگیا؛ کیوں کہ زید کا نکاح نوراں سے جس وقت سے زید مرتد ہوا تھا، فسخ ہوگیا تھا۔(۱) اگرچہ طلاق نامہ بعد میں لکھا گیا، اس کا اعتبار نہیں ہے، پس مرزا کا نکاح نوراں سے منعقد نہیں ہوا اور نکاح کرنے والا اور معین وشرکا آثم وعاصی ہوئے، توبہ کریں اور مرزا سے نوراں کو علاحدہ کرادیں۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۶/۷۔۱۸۷)

پیر سے پردہ فرض ہے اور غیر حقیقی داماد سے نکاح درست ہے:

سوال: ایک بیوہ جوان عورت غیر شرع پیر کے گھر جاتی ہے، اس کے وارث چاہتے ہیں کہ کفو میں اس کا نکاح کردیں؛ تاکہ اس بات سے باز آوے۔ اب اگر وہ عورت خواہ مخواہ نکاح سے انکار کرے تو کیا حکم ہے؟ غیر حقیقی داماد سے نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب

پیر سے پردہ کرنا فرض ہے اور اگر کوئی شخص فاسق وفاجر ہو تو اس سے بیعت کرنا بھی درست نہیں ہے اور نکاح ثانی کرنا بیوہ کا سنت ہے اور ثواب ہے۔ نکاح ثانی کو بُرا اور معیوب سمجھنا گناہ ہے اور خلاف شرع ہے، پس عورت کو نکاح ثانی کرلینا چاہیے اور غیر حقیقی داماد سے نکاح درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۹/۷)

پیر سے نکاح درست ہے:

سوال: اگر کوئی عورت اپنے پیر سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح مریدنی کا پیر سے درست ہے، یانہیں؟

الجواب

نکاح مریدنی کا پیر سے شرعاً درست ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۰/۷)

مریدنی سے نکاح کرنا جائز ہے:

سوال: مریدنی سے نکاح کرنا جائز ہے، یانہیں؟ پہلے مرید کرلیا جاوے، پھر نکاح کرے؟

---

(۱) وارتداد أحدهما أی الزوجين فسخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۵۳۹/۲، ظفير)

(۲،۳) اس سے نکاح حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، لہٰذا یہ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴) میں داخل ہے۔ (ظفیر)

الجواب ــ

مریدنی سے نکاح درست ہے؛ لیکن دھوکہ بازی کرنا حرام ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۳۰۱)

استاذ کی بیوی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ استاذ کی بیوی سے جبکہ بیوہ ہوچکی ہو اور اس کے بچے بھی ہوں اور شاگرد کا پہلے سے اس سے کوئی رشتہ بھی نہیں ہے تو استاذ کی بیوہ بیوی سے نکاح کرنا شرعاً کیسا ہے؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔ (المستفتی: دلشاد، محلّہ انوپورہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

استاذ کی بیوہ سے پہلے سے اگر کوئی خونی رشتہ نہیں ہے تو بلاتردد اس کے ساتھ شاگرد کے لیے نکاح کرنا جائز ہے، اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہے۔

قال الله تعالیٰ:﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤)

فكن وماوراء ذلك فكن محللات. (بدائع زكريا: ٢/٥٣١)

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾يعني ماسویٰ المحرمات المذكورات في الآيات السابقة. (التفسير المظهري، زكريا ديوبند: ٢/٦٦)

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾أي ماعدا من ذكرنا من المحارم هن لكم حلال. (تفسير ابن كثير: ١/٤٧٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۷/ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۶۵۷۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۷/۴/۱۴۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۹۰)

استاذ کا اپنی شاگردہ سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معاشرتی، یا شرعی طور پر ایک استاد (مرد) کا اپنی شاگردہ (لڑکی) سے شادی کرنا کیسا ہے؟ جب کہ دونوں کے درمیان نہ پہلے سے محبت ہے، نہ میل جول اور دونوں کے گھر والے تیار ہیں؛ لیکن طالبہ کے ذہن میں سوالات ہیں۔ ازراہ کرم اخلاقی، شرعی دلائل کی روشنی میں جواب دے دیں۔

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ میں مرد وعورت کے لیے اپنے محرمات کے علاوہ ہر ایک سے نکاح درست ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں صرف ''لڑکی کا شاگردہ ہونا'' سببِ حرمت نہیں جو نکاح سے مانع ہو؛ اس لیے جہاں شاگردہ ہونے کی وجہ سے نکاح کو

معیوب سمجھا جاتا ہو، وہاں بضرور ایسے نکاح منعقد کئے جائیں؛ تاکہ یہ غلط رجحان ختم ہو، البتہ اگر کہیں نکاح سے قبل روابط رکھے جاتے ہوں اور استاذ شاگردہ سے بے محابا ملاقاتیں کرتے ہوں تو یہ انتہائی خطرناک امر ہے اور استاذ کے مقام کا تقدس پامال کرنے کے مترادف ہے۔ ایسے ماحول میں شاگردہ سے نکاح سے کلی اجتناب لازمی ہوگا، نیز اگر استاذ اور شاگردہ کی عمر میں تفاوت زیادہ ہو تو بھی نکاح سے پرہیز کرے؛ کیوں کہ مصالح نکاح کا حصول مشکل ہوگا۔

لمافي القرآن الكريم (النساء: ۲۳، ۲٤): ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الاَخِ وَبَنَاتُ الاُخْتِ وَاُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِيْ اَرْضَعْنَكُمْ ... وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾

وفي قوله تعالىٰ: ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ اَزْوَاجِ اَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾

وفي الشامية (۲۸/۳): وقد نظمت السبعة مع الخمسة المزيدة بقولي:

أنواع تحريم النكاح سبع ☆ قرابةٌ ملكٌ رضاعٌ جمعٌ
كذاک شركٌ نسبة المصاهرة ☆ وأمةٌ عن حرة مؤخّرة
وزيد خمسةٌ أتتک بالبيان ☆ تطليقه لها ثلاثا واللعان
تعلق بحق غير من نكاح ☆ أو عدةٌ بلا اتضاح
وآخرالكل اختلاف الجنس ☆ كالجن والمائي لنوع الإنس.

وفي الفقه الإسلامي وأدلته (۷٦٥٥/۹): الأولىٰ مراعاة التقارب بين هٰذه الأوصاف وبخاصة السن والثقافة؛لأن وجودهما ادعى لتحقيق الوفاق،الخ. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۷۴-۱۷۵)

شاگردہ سے نکاح:

سوال: حامد اپنی شاگردہ کو زوجیت میں لانا چاہتا ہے، حامد شادی شدہ ہے، ایک یا دو بچے ہیں؛ مگر پہلی زوجہ اجازت دے رہی ہے، اور حامد اس قابل بھی ہے کہ دونوں کا نباہ کرسکتا ہے۔ اصول شرعی کے مطابق براہ کرم تفصیل سے واضح تحریر فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اگر ضرورت ہو، شرع کے مطابق حقوق ادا کرنے کی قدرت ہو تو چار عورتوں کو بھی ایک وقت میں نکاح میں رکھنا درست ہے، لقوله تعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾(۱)

(۱) (سورة النساء : ۳)"ومنها:وجوب العدل بين النساء في حقوقهن وجملة الكلام فيه أن الرجل لا يخلو إما أن يكون له أكثر من امرأة واحدة وإما إن كانت له امرأة واحدة فإن كان له أكثرمن امرأة فعليه العدل بينهن ==

شاگردہ ہونا نکاح سے مانع نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۶/۱۴۰۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۹۴)

استانی سے نکاح جائز ہے:

سوال: میں ایک کالج میں پڑھتا ہوں، ہماری ایک استانی ہیں، وہ بہت نیک عورت لگتی ہیں، ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، مجھے اپنی استانی پر بہت ترس آیا اور اس خیال سے چلو ان کا سہارا بن جاؤں گا، ان کو نکاح کا پیغام بھیجا؛ لیکن جب ہمارے خاندان میں یہ بات چلی تو سب نے کہا کہ یہ نکاح درست نہیں ہے؛ کیوں کہ کوئی بھی اپنی ماں سے نکاح نہیں کرتا اور اسی طرح استانی بھی ماں کی جگہ ہوتی ہے، لہٰذا اس سے بھی نکاح کرنا درست نہیں۔ جناب مفتی صاحب آپ ہی بتائیں کہ آیا میرا استانی کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے، یا وہ میری ماں کی طرح ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ نے استاذ کو بڑا مقام دیا ہے، نیز شریعت میں اساتذہ کا ادب ایسے ہی کرنے کی ترغیب ہے، جیسے والدین کا ادب واحترام ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ استاذ ہونا کوئی نسبی رشتہ نہیں اور نہ ہی دیگر اسباب حرمت میں سے ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں بلاشبہ آپ کا اپنی استانی سے نکاح کرنا جائز ہے، نکاح کے معاملے میں استانی کو ماں کی طرح کہنا درست نہیں۔

لما فی إحياء العلوم الدين (كتاب العلم: ۸۳/۱): قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنما أنا لكم مثل الوالد لولده... ولذا صار حق المعلم أعظم من حق الوالدين، فإن الوالد سبب الوجود الحاضر والحياة الفانية والمعلم سبب الحياة الباقية.

وفى الجوهرة النيرة (۶۹/۲): فالشرط ان يتصور التحريم من الجانبين وحاصله أن المانع من النكاح خمسة اوجه النسب والسبب والجمع وحق الغير والدين.

وفى الدرالمختار (كتاب النكاح: ۳/۳):(هو) عند الفقهاء (عقد يفيد ملك المتعة) أى حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعى فخرج الذكر والخنثى المشكل والوثنية لجواز ذكورته والمحارم والجنية وإنسان الماء، الخ. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۷)

== فى حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة، وهو التسوية بينهن فى ذلك، حتىٰ لو كانت تحته امرأتان حرتان أو أمتان يجب عليه أن يعدل بينهما فى المأكول والمشروب، والملبوس، والسكنىٰ والبيتوتة، والأصل فيه قوله عزو جل: ﴿وإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة﴾ (النساء :۳) أى إن خفتم أن لا تعدلوا فى القسم والنفقة فى نكاح المثنىٰ والثلاث والرباع ﴿فواحدة﴾ ندب سبحانه وتعالىٰ إلىٰ نكاح الواحدة عند خوف ترك العدل فى الزيادة، وإنما يخاف عل ترك الواجب، فدل أن العدل بينهن فى القسم والنفقة واجب". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى وجوب العدل بين النساء: ۶۰۸/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲۴) "أى ماعدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۴۷۴/۱، سهيل اكادمى لاهور)

شاگرد کے لیے پیراور استاذ کی بیوی، یا بہن جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیر، یا استاد کی بیوی، یا بہن شاگرد، یا مرید کے لیے نکاح میں لانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: محمد ولی اللہ، ۱۰/۲/۱۹۷۳ء)

الجواب

اجماعاً جائز اور حلال ہے۔(۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۱/۴)

خاندان سادات سے شادی جائز ہے:

سوال: آیا خاندان سادات میں شادی جائز ہے؟

بزرگ کی لڑکی سے شادی جائز ہے:

سوال: کسی بزرگ کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے؟

بیوہ بانو سے نکاح جائز ہے، گو اس کے ولی کو خبر نہ ہو:

سوال: آیا بیوہ سے بھی بغیر مشورہ اولیا کے دو گواہوں کے روبرو نکاح جائز ہے؟

الجواب

(۱-۲) جائز ہے۔(۲)

(۳) یہ نکاح جائز ہے، بشرطیکہ کفو میں ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۲/۷)

مسلمان لڑکی کی شادی جائز ہے اوراس کی ماں غیر مسلم کے پاس رہنے سے کافر نہیں ہوئی، توبہ کرے:

سوال: ایک عورت جولاہن نے ایک شخص ڈھاری نیچ قوم سے ناجائز تعلق پیدا کرکے گھر بٹھائی ہے، جس سے

---

(۱) قال اللّٰہ تبارک وتعالٰی: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤)

(۲) اگر لڑکی سادات خاندان کی ہے تو ہم کفو قریش لڑکے کی شادی خواہ صدیقی ہو، یا فاروقی، عثمانی ہو، یا علوی درست ہے اور اگر لڑکا سادات خاندان سے ہے تو اس سے ہر ایک لڑکی کی شادی جائز ہے، خواہ ہم کفو ہو، یا نہ ہو۔

الكفاءة معتبرة من جانبه أي الرجل؛لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشة للأدنى ولذا لا تعتبر منجانبها؛لأن الزوج مستفرش وهذا عند الكل فلا تغيظه دناء الفراش وهذا عند الكل.(الدرالمختار)

فإن حاصله أن المرأة إذا زوجت نفسها من كفوء لزم على الأولياء وإن زوجت من غير كفوء لايلزم أولايصح بخلاف جانب الرجل فإنه إذا تزويج بنفسه مكاء فة له أولا فإنه صحيح لأم،إلخ.(رد المحتار: ٤٣٦/٢،باب الكفاءة،ظفير)

دولڑکیاں پیدا ہوئیں، بڑی لڑکی سے ایک مسلمان نے نکاح کرلیا ہے، لڑکی کی آمد ورفت ماں کے یہاں رہنے سے جملہ مسلمانان قرب وجوار کے ناخوش ہوگئے ہیں اوراس کودائرۂ اسلام سے خارج کیا ہے۔ آیا وہ شخص مع عورت وخوش دامن کے کسی طرح مسلمان ہوسکتے ہیں؟ اور نکاح دوبارہ پڑھا جاوے گا، یانہیں؟

الجواب ________________

جب کہ وہ لڑکی مسلمان تھی تو مسلمان کا نکاح اس سے صحیح ہوگیا، اس کی آمد ورفت اس کی ماں کے پاس ہونے سے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوئی اور وہ عورت جولاہن بھی ناجائز تعلق کرنے سے کافرنہیں ہوئی؛ بلکہ گناہ گار فاسق ہوئی، اس گناہ سے توبہ کرلیوے، (۱) پس دوبارہ نکاح پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے اوراحتیاطاً تجدیدہ اسلام وتجدید نکاح کرلیاجاوے تو اچھا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۸۷-۱۸۸)

عورت کہے کہ میرا نکاح کسی سے نہیں ہوا ہے، فلاں سے نکاح کردو تو یہ کرنا درست ہے:

سوال: ایک مسلمان کسی غیرملک سے جوان عورت لایا، قاضی نے بلاتحقیق نکاح سابقہ ایک دوسرے شخص سے نکاح کردیا۔ کیا حکم ہے؟

الجواب ________________

اگر عورت نے یہ بیان کیا ہو کہ میں کسی کی منکوحہ نہیں تھی، یا بیوہ ہوگئی تھی تو اس کے قول کے موافق اس کا نکاح کردینا کتب فقہ میں درست لکھا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۹۰)

کیا عورت کا یہ کہنا کہ ”میں شوہر کے بغیر ہوں“ معتبر ہے:

سوال: ایک عورت مسلمہ اجنبیہ غیرعلاقہ کی شادی شدہ اور جس کی گود میں تین سال کی ایک لڑکی ہے، وہ عورت اہلِ اسلام کے روبرو یہ بیان دیتی ہے کہ میں بیوہ ہوں، لاوارث ہوں۔ اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ محض اس اجنبیہ عورت کے بیان پر شرعاً اس کا عقد کردیا جائے، یانہیں؟

الجواب ________________ حامداً ومصلیاً

اگر ظاہر حال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتی؛ بلکہ اس کے صدق کا ظن غالب ہے تو اس کا نکاح کردینا

---

(۱) ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ التَّوْبَةَ مِنْ جَمِيعِ الْمَعَاصِي واجبة وأنها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووى لمسلم، كتاب التوبة: ۱۷/۵۹، دار إحياء التراث العربى بيروت، انيس)

درست ہے؛ مگر اس سے دوبارہ تفصیلا دریافت کرلیا جائے کہ تیرا شوہر مر گیا ہے، یا اس نے طلاق دے دی ہے۔ اگر اس کے کذب کا ظن غالب ہوتو اس کے نکاح سے احتراز کیا جائے۔

”ولو أن امرأة قالت لرجل: إن زوجي طلقني ثلاثاً وانقضت عدتي، فإن كانت عدلة، وسعته أن يتزوجها. وإن كانت فاسقة، تحرى وعمل بما وقع تحريه عليه، كذا في الذخيرة ط“. (فتاوی عالمگیری: ۳۱۳/۵) (۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۵/۱۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۱ جمادی الاولی ۱۳۵۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۵/۱۰)

بلا نکاح والی عورت دوسرے مرد سے شادی کرسکتی ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنے بڑے بھائی کے فوت ہونے پر اس کی منکوحہ کو اپنے گھر میں بطور رواج ڈال لیا، نکاح کا ہونا نہ ہونا مشکوک ہے، کچھ عرصہ بعد شخص مذکور نے اس عورت کو نکال دیا اور چار پانچ ماہ سے اس کے نان نفقہ کو جواب دے چکا ہے اور اب اس کو چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے، وہ لڑکی اپنے والدین کے گھر میں سخت مصیبت میں ہے اور اسی شخص سے اس کی چار ماہ کی لڑکی ہے، نہ وہ شخص اس عورت کو روٹی کپڑا دیتا ہے اور نہ بلاتا ہے اور خود مفقود الخبر ہے۔ آیا یہ عورت دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر اس شخص کا اس عورت سے نکاح نہیں ہوا، تب تو اس کو جس سے چاہے نکاح کرلینا ضروری ہے اور بغیر نکاح نہ اس عورت کا اس مرد پر نان نفقہ ہے اور نہ وہ نکاح سے روک سکتا ہے اور اگر نکاح ہو چکا ہے تو پھر شوہر جب تک طلاق نہ دے اور اس کے بعد عدت تین حیض نہ گزر جاویں، دوسرا نکاح درست نہیں ہے، (۱) اور نفقہ نہ دینے سے تفریق نہیں ہوگی اور اگر شوہر مفقود الخبر ہوگیا ہے تو چار سال کے بعد عدت وفات گزار کر دوسرا نکاح ہوسکتا ہے، موافق مذہب امام مالکؒ کے جس پر حنفیہ نے بھی فتویٰ دیا ہے۔ (كذا في الشامي) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۶/۷-۱۹۷)

عورت کے باپ اور عورت کے بیان پر اعتماد کر کے نکاح کرنا درست ہے:

سوال: ایک عورت حاملہ اور اس کا حقیقی باپ دونوں مراد آباد سے چل کر شہر پھلور میں آئے اور یہ بیان کیا کہ

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الفصل الثاني في العمل بخبر الواحد في المعاملات: ۳۱۳/۵، رشيديه

(۲) أما نكاح منكوحة الغير، إلخ، فلم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (رد المحتار، باب المهر: ۴۸۲/۲، ظفير)

(۳) فلا ينكح عرسه أي المفقود غيره، إلخ، ولا يفرق بينه وبينها ولو بعد مضى أربع سنن خلافاً للمالك. (الدر المختار) إن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضى أربع سنين، الخ، لو أفتى به في موضع الضرورة لا بأس به على ما أظن، إلخ، وقد قال في البزازية: الفتوى في زماننا في قول مالك، الخ. (ردالمحتار، كتاب المفقود: ۴۵۶/۳، ظفير)

عورت کے خاوند نے عورت کو طلاق دے دی، اب ہم کسی دیندار آدمی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، اس صورت میں محض عورت اور اس کے باپ کے بیان پر اعتماد کر کے بعد وضع حمل اس عورت سے نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں موافق بیان عورت اور اس کے باپ کے بیان پر اعتماد کر کے بعد وضع حمل نکاح اس کا شرعاً صحیح ہے۔(کذا فی الدر المختار و الشامی)(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۲۰۹)

عورت کی بات پر اعتماد کر کے نکاح کر دینا درست ہے:

سوال: ایک عورت غریب الوطن مسافر ہمارے یہاں آئی اور یہ بات ظاہر کی کہ میرا وارث کوئی نہیں، میں اپنا نکاح کرنا چاہتی ہوں، تھانہ میں اس نے رپورٹ بھی کر دی ہے کہ میرا نکاح کرا دیا جاوے، چناں چہ ایک مولوی صاحب رپورٹ دیکھ کر مبلغ دس روپے لے کر اس کا نکاح پڑھایا۔ یہ نکاح درست ہو گیا، یا نہیں؟

الجواب

اس عورت کا نکاح موافق اس کے بیان کے شرعاً جائز ہے۔ (۲) الغرض اس صورت میں عورت کے بیان کے موافق اس سے نکاح کرنا بدرجۂ اولیٰ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۲۷۷)

حمیدہ کو نیک بتا کر نکاح کر دیا، بعد میں وہ فاحشہ نکلی اور آتشک میں مبتلا تو یہ نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: زید کو ایک معتبر شخص بکر نے یقین دلایا کہ حمیدہ ایک زن نہایت سلیم الطبع اور خوش اخلاق ہے، اسی بنا پر زید نے حمیدہ کو نکاح میں قبول کیا، مجلس نکاح میں نہ قاضی تھا، نہ بکر، باوجود وعدہ شریک مجلس نکاح نہ ہوا، ایک گواہ برادر حقیقی حمیدہ اور ایک وکیل جو بالکل حمیدہ کے حالات سے ناواقف تھا، مجلس نکاح میں تھے اور کوئی نہ تھا، بعد نکاح حمیدہ مرضِ آتشک (Syphilis) میں مبتلا اور حرکات وسکنات میں فاحشہ و بے حیا ظاہر ہوئی۔ کیا نکاح ہوا؟ اور مہر واجب ہے؟

الجواب

جب کہ ایجاب وقبول دو گواہوں کی روبرو ہو گیا، نکاح صحیح ہو گیا، عورت کے عیوب کی وجہ سے اگر اس کو رکھنا نہ چاہیے تو طلاق دے دیوے اور بصورتِ دخول، یا خلوتِ صحیحہ مہر پورہ بذمۂ زید لازم ہے اور اگر بکر نے عمداً جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا تو وہ عاصی ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۳۱۳)

---

(۱) وكذا لو قالت منكوحة رجل الآخر طلقني زوجي وإنقضت عدتي جاز تصديقها إذا وقع في ظنه عدلة كانت أم لا. (ردالمحتار، باب الرجعة: ۲/۷۴۷، ظفير)

(۲) وحل نكاح من قالت طلقني زوجي وانقضت عدتي، إلخ، وحاصله أنه متىٰ أخبرت محتمل فإن ثقة أو وقع في قلبه صدقها لا بأس بتزوجها. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة: ۵/۳۷۱، ظفير)

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ منکوحہ کا دماغی توازن صحیح نہیں:

سوال: زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، گھریلو پریشانیاں بڑھ گئیں، جس کے باعث عقد ثانی کی ضرورت پیش آئی، جس کے بارے میں زید نے اعزہ سے تذکرہ کیا۔ ان حضرات نے چند دنوں میں کوشش کر کے کافی دوری پر ایک رشتہ مطلقہ عورت تلاش کیا۔ صاحب رشتہ حضرات سے یزید بالکل ناواقف و ناآشنا تھا۔ اعزۂ خاص نے اس رشتہ پر ایسی خوشی ظاہر کی کہ جس سے زید اس رشتہ کے جوڑے پر آمادہ ہوگیا، باوجودیکہ پھر بھی دور دراز ہونے کی وجہ سے زید نے اپنے ہمدرد اعزہ سے کہا کہ بھائی! سارے معاملات اور حالات کو بخوبی معلوم کرلیا جائے، جس پر ان حضرات نے جواب دیا کہ ایسا نہیں کہ ہم لوگوں کو سمجھ بوجھ کر غلط رشتہ سے پھنسا دیں، ہم لوگوں نے خوب سمجھ لیا ہے، تمہارے لیے یہ رشتہ بدرجہا بہتر ہے۔ بہرکیف! زید ان حضرات کی اس خوش بیانی پر مطمئن ہوگیا۔

بعد ازاں یہ حضرات صاحب رشتہ کے یہاں پہونچے اور اس مطلقہ عورت کے والدین سے گفتگو کر کے وہیں سے بذریعۂ تار زید کو اطلاع دی کہ تم معہ سامان عقد فوراً چلے آؤ، حالاں کہ زید کی خواہش تھی کہ اس عورت مطلقہ پر بذات خود بھی نظر ڈال لے، جس کا اظہار ان اعزہ پر بھی کر دیا؛ مگر ان حضرات نے زید کی اس خواہش کو پس پشت ڈال دیا اور زید کو کوئی ایسا موقع نہیں دیا گیا، یا نہ ملا کہ وہ خود دیکھ لے۔

بہر حال! اس اچانک موصول شدہ تار کی خبر پر زید سامان عقد لے کر صاحب رشتہ کے مکان پر پہونچ گیا اور اسی دن شب کو مجلس عقد منعقد ہوئی اور قاضی صاحب تشریف لائے اور اپنے نکاح نامہ رجسٹر کیا، کانہ پری کرنے لگے۔ عین وقت پر جب مہر کا مسئلہ آیا اور قاضی صاحب تشریف لائے اور اپنے نکاح نامہ رجسٹر کیا، خانہ پری کرنے لگے۔ عین وقت پر جب مہر کا مسئلہ آیا تو اس مطلقہ عورت کے والد نے دس ہزار روپے کی آواز دی، زید نے قاضی صاحب سے کہا کہ خلاف حیثیت زائد ہے، اتنے میں زید کے اعزہ خاص نے درمیان سے جواب دیا کہ ٹھیک ہے، ہم کو کوئی اعتراض نہیں، زید نے ان ہمدردان اعزہ کی طرف سے کوششوں کے تحت خیال کر کے خاموشی اختیار کی۔ قاضی صاحب نے فوراً اجازت لے کر خطبہ نکاح دیا، ایجاب وقبول کراتے وقت کہا کہ پانچ ہزار سکہ رائج الوقت مؤجل اور پانچ ہزار رروپیہ سکہ رائج الوقت غیر مؤجل قبول کیا تو زید اس وقت انتہائی تذبذب میں پھنس گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ قبل ازیں کوئی تفصیل مؤجل وغیر مؤجل کی سامنے نہ آئی اور یہ قبول کررہے ہیں؟

بہرکیف! زید نے غیر معجّل ہی تصور کر کے دلی جبر وکراہت کے ساتھ کہا کہ قبول کیا۔ ۵؍ ہزار معجّل کی رقم زید سے لی گئی اور نہ اس بارے میں کوئی ذکر آیا اور نہ زید کو ادا کرنے کی طاقت تھی؛ لیکن قاضی صاحب نے رجسٹر نکاح میں اندراج ضرور کرلیا۔ بعد ازاں یہ مجلس نکاح پر برخاست کردی گئی اور اسی شب میں فوراً رخصتی کردی گئی۔ بوقت رخصت لڑکی کے والدین نے کسی قسم کا زیور وسامان نہیں دیا، صرف لڑکی کو زید ہی کے زیور اور کپڑے پہنا کر رخصت کردیا۔ جب زید

رخصت کرا کر اپنے مکان پر واپس آیا اور جب بیوی سے قربت حاصل کی اور بات چیت شروع کی تو کوئی بات کا صحیح طور پر جواب نہ ملا، دیگر ادھر ادھر کی فضول باتیں یا فلمی گانے سنانا شروع کی اور یہ کہا کہ میں تو شادی کرنا نہیں چاہتی تھی، میرے والدین نے زبردستی شادی کر دیا، جس سے زن وشوہر کے تعلقات انتہائی دشوار گزار نظر آرہے ہیں۔

یہ حالات سامنے پر زید سناٹے میں آگیا اور خیال کیا کہ کم از کم چار چھ یوم میں صحیح پتہ چلے گا۔ بہر حال! ایک ہفتہ گزرنے پر تمام حالات کا جائزہ لیا تو کسی وقت بھی دماغی توازن صحیح نہیں پایا، وہی فضولیات، بکواس اور رات کو تنہا اُٹھ کر کبھی زبانی تلاوت اور کہیں فلمی گانے گانا، ایک ہفتہ گزرنے پر زید اپنے ان ہمدرد داعزہ کے پاس گیا اور تمام حالات نقل کیے، جنہوں نے جواب دیا کہ میاں! کم از کم ایک دو ماہ تو ان حالات کو دیکھو، کیا کیفیت رہتی ہے؟

ان حضرات کے اس جواب سے زید نے پھر سکوت اختیار کیا اور ایک ماہ انتظار کیا، اب ایک ماہ گزرنے پر کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ایک ہوشیار مستند طبیب کو بھی دکھلایا، جنہوں نے بتایا کہ واقعی دماغی توازن درست نہیں ہے۔ اس پاگل پن کی وجہ سے غلاظت وگندگی کے باعث اس کے ہاتھ کے چھوئے ہوئے برتن میں پانی پینے تک کو جی نہیں چاہتا۔

ان حالات سے زید کو بے انتہا پریشانی ہے، زید کی طبیعت کسی صورت سے اس کی طرف مائل نہیں ہوئی، یہ تمام واقعات درمیانی ہمدرد داعزہ کو بھی تحریر کیے ہیں؛ مگر ان حضرات نے اب تک کوئی خبر نہیں لی۔

دریافت طلب بات یہ ہے کہ اندراج کیے ہوئے حالات وواقعات کے تحت یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اور زید اس معاملہ میں کیا رویہ اختیار کرے؟ اس لیے آپ سے استدعا ہے کہ اس مسئلہ کے حل سے جلد سے جلد مستفیض فرمائیں۔

(خلیل احمد، جلد ساز یہانوی، ہردوئی، ۹؍ستمبر ۱۹۷۰ء)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اس بیان میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں، جس کی وجہ سے نکاح کو غیر صحیح کہا جائے۔ زید کو چاہیے کہ خوش اخلاقی اور نرمی سے آہستہ آہستہ اصلاح کرتا رہے، اگر حالات ایسے ہوں کہ نباہ دشوار ہو اور حقوق زوجیت ادا نہ ہو سکیں تو اس کو طلاق دے کر آزاد کر دینے میں مضائقہ نہیں۔ (۱) اگر وہ اتنی سمجھ رکھتی ہے کہ مہر کو اور مہر کی معافی کو سمجھتی ہے اور وہ مہر معاف کر دے تو مہر معاف بھی ہو سکتا ہے۔ (۲) اگر مہر کی معافی کی تحریر ہو اور اس پر گواہوں کے دستخط ہوں تو قانونی تحفظ بھی ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۰/۸/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۰/۸/۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۶۲-۵۶۴)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فإمساک بمعروف او تسریح بإحسان﴾. (سورۃ البقرۃ: ۲۲۹)

(۲) (قولہ: وصح حطھا) الحط: الإسقاط، کما فی المغرب، وقید بحطھا؛ لأن حط أبیھا غیر صحیح لو صغیرۃ، ولو کبیرۃ توقف علیٰ إجازتھا، ولابد من رضاھا. (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المھر، مطلب فی حط المھر والابراء منہ: ۳/۱۱۳، سعید)

جب عورت اور مرد کو نکاح سے انکار ہو تو لوگوں کے کہنے سے نہیں ہوتا:

سوال: زن وشواز نکاح انکار می کنند ودیگراں میں گویند کہ نکاح شدہ است، ایں صورت نکاح ثابت خواہد شد، یانہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر زن ومرد ہر دواز نکاح انکار کنند ومرد ماں اجنبی گویند کہ نکاح شدہ است نکاح نخواہد شد۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۵/۷)

جو لڑکی سنی ہو جائے، اس سے نکاح کرنا:

سوال: میں شیعہ لڑکی سے محبت کرتا ہوں، اس لڑکی کی عمر ۳۰/سال، یا ۳۲/سال ہے اور میری عمر ۲۸/سال ہے، اس کی والدہ بمبئی میں گزر گئی تھیں، اس کی دادی نے اس کو پالا ہے، اس کی دادی آٹھ سال سے پاگل ہے اور والد گونگے اور بہرے ہیں، وہ لڑکی اپنے والدین کی اکیلی ہے اور وہ لڑکی بیمار بھی ہے اور وہ لڑکی بہت غریب ہے اور میرے گھر والے اس رشتے کے خلاف ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس لڑکی سے شادی کرلوں اور وہ لڑکی بھی میرے سے شادی کے لیے تیار ہے اور میرے پاس شادی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور وہ لڑکی اپنا شیعہ مذہب چھوڑ کر سنی ہو جائے گی اور اس لڑکی نے کہا ہے کہ اگر وہ شادی نہیں کرے گا تو وہ خودکشی کرے گی؛ اس لیے آپ سے فتوی چاہتا ہوں، مہربانی کر کے جواب سے جلد از جلد نوازیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر آپ اس کے حقوق ادا کر سکتے ہیں تو اس سے شادی کرلیں، حقوق میں کھانا کپڑا رہنے کے لیے مکان بھی داخل ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۱/۱۰)

بدعتی عقیدہ کی عورت کا نکاح درست ہے، یا نہیں:

(۱) ایک عورت کا یہ عقیدہ ہے کہ پیران پیر ودیگر بزرگان دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی شخص پکارے ہر جگہ سے دور ونزدیک وہ سب سن لیتے ہیں، ایسے عقیدہ سے اگر عورت توبہ کرے تو پہلا نکاح جائز رہا، یا مکرر نکاح کرنا چاہیے۔

---

(۱) خلاصہ یہ ہے کہ جب مرد وعورت نکاح سے انکار کرتے ہوں تو صرف اجنبی کے کہنے سے نکاح ثابت نہ ہوگا۔ ظفیر

(۲) عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "یا معشر الشباب! من استطاع منكم الباءة، فلیتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج". (مشكاة المصابیح، كتاب النكاح، الفصل الأول: ۲۶۷/۲، قدیمی)

"(و) یكون (سنة) موكدة فی الأصح، فیأثم بتركه ... (حال الاعتدال): أی القدرة علی وطء ومهر ونفقة". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۷/۳، سعید)

(۲) اگر خاوند کا بھی یہی عقیدہ ہو تو کیا نکاح فسخ ہو گیا اور عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) مکرر نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(۱)

(۲) پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا، دوسرے مرد سے اس عورت کو نکاح درست نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۳/۷)

عیسائی عورت سے نکاح درست ہے، خواہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتی ہو:

سوال: زید کہتا ہے کہ ایک مسلمان مرد عیسائی عورت سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق نہیں مانتی ہو، نکاح کر سکتا ہے اور عمر کہتا ہے کہ جب تک عیسائی عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول نہ مانے نکاح کرنا حرام ہے۔ آیا زید حق پر ہے، یا بکر حق پر ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(وصح نكاح كتابية) وإن كره تنزيهاً (مؤمنة بنبى) مرسل (مقرة بكتاب) منزل وإن اعتقد والمسيح إلٰهاً. وفى الشامى: قال البحر: وحاصله أن المذهب الاطلاق لماذكره شمس الأئمة فى المبسوط من أن ذبيحة النصرانى حلال مطلقاً سواء قال بثالث ثلاثة أو لا، لاطلاق الكتاب. (۳)

پس قول زید اس بارے میں صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۶/۷)

نصرانی جو مسلمان ہو گیا، اس کا نصرانی بیوی سے نکاح قائم ہے:

سوال: ایک نصرانی نے اسلام قبول کیا، اس کی نصرانیہ بیوی انگلستان میں موجود ہے، وہ اس نومسلم کو کافر سمجھتی ہے، اس کے ساتھ بیوی کی طرح زندگی بسر کرنا نہیں چاہتی، اس نصرانیہ کا نکاح اس نومسلم سے قائم ہے، یا نہیں؟ اور نومسلم پر شرعاً اس نصرانیہ بیوی کا نفقہ واجب ہے، یا نہیں؟

پہلی نصرانی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے نکاح درست ہے:

سوال: ایک دوسری نصرانیہ نے اسی وقت اسلام قبول کیا، جس وقت اس نصرانی نے اسلام قبول کیا، دونوں کا نکاح ہو گیا، یہ نکاح اس نومسلم کا نصرانیہ بیوی کی حیات میں جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) **وفى النهر: تجوز منكحة المعتزلة لأنا لانكفر أحداً من أهل القبلة وإن وقع الزاماً فى المباحث. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، فصل فى المحرمات: ۳۹۸/۲)**

بدعتی کی بھی علماء تکفیر نہیں کرتے، لہٰذا نکاح درست ہے۔ (ظفیر)

(۲) **أما نكاح منكوحة الغير إلخ، فلم يقل أحد بجوازه. (ردالمحتار، باب المهر: ۴۸۲/۲، ظفير)**

(۳) **ردالمحتار، فصل فى المحرمات: ۳۹۷/۲-۳۹۸، ظفير**

الجواب

(۱-۲) نصرانیہ کے ساتھ مسلمان کا نکاح صحیح ہے، پس اگر شوہر نصرانیہ کا مسلمان ہوگیا تو نکاح باقی ہے۔

درمختار میں ہے:

”ولوأسلم زوج الكتابية ولومعاًلا فهى له“.(۱)

اور جب کہ نکاح باقی ہے، نفقہ بھی لازم ہے، زوجہ کتابیہ کے اوپر کسی نومسلمہ نصرانیہ سے نکاح کرنا درست ہے، بشرطیکہ شرائط جواز نکاح موجود ہوں، مثلاً یہ کہ وہ نصرانیہ نومسلمہ کسی نصرانی کی زوجہ نہ ہو؛ کیوں کہ اگر وہ کسی کی زوجہ تھی تو اگر چہ بعد اسلام لانے کے وہ شوہر اول نصرانی کے نکاح میں نہیں رہی؛ لیکن تین حیض، یا تین ماہ کا گزارنا دوسرے نکاح کے جواز کے لیے شرط ہے اور پوری بینونت شوہر اول سے بعد تین حیض کے ہوتی ہے۔

كما فى الدرالمختار: ولوأسلم أحدهما أى المجوسين أوإمرأة الكتابى ثمة،إلخ، لم تبن حتٰى تحيض ثلاثاً أوتمضى ثلاثة أشهر،الخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۸/۷-۱۹۹)

نصرانی عورت سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: اس زمانہ کی اہل کتاب مثلاً نصرانی عورتوں سے نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے۔

كما قال فى الدرالمختار: (وصح نكاح كتابية) وإن كره تنزيهاً (مؤمنةٍ بنبى) مرسل (مقرة بكتاب) منزل وإن اعتقدوا المسيح إلٰهاً. (۳)

وفى الشامى: ولكن بالنظرإلى الدليل ينبغى أنه يجوزالأكل والتزوج،آه،قال فى البحر: وحاصله أن المذهب الإطلاق لما ذكرشمس الأئمة فى المبسوط من أن ذبيحة النصرانى حلال مطلقاً سواء قال بثالث ثلاثة أولا، لإطلاق الكتاب هُنا. (باب المحرمات) (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۴/۷-۲۴۵)

عیسائی عورت حاملہ ہونے کے بعد مسلمان ہوکر اسی سے نکاح کرلے تو درست ہے:

سوال (۱) زید ایک عیسائی عورت سے جماع کرتا ہے، جس سے وہ عورت حاملہ ہوجاتی ہے، جب تیسرا مہینہ گزرتا ہے تو وہ عورت اسلام قبول کرکے زید سے نکاح اعلان کے ساتھ کرلیتی ہے۔ یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) الدرالمختارعلٰى هامش ردالمحتار،باب نكاح الكافر: ۵۳۷/۲،ظفير

(۲) الدرالمختار: ۴۳۶/۲-۵۳۷. ظفير

(۳) الدرالمختارعلٰى هامش ردالمحتار،فصل فى المحرمات: ۳۹۷/۲،ظفير

(۴) ردالمحتار،فصل فى المحرمات: ۳۹۸/۲،ظفير

حمل کا نسب:

(۲) بچہ کا بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) یہ نکاح صحیح ہے۔(۱)

(۲) بچہ کا حمل جب کہ نکاح سے پہلے کا ہے اور نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہے تو اس کا نسب شوہر سے ثابت نہیں ہے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۷/۷)

بیوہ عیسائی مسلمان ہوئی، کیا فوراً شادی جائز ہے:

سوال: ایک عورت عیسائی عرصہ ڈیڑھ سال سے بیوہ تھی، مشرف باسلام ہوئی اور نکاح کرنا چاہتی ہے۔ زید کہتا ہے کہ تاوقتیکہ تین حیض کی مدت نہ گزر جائے، نکاح صحیح نہ ہوگا۔ بکر کہتا ہے: نومسلمہ کی کوئی عدت نہیں، مسلمان ہوتے ہی فوراً نکاح کر لینا جائز ہے۔ اس بارے میں کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب

اس صورت میں جب کہ وہ پہلے سے بیوہ تھی، بعد اسلام کے فوراً اس سے نکاح درست ہے، عدت اس پر نہیں ہے، البتہ جو عورت کافر خاوند والی مسلمان ہو، اس کے لیے تین حیض گزارنا قبل از نکاح ضروری ہے۔(۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۸/۷)

غیر شادی شدہ کافرہ مسلمان ہوئی تو اس کا نکاح فوراً درست ہے:

سوال: ایک عورت مسلمان ہوئی حالت کفر میں اس کا نکاح نہیں ہوا، مسلمان ہوتے ہی اس کا نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس نومسلمہ کا نکاح بعد اسلام کے فوراً کسی مسلمان سے درست ہے۔(کذا فی الدر المختار)(۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۳۰/۷)

(۲،۱) (و) صح نكاح (حبلٰى من زنا لا) حبلى (من غيره) ... لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً والولد له ولزمه النفقة.(الدرالمختار)(قوله: والولد له): أي إن جاء ت بعد النكاح به لستة أشهر فلو قل من ستة أشهر من وقت النكاح لايثبت النكاح ولايرث منه إلاأن يقول هٰذا الولد مني ولا يقول من الزنا.(ردالمحتار، فصل في المحرمات: ٤٠١/٢، ظفير)

(۳) ولو أسلم أحدهما أى أحد المجوسيين أو امرأة الكتابي، إلخ، لم يبن حتٰى تحيض ثلاثاً أو تمضى ثلاثة أشهر قبل إسلام الآخر أفادة لشرط الفرقة مقام السبب وليست بعدة لدخول غير المدخول بها.(الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ٥٣٦/٢، ظفير)

(۴) ومن هاجرت إلينا مسلمة ...فيحل تزوجها.(الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، باب النكاح: ٥٣٨/٢، ظفير)

ہندہ مسلمان ہوگئی، زید نے شادی کرلی؛ مگر ہندہ ہندوانہ طرز پر رہتی ہے، کیا حکم ہے:

سوال: زیداور ہندہ بیوہ کا ناجائز تعلق ایک عرصہ سے تھا، زید نے بوجہ تعشق ہندہ کو جواہل ہنود سے تھی، دوشخصوں کے روبرو مسلمان کر کے انہیں کے سامنے نکاح پڑھ لیا، اب ہندہ بوجہ بدنامی اہل برادری اسلام کو پوشیدہ رکھ کر اپنی قدیمی وضع کی پابند ہے۔ آیا ہندہ کا اسلام لانا شرعاً قابل قبول ہے؟ اور ایسا نکاح جائز ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

ہندہ کا اسلام معتبر اور صحیح ہے اور نکاح اس کا زید کے ساتھ بھی جائز ہے۔ فقط (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۳۱/۷)

کافرہ جو مسلمان ہوگئی، اس سے نکاح:

سوال: ایک کافرہ عورت مسلمان ہوئی پہلے سے ناجائز تعلق رکھنے والی تھی، اس کا نکاح ایام عدت میں جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر اس عورت کا خاوند بحالت کفر موجود نہ تھا تو بعد اسلام کے نکاح اس کا بلا عدت کے صحیح ہے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۴۰/۷)

میاں بیوی دونوں ساتھ اسلام لائیں تو کیا تجدید نکاح ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دوشخص (میاں بیوی) ایک ساتھ اِسلام میں داخل ہوتے ہیں، تب کیا اُن کو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا، یا پہلی حالت میں ہی رہنے دیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

ایسے میاں بیوی کو نکاح کی تجدید کی ضرورت نہیں ہے، اُن میں سابقہ رشتہ مناکحت بدستور باقی رہے گا۔

ويقرون عليه بعد الإسلام. (الدرالمختار: ۱۸۵/۳، کراچی: ۳۵۰/٤، زکریا)

أسلم المتزوجان بلا شهود أو فی عدة كافر معتقدين ذٰلک أقرا عليه. (شامی: ۳۵۱/٤، زکریا)

حتٰی لو أسلما يقران علی ذٰلک عند علمائنا الثلاثة. (الفتاویٰ الهندية: ۳۳۷/۱)

وإذا ارتدا معاً ثم أسلما معاً فهما علی نكاحهما. (الهداية مع الفتح: ٤۳۰/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۹/۱۴۱۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۷/۸)

---

(۱) باقی ہندہ کا فرض ہے کہ وہ اپنا پرانا ہندوانہ طریقہ چھوڑ دے اور اسلام کا طریقہ اختیار کرے۔ (ظفیر)

(۲) ولو أسلم أحدهما ثم لم تبن حتٰی تحيض ثلاثة أشهر قبل إسلام الآخر. (الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۵۳۶/۲) لیکن اگر شوہر تھا ہی نہیں تو اس مدت گذارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ظفیر)

کافر کا بعد از اسلام فوراً نکاح کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ۳۰/مارچ ۲۰۰۶ء کو اسلام قبول کیا؛ مگر میں اپنے والد جارج مسیح کے گھر میں رہتی رہی۔ اس دوران میرے والدین کو پتہ چل گیا کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے تو میں گھر سے خود آ گئی اور میں جس شخص محمد شبیر سے شادی کرنا چاہتی ہوں، اس کے پاس آ گئی ہوں، آیا میں اب شادی کرسکتی ہوں، یا مجھے کچھ وقت مسلمانوں کے درمیان گزارنا ہوگا؟ اسلام کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اسلام نے عورت کی عزت وآبرو، تقدس اور حقوق کی حفاظت کے لیے نکاح کرنے کا حکم فرمایا ہے، لہٰذا اسلام قبول کرنے کے بعد اگر آپ پہلے سے شادی شدہ نہیں تو فوراً کسی بھی مسلمان شخص سے نکاح کرسکتی ہیں، شریعت کی طرف سے آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

لمافی القرآن الكريم (البقرة: ۲۲۱): ﴿وَلاَ تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾

وفي صحيح البخاري (۷۵۸/۲): قال لنا النبي صلى الله عليه وسلم: يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء.

وفي الدرالمختار (۵۵،۵٦/۳): (فنفذ نكاح حرة مكلفة).

وفي الرد تحته: قوله (فنفذ،الخ) أراد بالنفاذ الصحة وترتب الأحكام من طلاق وتوارث و غيرهما... وأما حديث أيما مرأة نكحت نفسها بغير إذن وليها فنكاحها باطل فنكاحها باطل فنكاحها باطل وحسنه الترمذي وحديث لا نكاح إلا بولي رواه أبو داود وغيره فمعارض بقوله الأيم أحق بنفسها من وليها رواه مسلم وأبوداؤد والترمذي والنسائي ومالك في الموطأ والأيم من لا زوج لها بكراً أو لا فإنه ليس للولي إلا مباشرة العقد إذا رضيت وقد جعلها أحق منه به ويترجح هذا بقوة السند والاتفاق على صحته بخلاف الحديثين الأولين فإنهما ضعيفان أو حسنان أو يجمع بالتخصيص أوبأن النفي للكمال أو بأن يراد بالولي من يتوقف على إذنه أي لا نكاح إلا بمن له ولاية لينفي نكاح الكافر للمسلمة،الخ. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۷۷)

ہندہ عورت جو مسلمان ہوگئی، اس سے نکاح درست ہے:

سوال: ایک شخص نے کسی ہندو عورت کو مسلمان کر کے اس سے نکاح کرلیا، وہ عورت نہ نماز پڑھتی ہے، نہ روزہ رکھتی ہے اور ہندو کے مندروں میں جاتی ہے وغیرہ وغیرہ، اب یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ اور وہ عورت مسلمان ہے، یا کافر؟ اور اولاد جو ہوئی، وہ حلال ہے، یا نہ؟

الجواب

نماز نہ پڑھنا، روزہ نہ رکھنا، زکوٰۃ نہ دینا، یہ سب کبیرہ گناہ ہیں، تارک صلوٰۃ وغیرہ فاسق ہے؛ مگر کافر نہیں ہے، جیسا کہ حدیث ”وإن زنی وإن سرق“ (الحدیث)(۱) اس پر دال ہے اور ”لانکفرہ بذنب“ (۲) وارد ہے، پس بموجب ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”من قال لا إله إلا الله دخل الجنة، قلت: وإن زنیٰ وإن سرق؟ قال: وإن زنیٰ وإن سرق“. (الحدیث)(۳) اس عورت کو مسلمان سمجھا جاوے گا اور مسلمانوں کا سا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاوے گا، نکاح اس کا مسلمان کے ساتھ بشرائط صحیح ہے اور اولاد جو نکاح کے بعد ہوئی ولد الحلال ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۶/۷)

بت پرست کو مسلمان بنا کر شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت بت پرست اپنے شوہر کو چھوڑ کر ایک مسلمان کے ساتھ چلی گئی اور اس مسلمان نے اس عورت کو مسلمان کیا اور بعد مسلمان ہونے کہ اس عورت سے نکاح کیا۔ اب یہ عورت اس حالت میں مسلمان ہوئی، یا نہیں؟ اور اس عورت کا نکاح مرد مسلمان سے درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ عورت مسلمان ہوگئی اور نکاح اس کا مرد مسلمان سے درست ہے، جب کہ اس کو تین حیض آجاویں اور بصورت نہ آنے حیض کے تین ماہ گزرنا شرط ہے، پس نکاح اس مدت سے قبل درست نہیں ہے۔ اگر تین حیض، یا تین ماہ بصورت عدم حیض گزرنے سے قبل مسلمان نے اس عورت سے نکاح کیا تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوا، بعد آنے تین حیض کے اور بصورت عدم حیض بعد گزرنے تین ماہ کے نکاح کیا جاوے۔

---

(۱) عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ. (صحيح لمسلم، باب من مات لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة، رقم الحديث: ۹٤، انيس)

(۲) ولا نكفر أحدًا من أهل القبلة بذنب ما لم يستحله. (العقيدة الطحاوية مع الشرح للبراك، أهل السنة لا يكفرون بكل ذنب، ص: ۲۱٤، دار التدمرية، انيس)

(۳) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، ص: ٤۱، ظفير) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَارِثِ، عَنِ الحُسَيْنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الأَسْوَدِ الدُّؤَلِيَّ حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ، وَهُوَ نَائِمٌ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ، فَقَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ، وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا قَالَ: وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: هَذَا عِنْدَ المَوْتِ، أَوْ قَبْلَهُ إِذَا تَابَ وَنَدِمَ، وَقَالَ: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، غُفِرَ لَهُ. (صحيح البخاری، باب الثياب الأبيض، رقم الحديث: ۵۸۲۷، انيس)

قال الشامي: فإذا مضت هذه المدة صار مضيها بمنزلة تفريق القاضي، الخ. (۳۹۰/۲)(۱)

کتبہ رشید احمد عفی عنہ، الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۸۹/۷-۲۹۰)

جو ہندو لڑکی مسلمان ہوئی، بلوغ کے بعد خوشی سے شادی کر سکتی ہے:

سوال: ایک ہندو لڑکی کو زید نے مسلمان کیا، اب وہ بالغ ہوئی، زید اس سے شادی کرنا چاہتا ہے، نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اور زید کی جائداد اس کو اور اس کی اولاد کو ملے گی، یا نہ؟

الجواب

جب کہ وہ لڑکی بالغ ہوگئی ہے اور اسلام پر قائم ہے تو اس کی رضامندی سے اس کا نکاح زید سے درست ہے اور اس کی اولاد بعد نکاح کے زید کی وارث ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۹۴/۷)

بھنگن سے بعد اسلام نکاح درست ہے:

سوال: ایک بیوہ بھنگن ایک قصاب کے گھر میں چلی آئی اور مسلمان ہو کر اس قصاب سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسلمان ہو کر اس عورت کا نکاح قصاب وغیرہ سے ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۰۰/۷)

نو مسلمہ سے نکاح:

سوال: ایک شخص نے ایک غیر مسلم عورت سے بقول اس کے اسلام قبول کرا کر نکاح کر لیا، وہ عورت کئی بچوں کی ماں اور ایک وفادار شوہر کی بیوی تھی، اس عورت کو اس کے پہلے شوہر نے نہیں چھوڑا تھا، اس صورت میں اس عورت کے ساتھ اس مسلم شخص کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟ (منور سلطان، کہتہ، مدھوبنی)

الجواب

غیر مسلم عورت اسلام لے آئے اور اس کا شوہر مسلمان نہ ہو، تو اتفاق ہے کہ اس عورت کا اپنے اس کافر شوہر سے رشتہ ازدواجی ختم ہو جائے گا اور اس کا کسی اور مسلمان مرد سے نکاح کرنا جائز ہوگا، البتہ حنفیہ کے یہاں اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسلم ملک میں یہ صورت پیش آئے تو قاضی شوہر پر اسلام پیش کرے گا، اگر وہ قبول کر لے تو نکاح باقی رہے گا، انکار کرے تو دونوں میں تفریق کا فیصلہ کر دے گا، غیر مسلم ملک ہو تو تین حیض انتظار کرے گی، اگر اس درمیان شوہر کو اسلام کی توفیق ہو جائے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ وہ آپ سے آپ اس مرد کی زوجیت سے آزاد ہو جائے گی اور یہی مہلت کافی ہوگی، عدت بھی واجب نہیں۔

---

(۱) ردالمحتار، باب نكاح الكافر، تحت (قوله: أو تمضي ثلاثة أشهر): ۱۹۱/۳، دار الفكر بيروت، انيس

”وإذا أسلمت المرأة فی دار الحرب و زوجها کافر ... لم یقع الفرقة علیهاحتیٰ تحیض ثلاث حیض ثم تبین من زوجها ... وإذا وقعت الفرقة والمرأة حربیة فلاعدة علیها وإن کانت هی المسلمة فکذلک عند أبی حنیفة“. (۱)

اگر شخص مذکور نے اسی تفصیل کے مطابق اس عورت سے نکاح کیا تو نکاح درست ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۵۲،۳۵۳)

مرتد کے زمانۂ ارتداد کی اولاد سے رشتۂ نکاح:

سوال: شوکت علی صاحب مسلمان سے قادیانی ہوگئے، تقریباً آٹھ برس تک قادیانی رہے، علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث سے مناظرہ ہوا، پھر وہ تائب ہوکر مسلمان ہوگئے، جس کا اعلان اخبارات میں کردیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ اس عرصہ میں جواولاد ہوئی، اس کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ وہ باپ کے تابع ہوکر مسلمان ہیں، یا نہیں؟ ان سے رشتہ کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________ حامداً ومصلیاً

جو شخص مرتد ہوجائے، (نعوذ باللہ) اور پھر حق تعالیٰ کی توفیق سے اسلام قبول کرے، اس کا اسلام قبول ہے۔ (۲) اس کی جواولاد حالت ارتداد میں پیدا ہوئی، وہ بھی مسلمان ہے، جو ارتداد سے قبل کی ہے، وہ بھی اب مسلمان ہے، اِلا یہ کہ بالغ اولاد (خدانخواستہ) خود ہی قادیانیت کو اختیار کرلے۔ (۳) ہر مسلم سے شادی بیاہ درست ہے۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۵۶۱-۵۶۲)

---

(۱) الهدایة: ۲/۳٤۷، باب نکاح أهل الشرک

(۲) ثم إذاتاب توبة صحیحة، صارت مقبولة غیرمردودة قطعا من غیر شک وشبهة بحکم الوعد بالنص: أی قوله تعالیٰ: ﴿وهو الذی یقبل التوبة عن عباده﴾. (الفقه الأکبرمع شرحه للملا علی القاری، باب، مطلب: یجب معرفة المکفرات لاجتنابها: ۱٦۰، قدیمی)

﴿وهو الذی یقبل التوبة عن عباده، ویعفو عن السیئات﴾: أی یقبل التوبه فی المستقبل، ویعفو عن السیئات فی الماضی، الخ“. (تفسیر ابن کثیر، (تفسیر ابن کثیر، (سورة الشوریٰ: ۲۵)، ٤/۱٤٦، دارالفیحاء بیروت)

(۳) والولد یتبع خیرالأبوین دیناً إن اتحدت الدار ولوحکماً، بأن کان صغیراً فی دارنا والأب ثمه، بخلاف العکس“. (الدرالمختار)

”(قوله: والولد یتبع خیر الابوین دینا) هذا یتصور من الطرفین فی الإسلام العارض، بأن کانا کافرین فأسلم أو أسلمت، ثم جاء ت بولد قبل العرض علی الآخر والتفریق، أوبعده فی مده یثبت النسب فی مثلها، أوکان بینهما ولد صغیر قبل إسلام أحدهما، فإنه بإسلام أحدهما یصیر الولد مسلما، إلخ“. (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب نکاه الکافر، مطلب: الولد یتبع خیرالأبوین دینا: ۳/۱۹٦، سعید)

(۴) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولاتنکحوا المشرکین حتیٰ یومنوا، ولعبد مؤمن مشرک ولو أعجبکم﴾ (البقرة: ۲۲۱) ==

غیر مسلم سے نکاح کے بعد وہ مسلمان ہوئی تو دوبارہ نکاح کے لیے استبرائے رحم:

سوال (۱) زید نے لتَا [لڑکی کا نام] سے کورٹ میرج (عدالتی نکاح) کرلیا۔ ایک عرصہ تقریباً ساڑھے تین، یا پونے چار سال گزرنے کے بعد ایک دن لتَا نے زید اور داڑھی اور ٹوپی والے دو مسلمانوں کے روبرو کہہ کر کہ میں نے مذہب اسلام کو اپنے مذہب کے طور پر قبول کیا، آج سے میں مسلمان ہوں اور کلمہ ''أشهد أن لا إلـه إلا الله و أشهد أن محمداً عبده ورسوله'' پڑھ کر قبول کرلیا، پھر اسی مجلس میں مسلمانوں کے روبرو زید نے لتا سے کہا کہ میں نے تمہیں اپنی بیوی بنالیا اور لتا نے کہا: میں یہ بات منظور کرلی اور مہر کی رقم متعین کردی گئی۔ اس وقت ان دونوں کے دو بچے موجود تھے اور ایک تیسرے کا حمل بھی تھا تو اس صورت میں لتا کا ایمان عنداللہ مقبول سمجھا جائے گا، یا نہیں؟

(۲)　یہ نکاح (یعنی جواب ہوا) عنداللہ درست ہوگیا، یا نہیں؟

(۳)　صورت مذکورہ سے نکاح ہونے کے بعد زید کا لتا سے وضع حمل سے پہلے ہمبستری کرنا درست ہوگا، یا نہیں؟

(۴)　وضع حمل کے بعد پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ وجۂ اشکال یہ ہے کہ وہ جو ایک حکم استبرا کا ہے، نومسلمہ کے لیے غیر منکوحہ ہونے کی صورت میں وہ ابتداء صورت مذکورہ میں نکاح سے قبل نہیں کیا گیا ہے، یہ خیال کرکے یہاں لتا کے شکم میں جو کچھ بھی ہے، اسی زید کا ہے؛ کیوں کہ عرصہ مذکورہ سے یہ دونوں میاں بیوی کی طرف رہتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔

(۵)　صورت مذکورہ سے لتا کے ایمان قبول کرنے اور لتا و زید کے نکاح میں اگر عنداللہ وعندالشریعہ کوئی خامی رہ گئی ہے تو درست ہونے کی صحیح صورت بتائی جائے؛ تاکہ اس کے مطابق عمل کرلیا جائے۔

الجواب ______________ حامداً ومصلیاً

(۱)　اگر اس نے صدق دل سے یہ کہا ہے تو اس کا ایمان مقبول ہے۔ (كذا في شرح الفقه الأكبر)(۱)

==　''ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلايجوز إنكاح المؤمنة الكافره، لقوله تعالىٰ: ﴿ولاتنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾، إلخ''. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۴۶۵/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

''ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي، كذا في السراج الوهاج''. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، القسم السابع المحرمات بالشرك: ۲۸۲/۱، رشيدية)

(۱)　ثم إذا توبة صحيحة، صارت مقبولة غير مردودة قطعاً من غير شك وشبهة بحكم الوعد بالنص: أي قوله تعالىٰ: ﴿وهو الذي يقبل التوبة عن عبادة﴾ الآية. (الفقة الأكبر، باب مطلب يجب معرفة المكفرات لاجتنابها، ص: ۱۶۰، قديمي)

''﴿وهو الذي يقبل التوبة عن عبادة، ويعفو عن السئات﴾: أي يقبل التوبة في المستقبل، ويعفوعن السيئات في الماضي، إلخ''. (تفسير ابن كثير: ۱۴۶/۴، من تفسير سورة الشورى: ۲۵، دارالفيحاء، بيروت)

(۲)　اس طرح نکاح صحیح ہے۔(کذا فی الهندية)(۱)

(۳)　درست ہے۔(کذا فی الدر المختار)(۲)

(۴)　دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں، اگر کوئی عورت حاملہ ہوزنا سے (اس کا شوہر نہ ہو) اورخود اسی سے نکاح کیا جائے، جس سے وہ حمل ہے تو استبرا کی حاجت نہیں؛ بلکہ ہمبستری اورنکاح سب درست ہے اوراگر کسی اور سے نکاح ہوتو نکاح درست ہوگا؛ مگروطی وغیرہ سے قبل وضع حمل منع کیا جائے گا،(کذا فی الدرالمختار) (۳) غیر مسلمہ اگر شادی شدہ ہوتو اس پر استبرا نہیں۔

(۵)　کوئی خامی نہیں، گزشتہ غلطیوں سے سچی توبہ کرکے احکام اسلام کی خوب پابندی کریں۔(۴) حق تعالیٰ اخلاص اوراستقامت بخشے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۵۶۵-۵۶۷)

اسلام لانے کے بعد تجدید نکاح کی ضرورت نہیں:

سوال:　ایک پارسی مرداورعورت مشرف باسلام ہوئے، کیاایسی صورت میں تجدید نکاح ضروری ہوگا؟

الجواب

اس صورت میں پہلا نکاح کافی ہے، دوسرا نکاح ضروری نہیں۔(۵)

مکتوبات:۴/۲۱۸(فتاویٰ شیخ الاسلام:۹۶)

---

(۱)　حتٰی لو أسلما یقران علٰی ذلک عند علماء نا الثلاثة،الخ.(الفتاویٰ الهندية،کتاب النکاح:الباب العاشرفی نکاح الکافر:۱/۳۳۷،رشیدیة)

(۲،۳)　وصح نکاح حبلی من زنی لا حبلی من غیرہ وإن حرم وطؤها ودواعیه،حتٰی تضع".(الدرالمختار،کتاب النکاح،باب المحرمات:۳/۴۸-۴۹،سعید)

(۴)　واتفقوا علٰی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة،سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرة،إلخ.(شرح النووی علٰی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة:۲/۳۵۴،قدیمی)

وکذا فی روہ المعانی تحت الآیة:﴿یاأیها الذین آمنوا توبوإلی الله توبة نصوحا﴾۲۸/۱۵۹،دارإحیاء التراث العربی بیروت)

"قال الله تعالٰی:"ومن یعمل سوء ا أویظلم نفسه،ثم یستغفر الله،یجد الله غفوراً رحیماً﴾فالواجب علٰی کل مسلم أن یتوب إلی الله حین یصبح وحین یمسی".(تنبیة الغافلین:۶۰،باب آخرمن التوبة مکتبة حقانیة پشاور)

(۵)　اسلم المتزوجان بلا سماع شهود أو فی عدة کافر معتقدین ذلک إقرا علیه لأنه أمرنا بترکهم ومایعتقدون.(الدرالمختار:۳/۱۸۶)

کافر شوہر پر اسلام پیش کرنے کے بعد اگر وہ مسلمان ہو جائے تو یہ نکاح برقرار رہے گا:

سوال: غیر مذہب کی ایک عورت ہے (یعنی ذکری) اس عورت کا خاوند بھی غیر مسلم ہے، اب وہ عورت مسلمان ہونا چاہتی ہے اور عورت کہتی ہے کہ میرا خاوند مجھے ناجائز تنگ کرتا ہے، میرا لڑکا ہر وقت شراب نوشی کر کے تنگ کرتا ہے، لڑکا کوئی کام نہیں کرتا، صبح وشام مجھ سے پیسے مانگتا ہے، اگر پیسے نہ ملیں تو مجھے مارتا پیٹتا ہے، جس کی وجہ سے میں تنگ آ گئی ہوں، اس نے ایک مسلمان شخص سے کہا کہ مجھے تم کورٹ لے جاؤ، وہاں جا کر میں بیان دوں گی کہ مسلمان ہونا چاہتی ہوں، اس شخص نے کہا کہ تمہارے شوہر نے طلاق نہیں دی تو کیسے نکاح کرلوں۔ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں پہلے عورت مسلمان ہو جائے، اس کے بعد عدالت میں دعویٰ دائر کرے، عدالت اس کے شوہر پر اسلام کی پیشکش کرے، اگر شوہر بھی مسلمان ہو گیا تو ان کا نکاح برقرار رہے گا اور اگر اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو عدالت دونوں کا نکاح فسخ کر دے، اس فسخ نکاح کے بعد عورت عدت طلاق گزار کر کسی مسلمان سے نکاح کر سکے گی۔ واللہ سبحانہ اعلم

۲۱/۱/۷/۱۳۹ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۶۵)

کافر شوہر کے نکاح سے نکلنے کا طریقہ:

سوال: ایک غیر مسلم عورت مسلمان ہونا چاہتی ہے، اس عورت کا شوہر بھی زندہ ہے، وہ بھی غیر مسلم ہے، اس کا ایک لڑکا ہے، جو شراب نوشی کر کے ماں کو مارتا ہے، عورت شوہر کو کہتی ہے کہ لڑکے کو سمجھاؤ تو شوہر کہتا ہے میں نہیں کہوں گا، آپ جدھر جانا چاہیں چلی جائیں۔ اس عورت نے مسلمان ہو کر کسی مسلمان سے شادی کرنے کا اقرار کرلیا ہے، اس کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور عدالت میں دعویٰ دائر کرے، پھر عدالت شوہر کو مسلمان ہونے کی پیشکش کرے اور شوہر مسلمان ہو جائے تو دونوں کا نکاح برقرار رہے گا اور عدت طلاق گزار کر کسی بھی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے، لوگوں کو بھی اس کے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا ہے، اب اس کو جان سے مار دیں گے، لہٰذا عدت گزارنا اور عدالت میں مقدمہ پیش کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے، کیا یہ عورت مسلمان ہو کر کسی مسلمان سے نکاح کرے۔ یہ صورت جائز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

کافر شوہر کے نکاح سے نکلنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ عدالت میں دعویٰ کر کے شوہر پر اسلام پیش کیا جائے، وہ انکار کرے تو قاضی تفریق کر دے۔(۱) اس کے بغیر عورت کا دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا اور عورت کو شوہر سے جان کا خطرہ ہو تو مسلمانوں کی پناہ حاصل کرلے۔

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے: تفسیر معارف القرآن، ج: ۸، ص: ۴۱۳، اور حیلہ ناجزہ، ص: ۵۰۱۔ ==

وما لم يفرق القاضي فهي زوجته. (شامی:۹۸۳/۲)(۱)

ہاں! اگر شوہر نے خود طلاق دے دی ہو تو اسلام لاتے ہی نکاح کر سکتی ہے؛ لیکن محض گھر سے نکال دینے سے طلاق نہ ہوگی، تاوقتیکہ شوہر کے مذہب میں اس کو طلاق نہ سمجھا جاتا ہو اور اگر ملکی قوانین کی رو سے کوئی ایسا طریق کار موجود نہ ہو، جس کے ذریعے عدالت شوہر کو بلا کر اس پر اسلام پیش کرے تو اس صورت میں عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کی گنجائش ہوگی۔

أما لأنه في حكم دار الفكر في هٰذه الجزئية بخصوصها وما عملاً بمذهب الأئمة الأخرىٰ عند الضرورة. (۲) واللہ سبحانہ اعلم

۶/۳/۱۳۹۷ھ (فتاویٰ عثمانی:۲/۲۶۵-۲۶۶)

قادیانیت سے جو توبہ کر چکا، اس سے نکاح جائز ہے:

سوال: زید کی نسبت یہ بات مشہور تھی کہ زید مرزائی ہے؛ مگر پھر اس نے توبہ کر لی تھی، اسی بنا پر ایک لڑکی کا اس سے نکاح کر دیا، نکاح کے بعد ایک مولوی صاحب کو زید کے پاس تحقیق کے لیے بھیجا تو زید نے بڑے زور شور سے تردید کی کہ میرا مذہب قادیانی نہیں ہے اور بہت زمانہ گزرا میں توبہ کر چکا ہوں اور ابتدا میں اگر میں مرزا کو مانتا بھی تھا تو ایک مجدد بزرگ مانتا تھا، نبی نہیں مانتا تھا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

تحریر سوال سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ زید صحیح العقائد ہے اور اس کا عقیدہ صحیح موافق مذہب اہل سنت والجماعت کے ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کا معتقد نہیں ہے، لہٰذا نکاح اس لڑکی کا اس شخص یعنی زید سے درست اور صحیح ہو گیا۔ نکاح

== وفي الدر المختار، ج: ۳، ص: ۱۸۸: وإذا أسلم الزوجين المجوسيين أو امرأة الكتابي عرض الإسلام على الآخر، فإن أسلم فيها وإلا بأن أبى أو سكت فرق بينهما، وكذا في الهندية على فتح القدير، ج: ۳، ص: ۲۸۸، والفتاوىٰ التاتارخانية، ج: ۳، ص: ۱۸۱، والهندية ج: ۱، ص: ۳۳۸، وفي إعلاء السنن: ۹۸/۱۱... إذا أسلمت المرأة في دار الإسلام وفيهما دلالة علٰى أنها في نكاح زوجها حتىٰ يعرض عليه الاسلام فيأبى فيفرق القاضي أو الامام بينهما، وراجع للتفصيل فتح القدير، ج: ۳، ص: ۸۸۱، والبحر الرائق، ج: ۳، ص: ۱۱۲، والنتف في الفتاوىٰ، ج: ۱، ص: ۹۰۳.

(۱) ج:۳، ص:۹۸۱ (طبع سعید)

(۲) امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک جن کسی غیر مسلم کی بیوی مسلمان ہو جائے تو اس کی عدت گزرتے ہی اس کا نکاح اس کے سابق شوہر سے خود بخود فسخ ہو جائے گا، فسخ کے لیے عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں، فی المغنی لابن قدامۃ مع الشرح الکبیر، ج:۷، ص:۶۳۵ (طبع دار الفکر، بیروت) میں ہے، إذا أسلم أحد الزوجين وتخلف الآخر حتى انقضت عدة المرأة انفسخ النكاح في قول عامة العلماء، الخ. اس مسئلہ کی تحقیق اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کی تفصیل کے لیے حضرت والا دامت برکاتہم کا اس موضوع پر عدالتی فیصلہ ملاحظہ فرمائیں جو P.L.D ۱۹۸۸ء ص:۱۰۷ میں موجود ہے۔ (محمد زبیر حق نواز)

کے صحیح ہونے میں اس وقت کوئی تردد نہیں ہے، البتہ اگر خدانخواستہ کسی وقت میں زید نے مذہب اہل سنت والجماعت سے طرف مذہب قادیانی کے رجوع کرلیا تو اس وقت فوراً نکاح باطل ہوجاوے گا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۸/۷-۲۸۹)

قادیانی لڑکی سے بعد از اسلام نکاح کرنا:

سوال: میرا بیٹا ایک لڑکی کے چکر میں پڑ گیا ہے، وہ لڑکی قادیانی ہے، اس کی ماں قادیانی اور باپ مسلمان ہے، لڑکی کہتی ہے کہ میں مسلمان ہونے کو تیار ہوں اور اپنے ماں باپ کو چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔ مفتی صاحب میرا بیٹا سب سے بڑا ہے اور میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، اب میں پریشان ہوں، آپ بتائیں کہ میں اپنے بیٹے کی اس لڑکی سے شادی کروں، یا نہیں؟ آپ جو کہیں گے وہی میں کروں گی آپ کی بڑی مہربانی ہوگی، آپ مجھے اس مشکل سے نکالیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر وہ قادیانی لڑکی قادیانیت سے توبہ تائب ہوجائے اور مکمل طور پر اسلام اختیار کرلے تو اس کے ساتھ آپ کے بیٹے کا نکاح کرنا جائز ہے، البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے۔

لمافی القرآن الكريم (البقرة: ۲۲۱): ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾

وفى الهندية(۲۸۱/۱): لا يجوز نكاح المجوسيات ولا الوثنيات... ويدخل فى عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التى استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والإباحية وكل مذهب يكفر به معتقده، كذا فى فتح القدير.

وفى اللجنة الدائمة (۳۱۱/۱۸): لايجوز ان يتزوج شاب مسلم فتاة تدين بالديانة القاديانية لكونها كافرة.

وفيه أيضاً: لا يصح للمسلم أن يتزوج المشركة من غير اليهود والنصارى ... وإذا تابت من شركها واسلمت جاز له ان يتزوجها. (نجم الفتاویٰ: ۱۷۷/۴-۱۷۸)

مرتد ہونے کے بعد پھر عورت اسلام لائے تو نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت اسلام ترک کرکے عیسائی ہوئی اور چند سال بعد پھر اسلام لائی، اس عورت کو اپنے شوہر سے نکاح جدید کے واسطے طلاق لینے کی ضرورت ہے، یا بلا طلاق نکاح کرسکتی ہے؟

---

(۱) (وَارْتِدَادُ أَحَدِهِمَا) أَيْ الزَّوْجَيْنِ (فَسْخٌ) فَلَا يُنْقِصُ عَدَدًا (عَاجِلٌ) بِلَا قَضَاءٍ (فَلِلْمَوْطُوءَةِ) وَلَوْ حُكْمًا (كُلُّ مَهْرِهَا) لِتَأَكُّدِهِ بِهِ (وَلِغَيْرِهَا نِصْفُهُ) لَوْ مُسَمًّى أَوْ الْمُتْعَةُ(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، كتاب النكاح،باب نكاح الكافر: ۵۴۹/۲،ظفير)

الجواب

اس حالت میں بلا طلاق شوہر اول کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔(۱)
(مگر اس وقت جب تین حیض گزر جائیں۔ظفیر) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۷/۲۳۸)

مرتد اسلام قبول کرلے تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے:

سوال: اگر مرتد دو تین ماہ بعد اسلام میں داخل ہو جائے تو پھر اس کے نکاح کی تجدید ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

دوبارہ اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۷/۳۰۰)

مسلمان عورت مرتد ہونے کے بعد پھر مسلمان ہو جائے تو دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں:

سوال: جو مسلمہ مرتدہ ہو جاوے اور اس پر کسی طرح جبر نہیں ہوسکتا، اگر مسلمہ مرتدہ کو کسی طریقہ سے پھر مسلمان کیا جاوے اور وہ اپنے پہلے شوہر کے پاس جانے سے انکار کرے، ایسی حالت میں کسی دوسرے مسلمان سے نکاح جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

چوں کہ ہندوستان میں جبر نہیں ہوسکتا؛ اس لیے جبراً مسلمان کرنے کا حکم یہاں جاری نہیں ہوسکتا؛ لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ اس عورت سے کوئی دوسرا شخص مسلمان نکاح نہ کرے؛ تاکہ وہ مجبور ہو کر پہلے شوہر سے پھر نکاح کرے۔(۲) فقط
(یعنی جب وہ مسلمان ہو جائے گی تو پہلے شوہر کی خواہش پر اسی سے نکاح ہوگا، دوسرے سے نہیں؛ لیکن اگر پہلا شوہر خاموشی اختیار کرے، یا وہ نہ کرے تو دوسرے سے نکاح جائز ہے۔ظفیر) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۷/۲۵۷-۲۵۸)

مرتد ہونے کے بعد مسلمان ہو کر جو نکاح کیا، وہ درست ہے:

سوال: مسماۃ مریم کا خاوند مولا بخش زندہ ہے، یہ عورت بارہ برس ہوئے ایک ہندو سکھ جگت سنگھ کے ہمراہ اس

---

(۱) ولو أسلم أحدهما أي أحد المجوسيين أو امرأة الكتابي ثمة أي في دار الحرب لم تبن حتٰى تحيض ثلاثاً أو تمضي ثلاثة أشهر قبل إسلام الأخر إقامة بشرط الفرقة مقام السبب وليست بعدة لدخول غير المدخول بها.(الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۲/۵۳۶، ظفير)

(۲) ولو ارتدت لمجئي الفرقة، إلخ، وتجبر على الإسلام وعلٰى تجديد النكاح زجراً لها مهر يسير كدينار وعليه الفتوىٰ وأفتٰى مشائخ بلخ بعد الفرقة بردتها زجراً وتيسيراً.(الدر المختار)

قوله وعلٰى تجديد النكاح فلكل قاض أن يجدده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا، وتمنع من التزوج بغيره بعد إسلامها ولا يخفى أن محله ما إذا طلب الزوج ذلك أما لو سكت أو تركه صريحاً فإنها لاتجبر وتزوج من غيره؛ لأنه ترك حقه بحر نهر.(رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۲/۵۴۰، ظفير)

خاوند کے بغیر طلاق دیئے بھاگ کر چلی آئی اور سکھ مذہب میں رہ کر تین سال کے بعد دونوں مسلمان ہوگئے، جگت سنگھ کا اسلامی نام محمد عثمان رکھا گیا اور مسماۃ مریم کا نکاح اس سے کردیا گیا، ڈیڑھ سال ہوا کہ محمد عثمان فوت ہوگیا، مریم نے نکاح ثانی کرم دین سے کرلیا۔ آیا یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

وہ عورت بوجہ مرتد ہوجانے کے اور مذہب سکھ میں داخل ہونے کے پہلے شوہر مولیٰ بخش کے نکاح سے خارج ہوگئی؛ اس لیے بعد اسلام لانے مسماۃ مذکورہ کے اور محمد عثمان مذکور کے ان کا نکاح صحیح ہوگیا۔(۱) پھر بعد مرنے محمد عثمان کے اور گزرنے عدت وفات کے جو کہ چار ماہ دس یوم ہے، کرم دین کے ساتھ نکاح اس کا درست ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۶/۷-۲۶۷)

نکاح کے بعد شوہر کے انکار سے نکاح میں خرابی نہیں آتی:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کا نکاح اس کی اجازت سے بکر کے ساتھ کیا، روبرو گواہوں کے ہوا اور بکر نے قبول کیا، بعد کو جو خبر مشہور ہوئی تو جس نے دریافت کیا کہ مبارکباد نکاح ہو، معاً جواب میں بکر نے کہا کہ قسم خدا اور رسول کی اور قرآن کی کس کا نکاح ہوا؟ کس سور کا ہوا؟ اس صورت میں شرعاً نکاح میں کوئی خرابی تو نہیں آئی؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

کچھ خلل اس نکاح میں نہیں آیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۸/۷)

عورت کہے کہ میرا نکاح نہیں ہوتا ہے تو اس سے نکاح درست ہے:

سوال: اگر عورت بیان کرے کہ میرا آج تک کسی سے نکاح نہیں ہوا؛ مگر یہ عورت پردیس سے آئی ہے، جس کی وجہ سے قاضی کو کوئی حال معلوم نہیں ہوسکتا تو اب اس عورت کا کسی سے نکاح کردینا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

جائز ہے۔(۳)

(لہٰذا جب شادی نہ ہونے کی خبر دے تو بدرجہ اولیٰ اس کی بات مانی جائے گی۔ ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۱/۷-۲۰۲)

---

(۱) (وَارْتِدَادُ أَحَدِهِمَا) أَيْ الزَّوْجَيْنِ (فَسْخٌ) فَلَا يُنْقِصُ عَدَدًا (عَاجِلٌ) بِلَا قَضَاءٍ .(الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۵٤۹/۲، ظفير)

(۲) والعدة للموت أربعة أشهر بالأهلة وعشر من الأيام بشرط بقاء النكاح صحيحا إلى الموت مطلقاً.(الدر المختار، باب العدة: ۸۳۰/۲، ظفير)

(۳) قالت امرأة لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی لابأس أن ینكحها.(الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب العدة: ۸٤۷/۲، ظفير)

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکی باکرہ نہیں ہے تو کیا حکم ہے:

سوال: بعض لڑکیاں اپنی سوءاعمالی سے اپنی اور اپنے اہل خاندان کی روسیاہی باعث ہوتی ہیں اور ماں باپ کو اس کا علم ہوتا ہے تو اس کو پوشیدہ رکھ کر لڑکی کی شادی بھاری دین مہر پر کسی جگہ کر دیتے ہیں، خاوند کو جب اپنی بیوی کی بداعمالی کا علم ہوتا ہے، مثلاً بیوی کی ناجائز خط وکتابت ماقبل نکاح کی اس کے ہاتھ آجاتی ہے، چوں کہ اس نے اپنی بیوی کو باکرہ بھی نہیں پایا تھا؛ اس لیے شبۂ قوی اور بے چارہ مرد عجب مشکل میں مبتلا ہوجاتا ہے، نہ تو یہ چاہتا ہے کہ اس کو اپنی نکاح میں رکھے اور نہ اتنی استطاعت ہے کہ مہر ادا کر سکے، ایسا نکاح جو صریح دھوکہ ہے، جائز ہوا، یا نہیں؛ کیوں کہ ناکح تو لڑکی کو باکرہ سمجھ کر نکاح پر راضی ہوا اور وہاں معاملہ اس کے خلاف ہے؟

الجواب

نکاح اس صورت میں منعقد ہوجاتا ہے اور مہر جو کچھ مقرر کیا گیا، وہ کل لازم ہوجاتا ہے۔

درمختار میں ہے:

ولو شرط البكارة فوجدها ثيباً لزمه الكل، إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۶/۷-۲۱۷)

اندام نہانی میں ایک پھوڑا تھا، جس نے نشتر لگایا، اس سے اس کا نکاح جائز ہے اور دوسرے بھی:

سوال: ایک کنواری جوان لڑکی کے اندام نہانی میں پھوڑا نکل آیا ہوا اور اس کے ولی نے نامحرم مرد سے نشتر دلوایا ہو تو اس لڑکی کی بے حرمتی ہوئی، یا نہیں؟ اور وہ لڑکی کسی نامحرم کے نکاح میں جائز ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ آیا صرف نشتر لگانے والے پر، یا اور نامحرم پر؟

الجواب

بضرورت ایسا جائز ہے اور اس میں شرعاً کچھ بے حرمتی نہیں ہے؛ کیوں کہ طبیب کا دیکھنا ایسے موقع کو بہ ضرورت علاج فقہا نے جائز لکھا ہے۔ (۲) پس نکاح ہر ایک سے ہوسکتا ہے، نشتر لگانے والا، یا کوئی غیر۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۱/۷)

---

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب المهر: ٤٧٦/٢، ظفير

(۲) وكذا مريد نكاحها وشرائها ومداواتها ينظر الطبيب إلىٰ موضع موضها بقدر الضرورة إذا الضرورة تتقدر بقدرها، إلخ، وينبغي أن يعلم امرأة تداويها. (الدرالمختار)

(قوله ينبغي): قال في الجوهرة: إذا كان المرض في سائر بدنها غير الفرج يجوز النظر إليه عند الدواء؛ لأنه موضع ضرورة وإن كان في موضع الفرج فينبغي أن يعلم امرأ ة تداويها فإن لم توجد وخافوا عليها أن تهلك أو يصيبها وجع لاتحتمله يستروا منها كل شئی إلاموضع العلة ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلاموضع عن الجرح اهـ. (ردالمحتار، كتاب الخطر و الاباحة، فصل في النظر والمس: ٣٥٢/٥-٣٢٦، ظفير)

نامحرم سے آپریشن کروانا اور پھر اس لڑکی کے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے جسم پر مرض کی وجہ سے پھوڑا نکل آیا، مجبوراً ایک نامحرم مرد سے نشتر لگوانا پڑا۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا یہ عمل جائز ہے؟ نیز وہ لڑکی اب کسی اور مرد سے نکاح کرسکتی ہے؟ اسی طرح آج کل آپریشن وغیرہ کا عمل انجام دیا جاتا ہے اور بھی جدید ذرائع ہیں، ان کے احکام بھی بتادیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عورت کے لیے بوقت ضرورت نشتر لگوانا جائز ہے نیز آپریشن کروانا یا عورت کے جسم کے متاثرہ حصے کو بوقت ضرورت دیکھنا جائز ہے لیکن مطلوبہ حصے پر ہی توجہ ہو دیگر اعضاء سے غضِ نظر ہو، لہٰذا آپریشن کرنے والا اور نشتر لگانے والا اور نامحرم ہر ایک کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح درست ہے، علاج کا نکاح کی حرمت سے کوئی تعلق نہیں۔

لما في ابن كثير (٣٧٤/١): وأحل لكم ما وراء ذالكم الآية أي ما عدا من ذُكرن من المحارم.

وفي الهندية (٣٣٠/٥): ويجوز النظر إلى الفرج للخاتن وللقابلة وللطبيب عند المعالجة و يغض بصره ما استطاع، كذا في السراجية.

وفي الدرالمختار (٣٧٠/٦): (ينظر) الطبيب (إلىٰ موضع مرضها بقدر الضرورة) إذ الضرورات تتقدر بقدرها.

وفي الرد تحته: وإن كان في موضع الفرج فينبغي أن يعلم امرأة تداويها فإن لم توجد وخافوا عليها أن تهلك أو صيبها وجع لا تحتمله يستر منها كل شيء إلا موضع العلة ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن موضع الجرح، آه. (نجم الفتاویٰ: ۱۷۰/۴-۱۷۱)

جس عورت کا بوسہ لیا، اس کی لڑکی سے شادی درست ہے، یا نہیں:

سوال: رحیم بخش کو کچھ خیال ہے کہ اس نے اپنی ممانی بی بی صغریٰ کا ایک مرتبہ بوسہ لیا، از روئے شہوت کے ہو، یا مذاق کے؛ مگر یقین نہیں احتمال ہے، صغریٰ کہتی ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تو رحیم بخش کا نکاح بی بی صغریٰ کی لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اس صورت میں رحیم بخش کا نکاح بی بی صغریٰ کی دختر سے جائز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۰/۷-۲۴۱)

---

(۱) اس لیے کہ احتمال سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

أن اليقين لايزول بالشک. (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: ١٩٣/١، ظفير)

جس کے ساتھ لواطت کی، اُس کی لڑکی کا اپنے لڑکے سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اور خالد نے باہم لواطت واِغلام بازی کی، اب دونوں میں سے ایک کی لڑکی مثلاً زید کی لڑکی کا نکاح خالد کے لڑکے کے ساتھ صحیح اور جائز ہے، یا نہیں؟ حرمتِ مصاہرت لازم آئے گی، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

آپس میں ہم جنسی کرنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زید کی لڑکی کا نکاح خالد کے لڑکے کے ساتھ درست ہوگا۔

ولیفید أنها لا تثبت بالوطء بالدبر. (ردالمحتار،فصل فی المحرمات: ۱۰۷/٤، زکریا)

اللواطة لا یوجب حرمة المصاهرة،إلٰی هٰذا أشارمحمد فی الزیادات، والفتویٰ علی هٰذا، و فی الحجة:ولو مسّ بالوطء فی دبرها لا تثبت حرمة المصاهرة، وفی الیتیمة: ذکر فی الأسرار أن الإتیان فی دبر المرأة یوجب الحرمة بالإجماع. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ٥٥/٤،رقم: ٥٥٠٩،زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۸/۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۱/۸-۱۶۲)

جس لڑکے سے خود ملوث ہے، اس سے اپنی لڑکی کی شادی کردی، کیا حکم ہے:

سوال: زید ایک لڑکے پر عاشق ہوکر مدت دراز تک اپنی ہمراہ رکھا اور لواطت کرتا رہا، جب لواطت صراحۃً آدمیوں کے نظر سے گزری، مثلاً سلائی سرمہ دانی اور دوچار دفعہ عین لواطت میں پکڑا گیا اور جگہ جگہ حتی کہ غیر ملک تک بدنامی پھیل گئی، زید کا بدنامی کے سبب سے چلنا پھرنا مشکل ہوگیا تو لاچاری کی حالت میں اپنے کو آدمیوں کی نظر میں صاف اور بدنامی کو دفع کرنے کے واسطے اس لڑکے کے ساتھ اپنی لڑکی کو نکاح میں دے دیا۔ اب یہ نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

یہ نکاح شرعاً درست ہے اور صحیح ہے۔

کمافی الشامی،بیا ن المحرمات:وفی الولوالجیة:أتی رجل رجلا له أن یتزوج إبنته. (۲۸۱/۲)(۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۶/۷-۲۵۷)

جوان عورت کا نکاح نابالغ لڑکے سے درست ہے:

سوال: عورت بیوہ پندرہ سالہ عمر کا نکاح ایک لڑکے سے ہوا، جس کی عمر چھ سال ہے، ایسی حالت میں نکاح ہوگیا، یا نہیں؟

(۱) ردالمحتار،فصل فی المحرمات تحت قوله کوطء دبر مطلقاً: ۳۸۷/۲،ظفیر

الجواب

اگر نابالغ کے ولی نے اس کا نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا، عورت پندرہ سالہ، یا اس سے زیادہ عمر کی اپنا نکاح نابالغ لڑکے سے کرے اور نابالغ کی طرف سے اس کا ولی اجازت دے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۲۶/۷-۲۲۷)

تیس سالہ بیوہ کا نکاح سات سالہ لڑکے سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک بیوہ تیس سالہ کا نکاح اس کی رضا مندی سے ایک لڑکے نابالغ سات سالہ سے کر دیا۔ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر اس عورت بالغہ کی اجازت و رضا مندی سے لڑکے نابالغ کے ولی نے نابالغ کی طرف سے اس نکاح کو قبول کیا تو پھر نکاح صحیح ہو گیا۔ (۲) فقط

(گوایسا بے جوڑ موجودہ زمانے میں نکاح مناسب نہیں۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۳۹/۷)

۷۶ ؍ سالہ بڑھیا کا نکاح سولہ سالہ لڑکے سے:

سوال: چھہتر برس کی بڑھیا سے سولہ برس کے لڑکے کا نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح ہو جاتا ہے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳۰۳/۷)

نابالغہ لڑکی سے قول پر اعتماد کر کے اس کی شادی جائز ہے:

سوال: ایک لڑکی جوان العمر ایک ریلوے اسٹیشن کے پاس ملی اور باوجود تلاش کے اور کسی وارث کا پتہ نہیں چلا اور یہ کہتی ہے کہ میرا نکاح نہیں ہوا، اس کے نکاح کی فکر ہے؛ اس لیے کہ جوان العمر ہے۔ آیا اس کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں کہ لڑکی خود بالغہ ہے؟ کیوں کہ تحریر سوال کے موافق اب وہ پدرہ برس کی ہو گئی ہے تو موافق اس کے بیان کے کہ اس کا نکاح ابھی نہیں ہوا، اگر اس کی رضا مندی سے اس کا نکاح کفو میں کر دیا جاوے تو بقاعدہ شرعیہ درست ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۲۷/۷)

---

(۱) (وهو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون) (الدر المختار، باب الولي: ۴۰۷/۲، ظفير)

(۲) اس لیے کہ عمر میں تفاوت کی کوئی قید نہیں ہے، مسلمان مرد عورت ہو اور ایجاب وقبول اور گواہ پائے جائیں۔ ظفیر

(۳) شریعت میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ ظفیر

(۴) (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولي). (الدر المختار، باب الولي: ۴۰۷/۲، ظفير)

نکاح فسخ ہونے کے بعد فوراً نکاح کب جائز ہے:

سوال: ایک امام مسجد نے ایک نکاح پڑھایا، قبل رخصت طرفین میں تکرار ہوئی، اسی روز بعد مغرب پنچایت میں نکاح فسخ ہوگیا، پھر اسی عورت کا نکاح دوسرے شخص سے موافق شرع شریف کے ہوگیا، کیا وہ نکاح جائز ہے؟ اور کیا ایسا نکاح خواں امام مسجد بن سکتا ہے؟

الجواب

اگر شوہر نے طلاق دے دی ہے اور قبل دخول وخلوت طلاق ہوئی ہے تو بدون عدت کے دوسرا نکاح اس عورت کا صحیح ہے اور اگر شوہر اول نے طلاق نہ دی تھی اور پنچایت نے از خود طلاق دے دی ہے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوئی، اس صورت میں دوسرا نکاح اس عورت کا درست نہیں ہے اور جس نے باوجود علم کے اس کا نکاح کیا، وہ لائق امام بنانے کے نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۳/۷)

عدت کے بعد دوسرے، یا شوہر اول سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: عدت گزر جانے پر نکاح دوسرے آدمی سے کرسکتی ہے، یا اپنے خاوند سے کرسکتی ہے؟

الجواب

عدت گزر جانے پر دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر شوہر نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں؛ بلکہ ایک یا دو طلاق دی تھیں اور عدت گزر گئی تو بعد عدت شوہر سے بھی نکاح ہوسکتا ہے اور اگر تین طلاقیں دی ہیں تو بغیر حلالہ کے شوہر اول سے نکاح نہیں کرسکتی۔ فقط

اور غیر مغلظہ طلاق کی عدت میں بھی شوہر نکاح اپنی مطلقہ سے کرسکتا ہے۔

ودلیلہ: **إِذَا كَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا دُونَ الثَّلَاثِ فَلَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا فِي الْعِدَّةِ وَبَعْدَ انْقِضَائِهَا وَإِنْ كَانَ الطَّلَاقُ ثَلَاثًا فِي الْحُرَّةِ وَثِنْتَيْنِ فِي الْأَمَةِ لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ نِكَاحًا صَحِيحًا وَيَدْخُلَ بِهَا ثُمَّ يُطَلِّقَهَا أَوْ يَمُوتَ عَنْهَا كَذَا فِي الْهِدَايَةِ.** (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۸/۷-۳۰۹)

ایک بھائی سے صرف منگنی ہوئی، اب دوسرے بھائی سے شادی درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص کی نسبت ایک عورت سے ہوئی اور صرف رسم منگنی ہوئی، عقد نہیں ہوا، بعد کو کسی وجہ سے رسم منگنی منقطع ہوگئی تو اس صورت میں اس عورت کا عقد اس شخص کے بڑے بھائی سے جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، إلخ، فلم يقل أحد بجوازه أصلاً. (ردالمحتار، باب العدة: ۸۳۵/۲، ظفير)

(۲) الفتاویٰ الهندية، مصری، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴۷۳/۱، ظفير

الجواب

اس صورت میں نکاح اس عورت کا منگنی والے کے بھائی سے درست ہے؛ کیوں کہ منگنی عقد نکاح نہیں ہے؛ بلکہ وعدہ ہے، پس جب کہ کسی وجہ سے اس وعدہ کا ایفا نہ کیا گیا اور عقد نکاح دوسرے سے کر دیا تو نکاح درست ہے، اگرچہ بے وجہ خلاف وعدہ کرنا اور پہلی منگنی کو منقطع کرنا اچھا نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۸۱)

جس لڑکی سے منگنی ہوئی، اس کی ماں سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے ہندہ کے لیے پیغام دیا تھا اور نکاح ابھی منعقد نہیں ہوا تھا کہ اس نے ہندہ کو چھوڑ کر اس کی بجائے اس کی ماں سے نکاح کر لیا۔ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مخطوبہ ''جس عورت سے صرف منگنی ہوئی ہے'' اس کی ماں سے نکاح صحیح ہے؛ کیوں کہ وہ مخطوبہ ابھی تک اس کے نکاح میں نہیں آئی ہے اور اس کی زوجہ نہیں ہوئی ہے کہ اس کی ماں بحکم آیت ﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ (۲) محرمات میں داخل ہو جائی؛ بلکہ مخطوبہ کی ماں مخطوبہ سے نکاح ہونے سے پہلے آیت: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۳) کے حکم میں داخل ہے اور اس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۹۹-۳۰۰)

مخطوبۃ الاب سے نکاح جائز ہے:

سوال: ایک شخص نے کسی عورت سے باقاعدہ نکاح نہیں کیا، صرف نکاح کا پیغام دیا۔ اب اس شخص کے فوت ہو جانے کے بعد اس شخص کا بیٹا اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب

اگر اس مرد اور عورت کا باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا ہے تو اس صورت میں اس مرد کے اعراض کرنے، یا فوت ہو جانے کے بعد اس کا بیٹا اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے؛ اس لیے یہ عورت اس شخص کے باپ کی منکوحہ نہیں۔

قال ابن عابدين: (تحت قوله مصاهرة) وتحرم موطؤات آبائه وأجداده وإن علم ولو بزنا والمعقودات لهم عليهن بعقد صحيح. (ردالمحتار: ۳/۲۸، كتاب النكاح، فصل في المحرمات) (۴) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۳۳۱)

---

(۱) هل أعطيتنيها أن المجلس للنكاح وأن للوعد فوعد. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، كتاب النكاح: ۲/۳٦٤، ظفير)

(۲) سورة النساء: ۲۳، انيس

(۳) سورة النساء: ۲٤، ظفير

(۴) قال ابن نجيم: أي ينعقد النكاح أي ذٰلك العقد الخاص ينعقد بالايجاب والقبول حتىٰ يتم حقيقة في الوجود. (البحر الرائق: ۳/۸۱، كتاب النكاح) ومثله في البدائع الصنائع: ۲/۲۲۹، كتاب النكاح. فصل ركن النكاح

بیٹے کی مخطوبہ سے باپ کا نکاح حلال ہے:

سوال: ایک لڑکا اورلڑکی کا باہم رشتہ منگنی جو ہندوستان میں عموماً رائج ہے، ان دونوں کے حقیقی دادا اور ایک رشتہ کے تایا اور پھوپھی نے کر دیا اور رسم منگنی بھی ادا ہوگئی؛ لیکن نکاح نہیں ہوا تھا کہ اسی حالت میں اس لڑکے کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو کیا اب اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے کے باپ سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کیا وجہ ہے۔
ایک گروہ علماء درویشوں کا کہتا ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ منگنی بھی ایک قسم کا ایجاب وقبول ہے اور نکاح کا وعدہ ہے۔ اب آپ بحوالہ کتب فقہ جواب سے نوازیں؟

الجواب ــ

شرعاً اپنے بیٹے کی مخطوبہ سے باپ کا نکاح حلال ہے، اس میں کسی قسم کا تأمل، یا اختلاف نہیں ہے اور یہ ایسا صاف مسئلہ ہے کہ جس کے لیے دلیل بیان کرنے کی بھی حاجت نہیں؛ لیکن چونکہ بعض درویشوں نے اس کا خلاف کیا ہے، اس لیے چند دلائل لکھے جاتے ہیں:

(اول) صاحب ردالمختار تحریر فرماتے ہیں:

(قوله: وزوجة أصله وفرعه) لقوله تعالیٰ ﴿وحلائل ابنائكم الذين من اصلابكم﴾ والحليلة الزوجة. (۲۷۹/۲، مطبوعه دهلی)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیٹے کی زوجہ باپ پر حرام ہے اور زوجہ جب ہوگی کہ نکاح ہوجائے، قبل نکاح زوجہ نہیں ہے، محض مخطوبہ ہے، لہٰذا وہ اس کے باپ پر حلال ہوئی۔

(دوسرے) صاحب ردالمختار تحریر فرماتے ہیں:

"موطؤات ابنائه وابناء أولاده وإن سفلوا ولو بزناً والمعقودات لهم عليهن بعقد صحيح. (۲۷۶/۲)

اس سے ثابت ہے کہ جب تک نکاح بطور عقد صحیح نہ ہوجائے، مثبت حرمت نہ ہوگا، چہ جائیکہ محض خطبہ اور منگنی سے حرمت ہوجائے۔

(تیسرے) فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

وتثبت حرمة المصاهرة بالنكاح الصحيح دون الفاسد، كذافی محيط السرخسی. (۲۸۱/۲)

اس سے ثابت ہے کہ نکاح فاسد مثبت حرمت نہیں، اس سے واضح ہے کہ خطبہ جو نہ نکاح صحیح ہے اور نہ نکاح فاسد وہ کیوں کر مثبت حرمت ہوگا۔

(چوتھے) ردالمختار میں ہے:

(قوله: الصحيح) احتراز عن الفاسد فإنه لايوجب بمجرده حرمته المصاهرة بل بالوطء أو

يقوم مقامه من المس بشهوة والنظر بشهوة لأن الاضافة لاتثبت إلا بالعقد الصحيح. (۲۷۸/۲)

اس عبارت سے مثل آفتاب کے روشن ہے کہ بجز عقد نکاح کے جو صحیح ہو، مصاہرت ثابت نہیں ہوسکتی، یہاں تک کہ نکاح فاسد بھی حرمت مصاہرۃ کو مثبت نہیں ہوگا تو منگنی جو کسی طرح نکاح نہیں ہے اور محض نکاح کا وعدہ ہے، شرعاً ہرگز مثبت حرمۃ نہیں ہوسکتی اور جن لوگوں نے اس کو مثبت حرمت قرار دیا ہے، یا تو وہ لوگ روایۃ فقہیہ سے محض ناواقف ہیں، یا ان کے بلاد میں منگنی میں ایجاب وقبول کے ساتھ ہی نکاح ہوتا ہوگا، پس اگر منگنی کی حالت میں ایجاب وقبول طرفین سے بطور نکاح ہوجائے تو بیشک مثبت حرمت ہوگا؛ لیکن ہمارے بلاد میں منگنی محض وعدۂ نکاح ہوتا ہے اور کوئی ایجاب وقبول نہیں ہوتا، لہٰذا وہ کسی طرح سے مثبت حرمت نہیں ہوسکتی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ خلیل احمد عفی عنہ، از مدرسہ مظاہر علوم۔ الجواب صحیح: عنایت الٰہی عفی عنہ، بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ۔ الجواب صحیح: عبداللطیف عفی عنہ۔ لقد اجاب الفاضل الفقیہ فلا یردہ الا جاہل اوالسفیہ: محمد عبداللہ الانصاری الانبہٹوی۔ (فتاوی مظاہر علوم، جلد اول، ص:۱۱۱) ☆

☆ بیٹے کی مخطوبہ سے باپ کا نکاح حلال ہے:

سوال: ایک لڑکے کی منگنی ایک لڑکی سے ہوئی اور خاطب اور مخطوبہ دونوں نابالغ تھے، اب اس وقت لڑکا چونکہ نابالغ ہے اور لڑکی بالغہ ہے تو اس دختر بالغہ کا عقد لڑکے کے باپ سے شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں؛ کیوں کہ یہاں اس مسئلہ میں اختلاف ہورہا ہے۔

الجواب ___

صورت مسئولہ میں بیٹے کی مخطوبہ کا نکاح اس کے باپ کے ساتھ شرعاً درست ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ بحکم نص قرآنی بیٹے کی زوجہ باپ کے لیے حرام ہے اور زوجہ نکاح سے ہوتی ہے، منگنی پر شرعاً نکاح کے احکام مرتب نہیں ہوتے، اسی وجہ سے فقہاء رحمہم اللہ نے محرمات میں مخطوبات کے نکاح کو کسی جگہ حرام نہیں لکھا، لہٰذا یہ نکاح شرعاً حلال ہے اور اس کا خلاف صریح غلط اور فقہ سے ناواقفیت ہے۔

حررہ خلیل احمد عفی عنہ، ۹ شوال ۱۳۲۹ھ، الجواب صحیح، عنایت الٰہی عفی عنہ۔

الجواب صحیح، ثابت علی عفی عنہ، عبداللطیف عفی عنہ۔ (فتاوی مظاہر علوم، جلد اول، ص:۱۱۲)

مخطوبۃ الاب سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا؛ لیکن نکاح نہیں ہوا، اب اس شخص کے فوت ہوجانے سے اس شخص کا بیٹا اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عدم پتہ، ۱۹۸۵/۵/۲۵ء)

الجواب ___

اگر باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا ہو تو اعراض، یا وفات کے بعد بیٹا اس سے نکاح کرسکتا ہے، **لأن العقد يتم حقيقة بالايجاب والقبول لا الخطبة.** (قال العلامة ابن نجيم: وينعقد النكاح أى ذلك العقد الخاص ينعقد بالايجاب والقبول حتىٰ يتم حقيقة فى الوجود. (البحر الرائق: ۸۱/۳، كتاب النكاح) ويدل عليه ما فى الهندية (۲۸۵/۱): وتثبت حرمة المصاهرة بالنكاح الصحيح دون الفاسد فلوتزوجها نكاحاً فاسدا لا تحرم عليه أمها بمجرد العقد بل بالوطء. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۷٤/۱، القسم الثانى المحرمات بالصهرية). **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۰/۴)

بانجھ عورت سے نکاح کرنا:

سوال: بانجھ عورت سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

بانجھ عورت سے نکاح کرنے میں چوں کہ منافع حاصل ہوتے ہیں؛ اس لیے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ تاہم نکاح سے چوں کہ اعلیٰ مقصود افزائش نسل ہے؛ اس لیے بانجھ عورت کے علاوہ کسی صحیح اور قابل اولاد عورت سے نکاح کرنا افضل ہے۔

بوّب الإمام النسائی فی سننه ''کراهیة تزویج العظیم'' وذکر تحته حدیثًا عن معقل بن یسار قال: جاء رجل إلٰی رسول اللّٰه علیه وسلم وسلم فقال: أصبت امرأة ذات حسب ونسب إلا أنها لاتلد أ فأتزوجها؟ فنهاه، ثمّ أتاه الثانیة، فنهاء، ثمّ أتاه الثالثة، فنهاه، وقال: تزوجوا الولود الودود فإنی مکاثربکم. (سنن النسائی: ٥٤/٦)(۱)(فتاوی حقانیہ: ۳۲۸/۴)

جولڑکا اورلڑکی جماع پر قادر نہ ہوں، اُن کا آپس میں نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکا قدرتی طور پر صحبت کرنے پر قادر نہیں ہے، باقی حقوق زوجیت ادا کرسکتا ہے، ضروریات زندگی پورا کرنے کے لیے شادی کرنا چاہتا ہے، بالاتفاق لڑکی بھی اپنے کسی عذر کی بنا پر ہمبستری کے لائق نہیں ہے تو کیا ایسی لڑکی اورلڑکے کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے، جب کہ دونوں ہمبستر ہونے کے لائق نہ ہوں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

نکاح کی صحت کے لیے زوجین کا ہمبستری پر قادر ہونا لازم نہیں ہے، لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ لڑکے اورلڑکی کے نکاح میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

وینعقد بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار مع الشامی: ٦٨/٤، زکریا)

وفی الکافی: رکن النکاح: الإیجاب والقبول. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ٣/٤، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۷/۱۴۲۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۳/۸)

بارہ سال سے کم عمر لڑکے سے صحبت موجب حرمت مصاہرت نہیں:

سوال: ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً چھ، یا سات سال، یا کچھ زائد تھی، اس کی سوتیلی ماں نے اس ناداں بچہ کے

---

(۱) **قال الشیخ خلیل أحمد السهارنفوری: (تحت حدیث معقل بن یسار جاء رجل إلٰی رسول اللّٰه صلی علیه وسلم، إلخ) وهٰذا یدل علٰی أن النهی ماکانت للتحریم، بل کان مبنی النهی المکاثرة فی الأخرة وهی لاتقتضی التحریم.** (بذل المجهود: ١٥/١٠) **ومثله فی نیل الأوطار: ١١٠/٦-١١٢، وعون المعبود: ٤٥/٦۔**

ساتھ کئی مرتبہ مجامعت کی، اب وہ بچہ بالغ ہو چکا ہے اور اس کا والد بھی زندہ ہے، اس واقعہ کا سوائے اس بچہ کے کسی اور کو علم نہیں تو کیا اس لڑکے کے والد پر یہ عورت حرام ہوگئی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

بارہ سال سے کم عمر لڑکے کے ساتھ مجامعت سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

قال في شرح التنوير: وَكَذَا تُشْتَرَطُ الشَّهْوَةُ فِي الذَّكَرِ؛ فَلَوْ جَامَعَ غَيْرُ مُرَاهِقٍ زَوْجَةَ أَبِيهِ لَمْ تَحْرُمْ، فَتْحٌ. (الدرالمختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ تحت القول المذكور: فَتَحَصَّلَ مِنْ هَذَا: أَنَّهُ لَا بُدَّ فِي كُلٍّ مِنْهُمَا مِنْ سِنِّ الْمُرَاهَقَةِ وَأَقَلُّهُ لِلْأُنْثَى تِسْعٌ وَلِلذَّكَرِ اثْنَا عَشَرَ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ أَقَلُّ مُدَّةٍ يُمْكِنُ فِيهَا الْبُلُوغُ كَمَا صَرَّحُوا بِهِ فِي بَابِ بُلُوغِ الْغُلَامِ، إلخ. (ردالمحتار: ۳۰۶/۲)(۱) **فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم**

۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۸۹/۵)

آزاد عورت مملوکہ نہیں، نکاح کر سکتی ہے:

سوال: اگر کوئی بیوہ عورت بوجہ اولاد کے نکاح کرنے سے عار سمجھتی ہے؛ مگر گزارہ کی تنگی کے سبب سے روبرو گواہاں اپنے آپ کو بلا معاوضہ کسی شخص کی ملک کر کے خود مملوکہ بنا دیتی ہے تو عورت مذکورہ پر ماملکت کے معنی جاری ہوں گے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ

﴿**ما ملكت أيمانهم**﴾ (۲) سے مراد باندیاں ہیں، آزاد عورت کسی کی مملوکہ نہیں ہوسکتی، اس سے اگر حسب قاعدہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے، اور مہر کا نام لیا جاوے، یا نہ لیا جاوے،، مہر لازم ہو جاتا ہے، اگر مہر کی مقدار معین کی گئی تو وہ مقدار لازم ہوتی ہے، ورنہ مہر مثل لازم ہوتا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۲/۷-۲۶۳)

بیوہ سے خود اور اس کی لڑکیوں سے اپنے لڑکوں کی شادی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: خدا بخش فوت ہوا، اس کی بیوہ اور اسی بیوہ سے دو تین لڑکیاں خدا بخش کی موجود ہیں، اب مسمی عبدالہادی چاہتا ہے کہ میں خدا بخش کی بیوہ سے اپنا نکاح کروں اور لڑکیوں کی اپنے لڑکوں سے شادی کروں۔ یہ

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب المحرمات: ۳۵/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ (سورة النساء: 24، انيس)

صورت نکاح کی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ صورت جو سوال میں درج ہے، بلاتردد جائز اور درست ہے، باپ کا نکاح جس عورت سے ہو، اس کے پہلے شوہر کی دختران سے اس جدید شوہر کے پسران کا نکاح صحیح ہے،(۱) اور یہ صورت آیت ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (۲) میں داخل ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۳/۷)

چوتھی بیوی کے غائب ہوجانے کی صورت میں نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی چار بیویاں تھیں، ان میں سے ایک لا پتہ ہوگئی، اب شوہر مزید نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ شخص اپنی گم شدہ بیوی کو طلاق دے کر اس کی عدت پورا ہونے کا انتظار کرے، جب اس گم شدہ بیوی کی عدت پوری ہوجائے، تب اس کے لیے دوسری شادی کرنا جائز ہوگا۔

لما فی البحر الرائق (۱۰۲/۳): إن من طلق الأربع لا يجوز له أن يتزوج امرأة قبل انقضاء عدتهن فإن انقضت عدة الكل معا جاز له تزوج أربع وإن واحدة فواحدة.

وفی ردالمحتار (۳۸/۳): وأشار إلى أن من طلق الأربع لا يجوز له أن يتزوج امرأة قبل انقضاء عدتهن فإن انقضت عدة الكل معا جاز له تزوج أربع وإن واحدة فواحدة، بحر. (نجم الفتاویٰ: ۱۵۶/۴)

خانیہ کے ایک جزئیہ کی توضیح:

سوال: فتاویٰ قاضی خان، ص: ۱۶۷، باب المحرمات میں مندرجہ ذیل عبارت باعث اشکال ہوئی ہے، جواب باصواب سے نوازیں؛ تاکہ اشکال ختم ہوجائے۔

”والحر إذا تزوج عشر نسوة على التعاقب جاز نكاح التاسعة والعاشرة بأنه لما تزوج الخامسة كان ذلك دليلا على فساد نكاح الأربع قبلها فلما تزوج التاسعة دل على فساد نكاح الأربعة قبلها فيجوز نكاح التاسعة والعاشرة“.

تعاقب کی صورت میں پہلی چار عورتوں کا نکاح درست ہونا چاہیے اور پانچویں کا باطل، جیسا کہ اسی باب میں مذکورہ بالا

---

(۱) ولابأس بأن يتزوج الرجل امرأة يتزوج ابنه ابنتها وأمها، كذا في محيط السرخسي. (الفتاویٰ الهندية، القسم الرابع المحرمات بالجمع: ۲۹٤/۱، ظفير)

(۲) سورة النساء: ۲٤، ظفير

عبارت سے چند سطور قبل مذکور ہے، عام ضابطہ کے مطابق پانچویں کے نکاح کا فساد تو ظاہر ہے، یہ مفسد کیسے ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

عام ضابطہ یہی ہے کہ پانچویں کا نکاح فاسد ہوگا، قاضی خان کا جزئیہ مذکورہ اپر محمول ہے کہ پہلی چار بیویاں اس کے پاس نہ ہوں اور یہ قولا یا عملا ان کے نکاح کی صحت کا اعتراف نہ کرتا ہو، ایسی صورت میں فعل مسلم کو جائز قرار دینے کے لیے اس پر محمول کیا جائے گا کہ پہلی چار عورتوں کا نکاح فاسد تھا، یہ مقصد نکاح نہیں کہ خامسہ سے نکاح کر لینا مفسد ہے، یہ مراد ہوتی تو "کان ذلک دلیلا ،الخ" کی بجائے "فسد نکاح الأربع" کہنا چاہیے تھا۔

حاصل یہ ہے کہ اگر واقعتاً پہلی چار بیویوں کا نکاح فاسد نہیں تھا تو عنداللہ ان کا نکاح صحیح ہے اور پانچویں کا نکاح فاسد ہے؛ مگر قضاءً جب پہلی چار کے نکاح کی صحت کا اعتراف قولا یا فعلا موجود نہ ہو تو فعل مسلم کی تصحیح کے پیش نظر پانچویں کا نکاح صحیح قرار دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸/ربیع الاول ۱۳۹۴ھ (احسن الفتاویٰ: ۸۸/۵)

نفاس اور حیض میں نکاح:

سوال: نفاس کے اندر نکاح جائز ہے، یا ناجائز؟ اور حیض میں نکاح جائز ہے، یا ناجائز؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صورت مسئولہ میں تجدید نکاح حالتِ حیض اور حالتِ نفاس دونوں میں درست ہے ،(۱) اور صورت مسئولہ کے علاوہ میں بھی حیض اور نفاس نکاح سے مانع نہیں۔(۲) بشرطیکہ عورت عدت میں نہ ہو، عدت میں ہونا البتہ مانع نکاح ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم شعبان۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۷/۱۱)

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما إنه طلق امرأته وهی حائض فذکر ذلک عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه للنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال: مره فلیراجعها ثم لیطلقها طاهراً أو حاملاً". (الصحیح لمسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاها وأنه لو خالف وقع الطلاق ویؤمر برجعتها: ۴۷۶/۱، قدیمی، وصحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب إذا طلقت الحائض یعتد بذلک الطلاق: ۷۹۰/۲، قدیمی، ومشکاة المصابیح، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق: ۲۸۳/۲، قدیمی)

(۲) عن المسور بن مخرمة أن سبیعة الأسلمیة نفست بعد وفاة زوجها بلیال، فجاءت النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم فاستاذنته أن تنکاح، فأذن لها فنکحت". (صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن یضعن حملهن﴾: ۸۰۲/۲، قدیمی)

==

حالتِ نفاس میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک عورت جو نفاس کی حالت میں ہے، اُس عورت سے نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ——— وباللّٰہ التوفیق

اگر اس عورت کو وضع حمل سے قبل طلاق دی گئی ہے اور وضع حمل سے اس کی عدت پوری ہوگئی ہے تو اب حالتِ نفاس میں دوسرے شخص کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا درست ہے، اِسی طرح اگر شوہر اَول نے دو سے کم طلاقیں دی ہوں تو اس حالت میں اس کے لیے تجدید نکاح کی بھی اجازت ہے، البتہ حالتِ نفاس میں عورت سے جماع اور ہم بستری جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُن﴾ (الطلاق: ٤)

عن المسور بن مخرمة أن سبيعة الأسلمية نفست بعد وفاة زوجها بليالٍ، فجاء ت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فاستأذنته أن تنكح فأذن لها فنكحت. (صحيح البخاري: ٨٠٢/٢)

ويحرم بالحيض والنفاس الجماع والاستمتاع بما تحت السرة إلى تحت الركبة لقوله تعالىٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ١٤٥)

وفي حق الحامل وضع جميع حملها. (تنوير الأبصار مع الدر: ٥١١/٣، كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۹/۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۳/۸-۱۶۴)

حالتِ حیض میں نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حیض کی حالت میں نکاح کرانا درست ہے یا نہیں؟ حیض کی حالت معلوم ہو، یا نہ ہو، بہر دوصورت جو مسئلہ ہو جواب سے سرفراز فرمائیں۔

(المستفتی: عابد حسین، محلّہ نیو بستی انصار کلاں، قصبہ نرولی، مراد آباد)

== "قوله: نفست "بضم النون وفتحها وكسر الفاء من النفاس بمعنى الولادة، وقال الهروي: إذا حاضت فالفتح لا غيره".

قوله: " بليال "قيل خمس وعشرون ليلة، وقيل أقل من ذلك، ووقع في رواية الزهري: "فلم تلبث أن وضعت". وعند أحمد "لم أمكث إلا شهرين حتى وضعت ".

وفي الرواية الماضية في تفسير الطلاق: فوضعت بعد موته بأربعين ليلة، وعند النسائي، بعشرين ليلة، وعند أبي حاتم: بعشرين أو خمس وعشرين". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب العدة، باب قوله تعالىٰ: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾: ٤٣٤/٢٠، ٤٣٥، دار الكتب بيروت)

(۳) "ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل". (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الثامن في بيان ما يجوز من الأنكحة وما لا يجوز: ٨/٣، قديمي)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———— وبالله التوفيق

حیض کی حالت میں بلا کراہت اور بلا شبہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ حیض صرف مانع جماع ہے، مانع نکاح نہیں ہے۔

﴿فَاعۡتَزِلُوۡا النِّسَآءَ فِیۡ الۡمَحِیۡضِ. (سورة البقرہ:۲۲۲)

عن المسور بن مخرمة أن سبيعة الأسلمية نفست بعد وفاة زوجها بليال، فجاء ت النبى صلى الله عليه وسلم، فاستأذنته أن تنكح، فأذن لها فنكحت. (صحيح البخارى، كتاب الطلاق، باب واولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن، النسخة الهندية:۸۰۲/۲، رقم:۵۱۱۹، ف:۵۳۲۰)(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱/صفر المظفر ۱۴۱۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۰۱۷/۲۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۳/۲/۱۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ:۲۴۰/۱۳) ☆

تین لڑکیوں کی شادیاں تین لڑکوں کے ساتھ:

سوال: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی تھی اور اس سے ایک لڑکا بدر پیدا ہوا، اس کے بعد ہندہ کی وفات ہوگئی، پھر زید کی دوسری شادی سلطانہ سے ہوئی، جو اپنے ساتھ اپنے پہلے شوہر قمر کا ایک لڑکا جعفر کو زید کے یہاں لے کر آئی ہے۔ سلطانہ حیات ہے، سلطانہ کے سگے چچا، یا سگے بڑے باپ کی رضیہ ہے اور رضیہ کی شادی فرقان سے ہوئی تھی، رضیہ کے بطن سے

(۱) موطأ الإمام مالك، رواية أبى مصعب الزهرى، باب المتوفى عنها زوجها وهى حامل، رقم الحديث: ۱۷۰٤، انیس

☆ **حیض کی حالت میں نکاح:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے منع کرنے پر کہ ابھی نکاح کی یہ تاریخ مت رکھئے؛ کیوں کہ اس کو ایم سی ہورہی ہے، اس کی والدہ نے وہی تاریخ رکھ دی اور دوران ایم سی اس کا نکاح پڑھا دیا گیا۔ کیا نکاح ہوگیا، یا نہیں، یا اب کیا کرنا چاہیے؟

(المستفتی: محمد شاہنواز، چندوسی)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———— وبالله التوفيق

اگر ایم سی سے مراد حیض اور ماہواری ہے تو حالت حیض میں عقد نکاح کرنا شرعاً جائز اور درست ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم:۲۸۷/۳، جدید ڈابھیل:۱۱۶/۱۱)

عن المسور بن مخرمة أن سبيعة الأسلمية نفست بعد وفاة زوجها بليال، فجاء ت النبى صلى الله عليه وسلم، فاستأذنته أن تنكح، فأذن لها فنكحت. (صحيح البخارى، كتاب الطلاق، باب وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن، النسخة الهندية:۸۰۲/۲، رقم:۵۱۱۹، ف:۵۳۲۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۸/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۱۸۵/۲۸) (فتاوی قاسمیہ:۲۴۰/۱۳-۲۴۱)

تین لڑکیاں ہیں، جن کا نام نرگس، ریحانہ، نجمہ ہے، ان تینوں لڑکیوں کا نکاح زید، بدر، جعفر سے جائز ہے، یانہیں، جب کہ سلطانہ حیات ہو؟ زید سلطانہ کی موجودگی میں یہ نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید کا لڑکا بدر ہے، جعفر سلطانہ کے بطن سے ہے، زید کی رضیہ چچیری سالی بھی لگتی ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں، عین نوازش ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

رضیہ زوجۂ فرقان کی تین لڑکیاں ہیں: نرگس، ریحانہ، نجمہ۔ان میں سے ایک کی شادی رضیہ کی چچازاد بہن سلطانہ کے شوہر زید سے ہوجائے اور ایک کی شادی زید کے لڑکے بدر سے ہوجائے اور ایک کی شادی زید کی زوجہ سلطانہ کے لڑکے جعفر بن قمر سے ہوجائے تو شرعاً درست ہے، ان میں کوئی حرمت کا شبہ نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱۲/۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۸۸)

زوجۂ ربیب سے نکاح:

سوال(۱) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، جس کے ساتھ ایک لڑکا بھی ہے، زید نے اس لڑکے کا بھی نکاح کردیا، اس کے بعد وہ عورت ولڑکا فوت ہوگیا تو زید سوتیلے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے، یانہیں؟

(۲)　اگر اس لڑکے کی والدہ زندہ زید کے نکاح میں ہو، جب بھی زید اپنے اس سوتیلے لڑکے کی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱)　اگر کوئی اور مانع شرعی موجود نہیں تو کرسکتا ہے، **لقوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾** (۲) سوتیلا بیٹا شرعی بیٹا نہیں کہ اس کی بیوی سے نکاح ناجائز ہو۔

(۲)　اس صورت میں بھی یہ نکاح جمع جائز ہے، اگر اس لڑکے کی والدہ اور اس کی بیوی میں کوئی اور مانعِ نکاح رشتہ داری نہ ہو۔

"**فجاز الجمع بين أمرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها، الخ**". (الدر المختار: ۱/۱۸۸)(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ، ۳/ رجب ۱۳۵۲ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۹۳)

پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنا شرعاً جرم نہیں:

سوال:　ملکی قانون کے اعتبار سے دوسری شادی کے لیے خاوند کو اپنی پہلی بیوی سے بذریعہ یونین کونسل اجازت

(۱،۲)　﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (الآية) (سورة النساء: ۲۴) "أى ما عدا من ذكرن من المحارم، هن لك حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكادمى لاهور)

(۳)　الدر المختار مع رد المحتار، فصل فى المحرمات، كتاب النكاح: ۳/۳۹، سعيد

لینا ضروری ہے اور پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کرنا عائلی قوانین کی رو سے جرم سمجھا جاتا ہے۔ کیا از روئے شرع بھی جرم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

پہلی بیوی کے جملہ حقوق کی رعایت کرتے ہوئے دوسری شادی کرنا خاوند کا انفرادی حق ہے، اس میں پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری نہیں اور نہ کسی یونین کونسل کو اس واسطہ بنانا ضروری ہے، ایسا کرنا قانونی تقاضہ تو ہوسکتا ہے، شریعت اسلامی کا نہیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (الآیة)

قال العلامة طاهر البخاری: رجل له امرأة اَرَادَ یتزوّج امرأة أخریٰ ان خاف أ لایعدل لا یسعه وإن لم یخف جاز. (خلاصة الفتاویٰ: ۲۴۶/۱، کتاب النکاح)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۲۹/۴)

دوطلاق والی عورت سے بعد از عدت دوبارہ نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو دوطلاق دی تھیں، اس عورت کی عدت گزر گئی؛ بلکہ کافی سال گزر چکے ہیں، اب یہ دونوں دوبارہ آپس میں نکاح کرنا چاہتے ہیں، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نکاح نہیں ہوسکتا، عدت کے بعد یہ عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ ازراہِ کرم مسئلہ کا حکم بیان فرمادیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر اس شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں ہی دی ہوں تو عدت گزرنے کے بعد بھی یہ شخص دوبارہ اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے، اس عورت کو حرام کہنا درست نہیں، البتہ اب اس شخص کو صرف ایک طلاق دینے کا حق رہے گا، اگر ایک طلاق نکاح کے بعد دے دی تو یہ عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی۔

لمافی الهندیة (۴۷۲/۱): فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به إذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها وإن کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الأمة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها، کذا فی الهدایة. (نجم الفتاویٰ: ۱۹۶/۴-۱۹۷)

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه أن غیلان بن سلمة الثقفی أسلم وله عشر نسوة فی الجاهلیة فأسلمن معه فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: أمسک أربعاً وفارق سائرهن. رواه أحمد و الترمذی وابن ماجة. (مشکاة: ۲۷۴/۲، باب المحرمات) ومثله فی بدائع الصنائع: ۶۵۲/۲، کتاب النکاح، فصل الجمع فی الوطء.

مقتول کی بیوی سے قاتل کا نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک شخص کو اس لیے قتل کرتا ہے؛ تا کہ اس کی بیوی سے نکاح کرلے، کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا۔　(المستفتی: محمد خورشید گنڈھیری نوشہرہ)

الجواب

قتل بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے؛ لیکن اس سے نکاح کا حرمان نہیں آتا، البتہ میراث کا حرمان آتا ہے۔(۱) اس قسم کا وقوع ہابیل اور قابیل کے متعلق منقول ہے۔(۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۱/۴)

اغواء کنندہ کی پوتی سے، مغویہ کے لڑکے کا نکاح درست ہے:

سوال: ایک مرد، زید کی منکوحہ بیوی کو اغوا کر کے لے آیا اور اپنے پاس دو ماہ تک رکھا، اس سے صحبت بھی کی، جس کا وہ زبانی بھی اقرار کرتا ہے، عورت بھی اقرار کررہی ہے، اب عورت اپنے خاوند کے پاس ہے اور وہاں جا کر لڑکا پیدا ہوا، تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد اب اسی اغواء کنندہ مرد کی پوتی سے مغویہ کے لڑکے کا نکاح ہوا ہے، کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر حرمت کی کوئی اور شرعی وجہ نہ ہو تو محض مذکورہ اغوا کی بنا پر نکاح میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اغواء کنندہ کی پوتی سے مغویہ کے لڑکے کا نکاح درست ہوگیا۔(۳) واللہ سبحانہ اعلم

۱۳۹۶/۱۰/۹ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲۴۷/۲)

غیر ثابت النسب لڑکی سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فاطمہ نامی عورت کا نکاح نہیں ہوا تھا، اس کے ہاں ایک لڑکی کی ولادت ہوئی، بعد میں فاطمہ کا نکاح ہوا، اس سے اور اولاد پیدا ہوئی، جو لڑکی نکاح سے پہلے پیدا ہوئی تھی، اب وہ بالغ ہوچکی ہے، میرا نکاح اس کے ساتھ کرانا چاہتے ہیں، جب کہ وہ غیر ثابت النسب ہے،

---

(۱) وفی الهندية: القاتل بغير حق لا يرث من المقتول شيئا عندنا سواء قتله عمدا أو خطأ. (الفتاویٰ الهندية: ۴۵۴/۲، الباب الخامس فی الموانع)

(۲) قال العلامة عماد الدين ابن كثير: كان لا يولد لآدم مولود الاولد معه جارية فكان يزوج غلام هذا البطن جارية هذا البطن الآخر ويزوج جارية هذا البطن غلام هذا البطن الآخر، حتیٰ ولد له ابنان يقال لهما: هابيل وقابيل وكان قابيل صاحب زرع وكان هابيل صاحب ضرع وكان قابيل اكبرهما... فلما انطلق آدم قربا قربانا، وكان قابيل يفخر عليه، فقال: أنا أحق بها منک هی أختی وأنا أكبر منک وأنا وصی والدی... فاكلت قربان هابيل وتركت قربان قابيل فغضب وقال: لاقتلنک حتی لا تنكح أختی، فقال هابيل: إنما يتقبل الله من المتقين. [رواه ابن جرير] (تفسير ابن كثير: ۵۹/۲، سورة المائدة: ۲۷)

(۳) ويحل لأصول الزانی وفروعه، أصول المزنی بها وفروعها. (ردالمحتار، باب المحرمات: ۳۲/۳)

میں والدین کی بات رد بھی نہیں کرسکتا اور شریعت کو بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ اب آپ حضرات شریعت کے مطابق مسئلہ بتائیں کہ میرا اس لڑکی سے نکاح کرنا صحیح ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں آپ کا نکاح مذکورہ لڑکی سے کرنا از روئے شرع جائز ہے۔

لمافي القرآن الكريم(النساء: ٤): ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

وفي الشامية (٢٩/٣): **البنت من الزنى لا تحرم على عم الزاني وخاله؛ لأنه لم يثبت نسبها من الزاني حتٰى يظهر فيها حكم القرابة وأما التحريم علٰى آباء الزاني وأولاده فلاعتبار الجزئية و لا جزئية بينها وبين العم والخال.**

وفي الفقه الإسلامي (٦٧٤٦/٩): **ولا يشترط في المرأة أن تكون مساوية للرجل أومقاربة له، بل يصح أن تكون أقل منه في أمور الكفاءة؛ لأن الرجل لا يعير بزوجة أدنى حالاً منه.** (نجم الفتاویٰ: ۱۷۶/۴-۱۷۷)

انشورنس کے کاروبار کرنے والے کی لڑکی سے رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک معتبر دیندار آدمی کے سامنے یہ الفاظ کہے کہ مولانا صاحب میں نے ایک سال تک سوچ بچار کے بعد انشورنس کا کاروبار شروع کیا ہے اور میں اسے عبادت سمجھ کر کرتا ہوں، جو شخص اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال سمجھے اور صرف سمجھتا ہی نہیں؛ بلکہ عملاً اس کا کاروبار کرتا ہے، ایسے آدمی کی بیٹی سے رشتہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: بشیر احمد جامعہ شرقیہ سرگودھا، ۱۲/۷/۷۴ء ۱۹)

الجواب ــــــــــــــــــــ

چوں کہ بظاہر بیٹی کا یہ عقیدہ رکھنا معلوم نہیں ہے، لہٰذا اس رشتہ میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ (۱) **وھوالموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۶/۴)

مملوکہ باندی سے جماع کرنا حلال ہے، الگ سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حرمتِ مصاہرت کے اَسباب کے تحت مسئلہ کی وضاحت درکار ہے، ''اپنی مملوکہ باندی سے جماع کے بعد کیا باندی حرمت میں داخل ہو جاتی ہے، گویا اس کے ساتھ رشتہ اِزدواجی حرام ہے'' کیا باندی سے جماع جائز ہے؟ اس رشتہ سے تولید (اولاد) کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا اَولاد جائز ہے اور جائیداد موروثی میں اَولاد کا حق ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالٰى، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اس وقت دنیا میں کہیں بھی مملوکہ باندی کا وجود نہیں ہے؛ اس لیے کہ اَقوامِ متحدہ میں شامل ممالک نے آپس میں

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ما يكون كفرا اتفاقاً يبطل العمل والنكاح. (الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار: ۳۲۸/۳، باب المرتد)

معاہدہ کررکھا ہے کہ کوئی قوم دوسرے کو غلام نہیں بنائے گی؛ لیکن اگر بالفرض آئندہ زمانے میں کہیں باندی کا وجود ہو تو شرعاً باندی سے جسمانی تعلق قائم کرنا حلال ہے، اس سے الگ سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اُس سے پیدا شدہ اولاد کا نسب آقا سے ثابت ہوگا اور وہ منکوحہ آزاد عورت سے پیدا شدہ اَولاد کی طرح ہی وراثت کی حق دار ہوگی، اور یہ باندی اُم الولد کہلائے گی، جو آقا کے انتقال کے بعد فوراً خود بخود آزاد ہو جائے گی۔

إن أكثر أقوام العالم قد أحدثت اليوم معاهدة فيما بينها وقررت أنها لا تسترق أسيرًا من أسارى الحروب، وأكثر البلاد الإسلامية اليوم من شركاء هٰذه المعاهدة، ولا سيما أعضاء الأمم المتحدة" فلا يجوز لمملكة إسلامية اليوم أن تسترق أسيراً ما دامت هٰذه المعاهدة باقية، وأما إحداث مثل هٰذا العهد فلم أر حكمه صريحًا عند المتقدمين، والظاهر أنه يجوز. (تكملة فتح الملهم: ۲۷۲/۱، أشرفية)

وإذا ولد الأمة من سيدها ... بإقراره (إلى قوله) فهى أم ولد ... حكمها ... كالمدبرة إلا ... أنها تعتق بموته من كل ماله ... وإن ولدت بعده ولداً تثبت نسبه بلا دعوىً ... لأن أمومية الولد فرع النسب كما قدمناه. (شامی: ۴۵۲/۵-۴۶۸، زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۴/۳/۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۶/۸-۱۶۷)

کنیز کی تعریف اور اس سے نکاح:

سوال: کنیز اسلام میں جس عورت کو کہتے ہیں، اس سے بلا نکاح کے مباشرت جائز ہے، یا نہیں؟ دلائل فقہیہ سے واضح فرمائیں۔ نیز ''جودھابائی'' جو اکبر کی بیوی تھی، جس سے سلیم پیدا ہوا، ولد الزنا ہے، یا نہیں؟ اس کو دلیل سے واضح فرمائیں۔ جودھابائی غیر مسلم تھی اور آخر تک وہ اپنے دین پر قائم رہی، پھر ایسی صورت میں جب کہ اکبر نے اس سے نکاح نہیں کیا تو اس سے جو بچہ پیدا ہوا، وہ شرعاً ولد الزنا ہوا، یا نہیں؟

الجواب ______________ حامداً ومصلياً

کنیز مملوکہ سے مالک کو بغیر نکاح کے صحبت درست ہے؛ بلکہ وہ خود اس سے نکاح کرنا چاہیے تو نکاح کی اجازت نہیں۔ اگر اپنی مملوکہ نہیں، غیر کی مملوکہ تھی اور اس سے نکاح کرلیا، پھر وہ اس کی ملک میں آگئی تو اس سے نکاح ختم ہوگیا۔

"وحرم نكاح المولى أمته". (الدر المختار)

"قال فى الفتح: لأن النكاح ما شرع إلا مثمرا ثمرات مشتركة فى الملك بين المتناكحين، منهاما تختص هى بملك كالنفقة والسكنى والفسم المنع من العزل إلا بإذن. ومنها مايختص هو بملكه كوجوب التمكين، والقرار فى المنزل والتحصين عن غيره، ومنها ما يكون الملك فبكل منها مشتركا كالاستمتاع مجامعة ومباشرة، والولد فى حق الإضافة، والمملوكيه تنافى المالكية". (ردالمحتار: ۲۸۸/۲)(۱)

اکبر اور جودھابائی کی صحیح قابل وثوق تاریخ موجود نہیں، جو تاریخیں شائع ہے، ان میں رطب ویابس سب کچھ بھرا ہوا

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۴۳/۳-۴۴، سعید

ہے اور تضاد بھی بہت ہے، شرعی مسائل کے لیے شرعی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، شرعی دلائل کے خلاف کسی کا فعل حجت نہیں۔قرآن کریم میں ہے:﴿ولا تنکحوا المشرکات﴾(الآیة)(سورة البقرة: ۲۲۱)

حضرت مجدد صاحبؒ نے دین اکبری پر مستقل رد فرمایا ہے، علاوہ ازیں اب سلیم کے، یا کسی کے بارے میں بحث کرنا امور شرعیہ میں سے نہیں ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۷/۷/۱۳۹۳ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۵۶۷-۵۶۸)

جنیہ سے نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں:

سوال: انسان کا نکاح جنیہ سے درست ہے، یا نہیں؟ امام شافعیؒ کا اس صورت میں کیا مسلک ہے؟

الجواب

انسان کی مناکحت جنات کے ساتھ درست نہیں ہے۔اشباہ میں سراجیہ سے منقول ہے:**لاتجوز المناکحة بین بنی اٰدم ولاجن لإختلاف الجنس.** (۱) اور جواہر الجواہر میں ہے:**الأصح أنه لایصح نکاح آدمی جنیة کعکسه لاختلاف الجنس فکانوا کبقیة الحیوانات.**(شامی)(۲)

اور اس میں ائمہ اربعہ [امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ] میں سے کسی کا اختلاف نقل نہیں کیا؟ صرف حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اس کا جواز درمختار میں نقل کیا ہے۔(۳)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۷/۱۵۱-۱۵۲)

جس کی بیوی جنیہ ہو، اس سے صحبت جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ہندہ پر ایک جنیہ آتی ہے اور شوہر ہندہ سے محبت کمال رکھتی ہے، کیا ایسی حالت میں جب کہ ہندہ پر جنیہ موجود ہو اور شوہر ہندہ، ہندہ سے صحبت کرے تو یہ صحبت جنیہ کے ساتھ زنا ہوگا، یا نہیں؟ اور اگر شوہر ہندہ بحالت مذکورہ جنیہ سے نکاح کرے تو نکاح ہو جاوے گا، یا نہ؟

الجواب

حالت مذکورہ میں شوہر ہندہ، ہندہ سے صحبت کر سکتا ہے اور یہ صحبت جنیہ کے ساتھ زنا نہ ہوگا اور نکاح انسان کا جنیہ کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۷/۱۵۲)

(۱،۲) ردالمحتار، کتاب النکاح:۲/۳۵۶-۳۵۷،ظفیر

(۳) فخرج الذکر والخنثی المشکل ... والجنیة والإنسان الماء لإختلاف الجنس وأجاز الحسن نکاح الجنیة بشهود.(الدر المختار)لإختلاف الجنس لأن قوله تعالیٰ:﴿والله جعل لکم من أنفسکم أزواجاً﴾بین المراد من قوله تعالیٰ:﴿فانکحوا ماطاب لکم من النساء﴾وهو الأنثیٰ من بنات آدم فلا یثبت حل غیرها بلا دلیل ولأن الجن یتشکلون بصور شتی فقد یکون ذکرا تشکل بشکل انثیٰ قوله أجار الحسن أی البصری رضی الله عنه،کما فی البحر.(رد المختار،کتاب النکاح:۲/۳۵۶،ظفیر مفتاحی)

(۴) الأصح أنه لایصح نکاح آدمی جنیة کعکسه لاختلاف الجنس کبقیة الحیوانات.(ردالمحتار:۲/۳۵۷،ظفیر)

حاملہ اور زانیہ سے نکاح کا بیان

حاملہ عورت سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر کوئی عورت نکاح سے حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس سے نکاح کرنا جائز نہیں اور اگر زنا سے حاملہ ہو تو اگرچہ نکاح کرنا جائز ہے؛ لیکن اگر اسی زانی سے نکاح ہو گیا ہو تو اس کے لیے جماع بھی جائز ہے اور اگر کسی اور سے نکاح ہو گیا ہو تو اس شخص کے لیے وضع حمل تک جماع ممنوع ہے۔

قال العلامة الكاساني: ومنها أن لايكون بها حمل ثابت النسب فان كان لايجوز نكاحها... وعلٰى هٰذا يخرج ما إذا تزوج امرأة حاملاً من الزنا أنهٗ يجوز في قول أبي حنيفة ومحمد ولكن لايطؤها. (بدائع الصنائع: ۲/۲۶۹، كتاب النكاح، فصل ومنها أن لايكون بها حمل) (۱) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۳۰)

حاملہ مزنیہ کا نکاح:

سوال: ایک کنواری لڑکی نے زنا کرایا اور اس کو زنا کرانے سے حمل رہ گیا اور یہ بات مشہور ہو گئی، پھر اس لڑکی کا نکاح اس حمل ہی کے زمانہ میں ہو گیا اور جس کے ساتھ نکاح کیا گیا، اس کو بھی اس کا علم ہے اور اس نے اس کے ساتھ وطی بھی کی ہے تو آیا یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ اب اس کے بچہ پیدا ہو چکا ہے، اس کا پہلا نکاح ہی کافی ہے، یا دوبارہ نکاح کرایا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلياً

جو عورت زنا سے حمل ہو، اس سے نکاح مفتی بہ قول پر درست ہے اور جس سے وہ حمل ہے، اگر اس سے نکاح ہو تو وطی بھی درست ہے اور اگر کسی دوسرے سے نکاح ہو تو وضع حمل سے پہلے وطی درست نہیں؛ تاہم اگر وطی کر لی ہے، تب بھی دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، نکاح کافی ہے۔

---

(۱) وقال ابن نجيم: أي وحل تزوج الحبلٰى من الزنا ولايجوز تزوج الحبلٰى من غير الزنا ... أما تزوج الزاني فجائز اتفاقاً وتستحق النفقة عندالكل ويحل وطؤها عندالكل كما في النهاية. (البحرالرائق: ۳/۱۰۶، كتاب النكاح. فصل في المحرمات) ومثله في ردّالمحتار: ۳/۴۸، كتاب النكاح. فصل في المحرمات)

''صح نكاح حبلى من زنا عند الطرفين، وعليه الفتوىٰ لدخولها النص، وفيه إشعار بأنه لو نكح الزاني، فالوطء جائز بالإجماع خلافاً لأبي يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ قياساً على الحبلى من غيره، ولا توطء الحبلى من الزنا: أي يحرم الوطؤ وكذا دواعيه ولا تجب النفقة إلى أن تضع الحمل اتفاقاً، لقوله عليه الصلاة والسلام:''من كان يؤمن باللّٰه واليوم الآخر، فلا يسقين ماءه زرع غيره''؛ يعني إتيان الحبالى، خلافاً للشافعي رحمه اللّٰه تعالىٰ وفي الفوائد عن النوازل:أنه يحل الوطء عند الكل وتستحق النفقة،كذا في النهاية،آه''.(مجمع الأنهر: ۳۲۹/۱)(۱)

اگر اس نکاح کی تجدید کرلی جائے تو بھی ناجائز نہیں؛ بلکہ اس صورت میں سب [ائمہ] کے نزدیک نکاح درست ہوگا۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح:سعید احمد غفرلہ،صحیح:عبد اللطیف، یکم شعبان۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱۶/۱۱)

حاملہ عورت سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاملہ عورت سے نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اگر کسی نے حاملہ کے ساتھ نکاح پڑھالیا تو اس کا یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ اور وہ کسی دوسرے کا حمل ہو، اس حالت میں اس کو بعد وضع حمل اس سے دوبارہ نکاح پڑھانا چاہیے، یا نہیں؟ مفصل جواب بحوالہ کتاب اللہ وحدیث عنایت فرمائیں۔

الجواب

اگر وہ حاملہ عورت کسی کی منکوحہ نہیں؛ بلکہ زنا سے حاملہ ہو تو نکاح بحالت حمل جائز ہے، بعد وضع حمل تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اگر زانی سے نکاح ہو، جس کا حمل ہے تو اس کا بحالت حمل وطی کرنا جائز ہے اور اگر غیر زانی سے نکاح ہو کہ جس کا حمل نہیں ہے تو اس کو تا وضع حمل وطی کرنا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے:

(وَ صَحَّ نِكَاحُ (حُبْلَى مِنْ زِنًى لَا) حُبْلَى (مِنْ غَيْرِهِ)... (وَإِنْ حَرُمَ وَطْؤُهَا) وَدَوَاعِيهِ (حَتَّى تَضَعَ) مُتَّصِلٌ بِالْمَسْأَلَةِ الْأُولَى لِئَلَّا يَسْقِيَ مَائَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ إِذْ الشَّعْرُ يَنْبُتُ مِنْه (فُرُوعٌ)لَوْ نَكَحَهَا الزَّانِي حَلَّ لَهُ وَطْؤُهَا اتِّفَاقًا وَالْوَلَدُ لَهُ وَلَزِمَهُ النَّفَقَةُ،إلخ.(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ مسعود احمد عفا اللہ عنہ

جواب صحیح: اگر حاملہ کسی شخص کی منکوحہ (بیوہ، یا مطلقہ) ہے تو اس سے نکاح قبل وضع حمل جائز نہیں؛ کیوں کہ وضع سے پہلے عدت نہیں گزری۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین:۴۳۸/۲)

(۱) مجمع الأنهر،كتاب النكاح ط، باب المحرمات: ۳۲۹/۱،دار إحياء التراث العربي بيروت

(۲) الدرالمختار،فصل في المحرمات:۴۸/۳۔۴۹،دارالفكربيروت،انيس

حاملہ من الزنا کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک عورت کافرہ کا خاوند عرصہ دو سال کا ہوا، وفات پاچکا تھا، اس عورت کو زنا کا حمل عرصہ چار ماہ کا ہوا ہے، اب وہ عورت مسلمان ہوگئی ہے، ایک مسلمان مرد سے اس عورت کا نکاح ایک امام صاحب نے بحوالہ کتاب بہشتی زیور (ص:۴۔۵) کے مطابق کردیا۔ اب وہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

حاملہ من الزنا کا نکاح بحالت حمل جائز ہے اور جس کا حمل ہے، اگر نکاح اسی سے ہوا ہے تو اس کو وضع حمل سے پہلے وطی کرنا بھی جائز ہے، البتہ اگر غیر زانی سے نکاح ہوا ہے تو مرد کو تا وضع حمل وطی کرنا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے:

(وَ) صَحَّ نِكَاحُ (حُبْلَى مِنْ زِنًى لَا) حُبْلَى (مِنْ غَيْرِهِ) أَيْ الزِّنَى لِثُبُوتِ نَسَبِهِ وَلَوْ مِنْ حَرْبِيٍّ أَوْ سَيِّدِهَا الْمُقِرِّ بِهِ (وَإِنْ حَرُمَ وَطْؤُهَا) وَدَوَاعِيهِ (حَتَّى تَضَعَ) مُتَّصِلٌ بِالْمَسْأَلَةِ الْأُولَى لِئَلَّا يَسْقِيَ مَائَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ إِذْ الشَّعْرُ يَنْبُتُ مِنْهُ. (فُرُوعٌ) لَوْ نَكَحَهَا الزَّانِي حَلَّ لَهُ وَطْؤُهَا اتِّفَاقًا وَالْوَلَدُ لَهُ وَلَزِمَهُ النَّفَقَةُ، وَلَوْ زَوَّجَ أَمَتَهُ أَوْ أُمَّ وَلَدِهِ الْحَامِلَ بَعْدَ عِلْمِهِ قَبْلَ إِقْرَارِهِ بِهِ جَازَ وَكَانَ نَفْيًا دَلَالَةً نَهْرٌ عَنْ التَّوْشِيحِ. (۱) (واللہ اعلم) (امداد المفتین:۲/۴۳۷)

زانیہ حاملہ کا نکاح:

سوال: زید نے ہندہ سے ۷/ ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ کو نکاح کیا اور ۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۵۰ھ کو ہندہ کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا، اس کے بعد اہل محلّہ میں ہل چل مچی کہ اس قدر جلدی لڑکا پیدا ہوا تو زید نے اہل محلّہ کے چار آدمیوں کے سامنے اقرار کیا کہ ہندہ سے میرا ناجائز تعلق پہلے سے تھا اور جن لوگوں نے زید کا نکاح ہندہ سے پڑھوادیا، وہ جانتے تھے کہ ہندہ ناجائز نطفہ سے حاملہ ہے، باوجود جاننے کے حالت حمل میں نکاح پڑھادیا، ایسی حالت میں یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

حاملہ من الزنا کا نکاح بحالت حمل جائز ہے اور جس شخص کا حمل ہے، اگر اس شخص سے نکاح ہو تو اس کو بحالت حمل وطی کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ اس صورت میں ہوا، پس اس صورت میں نکاح زید کا ہندہ سے صحیح ہوگیا تھا اور جن لوگوں نے باوجود علم حمل زنا کے کرایا ان پر کچھ گناہ نہیں ہے، انہوں نے ایک جائز کام کرایا۔ درمختار میں ہے:

(وَ) صَحَّ نِكَاحُ (حُبْلَى مِنْ زِنًى لَا) حُبْلَى (مِنْ غَيْرِهِ)، إلخ. (۲) (امداد المفتین:۲/۴۳۷۔۴۳۸)

زمانہ حمل میں بعد عدت نکاح ہوا، وہ درست ہے:

سوال: ہندہ نے ایام عدت گزرنے کے قبل زید سے نکاح کرلیا، دو ماہ بعد اس کو معلوم ہوا کہ نکاح درست نہیں

(۱،۲) الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳/ ۴۸۔۴۹، دار الفکر بیروت، انیس

ہوا تو مکرر نکاح اس نے زید سے کرلیا؛ مگر دوسرے نکاح کے وقت وہ زید سے حاملہ ہوچکی تھی، دوسرا نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور اب ہندہ کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

دوسرا نکاح جو بعد عدت ہوا صحیح ہوگیا اور حمل چوں کہ زید کا ہے؛ اس لیے زید کو اس حالت حمل میں وطی بھی درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۲/۷)

حاملہ بالزنا سے نکاح جائز ہے:

سوال (۱) حاملہ من الزنا سے نکاح جائز ہے، یا نہ؟ اور جائز میں کوئی قید تو نہیں اور صحبت کرنے میں کچھ حرج تو نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟

(۲) ایک شخص کا تعلق ایک عورت سے عرصہ چار سال سے تھا، اب اس عورت نے اسی مرد سے نکاح کرلیا، جائز ہے، یا نہ؟

(الف) اور لڑکا جو پیدا ہوا، وہ حلال ہے، یا حرام؟

(ب) نکاح سنت ہے، یا فرض؟ طریقہ نکاح کی قبولیت کا کیا ہے؟

(ج) اگر قاضی نکاح نے خطبۂ نکاح نہ پڑھا تو نکاح ہوا، یا نہ؟

(د) خطبۂ نکاح سنت ہے، یا فرض؟

(ہ) اپنی زوجہ حاملہ سے وطی کب تک جائز ہے؟

(و) بعد ولادت کے کب وطی کرے؟

(ز) مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے طلاق دی، طلاق ہوئی، یا نہ؟

(۳) مرد نے کہا زوجہ سے کہ ’’اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو اپنی ماں بہن سے کروں‘‘، اس کہنے سے عورت باہر ہوگئی، یا نہ؟

(۴) کتے نے مٹی کے برتن چاٹ لیا تو وہ دھونے سے پاک ہوسکتا ہے، یا نہ؟

(۵) اور تانبے کا برتن بھی پاک ہوسکتا ہے، یا نہ؟

(۶) کسی ماہ میں نکاح کرنے کی ممانعت ہے، یا نہ؟

---

(۱) وصح نکاح حبلٰی من زنا ... لونکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً و الولد له ولزمه النفقة.(الدرالمختار)
(قوله:والولد له) أی إن جاء ت بعد النکاح به لستة أشهر ... فلولأقل من ستة أشهرمن وقت النکاح لایثبت النسب إلا أن یقول هٰذا الولد منی ولایقول من الزنا،خانیة.(ردالمحتار،فصل فی المحرمات: ۴۰۱/۲،ظفیر)

(۷) جس کپڑے میں مورت ہو، اس پر نماز درست ہے، یا نہ؟

(۸) چچی بیوہ سے نکاح جائز ہے، یا نہ؟

(۹) بھانجی سے نکاح جائز ہے، یا نہ؟

(۱۰) ممانی بیوہ سے نکاح جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

(الف) حاملہ عن الزنا کا نکاح جائز ہے، صحبت حرام ہے تو وضع حمل اگر ناکح غیر زانی ہو، ورنہ صحبت بھی درست ہے، اگر زانی ہی سے نکاح ہوا، جس کا حمل ہے۔ حدیث میں ممانعت آئی ہے کہ حاملہ غیر سے وطی نہ کرو، اگر کسی کی معتدہ، یا منکوحہ نہ تھی تو نکاح صحیح ہے، اگر لڑکا نکاح کرنے کے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا تو شوہر کا ہے، ولد الحرام نہیں ہے۔(۱) اول ولی، یا وکیل عورت کا ایجاب کرے، پھر شوہر یہ کہے کہ میں نے قبول کیا۔

(ب) سنت ہے۔(۲)

(ج) درست ہوگیا۔(۳)

(د) سنت ہے۔(۴)

(ہ) اخیر تک جائز ہے۔

(و) بعد ختم ہونے نفاس۔

(ز) طلاق ہوگئی۔

(۳) نکاح سے باہر نہیں ہوئی۔

(۴) ہوسکتا ہے۔

(۵) تانبے کا برتن دھونے سے پاک ہوجائے گا۔

(۶) کسی میں نہیں۔

---

(۱) وصح نکاح حبلیٰ من زنا لاحبلیٰ من غیره وإن حرم وطؤها ودواعیه (إلیٰ قوله) لونکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً والولد له. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب المحرمات: ۴۰۱/۲، ظفیر)

(۲) ویکون سنة مؤکدة فی الأصح فیأثم بترکه، الخ. (الدرالمختار، کتاب النکاح: ۳۵۹/۲، ظفیر)

(۳) ویندب إعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی مسجد یوم الجمعة. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۵۹/۲، ظفیر)

(۴) ویندب إعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی مسجدیوم الجمعة. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب النکاح: ۳۵۹/۲، ظفیر)

(۷) اگر بڑی مورت ہو، مکروہ ہے اور اگر خورد وغیرہ ممتاز ہو تو درست ہے۔

(۸) جائز ہے۔(۱)

(۹) ناجائز ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۹۷-۲۹۹)☆

زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح صحیح ہے:

سوال: ایک شخص نے کسی عورت اجنبیہ غیر منکوحہ معتدہ سے زنا کیا اور اس زنا سے وہ عورت حمل بردار ہوئی۔ زانی اقرار کرتا ہے کہ میرے زنا سے ہے اور مزنیہ بھی اقرار کرتی ہے کہ اسی کا ہے اور کسی سے نہیں، لہٰذا ان دونوں کا نکاح کر دیا گیا۔ یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۶۵۳: محمد اسحٰق (برما) ۲۴/رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۳/اکتوبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

غالباً سوال کا منشا یہ ہے کہ زانی اور مزنیہ کا نکاح وضع حمل سے پہلے حالت حمل میں کر دیا گیا تو یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ جب کہ عورت غیر منکوحہ غیر معتدہ تھی تو اس کا نکاح حاملہ من الزنا ہونے کی صورت میں جائز ہے، خواہ زانی سے ہو، یا غیر زانی سے، زانی سے نکاح ہو جائے تو وطی بھی جائز ہے اور غیر زانی سے ہو تو وضع حمل تک وطی ناجائز ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۵/۲۸۰)

---

(۱) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤، ظفير)

(۲) وحرم على المتزوج ذكراً أو أنثى نكاح أصله وفروعه علا أو نزل وبنت أخيه و أخته و بنتها، إلخ. (رد المحتار، باب المحرمات: ١٠٠/٤-١٠١، ظفير)

☆ **حاملہ عورت سے نکاح کا حکم:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر کوئی عورت نکاح سے حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس سے نکاح کرنا جائز نہیں اور اگر زنا سے حاملہ ہو تو اگرچہ نکاح کرنا جائز ہے؛ لیکن اگر اسی زانی سے نکاح ہو گیا ہو تو اس کے لیے جماع بھی جائز ہے اور اگر کسی اور سے نکاح ہو گیا ہو تو اس شخص کے لیے وضع حمل تک جماع ممنوع ہے۔

قال العلامة الكاساني: ومنها أن لايكون بها حمل ثابت النسب فان كان لايجوز نكاحها... وعلى هٰذا يخرج ما إذا تزوج امرأة حاملاً من الزنا أنهٔ يجوز فى قول أبى حنيفة ومحمد ولكن لايطؤها. (بدائع الصنائع: ٢٦٩/٢، كتاب النكاح، فصل ومنها أن لايكون بها حمل) (وقال ابن نجيم: أى وحل تزوج الحبلٰى من الزنا ولايجوز تزوج الحبلٰى من غير الزنا ... أما تزوج الزانى فجائز اتفاقاً وتستحق النفقة عندالكل ويحل وطؤها عند الكل كما فى النهاية. (البحر الرائق: ١٠٦/٣، كتاب النكاح. فصل فى المحرمات) ومثله فى ردّالمحتار: ٤٨/٣، كتاب النكاح. فصل فى المحرمات) (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۳۳۰)

(۳) وصح نكاح حبلٰى من زنا لاحبلٰى من غيره وإن حرم وطئها ودواعيه حتٰى تضع ... لو نكحها الزانى حل له وطئها اتفاقاً. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ٤٩/٣، سعيد)

حاملہ من الزنا کا نکاح:

سوال: مسماۃ سارا کا زید سے ناجائز تعلق اور زید کے نطفے سے حمل بھی قرار دیا؛ لیکن سارا نے زید کو چھوڑ کر عمرو سے نکاح کرلیا، یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ دوسرے مسماۃ سارا ابھی تک حاملہ ہے اور اب وہ عمرو کو چھوڑ کر زید سے نکاح کرنا چاہتی ہے، اس کی کیا صورت ہوگی؟ (المستفتی: چھجو خاں، دہلی)

الجواب

حمل جب زنا سے ہو تو حاملہ کا نکاح زانی اور غیر زانی دونوں سے صحیح ہو جاتا ہے؛ یعنی خواہ زانی سے نکاح کرے، یا غیر زانی سے، اگر زانی سے ہو تو وہ دوران حمل میں وطی بھی کرسکتا ہے اور غیر زانی سے نکاح ہو تو وہ وضع حمل سے پہلے وطی نہیں کرسکتا۔ الغرض صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا۔(۱) اب اگر یہ شخص اس کو طلاق دے کر علاحدہ کردے تو سارا بعد وضع حمل زید سے (یعنی وہ زانی جس سے حمل تھا) نکاح کرسکے گی۔(۲) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۰/۵)

حاملہ من الزنا سے نکاح:

سوال (۱) ایک عورت کو زنا سے حمل ہے اور یہ معلوم نہیں کہ کس کا حمل ہے؛ مگر اس عورت کا یہ کہنا ہے کہ بکر کا حمل ہے؛ مگر اس کے مکان پر دس بارہ مرد جایا کرتے تھے، آیا بکر اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے اور اگر اس نے نکاح کیا تو کیا اس کا نکاح صحیح ہے، یا باطل ہے؟

(۲) اگر وہ عورت جس کو زنا سے حمل ہے، وہ اقرار نہ کرے کہ اس کا حمل ہے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کس کا حمل ہے تو بھی نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۶۸۷، قاضی بدروعیاں محمود میاں، ۱۵/ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۳/ اگست ۱۹۳۷ء)

الجواب

جس عورت کو زنا کا حمل ہو اور وہ کسی کی منکوحہ، یا معتدہ نہ ہو تو اس کا نکاح حمل کی حالت میں جائز ہے، خواہ اس شخص سے جس کا حمل ہے، خواہ کسی دوسرے سے؛ مگر جس کا حمل ہے، اس کے ساتھ نکاح ہو تو وہ وطی بھی کرسکتا ہے اور دوسرے شخص سے ہو تو بچہ پیدا ہونے سے قبل وہ وطی نہیں کرسکتا۔(۳) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۲/۵)

(۱،۳) وصح نكاح حبلى من زنا لاحبلٰى من غيره ... وإن حرم وطئها ودواعيه حتٰى تضع ... فرع: لو نكحها الزانی حل له وطؤها اتفاقًا.(الدرالمختار، كتاب النكاح،فصل فی المحرمات: ۴۸/۳-۴۹،سعيد)

(۲) ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾(الطلاق: ۴) (قوله:لاحبلٰى من غيره) شمل الحبلى من نكاح صحيح أو فاسد ... لثبوت نسبه فهی فی العدة ونكاح المعتدة لايصح.(ردالمحتار، كتاب النكاح،فصل فی المحرمات: ۴۸/۳،سعيد)

حبلیٰ من الزنا سے متعلق ایک عبارت کا ترجمہ:

سوال: درمختار کی اس عبارت کا ترجمہ لفظ بہ لفظ تحریر فرمائیں؟

”وصح نكاح حبلىٰ من الزنا لا حبلى من غيره أى الزنا لثبوت نسبه ولومن حربى أومن سيدها المقر به وإن حرم وطؤها ودواعيه حتىٰ تضع.(۱)

(المستفتی:۲۶۳۳، مولوی عبدالحق امام مسجد دوحد ضلع پنچ محل، ۱۳/ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ، مطابق ۲۰/ جولائی ۱۹۴۰ء

الجواب ــــــــــــــــ

جو عورت زنا سے حاملہ ہو، اس کا نکاح جائز ہے اور حاملہ زنا سے حاملہ نہ ہو، اس کا حالت حمل میں نکاح جائز نہیں؛ کیوں کہ اس عورت کے بچے کا نسب کسی سے ثابت ہوگا اور ثابت النسب بچے کے پیدا ہونے سے پہلے حاملہ کا نکاح درست نہیں ہوتا، خواہ یہ ثابت النسب بچہ حربی کا ہو، یا عورت کے مولیٰ کا ہو، جو اس نسب کا اقرار کرتا ہو، البتہ حاملہ من الزنا سے ناکح کو (جب کہ وہ غیر زانی ہو) وضع حمل سے پہلے وطی کرنا اور دواعی وطی عمل میں لانا حرام ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۲۸۳/۵)

حاملہ مزنیہ سے نکاح:

سوال (۱) زید کا ایک عورت سے نائز تعلق ہو گیا اور عورت زید کے نطفہ سے حامل ہوگئی اور اس سے بچہ پیدا نہیں ہوا، ایسی صورت میں زید کا نکاح اس عورت سے جائز ہے، یا نہیں؟ عورت کہتی ہے کہ میرے پیٹ میں زید کا نطفہ ہے۔

(۲) جائز ہے تو کس حدیث کی رو سے؟ مع آیات قرانی مفصل ہونا چاہیے۔

(۳) اگر نا جائز ہے تو کس حدیث کی رو سے؟ مع آیات قرآنی۔

(۴) عورت تعلق نا جائز ہونے سے پیشتر غیر شادی شدہ؛ یعنی کنواری تھی، عورت اور مرد ایک مکان میں رہتے ہیں اور عورت پردہ نشیں نہیں ہے۔ عام طور سے باہر نکلتی ہے، عورت مرد کا تعلق نا جائز ہو جاتا ہے اور عورت بیان کرتی ہے کہ نطفہ اسی مرد کا ہے اور ابھی بچہ بھی پیدا نہیں ہوا۔ ایسی صورت میں نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱، تا ۴) جائز ہے۔

”رجل تزوج حاملاً من زنا منه، فالنكاح صحيح عند الكل ويحل وطؤها عند الكل وإذا جاز فى الخلافية عندهما، آه“. (شلبی:۲/ ۱۱۳)(۲)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات:۳/ ۴۸-۴۹، انیس

(۲) حاشية الشلبى، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/ ۳۲۹، دار إحياء التراث العربى بيروت

ناجائز تعلق مطلقاً حرام ہے، اس سے ہمیشہ کے لیے توبہ لازم ہے، لقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (۱) اور چہرہ کھول کر بے پردہ باہر نکلنا بھی ناجائز ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولی/ ۱۳۶۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۲۰)

مزنیہ حاملہ کا نکاح:

سوال: اگر مطلقہ عورت کو ایام عدت میں حمل من الزنا ہو جائے تو اس کی عدت کیا ہوگی؟ نیز زانی سے زمانہ عدت میں نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور اس سے دنیاوی معاملہ کرنا کیسا ہے؟ مثلاً: سلام وکلام، کھانا، پینا، وغیرہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

"إذا حبلت المعتدة وولدت تنقضی به العدة سواء كان من المطلق أو من زنا". (شامی: ۶۰۴/۲) (۳)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کی عدت وضع حمل ہوگی، عدت میں نکاح کرنے کی زانی کو اجازت نہیں، زنا بھی حرام ہے اور حالتِ عدت میں مزنیہ سے نکاح بھی حرام ہے۔ ایسے نکاح کی وجہ سے معاملات (سلام، کلام، کھانا، پینا وغیرہ) تو سائل کے نزدیک تحقیق طلب ہے، مگر نفسِ زنا کا حکم کیا کچھ ہلکا ہے کہ اس کے متعلق دریافت نہیں کیا۔ اگر ترکِ تعلق اصلاح کے لیے مفید تو ترکِ تعلق کر دیا جائے۔

" لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا فی السراج الوهاج، سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة". (فتاویٰ عالمگیری، جلد: ۲) (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۲۱)

---

(۱) سورة بنی إسرائيل: ۳۲

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذلک أدنى أن يعرفن فلا يؤذين وكان الله غفوراً رحيماً﴾ (سورة النور: ۵۹)

وقال الله تعالىٰ: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ○ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (سورة النور: ۳۰-۳۱)

(۳) رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی عدة الموت: ۵۱۱/۳، سعيد

(۴) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، القسم الثانی: المحرمات التی يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه

حاملہ من الزنا سے نکاح:

سوال(۱) زید عمرو کے گھر دو تین سال سے رہتا ہے، عمرو کی ایک لڑکی ہندہ ہے، اس سے زید کی شادی طے پائی تھی؛ لیکن ابھی ہندہ کا نکاح نہیں ہوا تھا، صرف ہندہ اور زید کے والدین نے بات چیت مکمل کر رکھی تھی، اس کی معلومات ہندہ اور زید دونوں کو تھی، چناں چہ دونوں زید و ہندہ ایک ہی گھر میں (عمرو کے یہاں) رہتے تھے، جب کہ زید کا عمرو چچا لگتا ہے، اس کی وجہ سے زید عمرو کے یہاں رہتا تھا، اسی اثنا میں زید نے ہندہ سے جماع کر لیا اور اس کے نتیجہ میں حمل قرار پا گیا تو اس صورت میں زید کا ہندہ سے نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟

(۲) نکاح کے بعد زید ہندہ سے پھر دوبارہ جماع کر سکتا ہے، یا نہیں؟

(۳) اس کے حمل کا کیا حکم ہے، کیا حرامی کہلائے گا؟

(۴) زید اور ہندہ کے لیے شرعاً کیا حکم نافذ ہوگا؟ جواب سے آگاہ کریں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) زید کا اسی حالت میں ہندہ سے نکاح کر دیا جائے۔(۱)

(۲) کر سکتا ہے۔(۲)

(۳) اس کے دریافت کرنے کا ابھی وقت نہیں، جب بچہ پیداہ جائے، اس وقت یہ لکھ کر دریافت کریں کہ نکاح سے اتنے روز بعد بچہ پیدا ہوا ہے۔

(۴) اگر ثبوت شرعی ہو جائے تو احکام بہت سخت ہیں؛ مگر ان کے شرائط یہاں موجود نہیں؛ اس لیے توبہ واستغفار پر کفایت کی جائے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۳۵۹/۸/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: ہندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۲/۱۱)

مزنیہ حاملہ سے نکاح اور وطی:

سوال: ایک شخص نے کسی اجنبیہ سے زنا کیا، اسے حمل رہ گیا، ان دونوں کا یہ فعل اس شہر، یا گاؤں میں مشہور ہوگیا؛

---

(۱) "وصح نكاح حبلى من زنا ... وإن حرم وطؤها اتفاقاً والولد له". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۴۸/۳-۴۹، سعيد)

(۲) قال الحافظ ابن الهمام: "رجل تزوج حاملاً من زنا منه، فالنكاح صحيح عند الكل، ويحل وطؤها عند الكل". (فتح القدير، كتاب النكاح فصل في بيان المحرمات: ۲۴۱/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) "اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة". (روح المعاني: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

مگر لوگوں نے جب زانیہ سے دریافت کیا کہ تیرے ساتھ یہ شخص زنا کرتا ہے تو زانیہ عورت نے بالکل صاف انکار کر دیا؛ بلکہ ایک غیر شخص کی طرف اس قول کو منسوب کیا۔اب نکاح کے متعلق فکر ہوتو لوگوں نے اس ہی غیر شخص سے اس کا نکاح حمل ہونے کی حالت میں پڑھوادیا،اول شخص جو کہ زانی تھا،اس کو کچھ سزا وغیرہ نہیں دی گئی،ثانی شخص یعنی جس نے اس زانیہ سے نکاح کیا ہے،اسی حالت میں وطی کرنا کیسا ہوگا؟ عندالشرع کس سزا کا مستوجب ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

وہ غیر شخص بھی زنا کا اقرار کرتا ہے، یا نہیں؟ اگر اقرار کرتا ہے تو اس سے نکاح جائز ہے اور وطی بھی جائز ہے،اگر انکار کرتا ہے تو نکاح جائز ہے؛ مگر وطی وضع حمل سے پہلے جائز نہیں۔(کذا فی الفتاویٰ الهندية: ۲۸۸/۲، کتاب النکاح)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۸/۳/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم، ۲ربیع الآخر ۱۳۵۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۶/۱۱)

حاملہ من الزنا سے نکاح کیوں کر درست ہے، جب کہ قرآن میں ہے:﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾:

سوال: ایک کنواری لڑکی عمر ۱۸ر سال کو حمل حرام [یعنی: زنا سے] ہوگیا،اس کا نکاح کرنا ہے۔حمل اس وقت تقریباً چار پانچ ماہ کا ہے۔کیا اس کا نکاح اسی شخص [زانی] سے ہوسکتا ہے،جس کا حمل ہے؟ نکاح کے بعد مباشرت جائز ہے، یا نہیں؟ اور کسی غیر آدمی [غیر زانی] سے کیا جاوے تو مباشرت جائز ہے، یا نہیں؟ سنا گیا ہے کہ امام محمد بن عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی اپنی کتاب جامع البیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہر دو مذکورہ بالا صورتوں میں نکاح تو جائز ہے؛ مگر مباشرت ناجائز ہے۔کیا یہ درست ہے؟ براہ کرم جواب دیتے وقت قرآن پاک کی آیت (سورہ طلاق پارہ نمبر ۲۹)﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (۲) کا بھی خیال رکھئے گا۔قرآن پاک کی ایک واضح آیت کو چھوڑ کر ہم حدیثوں کی جانب کیوں رجوع کریں؟

(المستفتی: حافظ ظفر حسن،کلکٹر ریلوے، وزیر آباد گوجرانوالہ، ۱۶را کتوبر ۱۹۱۱ء)

---

(۱) وقال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ:يجوز أن يتزوج امرأة حاملاً من الزنا ولا يطأها حتى تضع وقال أبو يوسف:لايصح والفتوى على قولهما ... وفي مجموع النوازل:إذا تزوج امرأة قد زنى هو بها وظهر بها حبل، فالنكاح جائز عند الكل وله أن يطأها،إلخ.(الفتاوىٰ الهندية،كتاب النكاح، القسم السادس:المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱،رشيديه)

(۲) سورة الطلاق: ٤

الجواب

جوعورت کہ زنا سے حاملہ ہوجائے،اس کا نکاح حالت حمل میں خودزانی اور غیر زانی دونوں میں سے کسی شخص کے ساتھ درست ہے۔اگرخودزانی سے نکاح ہو،جس سے حمل ہےتو اسے حالت حمل میں وطی کرنا بھی درست ہےاوراگرکسی دوسرے شخص سے نکاح ہوا تو اسے وضع حمل سے پہلے وطی کرنا درست نہیں ہے۔(۱) زنا سے حاملہ عورت کا نکاح حالت حمل میں اس لیے درست ہے کہ شریعت مقدسہ میں زنا کی کوئی عدت قرار نہیں دی گئی۔(۲) پس زنا سے حاملہ عورت گویا عدت میں نہیں ہے؛اس لیے نکاح درست ہے۔آیت مطہرہ ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ﴾ (الآیۃ) ان حاملہ عورتوں کے حق میں ہے، جونکاح صحیح ، یا نکاح فاسد میں طلاق ، یا موت ، یا متارکت کے زیر اثر ہیں اور حاملہ ہوں تو وضع حمل ان کی عدت ہوگی؛لیکن زنا کی کوئی عدت شریعت سے ثابت نہیں، پس حاملہ من الزنا اس آیت کے حکم سے علاحدہ ہے۔

وصح نکاح حبلی من زنا،الخ. (الدرالمختار)(۳)

کتبہ محمد کفایت اللہ عفاعنہ مولاہ ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی ، ۱۳۲۹ھ۔(کفایت المفتی: ۲۸۴/۵)

زنا سے حاملہ عورت کے نکاح کا حکم اوراس کے حمل کا اسقاط جائز ہے، یانہیں:

سوال: ایک مسلمان نوجوان کنواری عورت کو زنا سے حمل ہوگیا، چھ سات مہینہ بعد حالت حمل میں ہی ایک مسلمان مرد نے باوجود علم ہونے کے ایک ناکح نکاح خوان قاضی کے ذریعہ اس سے نکاح پڑھ کرا پنے گھر میں ڈال لیا، اس پر گاؤں کے باقی مسلمانوں میں اس بات کا چرچا ہوا، مرد مذکور نے اپنی رسوائی چھپانے کے واسطے عورت کا حمل ساقط کردیا۔کیا یہ نکاح صحیح ہوا، اگرنہیں ہوا تو اس کے لیے کیا تعزیر ہونی چاہیےاور حمل ساقط کرنا جائز تھا، یا ناجائز، اس کے لیے کون سی تعزیر ہے، عورت کو کیا تعزیر ہونی چاہیے، نکاح خوان اور مرد مذکور کے معاون لوگوں سے کیسا سلوک ہوا اور مرد مذکور نے حمل فاحش عورت مذکور کا ساقط کرنے کے بعد دوبارہ پھر نکاح پڑھا ہے؟ والسلام بینوا توجروا۔

الجواب

حاملہ من الزنا کا نکاح درست ہے،خواہ زانی سے ہو، یا غیر زانی سے، البتہ اگر زانی سے ہو تو اس کو قبل وضع حمل وطی بھی جائز ہےاور غیر زانی کو وطی جائز نہیں، جب تک وضع حمل نہ ہو، لہٰذا صورت موجودہ میں نکاح اول درست ہوگیا تھا، نکاح ثانی کی ضرورت نہ تھی؛ لیکن چھ سات ماہ کا حمل ساقط کرنا ایک روایت پر موجب گناہ ہوا، جس کا کفارہ توبہ واستغفار ہےاورایک روایت پر گناہ نہیں ہوا۔

---

(۱) وصح نکاح حبلیٰ من زنا لاحبلیٰ من غیرہ ...وإن حرم وطؤھا ودواعیہ حتیٰ تضع ...فرع: لو نکحھا زانی حل لہ وطؤھا اتفاقاً.(الدرالمختار، کتاب النکاح،فصل فی المحرمات:۳/۴۸-۴۹،سعید)

(۲) فلا عدۃ لزنا.(الدرالمختار، کتاب الطلاق،باب العدۃ: ۳/۵۰۳،سعید)

(۳) الدر المختار، کتاب النکاح،فصل فی المحرمات:۳/۴۸، سعید

فی العالمگیریة: العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه کالشعر والظفر ونحوهما لایجوز وإن کان غیر مستبین الخلق یجوز وأما فی زماننا یجوز علٰی کل حال وعلیه الفتوٰی.(۳۳۷/۵)(۱)

۱۷/ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۲۰۳/۳)

حاملہ بہ زنا سے نکاح جائز ہے:

سوال: کسی شخص کا نکاح ایک ایسی بالغہ لڑکی سے ہوا، جو اس کی مزینہ تھی، اسی وقت اس کو تین ماہ کا حمل تھا، یہ کیفیت کسی کو معلوم نہ تھی، جب معلوم ہوا تو حمل وضع کرادیا گیا۔ اس صورت میں آیا پہلا نکاح درست ہے، یا کچھ تعزیز کے بعد دوسرا نکاح پڑھانا چاہیے؟ نیز حمل وضع کرانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ھو المصوب: اول جو نکاح ہوا، وہ صحیح ہے، دوسری مرتبہ نکاح کرانے کی ضرورت نہیں، البتہ ان دونوں کو توبہ کرانا لازم ہے۔ حمل جو وضع کیا گیا، وہ گناہ کبیرہ ہے۔ درمختار میں ہے:

(و)صح نکاح (حبلٰی من زنا لا من) حبلٰی(غیره)...(وإن حرم وطؤها) ودواعیه (حتٰی تضع) ... لو نکحها الزانی حل له وطئها انتهیٰ.(۲)

یعنی زنا سے حاملہ عورت کا نکاح صحیح ہے، اگرچہ وضع حمل تک اس سے ہمبستر ہونا حرام ہے۔ ہاں اگر خود زانی نے نکاح کیا تو حمل کے وقت بھی ہمبستر ہونا درست ہے۔ (کذا فی کتب الفقه) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۳۳)

حاملہ بہ زنا سے زانی کا نکاح درست ہے:

سوال: ایک شخص ایک لڑکی کے ساتھ لڑکی کی رضا ورغبت سے گناہ میں ملوث ہوگا۔ سوئے اتفاق سے لڑکی کو حمل ٹھہر گیا۔ چار مہینے کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکی کو حمل ٹھہر گیا ہے۔ اس لڑکی کے دوست واقارب اس شخص سے کہنے لگے کہ اگر تم اس سے نکاح کرنا چاہو تو کرلو، واگر نہ نہیں کروگے تو جماعت میں فریاد کریں گے۔ تب اس شخص نے اس لڑکی سے نکاح کرلیا۔ اس لڑکی کو بچہ بھی پیدا ہوگیا۔ چند لوگ اس پر نکیر کررہے ہیں۔ اب وہ شخص اس لڑکی سے کیا معاملہ رکھے؟

الجواب

ھو المصوب: صورت مسئولہ میں نکاح درست ہوگیا؛ لیکن اس مرد وعورت دونوں کو توبہ کرنا چاہیے۔ اگر وہ توبہ

(۱) الفتاویٰ الهندیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۳۵٦/۵، انیس)
قلت: ولم یظهر لی وجه الفتویٰ علی الجواز مطلقا. (ظفر)
(۲) الدرالمختار، فصل فی المحرمات: ۴۸/۳-۴۹، دارالفکر بیروت، انیس

کرلیں اوراپنے قصور کی اللہ سے مغفرت چاہ لیں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ انہیں برا بھلا نہ کہیں، جو بچہ اس عورت سے پیدا ہوا ہے، اگر نکاح کی تاریخ سے چھ مہینے بعد پیدا ہوا ہے تو وہ بچہ اسی مرد کا ہے اور اگر نکاح سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہوا ہے تو اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا اور بچہ اس کا وارث نہ ہوگا، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(و)صح نكاح (حبلٰى من زنا لا)حبلٰى (من غيره) ... لونكحها الزانى حل له وطؤها إتفاقاً والولدله،انتهىٰ.

اورشامی میں ہے:

(قوله:والولد له)أى إن جاء ت بعد النكاح به لستة أشهر ... فلولأقل من ستة أشهرمن وقت النكاح لايثبت النسب ولايرث منه،انتهىٰ ملخصاً.(۱)فقط والله أعلم بالصواب

کتبہ:عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۴۳۔۱۴۴)

زانیہ کی وضع حمل کے بعد شادی:

سوال: ایک آدمی نے ایک لڑکی سے زنا کیا، جس کی وجہ سے لڑکی کو حمل ٹھہر گیا اور ایک بچی ہوئی۔اب بعد میں اس لڑکی کے والدین اس کا نکاح کر دینا چاہتے ہیں، اب جو زانی ہے، وہ مالدار گھرانے کا ہے اور شراب نوش ہے اور شادی شدہ ہے، اس کے بچے بھی ہیں، وہ چاہتا ہے کہ اس کی شادی اس لڑکی سے کرادی جائے اور اس لڑکی کی دوسری جگہ بھی بات چل رہی ہے تو کس کے ساتھ شادی کرائی جائے، اس لڑکے کے ساتھ جو زانی ہے، یا اس کے علاوہ کسی دوسرے سے؟ اور جو بچی ہوئی ہے، اس کو کرسچن (عیسائی) لے گئے ہیں اور شاید وہ اس کو کرسچن تعلیم (ان کی مذہبی تعلیم) بھی دیں گے تو بچی کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بحالت حمل تو اسی بدکار لڑکے کے ساتھ شادی کرادینا مناسب تھا؛ تاکہ بچی کی بھی حفاظت ہوجاتی، جب کہ یہ مصلحت نہ رہی اور لڑکا زانی شرابی بھی ہے اور عیال دار بھی ہے، نباہ ہو، یا نہ ہو؛ اس لیے دوسرے نیک لڑکے سے شادی کرادی جائے، اگر میسر نہ ہو تو اس سے کردی جائے، بچی قبضہ میں کرسکتے ہو تو کوشش کی جائے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ:۸/۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

مزنیہ سے حالتِ حمل میں نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی اور لڑکے کے ناجائز تعلقات تھے، جس کا علم لڑکی کے گھروالوں کو اس وقت ہوا، جب لڑکی کا ناجائز حمل تین ماہ کا ہوگیا، اب لڑکی والے اپنی

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار،فصل فی المحرمات:۴۸/۳۔۴۹،دارالفکر بیروت،انیس

لڑکی کا اس لڑکے سے نکاح کررہے ہیں۔آپ سے شرعاً معلومات یہ درکار ہیں کہ تین ماہ کے حمل کے دوران کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ دین اسلام میں لڑکی اور لڑکے اور اس ناجائز حمل کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ناجائز تعلقات کی وجہ سے لڑکا اور لڑکی دونوں ازروئے شرع سخت گناہ گار ہیں،ان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کریں،البتہ حمل کے دوران نکاح جائز ہے اور حمل کا حکم یہ ہے کہ اگر نکاح کے کم از کم چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو نسب اسی لڑکے سے ثابت ہوگا،اگر نکاح کے بعد چھ ماہ کے اندر پیدا ہوا تو نسب لڑکے سے ثابت نہ ہوگا،البتہ اگر لڑکا اقرار کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس صورت میں بھی نسب لڑکے سے ثابت ہوگا۔

لما في الدر المختار (۴۸/۳): (و) صح نكاح (حبلى من زنى). وفي الرد تحته: أي عندهما وقال أبو يوسف: لايصح والفتوىٰ على قولهما، كما في القهستاني.

وفيه أيضا (۴۹/۳): فروع لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا والولد له ولزمه النفقة.

وفي الرد تحته: (قوله: والولد له) أي إن جائت بعد النكاح لستة أشهر مختارات النوازل فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب ولا يرث منه إلا أن يقول هذا الولد مني ولا يقول من الزنى، خانية. (نجم الفتاویٰ: ۴/۱۷۵-۱۷۶)

حاملہ مزنیہ سے نکاح اور اس شخص پر جرمانہ عائد کرنے کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نوجوان عاقل بالغ لڑکی بقائمی ہوش وحواس رضامندی ایک جوان العمر شخص کے ساتھ شادی کرنے کی غرض سے عدالت میں بیان قلم بند کرکے اس سے شادی کرے،گاؤں میں پارٹی بازی ہے اور ہمارا امام صاحب جو مستند عالم نہیں ہے؛ بلکہ ریٹائرڈ فوجی ہے اور اب امام بن گیا ہے،مسمی مذکورہ کے خلاف شرعاً حکم صادر کیا،جب کہ امام خود بھی ۴۵رسال ہونے کے باوجود غیر شادی شدہ ہے،امام صاحب کو کہا گیا ہے کہ لڑکی حاملہ ہے؛لیکن حاملہ ہونے کا کوئی ثبوت کسی کے پاس نہیں ہے،امام صاحب نے اسی بنیاد پر شادی کرنے والے شخص پر ایک سوبیس آدمی کی روٹی بطور ڈنٹ عائد کی اور اس کے ساتھ سلام وکلام کو بند کیا۔سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ نیز شادی کرنے والے پر ڈنٹ عائد ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نورالحق کوہالہ مری براستہ آزاد کشمیر)

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر یہ لڑکی حاملہ ہو تو تب بھی نکاح صحیح ہے؛لیکن وضع حمل سے پہلے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا جاوے گا،جب کہ حمل اس لڑکے سے نہ ہو اور اگر حمل اس لڑکے سے ٹھہرا ہو تو جماع بھی جائز ہے۔

فی الدرالمختار: وصح نکاح حبلی من زنا، وإن حرم وطؤها حتیٰ تضع، (فروع) لونکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا والولد له،انتهیٰ باختصار یسیر. (۱)

ملاحظہ: غیر کفو کے ساتھ نکاح نامنظور ہے،(۲) اور ڈنٹ رسم جاہلیت ہے۔ وهوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۰۵/۴)

زانیہ حاملہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ناصرہ حمل سے ہےاور ابھی شادی بھی نہیں ہوئی ہے،اس کے والدین نکاح کرنا چاہتے ہیں تو کیا ناصرہ کا نکاح ہوجائے گا،یا نہیں؟

(المستفتی:صغیرالدین، مدرسہ شاہی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفیق

صورت مسئولہ میں ناصرہ کا نکاح اگر اسی لڑکے سے ہورہا ہے،جس سے حاملہ ہوئی ہے تو نکاح اور وطی دونوں درست ہےاور اگر دوسرے لڑکے سے شادی ہورہی ہے تو نکاح صحیح ہے؛ لیکن وضع حمل تک وطی حرام ہے۔

عن ابن عباس فی رجل وإمرأة أصاب کل واحد منهما من الاخر حداً، ثم أراد أن یتزوجها، قال: لابأس، أوله سفاح، وآخره نکاح. (مصنف لإبن أبی شیبة، کتاب النکاح، فی الرجل یفجر بالمرأة، ثم یتزوجها، مؤسسه علوم القرآن بیروت: ۲۲۳/۹، رقم: ۱۷۰٤٦)

قال أبوحنیفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ: یجوز أن یتزوج إمرأة حاملاً من الزنا، ولایطؤها، حتی تضع،وقال أبو یوسف: لایصح والفتویٰ علیٰ قولهما ... إذا تزوج امرأة قد زنیٰ هو بها وظهر بها حبل، فالنکاح جائز عند الکل، وله أن یطأها عند الکل، وتستحق النفقة عند الکل. (الهندیة،کتاب النکاح، الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس، زکریا دیوبند: ۲۸۰/۱، جدید: ۳٤٦/۱)

وصح نکاح حبلیٰ من زنا ... وان حرم وطؤها حتیٰ تضع لونکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً. (شامی، زکریا: ۱٤۱/٤، کراچی: ٤۸/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۳۲/محرم الحرام۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۷۰۴۷/۳۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۲۳/۱/۱۴۲۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ:۲۰۴/۱۳-۲۰۵)

اپنی چھ ماہ کی حاملہ مزنیہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محمد سمیر ولد ایوب تمبا کو

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۳۱٦/۲-۳۱۷، قبیل مطلب فی ما لوزوج المولیٰ امته

(۲) قال العلامة الحصکفی: نفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضاولی ... وله ای للولی إذا کان عصبة ... الاعتراض فی غیر الکف فیفسخه القاضی ویتجدد بتجدد النکاح مالم تلدمنه ویفتی فی غیر الکف بعدم جوازه اصلا وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۳۲۲/۲،باب الولی)

والان مرادآباد کا نکاح ۳/جون ۲۰۱۰ء کو روشنی بنت اکشن قائم کی بیریاں مرادآباد سے ہوا، اس سے چھ مہینے قبل لڑکے اورلڑکی نے صحبت کرلی تھی، جس سے حمل ٹھہر گیا، نکاح چھ مہینہ کے بعد ہوا تو یہ نکاح جائز ہوا، یانہیں؟

(المستفتی: محمد اطہر تمبا کو والان، مرادآباد، یوپی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

محمد سمیر اورروشنی کے درمیان ناجائز تعلقات قائم ہوجانے کے بعد جوعقد نکاح ہوا ہے، وہ شرعاً جائز ہے اوراب ان دونوں کے لیے میاں بیوی کی طرح ایک ساتھ رہنا بلاکسی کراہت کےاس لیے جائز ہے کہ لڑکی کا نکاح اسی زانی کے ساتھ ہوا ہے اورنکاح سے پہلے آپس میں جو بدکاری کی گئی ہے، یہ گناہ عظیم ہے، اس گناہ سے دونوں کو سچے دل سے توبہ کرلینالازم ہے۔

عن ابن عباس في رجل وإمرأة أصاب كل واحد منهما من الآخر حداً، ثم أراد أن يتزوجها، قال: لابأس، أوله سفاح، وآخره نكاح. (مصنف لابن أبي شيبة، كتاب النكاح، في الرجل يفجر بالمرأة، ثم يتزوجها، رخص فيه، مؤسسه علوم لقرآن: ۲۲۳/۹، رقم: ۱۷۰۵٦، سنن سعيد بن منصور، كتاب النكاح، باب في الرجل يفجر بالمرأة، ثم يتزوجها، دارالكتب العلمية بيروت: ۲۲٤/۱، رقم: ۸۸٦)

لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا والولد له، ولزمه النفقة. (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات كراچی: ٤۹/۳، زكريا: ۱٤۲/٤)

رأى المرأة تزني فتزوجها جاز، وللزوج أن يطأها بغير استبراء على الخلاف المذكور. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت: ٤۸٥/۱)

إذا تزوج امرأة قد زنى هوبها وظهر بها حبل فالنكاح جائز عند الكل وله أن يطأها عند الكل وتسحق النفقة عند الكل، كذا في الذخيرة. (الهندية، زكريا: ۲۸۰/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۴/جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۱۰۹/۳۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۶/۲۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۰۰/۱۳-۲۰۱)

کیا سات ماہ کی حاملہ سے نکاح صحیح ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی کو تقریباً سات ماہ کا حمل ہے، کیا اس کا نکاح اس وقت ہوسکتا ہے، جس لڑکے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حمل اس لڑکے کا ہے، وہ لڑکا حلفیہ کہتا ہے کہ یہ میرا نہیں ہے اورلڑکی حلفیہ کہتی ہے کہ یہ حمل اسی کا ہے، ایسی صورت میں کس کا قول تسلیم کیا جائے؟ اور اس وقت اس لڑکی کا نکاح درست ہے، یانہیں؟ لڑکی کے پاس اس لڑکے کی تحریر بھی موجود ہےاور کچھ ثبوت بھی ملتے ہیں۔

(المستفتی: محمد حنیف ولد عبدالمجید، محلّہ گجراتیان، جسپور، ادھم سنگھ نگر)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

اس لڑکی کا نکاح تو بہر حال صحیح ہے۔اب اگر حمل اسی لڑکے کا ہے، جوکہ اس لڑکی اور لڑکے کو ہی معلوم ہوسکتا ہے تو دونوں کے لیے نکاح کے بعد ہمبستری بھی جائز ہے اور حمل اس کا ہے، یانہیں؟ اس کا فیصلہ وہ دونوں ہی کر سکتے ہیں اور اگر حمل اس لڑکے کا نہیں ہے تو صرف لڑکی کا نکاح جائز ہے اور بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہمبستری جائز نہیں، بچہ کی پیدائش کے بعد ہمبستری جائز ہوگی۔

وصح نكاح حبلىٰ من زنا لاحبلى من غيره ... وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع ... لونكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً. (شامی، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، کراچی: ۴۸/۳، زكريا: ۱۴۱/۴، الفتاوى التاتارخانية، زكريا: ۶۷/۴، رقم: ۵۵۴۸، البحر الرائق، کوئٹہ: ۱۰۶/۳، زكريا: ۱۸۷/۳، الهداية، اشرفي ديوبند: ۳۱۲/۲، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت: ۴۸۵/۱، الهندية، زكريا: ۲۸۰/۱، جديد: ۳۴۶/۱، قاضي خان على الهندية، زكريا: ۳۶۶/۱، جديد: ۲۲۱/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۷۲۶۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۶/۸ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۲۱۷-۲۱۸) ☆

اپنی مزنیہ حاملہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زیب النساء غیر شادی

☆ **اپنی مزنیہ سے حالت حمل میں نکاح:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکے لڑکی کو آپس میں اس قدر پیار ومحبت تھی کہ وہ ہوش وحواس کھوکر ہمبستر ہوگئے، جس کی وجہ سے حمل قرار پا گیا اور چار ماہ بعد آپس میں شادی ہوگئی، شادی کے پانچ ماہ بعد ایک لڑکا پیدا ہو، جو تین ماہ کی عمر میں وفات پا گیا۔

مندرجہ بالا حالات پر غور کرتے ہوئے ایسی ہی حالت میں نکاح جائز ہے، یانہیں؟ اگر یہ نا جائز ہے تو ان کا آپس میں نکاح دوبارہ کن حالات میں ہونا چاہیے؟ جب کہ موجودہ حالات میں دونوں شوہر بیوی کے رشتہ سے بخوشی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

(المستفتی: محمد صماد احمد، اصالت پورہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

سوال نامہ میں درج شدہ صورت میں نکاح شرعاً درست ہوگیا، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

وصحَّ نكاح حبلىٰ من زنا لاحبلى من غيره. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، کراچی: ۴۸/۳، زكريا: ۱۴۱/۴، الفتاوى التاتارخانية، زكريا: ۶۷/۴، رقم: ۵۵۴۸، الهندية، زكريا: ۲۸۰/۱، جديد: ۳۴۶/۱، قاضي خان على الهندية، زكريا: ۳۶۶/۱، جديد: ۲۲۱/۱، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت: ۴۸۵/۱، الهداية، اشرفي ديوبند: ۳۱۲/۲، البحر الرائق کوئٹہ: ۱۰۶/۳، زكريا: ۱۸۷/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/ شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۹۴۱) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۲۲۱)

شدہ لڑکی ہے؛ لیکن زیب النساء کو حمل قرار پا گیا، جس کی مدت چار ماہ کو پہونچ گئی۔ اب زیب النساء اس حمل کی نسبت محمد زاہد کی طرف کرتی ہے کہ میرا تعلق صرف محمد زاہد سے تھا اور کسی سے کوئی تعلق نہیں رہا اور محمد زاہد کے جماع کرنے سے ہی یہ حمل قرار پایا ہے، اب محمد زاہد سے پوچھا گیا کہ زینب النساء اپنے قول مذکورہ میں صادقہ ہے، یا کاذبہ؟ محمد زاہد نے زیب النساء کے قول کی تصدیق کی کہ زیب النساء صادقہ ہے اور حمل مذکور مجھ سے ہی قرار پایا ہے۔ اب زیب النساء کا نکاح محمد زاہد سے کرادیا گیا، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ نیز وضع حمل کے قبل محمد زاہد کو زیب النساء سے وطی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ بحوالہ قلمبند فرما کر تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

(المستفتی: محمد خالد قاسمی، نماز کمیٹی جماعۃ المسلمین، ممبئی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مذکورہ میں زیب النساء کا نکاح محمد زاہد کے ساتھ شرعی طور پر صحیح ودرست ہو چکا ہے اور محمد زاہد کے لیے زیب النساء کے ساتھ وضع حمل سے پہلے ہمبستری بھی جائز ہوگی اور بچہ جو زیب النساء کے بطن میں ہے، وہ محمد زاہد کا ہوگا اور محمد زاہد پر زیب النساء کے حقوق زوجیت اور نفقہ ادا کرنا بھی لازم ہوگا۔

وصح نکاح حبلیٰ من زنیٰ... (وقوله) لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً والولد له ولزمه النفقة، الخ. (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، کراچی: ۴۸/۳، زکریا: ۱۴۲/۴)

إذا تزوج امرأة قد زنیٰ هو بها وظهر بها حبل، فالنكاح جائز عند الكل، وله أن يطأها عند الكل، وتستحق النفقة عند الكل. كذا في الذخيرة. (الفتاویٰ الهندية، زكريا: ۲۸۰/۱، زكريا جديد: ۳٤٦/۱، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت: ٤٨٥/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۰۶۱/۲۶) (فتاوی قاسمیہ: ۲۲۲/۱۳-۲۲۳)

زنا سے حاملہ کا نکاح:

سوال: ایک شخص نے پھوپھی زاد بہن کے ساتھ زنا کیا، جس کے سبب وہ لڑکی حاملہ ہوگئی، اب یہ شخص اس سے نکاح کر کے دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ

مزنیہ حاملہ جب نہ منکوحہ ہے، نہ معتدہ تو اب اس کا نکاح اس زانی سے ہوسکتا ہے، نکاح کی حرمت پر کوئی دلیل شرعی نہیں، لہٰذا از روئے آیت کریمہ ﴿**وأحل لكم ما وراء ذلكم**﴾ (۱) نکاح درست ہے، اب جب زانی ہی سے نکاح ہو رہا ہے تو قبل ولادت بھی وہ صحبت کرسکتا ہے؛ کیوں کہ نطفہ اسی شخص کا ہے، اختلاط نطفہ کا سوال ہی پیدا نہیں

(۱) سورۃ النساء: ۲٤

ہوتا، البتہ غیر زانی سے نکاح ہونے کی صورت میں قبل تولد اس عورت سے استمتاع درست نہیں؛ بلکہ حرام ہے؛ کیوں کہ یہاں اختلاط نطفہ لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں۔

فإنه إذا كان الزانی هو الناكح يصح النكاح إجماعاً. (شرح النقاية: ۷/۲،من يحرم نكاحه وغيره)

قال أبوحنيفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ يجوزأن يتزوج امرأة حاملا من الزنا ولايطؤها، حتیٰ تضع وقال أبويوسف رحمه الله تعالیٰ: لا يصح والفتویٰ علیٰ قولهما،كذا فی المحيط، وكما لا يباح وطؤها لا تباح دواعيه،كذا فی فتح القدير وفی مجموع النوازل:إذا تزوج امرأة قدر زنی هوبها وظهربها حبل فالنكاح جائز عند الكل وله أن يطأ ها عند الكل. (الفتاویٰ الهندية: ۱۱/ ۲۸۰، القسم السادس بها حق الغير) واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/۔۔۔۔۔)

حاملہ من الزنا کا زانی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مطلقہ عورت ہے، جس کی طلاق کے تقریباً دو سال ہو گئے ہیں، اِس دوران اس عورت کے ساتھ ایک مرد کے غلط تعلقات ہو گئے، جس سے حمل ٹھہر گیا ہے، حمل تقریباً چھ ماہ کا ہے، عورت اس حمل کو مذکورہ مرد سے منسوب کرتی ہے اور مرد بھی اِس کا اقرار کرتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اِس عورت کا نکاح اِس حال میں اُس مرد سے ہوسکتا ہے، جس سے اِس کا تعلق تھا؛ یعنی وضع حمل سے پہلے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورتِ مسئولہ میں اس مرد اور عورت کے درمیان نکاح درست ہے اور نکاح کے بعد عورت سے وطی بھی کرسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم:۷/۱۸۱)

وصح نكاح حبلی من زنی، لو نكحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً. (الدرالمختارمع الشامی: ۴/۱۴۱-۱۴۲،زكريا، كذا فی الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۸۰،زكريا، مجمع الأنهر: ۱/۳۹۲ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۵/۲۵ھ۔ (کتاب النوازل:۸/۱۷۱) ☆

☆ زانی کا مزنیہ حاملہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک لڑکی سے ناجائز طور پر وطی کی [یعنی زنا کیا]، جس کی وجہ سے وہ حاملہ ہوگئی، حاملہ ہونے کے تین، یا پانچ مہینے کے بعد اُس شخص نے اُسی لڑکی سے شرعی طور پر نکاح کرلیا، نکاح کرنے کے چار یا پانچ مہینے کے بعد ایک بچہ کی ولادت ہوئی، ولادت کے بعد اَب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، وہ لوگ کہتے ہیں کہ نکاح کا اِعادہ کیا جائے، اِس نکاح اور بچہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور جو نکاح ہو گیا ہے، وہی کافی ہے، یا دوبارہ کیا جائے؟

==

غیر مسلم لڑکی سے زنا کر کے حالتِ حمل میں شرعی نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلمان بندہ نے ایک غیر مسلم لڑکی سے ناجائز تعلقات قائم کرنے کی بنا پر چار مہینہ کا حمل ٹھہر گیا ہے اور کورٹ میرج کر لیا ہے اور لڑکی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئی ہے۔ اب لڑکا بھی چاہتا ہے کہ شرعی طور پر نکاح کر لیا جائے، اب اس صورت میں نکاح پڑھانا جائز ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

زنا ایک ایسا برا فعل ہے، جس پر قرآن اور احادیثِ شریفہ میں سخت وعیدیں آئی ہیں، لہٰذا دونوں لڑکے اور لڑکی پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سچی پکی توبہ کریں، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور آئندہ ایسے برے کام سے بچنے کا عزم مصمم کریں اور مسلمان کا نکاح ہندو عورت کے ساتھ جائز نہیں ہے؛ اس لیے اس کورٹ میرج کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ کورٹ میرج کے بعد اُن کے تعلقات حرام کاری کے طور پر ہوئے تھے، البتہ اَب لڑکی کے مسلمان ہونے کے بعد اگر وہ لڑکا اُس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے۔

قال اللّٰه تبارک وتعالىٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن. (صحيح البخاري، رقم: ۲۴۷۵، الصحيح لمسلم، رقم: ۵۷، سنن أبي داؤد رقم: ۴۶۸۹، سنن الترمذي: ۲۶۲۵، الترغيب والترهيب مكمل: ۵۱۱، رقم: ۳۵۸۶، بيت الأفكار الدولية)

==

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

زانی کا نکاح اپنی مزنیہ سے حالتِ حمل میں صحیح ہو جاتا ہے، وضعِ حمل کے بعد دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے، نیز اگر زانی اِس بچہ کے بارے میں دعویٰ کرتا ہے تو اِس بچہ کا نسب باپ؛ یعنی زانی سے ثابت ہوگا۔

وصح نكاح حبلى من زنا عندهما، وقال أبو يوسف: لا يصح، والفتوى على قولهما. (الدر المختار مع الشامي: ۱۴۱/۴، زكريا)

وفي مجموع النوازل: إذا تزوج امرأة قد زنى هو بها، وظهر بها حبل، فالنكاح جائز عند الكل، وله أن يطأها عند الكل. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۸۰/۱، زكريا)

صح نكاح حبلىٰ من زنا عند الطرفين، وعليه الفتوىٰ لدخولها النص، وفيه إشعار بأنه لو نكح الزاني فالوطء جائز بالإجماع. (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۹۲/۱، دار إحياء التراث العربي، كذا في تبيين الحقائق: ۴۸۵/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب، ولا يرث منه إلا أن يقول: هٰذا الولد مني. (شامي: ۱۴۲/۴، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۵/۲/۲۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ (کتاب النوازل: ۱۷۰/۸)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ تَوۡبَةً نَّصُوۡحًا﴾ (التحریم:۸)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولايجوز تاخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (روح المعاني:۱۰۹/۲۸، بيروت، شرح النووي على مسلم:۳۵٤/۲)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ، وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكَةٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ﴾ (البقرة:۲۲۱)

عن الحسن بن محمد بن علي قال: كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى مجوس هجر يدعوهم إلى الإسلام، فمن أسلم قبل منه الحق، ومن أبى كتب عليه الجزية، ولا تؤكل لهم ذبيحة ولا تنكح منهم امرأة. (المصنف لعبد الرزاق،أخذ الجزية من المجوس:٦٩/٦،رقم:١٠٠٢٨)

وصح نكاح حبلىٰ من زنا لا من غيره، وإن حرم وطؤها حتى تضع، لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً. (شامي:١٤١/٤،زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية: ٢٨٠/١، بدائع الصنائع ٥٥٠/٢، زكريا، البحر الرائق:١٨٧/٣،زكريا)

وحرم نكاح الوثنية بالإجماع. (الدرالمختار مع الشامي:١٢٥/٤،زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۸/۱ھ۔ (کتاب النوازل:۱۷۲/۸۔۱۷۴)

بے شوہر والی عورت کا حالتِ حمل میں نکاح اور بچہ کا نسب:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بے شوہر والی عورت کو زنا بدکاری سے حمل رہ گیا تو کیا حمل کی حالت میں اس کا نکاح صحیح اور درست ہے اور پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب حلالی ہوگا، یا حرامی؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

بے شوہر والی عورت کا حالتِ حمل میں اگر نکاح کردیا جائے تو یہ درست ہے؛ لیکن اس سے جماع کرنے کے حکم میں تفصیل ہے، اگر زانی ہی کے ساتھ اس کا نکاح کردیا گیا تو اس کے لیے وضع حمل سے پہلے بھی اس عورت سے جماع درست ہے؛ لیکن اگر غیر زانی کے ساتھ نکاح ہورہا ہے تو بچے کی پیدائش سے پہلے اس سے جماع درست نہ ہوگا اور اگر نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچے کی پیدائش ہوئی ہے تو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا؛ لیکن اگر چھ مہینہ سے کم کے اندر بچہ پیدا ہوگیا تو اس کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ وہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا؛ تاہم اگر شوہر شرعی عدالت میں دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو بچہ کا نسب اُس شوہر سے قضاءً ثابت ہوجائے گا۔

وصح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره، أي الزنى لثبوت نسبه، وإن حرم وطؤها ودواعيه

حتی تضع (إلی قوله) لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا، والولد له ولزمه النفقة. (الدر المختار)

وفی الشامی: أی إن جاء ت بعد النکاح لستة أشهر، فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النکاح لا یثبت النسب، إلا أن یقول هٰذا الولد منی ولا یقول من الزنا،الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح،قبیل مطلب فیما لو زوّج المولی أمته: ۱۴۱/۴ ـ ۱۴۲، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۶/۱۴۲۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۸۱/۸ـ۱۸۲)

حاملہ مزنیہ کا جبراً نکاح:

سوال (۱) ہندہ ایک بیوہ عورت ہے،اس کے منکوحہ خاوند سے تین بچے ہیں، اپنے شوہر کے انتقال کے بعد گزر معاش کے لیے باغات اور بڑے گھروں میں جا کر مزدوری کرتی تھی اور اسی حالت میں اس کو ناجائز حمل قرار پا گیا، جس کو وہ آٹھویں ماہ تک چھپائے رہی، چوں کہ وہ باغات میں مزدوری کرتی تھی؛ اس لیے اس کی حالت تمام کو ظاہر ہوگئی، جب اس کی رشتہ دار خواتین نے اس سے دریافت کیا تو پہلے وہ اپنے حاملہ ہونے کی تردید کرتی رہی، پھر جب اس کا طبی معائنہ ہوا تو اس نے اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ اس کا ناجائز حمل بکر سے تھا۔

بکر اس کے گھر میں کرایہ پر تھا اور ایک شادی شدہ سرکاری ملازم تھا، جب لوگوں نے بکر سے دریافت کیا تو اس نے خدا اور رسول کی گواہی دے کر ہندہ کے بیان کی تردید کی اور آخر تک انکار کرتا رہا اور آج بھی انکار کرتا ہے؛ مگر مسجد کی کمیٹی نے بکر کے بیان کو بالائے طاق رکھ دیا اور اس کی بے جا بے رخی کرنے اور ملازمت پر ڈاکہ ڈالنے کی دھمکی دے کر ایام حمل میں ہندہ کا نکاح بکر سے کر دیا، ہندہ کا نکاح بکر سے بالکل جبراً ہوا ہے، یہاں تک کہ جب بکر نے ہندہ کے بیان کو غلط قرار دیا تو ایک شخص نے چند اشخاص کی موجودگی میں بکر کو مارا پیٹا بھی۔ از روئے شرع ارشاد فرماوے کہ ہندہ حالتِ حمل میں بکر کا جبراً نکاح جائز ہوا ہے، یا نہیں؟

زنا سے حاملہ سے نکاح:

(۲) کمیٹی نے بکر کا نکاح ہندہ سے کرنے کو عوام میں اپنی فتح سمجھی تھی، جس سے بکر واقف ہوگیا اور کہا کہ اگر کمیٹی اس کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتی ہے تو وہ ہندہ سے نکاح کرے گا؛ مگر ایامِ حمل میں نہیں؛ بلکہ استقاط حمل اور غسلِ نفاس کے بعد جسے کمیٹی نے مقرر کر دیا۔ کیا بکر کا یہ طرز عمل از روئے شرع درست تھا، یا نہیں؟

زانی کا مزنیہ حاملہ سے جبراً نکاح:

(۳) اگر رشیدہ کو زید کا ناجائز نطفہ ٹھہر گیا تو کیا زید کے لیے یہ لازم ہوگیا کہ وہ رشیدہ سے جبراً نکاح کر لے؟ اگر نہیں تو ایسی حالت میں شرعی اصول کیا ہے؟ اگر لازم ہے تو کیوں کر؟ اس صورت کی تفصیل فرمائیں، شرعی بنیاد پر؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

(۱) حالاتِ مذکورہ کے پیش نظر کسی کو جبر کرنے کا حق نہیں تھا،(۱) تاہم جب کہ ہندا اور بکر نے اس نکاح کو تسلیم کر لیا اور ایجاب وقبول کر لیا، خواہ جبراً ہی سہی، شرعاً یہ نکاح معتبر ہو گیا؛ مگر جبراً کرنے والے اس جبر سے گنہگار ہوئے،(۲) حالتِ حمل میں بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے، پھر اگر اسی شخص سے نکاح ہو جس کا حمل ہے تو اس کو صحبت بھی درست ہوتی ہے، اگر کسی اور سے ہو تو وضع حمل سے پہلے صحبت کی اجازت نہیں ہے۔(كذا فی فتح القدير)(۳)

(۲) بکر کو اس نکاح کی اجازت نہ دینے اور اس پر راضی نہ ہونے کا پورا حق تھا۔(كذا فی الدر المختار)(۴)

(۳) لازم تو نہیں؛ مگر رشید کو اس پر رضامند ہو جانا چاہیے کہ وہ زید سے نکاح کرے، اس میں بہت سے فتنوں سے حفاظت ہے۔(كذافی الزيلعی)(۵) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۱۲/۲۹ر فقط واللہ اعلم (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۲۵)

---

(۱) "ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استأذنها هو:أی الولی وهو السنة، إلخ". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولی:۳/۵۸،سعيد)

(۲) قال ابن عابدين تحت (قوله:ما يصح مع الإكراه):فقال:طلاق وإيلاء وظهار، ونكاح يشمل ما أذا أكراه الزوج أو الزوجة على عقد النكاح، كما هو مقتضى أطلاقهم". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التی تصح مع الإكراه:۳/۲۳۶،سعيد)

وقال تحت (قوله: ليتحقق رضاهما):"أی ليصدر منهما ما من شانه أن يدل على الرضا، إذ حقيقة الرضا غير مشروط فی النكاح، لصحته مع الإكراه، والهزل، رحمتی". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب التزوج بإرسال كتاب:۳/۲۱،سعيد)

"عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالٰى عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم قال:"ثلث جدهن جد، وهزلهن جد: النكاح ، والطلاق، والرجعة". (رواه الترمذی وأبوداؤد)(مشكوٰة المصابيح ، باب الخلع، والطلاق ، الفصل الثانی:۲/۲۸٤،قديمی)

(۳) "فإن تزوج حبلىٰ من زنا جاز النكاح، ولا يطؤها حتى تضع حملها". (الدرالمختار)

(قوله:فإن تزوج حبلی من زنا) من غيره جاز النكاح حاملاً من زنا منه، فالنكاح صحيح عند الكل ، ويحل وطؤها عند الكل،الخ". (فتح القدير، كتاب النكاح ،فصل فی بيان المحرمات : ۳/۲٤۱،مصطفى البابی الحلبی مصر)

(۴) "ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، لا نقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استأذنها هو:أی الولی وهو السنة، إلخ". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولی:۳/۵۸،سعيد)

(۵) "قال:(وحبلی من زنا لا من غيره) أی حل تزوج الحبلی من الزنا، ولا يحل تزوج الحبلی من غيره ... لأن هذا الحمل محترم حتى لا يجوز إسقاطه، ولامتناع فی المجمع عليه لحرمة الحمل ، وصيانته عن سفيه بماء الغير لا لصاحب الملاء ... بخلاف ما إذا تزوجت بالزانی الذی حبلت منه؛ لأن الأحكام مرتبة عليه من من حل الوطء ، ووجوب النفقة،إلخ". (تبيين الحقائق، كتاب النكاح،فصل فی المحرمات: ۲/٤۸۵،دار الكتب العلمية بيروت)

حاملہ سے نکاح:

سوال: زید نے ہندہ سے نکاح کیا، نکاح کے بعد ٹھیک پانچ ماہ آٹھ دن میں ہندہ سے لڑکی پیدا ہوئی، کیا یہ لڑکی زید کی ہے؟ زید کا نکاح درست ہوا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس لڑکی کا نسب زید سے نہیں ہے،(۱) یہ نکاح درست ہوگیا،(۲) آئندہ جو اولاد پیدا ہوگی، وہ زید کی شمار کی جائے گی۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۱۴)

زانیہ حاملہ کا غیر زانی سے نکاح:

سوال: زانیہ عورت کا نکاح جب کہ وہ زنا سے حاملہ ہو، بحالتِ حمل ایسے شخص سے جس سے وہ حاملہ نہیں ہوتی ہے، جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو صحبت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

نکاح جائز ہے؛ لیکن وضع حمل سے پہلے صحبت جائز نہیں۔

"وصح نكاح حبلىٰ من زنا لا حبلى من غيره وإن حرم وطؤها و دواعيه حتى تضع". (الدر المختار مختصراً: ۲/ ۵۰ ٤)(۴) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/۱۳۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/ شوال/ ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۱۵)

زانیہ حاملہ کا نکاح کسی دوسرے سے کرانا:

سوال: علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسمات ہندہ جب کہ عرصہ چھ سال سے بیوہ ہے، اب مسماۃ

---

(۱) "إذا تزوج الرجل أمرأة،فجاء ت بالولد لإقل من ستة أشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه، وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً يثبت نسبه". (الفتاویٰ الهندية ، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب: ۱/ ۵۳٦،رشيديه)

(۲) "وقال أبو حنيفة رحمهما الله تعالىٰ:يجوز أن يتزوج امرأة حاملاً من الزنا ولا يطأها، حتى تضع ، وأيضاً قال: وفي مجموع النوازل: إذا تزوج امرإة قد زنى هو بها، وظهر بها حبل، فالنكاح جائز عند الكل ، وله أن يطأها عند الكل،الخ". (الفتاویٰ الهندية،القسم السادس:المحرمات التی يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰،رشيديه)

(۳) "إذا تزوج الرجل امرأة،فجاء ت بالولد،لإقل من ستة أشهرمنذ تزوجها لم يثبت نسبه، وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً ، يثبت نسبه". (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب: ۱/ ۵۳٦،رشيديه)

(۴) الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/ ٤٨ ـ ٤٩ ،سعيد

ہندہ کو عرصہ سات ماہ کا حمل ہے، اسی صورت میں مسمات ہندہ کا نکاح اس کے دیور، یا کسی دیگر مسلمان کے ساتھ جب کہ حمل بھی وزنی نہ ہوا ہو۔ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ——————————

عقد نکاح تو جائز ہے؛ مگر جماع وضع حمل سے پہلے ناجائز ہے۔

قال في الهداية: وإن تزوج حبلى من زنا جاز النكاح ولا يطؤها حتى تضع حملها. (۱) واللہ تعالیٰ اعلم (اضافہ) (امداد المفتین: ۲/۴۳۸) ☆

---

(۱) الهداية، فصل في بيان المحرمات: ۱/۱۹۰، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس

☆ **حاملہ مزنیہ سے نکاح:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے والد صاحب نے رینا عرف کوثر جہاں کے ساتھ رشتہ قائم کیا، اسی دوران میرے پاس فون آیا کہ رینا کے ساتھ میری شادی ہو چکی ہے، میں نے اپنے والد صاحب کو بتایا، میرے والد اور والدہ وغیرہ رینا کے گھر پر گئے، رینا کی والدہ سے یہ بات کہی تو رینا کی ماں نے کہا: رینا سے پوچھو، گھر والوں نے سب لوگوں کی موجودگی میں رینا سے پوچھا کہ بیٹی یہ شادی کی بات سچ ہے، یا غلط؟ تو رینا نے قرآن کی قسم کھاتے ہوئے منع کیا، تب لوگ قرآن کی قسم پر ایمان لے آئے، پھر رینا کی شادی کی تاریخ رینا کی ماں نے پکی کردی اور شادی طے ہوگئی۔

بتاریخ ۱۸/جولائی ۲۰۱۲ء کو کوثر جہاں عرف رینا دختر صفدر حسین کی شادی میرے ساتھ ہوگئی، کچھ دنوں بعد کوثر جہاں عرف رینا کے پیٹ میں درد ہوا، دوائی دلوادی گئی، دوسرے روز رات میں پھر درد اٹھا، صبح کو پاس پڑوس کی عورتوں کے کہنے پر دائی کو بلوایا گیا تو دائی بولی: اس کے پیٹ میں تو بڑی گانٹھ ہے، آپ لوگ اس کا الٹرا ساؤنڈ کرالو تو اچھا ہوگا، ہم نے ڈاکٹرنی کو بلا کر الٹرا ساؤنڈ ۲۳/ اگست ۲۰۱۲ء کو کرایا، اس میں ۱۸/ہفتہ کا بچہ نکلا، ہم لوگ دنگ رہ گئے، یہ کیا ہوا، ہمارے بڑوں نے رینا کی ماں سے بات کی تو رینا کی ماں بولی: بچے کو ختم کرائے دیتے ہیں، رینا کی ماں میرے گھر جمیلہ ڈاکٹرنی کو لے کر پہونچی، رات میں ڈاکٹرنی نے ۱۵۰۰۰/روپیہ کی مانگ کی، اسی دوران ہمارے ماں باپ نے پوچھا کہ یہ کس کی اولاد ہے اور وہ کون لڑکا ہے، رینا نے بتایا میں ساحل نام کے لڑکے سے ملا کرتی تھی، اسی کی یہ اولاد ہے اور ہمیں سارے واقعہ کو لکھ کر بھی دیا اور اس بچہ کی ماں بھی بن گئی، ایسی صورت میں میرا نکاح ناجائز تعلقات ہونے کی بنا پر منعقد ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی: نظام میاں عرف آشا، وارثی نگر گلی نمبر ۵/جامع مسجد مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ——————— وباللّٰہ التوفیق

زنا سے حمل شدہ عورت کے ساتھ نکاح درست ہو جاتا ہے؛ اس لیے کوثر جہاں کے ساتھ آپ کا نکاح درست ہو گیا۔

وصح نكاح حبلىٰ من زنا لامن غيره. (الدر المختار) تحته في الشامية: أي عندهما، وقال أبو يوسف: لايصح، والفتوىٰ على قولهما. (شامي، كتاب نكاح، فصل في المحرمات، كراچي: ۳/۴۸، زكريا: ۴/۱۴۱، ونحو ذٰلك في الفتاوىٰ الهندية، زكريا: ۱/۲۸۰، زكريا جديد: ۱/۳٦٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ ۱۵/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۰۵۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۴/۱۴۳۴ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۲۰۵-۲۰۶)

حاملہ سے نکاح درست ہے، خواہ حمل دوسرے کا ہو:

سوال: ایک عورت کو حمل ہے، اس کا نکاح جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ نکاح کس طرح سے جائز ہے، حمل دوسرے آدمی کا ہے اور نکاح دوسرے کے ساتھ ہے؟

الجواب

حاملہ عن الزنا کا نکاح درست ہے، خواہ اس سے ہو جس کا حمل ہے، یا دوسرے شخص سے؛ لیکن اگر دوسرے شخص سے نکاح ہو تو نکاح تو صحیح ہوگا؛ لیکن جب تک وضع حمل نہ ہو، صحبت و جماع کرنا درست نہیں ہے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۸۱/۷)

حاملہ عن الغیر سے نکاح اور وطی کا کیا حکم ہے:

سوال: نکاح کے بعد اگر یہ ثابت ہو کہ عورت بدچلن ہے اور نکاح بقاعدہ شرعیہ ہوا تو ایسی حالت میں یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہ؟ دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہوگی، یا نہیں؟ عورت کو حمل حرام چھ ماہ کا بوقت نکاح ہے تو وضع حمل شوہر کو عورت سے ہم صحبت ہونا جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو اس سے اولاد ہوگی وہ ولد الحرام ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اس حالت میں نکاح صحیح ہوگیا، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے، البتہ تا وضع حمل اس عورت حاملہ سے صحبت نہ رہنے چاہیے اور جو بچہ نکاح کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا، وہ اس شوہر کا نہ ہوگا، ولد الحرام ہوگا اور جو بعد چھ ماہ کے وہ اس شوہر کا ہوگا اور صحیح النسب ہوگا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۱۹۰-۱۹۱)

زنا سے حاملہ کے ساتھ نکاح:

سوال: مجھ کو دھوکہ دے کر ایک شخص نے میرے لڑکے کا نکاح اپنے رشتہ دار کی لڑکی کے ساتھ کردیا، جس وقت لڑکی رخصت ہو کر اپنے خاوند کے گھر آئی تو معلوم ہوا کہ لڑکی حمل حرام رکھتی ہے۔ دوسرے روز لڑکی مطابق رواج دنیوی اپنے باپ کے گھر چلی گئی، جب وہ اپنے باپ کے گھر چلی گئی تو اس کے حمل کو کسی ذریعہ سے اسقاط کرادیا گیا،

(۱) وصح نكاح حبلٰى من زنا لاحبلٰى من غيره، إلخ، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتٰى تضع وصح نكاح الموطوءة بملك أو الموطوءة بزنا، إلخ. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب المحرمات: ۲/۴۰۱، ظفير)

(۲) وصح نكاح حبلٰى من زنا لاحبلٰى من غيره أى الزنا لثبوت نسبه، إلخ، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتٰى تضع لئلا يسقى ماؤه زرع غيره، إلخ، لو نكحها الزانى حل له وطؤها اتفاقاً والولد له. (الدر المختار)

أى إن جاءت بعد النكاح به لستة أشهر فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح لايثبت النسب. (رد المحتار، فصل فى المحرمات: ۲/۴۰۱، ظفير)

چناں چہ چند شہادتیں بھی اسی قصبہ کے لوگوں کی کہ جہاں پر اس کا باپ رہتا ہے گزریں کہ واقعی یہ امر واقع ہوا تھا، لہٰذا اس صورت میں اس کا نکاح بروئے شرع شریف ہوا، یا کہ نہیں؟ دوئم یہ کہ بروقت نکاح جو مہر باندھا گیا تھا، اس کو وہ لڑکی معاف کر چکی ہے؛ مگر لڑکی اب اپنے باپ کے گھر پر ہے اور میں اس کو بوجہ کراہت کے بلانا نہیں چاہتا ہوں تو کیا وہ ایسی حالت میں مہر کی حق دار ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۳۷۴، نذیر محمد صاحب دہلی، ۲۴ر ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ر مارچ ۱۹۳۷ء)

الجواب

حمل حرام؛ یعنی زنا کا ہو اور عورت منکوحہ، یا معتدہ غیر نہ ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے،(۱) اور صورت مسئولہ میں حمل کا شبہ بھی حمل کے خلاف موجود ہے کہ اگر لڑکی اور اس کے گھر والوں کو حمل گرانا ہی ہوتا تو شادی کرنے اور خاوند کے گھر بھیجنے سے پہلے اسقاط حمل کی کارروائی کرتے اور لوگوں کی اس بارے میں شہادت بھی مشکوک ہے۔ پس خود اس شبہ کو نظر انداز کر کے اپنی منکوحہ کو اپنے پاس بحیثیت اپنی بیوی کے لانے اور رکھنے کا حق رکھتا ہے،(۲) اور بیوی اگر مہر معاف کر چکی ہے تو اب اسے مطالبہ مہر کا حق نہیں ہے،(۳) اور اگر وہ معافی کی منکر ہو تو معافی کا ثبوت پیش کرنا بذمہ زوج ہوگا۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۱/۵)

حاملہ بہ زنا سے غیر زانی کا نکاح درست ہے:

سوال: زید نے ایک باکرہ عورت سے نکاح کیا۔ تاریخ نکاح سے چار مہینے چھ دن میں اس نے ایک لڑکا جنا۔ بنابریں زید کہتا ہے کہ وہ بچہ میری نسل سے نہیں ہے؛ بلکہ حرام نسل سے ہے؛ چوں کہ میرے نکاح کے وقت وہ عورت زنا سے حاملہ تھی؛ اس لیے میرا نکاح ہی صحیح نہیں ہوا اور مجھ پر اس کا مہر بھی لازم نہیں۔ نکاح کے وقت میں نے جو زیورات اور لباس وغیرہ اس کو دیا ہے، تمام مجھ کو واپس ملنا چاہیے۔ کیا زید کا قول از روئے شریعت صحیح ہے۔ اگر صحیح نہیں تو اس عورت کے نکاح، مہر اور زیورات وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ھو الموفق للصواب: درصورت صدق سوال اس کا نکاح جائز وصحیح ہے، چناں چہ درمختار میں ہے:

(۱) وصح نكاح حبلىٰ من زنا لا حبلىٰ من غيره.(الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴۸/۳، سعيد)

(۲) لہٰذا یہ شک کی صورت ہوئی اور حمل نہ ہونا یقینی ہے۔ تو یقین صرف شک سے زائل نہیں ہوسکتا۔

اليقين لا يزول بالشک.(قواعد الفقه، ص: ۱۴۳، رقم القاعدة: ۴۲۱، الصدف پبلشرز)

(۳) والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل حتىٰ لا يسقط منه شئ بعد ذلک إلا بالإبراء من صاحب الحق.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع فى المهر: ۳۰۳/۱، ماجدية)

(و) صح نکاح (حبلٰی من زنا لا)حبلٰی (من غیرہ).(۱)

بعد نکاح اگر زید نے اس سے جماع کیا ہے، یا خلوت صحیحہ کی ہے تو اس کا پورا مہر دینا لازم ہے، چناں چہ اسی میں لکھا ہے:

ویتأکد [أی المهر] (عند وطء أو خلوة صحت).(۲)

زید نے نکاح میں اس کو جو کچھ زیورات اور کپڑے دیئے ہیں، وہ ہبہ ہے؛ اس لیے اس کو واپس لینا جائز نہیں؛ اس لیے کہ ہبہ کے لیے واہب کا زبان سے 'دیا' کہنا اور موہوب لہٗ کا 'قبول کیا' کہنا شرط نہیں ہے؛ بلکہ دینے لینے پر قرینہ کافی ہے، چناں چہ اسی کی کتاب الہبۃ میں لکھا ہے:

قلت: فقد أفاد أن التلفظ بالإیجاب والقبول لایشترط، بل تکفی القرائن الدالة علی التملیک کمن دفع لفقیر شیئاً وقبضه ولم یتلفظ واحد منهما بشیء وکذا یقع فی الهدایة ونحوها فاحفظه، ومثله مایدفعه لزوجته أو غیرها،انتهیٰ.(۳)

مجلّہ میں لکھا ہے:

تنعقد الهبة بالتعاطی أیضاً.(۴)

اور فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے:

أما العوارض المانعة من الرجوع فأنواع ... (منها الزوجیة) سواء کان أحد الزوجین مسلماً أو کافراً،انتهیٰ.(۵)

زید کا اس عورت کو طلاق دینا ضروری نہیں۔ اگر اپنے ہی نکاح میں رکھ لے تو جائز ہے، جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے:

وفی آخر حظر المجتبی: لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة،انتهی.(۶)

'اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

﴿وإن خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکماً من أهله وحکما من أهلها أن یریدا إصلاحاً یوفق اللّٰه بینهما أن اللّٰه کان علیماً خبیراً﴾(۷) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۷۳-۱۷۴)

(۱) الدر المختار،فصل فی المحرمات: ۴۸/۳،دار الفکر بیروت،انیس
(۲) الدر المختار،باب المهر: ۲۳۳/۴،دارعالم الکتب الریاض،انیس
(۳) رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الهبة: ۴۹۰/۸،ط،الریاض،انیس
(۴) مجلة الأحکام العدلیة: ۱۶۲/۱،رقم المادة: ۸۳۹،کراتشی،انیس
(۵) الفتاویٰ الهندیة، الباب الخامس فی الرجوع فی الهبة: ۳۸۶/۴،دارالفکر بیروت،انیس)
(۶) الدر المختار مع ردالمحتار،فصل فی المحرمات: ۶۱۱/۹،ط:الریاض،انیس
(۷) سورة النساء: ۳۵،انیس

حاملۂ زنا سے نکاح:

سوال: زید کا نکاح ایک لڑکی سے ہوا، دو ماہ کے عرصہ بعد لڑکی کا حمل ظاہر ہوا، ڈاکٹر کی جانچ کے مطابق لڑکی کا حمل چار سے پانچ ماہ کا تھا، نکاح کے بعد زید اور لڑکی میں مباشرت ہوئی تھی؛ لیکن زید پہلے سے لڑکی کے حمل سے ناواقف تھا، پہلے سے حمل کے بارے میں لڑکی سے سختی سے پوچھنے پر لڑکی نے اپنی زبان سے قبول کیا کہ پہلے سے حمل بکر سے ہوا تھا، اسی اثنا زید اور لڑکی میں علاحدگی بھی ہوگئی، اب زید کے ذہن میں کئی سوال اٹھے، وہ یہ ہے کہ:

(الف) کیا زید کا جو نکاح ہوا، وہ شرعی نکاح تھا؟

(ب) کیا زید کو اس لڑکی کو طلاق دینا چاہیے تھا؟

(ج) کیا زید کو اس لڑکی کا مہر ادا کرنا چاہیے؟ (محمد عبدالعزیز، حسینی علم)

الجواب

(الف) جس عورت کو زنا سے حمل ہو جائے، اگر حمل کی حالت میں ہی کوئی دوسرا شخص جانتے ہوئے، یا انجانے میں نکاح کر لے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ اگر اس کا حاملہ ہونا معلوم ہو تو ولادت سے پہلے اس سے مقاربت کرنا جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

"وإن تزوج حبلى من زنا جاز النكاح ولا يطؤها حتى تضع حملها".(۱)

یہ حکم زنا کے حمل کا ہے، اگر جائز حمل ہو تو اس حالت میں نکاح باطل ہوگا اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

(ب) اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ بیوی زنا کی مرتکب ہوئی ہے تو طلاق دینا جائز ہے؛ لیکن اگر اس کا یہ جرم ابھی لوگوں کی نگاہ سے چھپا ہوا ہے اور امید ہے کہ عفو و درگزر سے کام لینے کی صورت میں وہ اپنی اصلاح کر لے گی تو موجودہ حالات میں طلاق سے گریز بہتر ہے؛ اس لیے کہ ایسی مطلقہ عورت کا دوسرا نکاح سماج میں بدنامی کی وجہ سے بہت دشوار ہے اور اس میں خطرہ ہے کہ وہ مستقل طور پر گناہ میں پھنستی چلی جائے، البتہ زنا کی وجہ سے جو حمل قرار پایا ہو، چار ماہ کے اندر اس کو ساقط کر دینا جائز ہے۔

(ج) جب اس لڑکی سے نکاح منعقد ہو چکا ہے اور شوہر نے اس عورت کی عصمت سے نفع بھی اٹھایا ہے تو اب شوہر پر اس کا پورا مہر ادا کرنا بھی واجب ہے، اس غلطی کی وجہ سے اس کو مہر سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

(کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۴۷-۳۴۹)

حبلی من الزنا سے نکاح صحیح اور غیر زانی کی صورت میں وضع حمل تک جماع حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنواری لڑکی سے ایک غیر مرد نے ہم بستری

(۱) الهداية: ۳۱۲/۲

کی، جس کی وجہ سے اسے حمل ہوگیا، والدین نے غیرت بچانے کی خاطر کسی آدمی سے اس لڑکی کا نکاح کروادیا، چار ماہ بعد بچہ پیدا ہوا اور کچھ دیر بعد مر گیا، کیا اس حبلیٰ من الزنا کے ساتھ یہ نکاح جائز تھا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد آفتاب بٹالین، ۱۸/۷/۴ ۱۹۷ء)

الجواب

اس لڑکی کے ساتھ اس لڑکے کا نکاح درست ہے؛ لیکن وضع حمل سے پہلے جو جماع کیا ہے، وہ حرام ہے، بشرطیکہ یہ حمل اس لڑکے سے نہ ہو۔

کما فی الدرالمختار: وصح نکاح حبلی من زناً لامن غیرہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع، لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ، (فروع): لونکحھا الزانی حل لہ وطئھا اتفاقا. (بحذف یسیر)(ھامش ردالمحتار: ۱۰٤/۲،قبیل الولی)(۱) **وھو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۳/۴)☆

(۱) الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار: ۳۱٦/۲، قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ أمته

☆ **حاملہ سے نکاح:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے لڑکے فرزند علی کی شادی ۲۸/مئی ۱۹۹۰ء کو ہوئی تھی، جس کو چار ماہ آٹھ دن کا عرصہ ہوگیا ہے؛ لیکن چھ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں بہو کو لڑکی پیدا ہوئی، کیا ایسی حالت میں میرے لڑکا کا نکاح ہوا تھا، یا نہیں؟ برائے کرم الجھن میں ہوں، جواب سے آگاہ کریں۔

(المستفتی: مہندی حسن، مقرب پور مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب وباللّٰہ التوفیق

آپ کے لڑکے فرزند علی کا نکاح باقی ہے، اس نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا ہے؛ البتہ لڑکی نے جو حرکت اور معصیت کرکے اپنا منہ کالا کیا ہے، اس کا گناہ اس کو ہوگا، اللہ تعالیٰ سے خالص توبہ واستغفار ضروری ہے۔

وصح نکاح حبلیٰ من زنیٰ، إلخ. (الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، کراچی: ٤٨/٣، زکریا: ١٤١/٤)

وقال أبوحنیفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ: یجوز أن یتزوج إمرأة حاملاً من الزنا ولایطؤها حتی تضع وقال أبو یوسف: لایصح والفتویٰ علیٰ قولهما. (الفتاویٰ الهندیة، زکریا: ٢٨٠/١، زکریا جدید: ٣٤٦/١)

وصح نکاح حبلیٰ من زنا عند الطرفین، وعلیه الفتویٰ لدخولها تحت النص. (مجمع الأنهر، باب المحرمات، دارالکتب العلمیة بیروت: ٢٨٥/١)

وان تزوج حبلیٰ من زنا جاز النکاح ولایطؤها حتی تضع حملها. (الهدایة، اشرفی دیوبند: ٣٢١/٢، قاضی خان علی الهندیة، زکریا دیوبند: ٣٦٦/١، جدید: ٢٢١/١، البحرالرائق، زکریا: ١٨٧/٣، کوئٹه: ١٠٦/٣، التاتارخانیة، زکریا: ٦٧/٤، رقم: ٥٥٤٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۸/ربیع الاول ۱۴۱۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۱۶۹/۲۶) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۹۸-۱۹۹)

حالت حمل میں نکاح اور طلاق کا حکم:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حالت حمل میں نکاح پڑھانا جائز ہے کہ نہیں؟ ایک عورت جو مدت دراز سے کافروں کے قبضہ میں تھی، لہٰذا وہ کسی صورت سے کافروں کے قبضہ سے نکل کر مسلمانوں میں آ گئی اور وہ جب عرصہ دراز تک کفار میں رہی تو یقیناً وہ صحبت شدہ ہے، ظاہر ہے کہ اس کو کچھ مہینے ہیں، وہ کس حال سے ہے بقول عورت کے علم ہوا، لہٰذا اس صورت میں جو قاضی نکاح پڑھائے، اس کا کیا حکم ہے؟ اس قاضی کے ساتھ کیا برتاؤ رکھنا چاہیے؟ کیا اس قاضی کی اقتدا جائز ہے کہ نہیں؟ وہ لائق امامت ہے، یا نہیں؟

(۲) حالت حمل میں طلاق ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

(۳) حالت حمل میں نکاح ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں معقول جواب عنایت فرمائیں۔

(المستفتی: محمد عرفان الحق، امام مسجد خورد دھنوری، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

(۱) غیر مسلموں کے پاس رہ کر جو حمل ہوا ہے، وہ ولد الزنا ہوگا اور زنا سے حمل والی عورت کا نکاح شرعی طور پر جائز اور درست ہے، لہٰذا نکاح پڑھانے والے قاضی پر شرعاً کوئی الزام نہیں اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنے میں کسی قسم کی قباحت نہیں۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم: ۱۸۱/۷، فتاوی محمودیہ قدیم: ۲۰۳/۱۲، جدید ڈابھیل: ۱۱۴/۱۱)

يجوز نكاح الحامل من الزنا ولايقربها زوجها حتى تلد. (قاضي خان على الهندية، كتاب النكاح، باب في المحرمات، زكريا: ٦٦/١، زكريا جديد: ٢٢١/١، الهندية، زكريا: ٢٨٠/١، جديد: ٣٤٦/١، رد المختار على الدر المختار، كراچي: ٤٨/٣، زكريا: ١٤١/٤، البحر الرائق، زكريا: ١٨٧/٣، كوئٹه: ١٠٦/٣، الهداية، اشرفي ديوبند: ٣١٢/٢، التاتار خانية قديم: ٦/٣، جديد زكريا: ٦٧/٤، رقم: ٥٥٤٨)

(۲) حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق: ٤) **وصح طلاقهن بعد الوطء.** (البحر الرائق، كوئٹه: ٢٤١/٣، زكريا: ٤٢١/٣، هيئة كبار العلماء: ٧٠٣/٢، فتاوى عثيمين: ٧٩٨/٢)

(۳) حالت حمل میں بھی عورت کا نکاح صحیح اور درست ہوجاتا ہے؛ جبکہ اس کا کوئی جائز شوہر نہ ہو۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم: ۲۰۳/۱۲، جدید ڈابھیل: ۱۱۴/۱۱، فتاوی دار العلوم: ۱۸۱/۷، ۱۹۱/۷)

وصح نكاح حبلىٰ من زنا. (الدر المختار، كراچي: ٤٨/٣، زكريا: ١٤١/٤، البحر الرائق، كوئٹه: ١٠٦/٣، زكريا: ١٨٧/٣، الهندية، زكريا: ٢٨٠/١، زكريا جديد: ٣٤٦/١، الهداية، اشرفي ديوبند: ٣١٢/٢، التاتارخانية قديم: ٦/٣، جديد زكريا: ٦٧/٤، رقم: ٥٥٤٨) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۲۱۷/۳۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۸/۳/۸ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۰۲/۱۳-۲۰۴)

حبلیٰ من الزنا سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی شادی ایک ماہ قبل ہوئی، ۲۰/روز کے بعد زید کو ڈاکٹری معائنہ سے معلوم ہوا کہ اس کی بیوی ثمینہ حاملہ ہے، اب عمر کہتا ہے کہ تمہارا نکاح ٹوٹ گیا؛ کیوں کہ تمہیں فریب میں رکھ کر یہ شادی رچائی گئی تھی، آیا عمر اپنے قول میں درست ہے، یانہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

(المستفتی: انوارالحق صدیقی، جامع مسجد لچھمن گڈھ، سیکر)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بیس روز میں عورت حاملہ ہوسکتی ہے اوراگر کئی ماہ سے حاملہ ہے تو زنا سے حمل شدہ عورت کے ساتھ شرعی طور پر نکاح صحیح اوردرست ہے اورعمر کا یہ کہنا غلط ہے کہ نکاح ٹوٹ گیا ہے۔

وصح نكاح حبلیٰ من زنی. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، زكريا: ١٤١/٤، كراچی: ٤٨/٣)

وصح نكاح حبلیٰ من زنا عند الطرفين وعليه الفتویٰ لدخولها تحت النص. (مجمع الأنهر، دارالكتب بيروت: ٤٥٨/١)

وإن تزوج حبلیٰ من زنا جاز النكاح ولايطؤها حتیٰ تضع حملها. (الهداية أشرفی ديوبند: ٣١٢/٢)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۲/ربیع الاول ۱۴۱۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۹۱۱/۳۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۱۴۱۵/۳/۱۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۲۰۱-۲۰۲) ☆

☆ حمل والی عورت سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی شادی کو ہوئے عرصہ چھ ماہ گزرا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس حالت میں شرع شریف کا حکم بروایت فتاوی جاری فرمائیں؟ لڑکی یہ حمل دوسرے شخص کا بتاتی ہے۔ اب بیان کریں کہ نکاح درست وقائم ہے، یا کیا صورت ہے؟ نکاح دوبارہ کیا جائے، یا شرعاً کیا عمل کیا جائے گا؟ جواب کا بے چینی سے انتظار کیا جارہا ہے۔

(المستفتی: مقصود علی، مڈیہ پور، بجنور)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زنا سے حاملہ عورت سے شرعاً نکاح جائز ہے اور جب بوقت نکاح زنا کا ثبوت نہیں تھا اور نہ ہی حمل ظاہر ہوا تھا اور اب نکاح ورخصتی کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ شرعاً اسی موجودہ شوہر کا بچہ ہے، اس کے اوپر حرامی کا الزام ناجائز ہے اوردوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

وصح نكاح حبلیٰ من زنی، إلخ. (شامی، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، زكريا: ١٤١/٤، كراچی: ٤٨/٣)

وإن تزوج حبلیٰ من زنا جاز النكاح. (الهداية، أشرفی ديوبند: ٣١٣/٢)

وإن جاء ت به بستة أشهر فصاعداً يثبت نسبه منه إعترف به الزوج، أوسكت؛ لأن الفراش قائم والمدة تامة، إلخ. (الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، اشرفی ديوبند: ٤٣٢/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۹/رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۹۷۲/۲۶) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۱۹۹-۲۰۰)

حبلیٰ من الزنا سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکے کی شادی کنواری لڑکی سے چند ماہ قبل ہوئی تھی، قبل از وقت تقریباً چار ماہ کے بعد ہسپتال سنبھل میں اس کے ایک بچی کی ولادت ہوئی، اس حالت میں لڑکا یہ سوال کرتا ہے کہ وہ میری بیوی ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں رہی تو اس صورت میں مجھے کیا کرنا ہے؟ مسئلہ کا حل فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ (المستفتی: حبیب اللہ، سرسی، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زانیہ عورت کے ساتھ جو نکاح ہوا ہے، وہ شرعی طور پر صحیح اور درست ہے؛ لہٰذا وقت سے قبل بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، نکاح اپنی جگہ پر بدستور باقی ہے؛ البتہ عورت پر اس فعل شنیع کا گناہ ہوگا۔

وصح نكاح حبلىٰ من زنا. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، زكريا: ١٤١/٤، كراچی: ٤٨/٣)

وصح نكاح حبلىٰ من زنا عند الطرفين، وعليه الفتوىٰ لدخولها تحت النص. (مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت: ٤٨٥/١، الهندية، زكريا: ٢٨٠/١، جديد: ٣٤٦/١، الهداية، اشرفی دیوبند: ٣١٢/٢، قاضی خان على الهندية، زكريا: ٣٦٦/١، جديد: ٢٢١/١، البحرالرائق، زكريا: ١٨٧/٣، كوئٹه: ١٠٦/٣، التاتارخانية، زكريا: ٦٧/٤، رقم: ٥٥٤٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳؍رجب المرجب ۱۴۱۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۹؍۳۲۲۳۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۳؍۷؍۱۴۱۳ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۰۶/۱۳-۲۰۷)

مزنیہ حاملہ سے نکاح اور وطی کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مناظر کا نکاح ہوا، بیوی ناجائز تعلقات کی وجہ سے پانچ ماہ کی حاملہ تھی، پھر اس حمل کو ساقط کرادیا گیا تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ اور حمل کی صفائی کے بعد دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد سلیم کچا باغ، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح صحیح ہوجاتا ہے؛ البتہ زنا کی حاملہ سے ہمبستری ممنوع ہوتی ہے اور حمل کی صفائی فی نفسہ گناہ کا کام ہے؛ لیکن صفائی ہوجانے کے بعد جس مرد کے ساتھ نکاح ہوا ہے، اس کے ساتھ ہمبستری جائز اور درست ہے اور دونوں میاں بیوی کی طرح زندگی گزار سکتے ہیں، بس صرف ناپاکی کے زمانہ میں ہمبستری سے پرہیز ضروری ہوتا ہے۔

وصح نكاح حبلیٰ من زنا لاحبلى من غيره عندهما وقال أبويوسف: لايصح، والفتوىٰ على قولهما، كما في القهستاني، و إن حرم وطؤها، ودواعيه حتى تضع لئلا يسقى ماؤه زرع غيره، إذا الشعر ينبت منه. (شامي مع الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچی: ۴۸/۳، زكريا: ۱۴۱/۴، كذا في الهندية، زكريا: ۲۸۰/۱، جديد: ۳۴۶/۱، وكذا قاضي خان على الهندية، زكريا: ۳۶۶/۱، جديد: ۲۲۱/۱، وكذا مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت: ۴۸۵/۱، وكذا في الهداية،اشرفي ديوبند: ۳۱۲/۲، وكذا في البحرالرائق، كوئٹه: ۱۰۶/۳، زكريا: ۱۸۷/۳، وكذا في الفتاوى التاتارخانية، زكريا: ۶۷/۴، رقم: ۵۵۴۸)

العلاج لاسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر، والظفر ونحوهما لايجوز. (الفتاویٰ الهندية، زكريا: ۳۵۶/۵، جديد: ۴۱۱/۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۱۷۴) (فتاوی قاسمیہ: ۲۱۲/۱۳-۲۱۳)

حبلی من الزنا سے شادی اوراس کا مہر:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی کو زنا کے ذریعہ حمل ٹھہر گیا، جو ۵؍مہینہ کا ہے، اس کے بعد اس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ ہوا؛ لیکن شادی کے وقت حمل کا پتہ نہیں چلا تھا، اب یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ مذکورہ صورت میں یہ لڑکی اس لڑکے کے ساتھ ۵؍دن رہی اور یہ لڑکا اسے چھوڑنا چاہتا ہے، اب اس کا دین مہر واجب ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: محمد سرفراز، عیدگاہ، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ــــــــــ وبالله التوفيق

(۱) زنا سے حمل شدہ لڑکی کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ صحیح اور درست ہو گیا ہے؛ مگر بچہ پیدا ہو جانے تک اس سے ہمبستری جائز نہیں اور بچہ ہو جانے کے بعد ہمبستری جائز ہو سکتی ہے۔

وصح نكاح حبلى من زنىٰ لاحبلى من غيره. وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچی: ۴۸/۳، زكريا: ۱۴۱/۴)

وقال أبوحنيفة ومحمد رحمهما الله: يجوز أن يتزوج إمرأة حاملاً من الزنا ولايطؤها حتى تضع، وقال أبو يوسف: لايصح، والفتوىٰ علىٰ قولهما. (الهندية، زكريا: ۲۸۰/۱، جديد: ۳۴۶/۱، الهداية،اشرفي ديوبند: ۳۱۲/۲)

(۲) اس کو چھوڑنا لازم نہیں ہے؛ لیکن اگر چھوڑ دے گا تو پورا مہر ادا کرنا ہوگا۔

ثم رآه منقولا عن الخصاف أن الخلوة لم تقم مقام الوطء إلا في حق تكميل المهر، ووجوب العدة ... وفي تأكد المهر أي في خلوة النكاح الصحيح. (شامي، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في أحكام الخلوة، كراچی: ۱۱۸/۳، زكريا: ۲۵۵/۴، الهندية، زكريا: ۳۰۳/۱، جديد: ۳۷۰/۱، جديد: ۳۷۰/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۸؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۳/۵۳۰۷) (فتاوی قاسمیہ: ۲۱۵/۱۳-۲۱۶)

دو مہینہ کی حاملہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی کی شادی ہوئی اور وہ شادی سے قبل دو مہینے کے حمل سے تھی اور شادی کے ایک مہینہ بعد اس نے اپنا حمل ساقط کرادیا تو ایسی صورت میں اس لڑکی سے نکاح صحیح ہوا تھا، یا نہیں؟ (المستفتی: شاکر حسین، دولت باغ، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہوگیا اور جب لڑکی نے حمل ساقط کرادیا تو اس سے استمتاع بھی جائز ہوگیا۔

وفي الفتاوى الهندية: يجوز أن يتزوج إمرأة حاملاً من الزنا، ولايطؤها حتى تضع. (كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات القسم السادس، زكريا: ۲۸۰/۱، جديد: ۳٤٦/۱، مجمع الأنهر، دارالكتب العلميه بيروت: ٤٨٥/۱، الهداية اشرفي ديوبند: ۳۱۲/۲، قاضي خان على الهندية، زكريا: ۳٦٦/۱، جديد: ۲۲۱/۱، البحر الرائق، زكريا: ۱۸۷/۳، كوئٹه: ۱۰٦/۳، التاتارخانية، زكريا: ٦٧/٤، رقم: ٥٥٤٨) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۴؍ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۴۱۳/۲۹) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۲۰۷-۲۰۸)

شادی کے دو ماہ کے بعد تین ماہ کی حاملہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں نے اپنے لڑکے پرویز عالم کا رشتہ بتاریخ ۲؍ستمبر کو محلّہ پیرزادہ، تالاب والی مسجد کے رہنے والے حافظ زاہد کی لڑکی، خدیجہ بی سے کیا، شادی کے تیرہ دن بعد لڑکی والوں نے دعوت کی، اس میں لڑکی کی والدہ نے ہمیں یہ بتایا کہ ہم آپ کو ایک خوش خبری سناتے ہیں کہ لڑکی حاملہ ہے، ان کی اس خوش خبری میں ہم بھی خوش ہوگئے، لہٰذا لڑکی کو رخصت کردیا، ہم اس کو اپنے گھر لے آئے۔ اب ڈیڑھ مہینے بعد اس کی ہمارے یہاں طبیعت خراب ہوئی، اس کو ہم ہسپتال لے گئے، وہاں ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ ۳؍مہینے اور بیس دن کے حمل سے ہے، اس کی ہم نے جانچ کرائی تو اس میں نہیں آیا، جبکہ شادی کو ۲؍مہینہ ہوئے تھے، لڑکی کے بھائی نے کہا کہ ہماری والدہ نے شادی سے ۱۰؍دن پہلے ڈاکٹر کو دکھایا تھا، یہ بات لڑکی کا بھائی بتا رہا تھا، اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو سب کچھ معلوم ہوتے ہوئے انہوں نے لڑکی کا نکاح کردیا، کیا اس حالت میں یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ اس کے بعد لڑکی والوں نے بتایا کہ یہ کم سنتی ہے، اس کے بعد ڈاکٹر کو دکھایا تو ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ پیدائشی بہری ہے۔

(المستفتی: عبدالستار، کچا باغ، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ڈاکٹر کے بتانے اور جانچ میں قطعی بات نہیں ہوتی ہے، کچھ آگے پیچھے بھی ہوسکتی ہے اور شادی کو دو مہینے ہوئے، بچہ بجائے تین مہینے کے دو ماہ کا بھی ہوسکتا ہے؛ اس لیے بلا کسی ثبوت شرعی کے الزام قائم کرنا درست نہ ہوگا؛ لہٰذا اگر بچہ

شادی کے بعد چھ مہینہ کی مدت سے پہلے زندہ اور صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، تب تو الزام درست سمجھا جائے گا اور اگر شادی کے چھ مہینے مکمل ہونے کے بعد پیدا ہوتا ہے تو بچہ کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا اور لڑکی کے اوپر الزام لگانا درست نہ ہوگا اور نکاح بہر حال درست ہو چکا ہے، اس میں کوئی تردد نہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَاِثْمًا مُبِيْنًا﴾ (الأحزاب:٥٨)

قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: وأربى الربا استطالة الرجل فی عرض أخيه. (الجامع الصغير: ٢٢/٢، أبو داؤد، كتاب الأدب، باب فی الغيبة، النسخة الهندية: ٦٦٩/٢، دار السلام رقم: ٤٨٧٦)

وصح نكاح حبلىٰ من زنا، لاحبلىٰ من غيره. (الدر المختار مع الشامی، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات، كراچی: ٤٨/٣، زكريا: ١٤١/٤، الهندية، زكريا قديم: ٢٨٠/١، زكريا جديد: ٣٤٦/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳۰ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۸۶۰/۴۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۶/۶/۳۰ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۰۸/۱۳-۲۰۹)

آٹھ ماہ کی حاملہ عورت کا کسی سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی عورت کے پیٹ میں آٹھ ماہ کا بچہ ہو تو وہ کسی کے نکاح میں جاسکتی ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر یہ بچہ نکاح سے ہے اور شوہر نے اُسے طلاق دی ہے، یا شوہر کا انتقال ہو چکا ہے تو بچہ جننے تک وہ عورت عدت میں ہے، بچہ پیٹ میں رہتے ہوئے اُس کا نکاح کسی سے حلال نہیں ہے اور اگر یہ بچہ زنا کا ہے تو پیدائش سے پہلے اگرچہ نکاح درست ہے؛ لیکن زانی کے علاوہ کے لیے بچہ پیدا ہونے تک اُس سے جماع وغیرہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

عن سليمان بن يسار أن عمر رضی الله عنه قال: للتی نكحت فی عدتها فرق بينهما، وقال: لا يتناكحان أبدًا، الخ.

وعن الشعبی أن عليًا رضی الله عنه فرق بينهما وجعل لها الصداق بما استحل من فرجها، الخ. (سنن سعيد بن منصور، باب المرأة تزوج فی عدتها: ١٨٩/١، رقم: ٦٩٨-٦٩٩)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ١٦٦/٤، زكريا)

وصح نكاح حبلىٰ من زنا، لا حبلى من غيره، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع. (الدر المختار: ١٤١/٤، زكريا، كذا فی الفتاوىٰ الهندية: ٢٨٠/١، بدائع الصنائع: ٥٥٠/٢، زكريا)

(وصح حبلىٰ من زنا لا من غيره) أی وحلّ تزويج الحبلى من الزنا، ولا يجوز تزوج الحبلى من غير الزنا، أما الأول فهو قولهما، وقيد بالتزويج؛ لأن وطأها حرام اتفاقاً عند الكل للحديث: "من كان يؤمن

بالله واليوم الآخر فلا يسقين ماء ه زرع غيره"، (قوله: لا من غيره) صحح الشارع المنع وهو المعتمد، وفي فتح القدير: إنه ظاهر المذهب. (البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۱۸۷/۳، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۸/۵/۱۴۲۱ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۷۸/۸-۱۷۹)

کیا نکاح کے ایک مہینہ بعد بچہ پیدا ہو جانے کی وجہ سے تجدید نکاح ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی تھی، دو بچے بھی ہیں، پھر کسی بات پر اس کو طلاق دے دی، پھر زید کی نظر کسی اَجنبی عورت پر پڑ گئی، پس اس سے شادی کر لی اور نکاح کے ایک ماہ کے بعد بچہ پیدا ہو گیا اور اُس بچہ کو مار دیا گیا، بات اس حد تک پہنچی کہ گاؤں والوں نے اس گھر کا آنا جانا اور اس لڑکی کی پکائی ہوئی چیز کو کھانا بند کر دیا اور گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ نکاح دوبارہ کرنا پڑے گا۔ شرعی حکم کیا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

زنا سے حاملہ جس عورت سے حالتِ حمل میں نکاح ہوا ہے، وہ شرعاً منعقد ہو چکا ہے، اب وہ ناکح زید کی بیوی ہے، تجدید نکاح ضروری نہیں ہے۔

صح نكاح حبلى من زنى لا حبلى من غيره. (الدر المختار مع الشامي: ۴۸/۳، کراچی: ۱۴۲/۴، زکریا، بدائع الصنائع: ۵۵۰/۲، زکریا، تبيين الحقائق: ۱۱۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۷/۳/۱۴۱۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۷۹/۸-۱۸۰)

دورانِ عدت جس عورت کے حمل ٹھہرا ہو، عدت کے بعد اُس سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عدت پوری ہونے کے بعد عورت کا حمل ظاہر ہو جائے تو وضع حمل سے پہلے مطلقہ، یا رانڈ عورت کا نکاح کرنا صحیح ہے، یا نہیں؟ صرف نکاح کرنا چاہتی ہے، وضع حمل تک اپنے میکے رہیں گی، شوہر سے کوئی بات نہیں کرے گی، اس شرط پر مذکورہ عورت نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں اگر عدت کے اندر حمل ٹھہرا ہے اور عدت گزرنے کے بعد حمل ظاہر ہوا تو ایسی صورت میں وضع حمل سے پہلے نکاح درست نہیں ہے۔

وفيمن حبلت بعد موت الصبي بأن ولدت لنصف حول، فكبر عدة الموت إجماعًا لعدم الحمل عند الموت. (شامي، كتاب الطلاق، باب العدة: ۱۹۱/۵، زکریا)

اور اگر استقرارِ حمل عدت گزرنے کے بعد ہوا ہے تو یہ زنا کا حمل ہے، جس میں وضع حمل سے پہلے نکاح جائز ہے؛ لیکن شوہر (غیر زانی) کے لیے بچہ کی پیدائش سے پہلے اس سے جماع درست نہ ہوگا، البتہ خود زانی سے نکاح ہوا تو اس کے لیے وطی جائز ہے۔

وصح نكاح حبلىٰ من زنا لا من غيره، وإن حرم وطؤها حتى تضع، لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً. (شامي: ١٤١/٤،زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية: ٢٨٠/١، بدائع الصنائع: ٥٥٠/٢،زكريا، البحر الرائق: ١٨٧/٣،زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۴/۱۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۸۱/۸) ☆

حاملہ بالزنا سے نکاح اور صحبت کا حکم:

سوال: گزارش یہ ہے کہ ذیل کی الجھن کو حل فرمائیں۔ بات یہ ہے کہ عمرو نے ہندہ سے زنا کیا اور حمل رہ گیا، بعد میں بکر کی ہندہ سے شادی ہوئی، جب ہندہ بکر کے یہاں رخصت ہو کر آئی تو حمل کے پانچ مہینے پورے ہو چکے تھے، سسرال والوں نے لڑکی والوں کو حقیقت حال سے مطلع کیا، وہ آ کر لڑکی کو لے گئے اور حمل ساقط کرا دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو نکاح ہوا ہے، وہ صحیح ہے، یا نہیں؟ اور اس سے ہم بستری جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں بکر اور ہندہ کا نکاح صحیح ہو گیا؛ مگر وضع حمل اور خون نفاس موقوف ہونے کے بعد تک ہم بستری درست نہیں۔ (شرح النقاية (٧/٢) من يحرم نكاحه وغيره)(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

۶/رجب المرجب ۱۳۹۶ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/-----)

☆ نکاح کے تین ماہ بعد ولادت ہونے والا نکاح صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محمد رفیع کی شادی ایک عورت سے ہوئی اور شادی کے تین ماہ بعد اس عورت سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تو محمد رفیع کا نکاح اس حاملہ عورت سے ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد رفیع، سرائے کھور، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وبالله التوفيق

شادی کے تین ماہ بعد محمد رفیع کی بیوی سے جو مکمل بچہ پیدا ہوا ہے، وہ محمد رفیع کا بچہ نہیں ہے، اس بچہ کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر دیا جائے گا، محمد رفیع اس کا باپ نہیں ہے؛ لیکن محمد رفیع کا نکاح اس عورت کے ساتھ صحیح اور درست ہے، اس کو بیوی بنا کر رکھنے کی گنجائش ہے؛ اس لیے کہ حالت حمل میں بھی بے شوہر کی عورت کا نکاح درست ہو جاتا ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۱۹۰/۷، محمودیہ: ۱۹۰/۱۳)

وصح نكاح حبلىٰ من زنا لاحبلى من غيره أي الزنا وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع؛ لئلا يسقى ماءه زرع غيره. (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچي: ٤٨/٣، زكريا: ١٤١/٤، الهندية، زكريا قديم: ٢٨٠/١، زكريا جديد: ٣٤٦/١، قاضي خان على الهندية، زكريا قديم: ٣٦٦/١، زكريا جديد: ٢٢١/١، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت: ٤٨٥/١، الهداية، اشرفي ديوبند: ٣١٢/٢، البحر الرائق، كوئٹه: ١٠٦/٣، زكريا: ١٨٧/٣، التاتارخانية، زكريا: ٦٧/٤، رقم: ٥٥٤٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲/رجب المرجب ۱۴۳۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۷۷۴۶/۳۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۷/۲۳ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۱۰/۱۳)

(۱) و صح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره ... وإن حرم وطأها ودواعيه حتىٰ تضع. (الدر المختار علىٰ هامش الشامي: ٤٠١/٢، فصل في المحرمات)

غیر زانی کا مزنیہ حاملہ عورت سے نکاح کا حکم:

سوال: زید نے ایک لڑکی سے زنا کیا جب لڑکی کے والدین کو علم ہوا تو انہوں نے اس لڑکی کا نکاح نوید سے کر دیا تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور نوید کے لیے ہمبستری کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مزنیہ سے نکاح کرنے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں نوید کا نکاح اس لڑکی سے درست ہے؛ لیکن اس لڑکی سے ہمبستری کرنا اس وقت تک درست نہیں، جب تک وہ لڑکی ایک بار حیض سے پاک نہ ہوجائے۔

لما في الهندية (۲۸۱/۱): وإذا رأى امرأة تزني فتزوجها حل وطؤها قبل أن يستبرئها عندهما وقال محمد رحمه الله تعالىٰ: لا أحب له أن يطأها ما لم يستبرئها، كذا في الهداية.

وفي القول الراجح (۲۴۷/۱): هو قول محمد قال العلامة أكمل الدين البابرتي وقال محمد لا أحب له أن يطأها حتى يستبرأها لأنه احتمل الشغل بماء المولى ولو تحقق الاشتغال بماء الغير كان الوطء حراما فإذا احتمل ذلک ثبت التنزه. (نجم الفتاویٰ: ۱۷۶/۴)

حاملہ من الزنا سے متعلق چند جزئیات کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! شامیہ (۴۸/۳) پر نکاح الحامل من الزنا سے متعلق جو تفصیلات ہیں، ان کے بارے میں یہ باتیں پوچھنی ہیں:

(۱) حاملہ من الزنا عورت سے اگر غیر زانی نکاح کرتا ہے تو ہمبستری کرنے کی اجازت نہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ بظاہر اختلاطِ نسب تو نہیں؛ کیوں کہ نسب تو قبل از ظہور حمل مشتبہ ہوسکتا ہے، نہ کہ بعد از ظہور حمل، ظہورِ حمل کے بعد تو تعین ہوگیا ہے۔

(۲) اگر غیر زانی مزنیہ سے نکاح کرے اور حمل ظاہر نہ ہوا ہو تو یہ شخص وطی کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو یہاں اختلاط کا شبہ زیادہ قوی ہے، پھر یہ جائز اور بعد از ظہور نا جائز، اس فرق کی کیا وجہ ہے؟

(۳) درمختار اور ردالمحتار میں بعد از ظہورِ حمل، ممانعتِ وطی کی دلیل "**لئلا يسقى ماؤه زرع غيره**" ذکر ہے۔ آگے یہ بھی ذکر ہے کہ بعد کی ہمبستریوں سے بچے کے بال، قوتِ سماعت وغیرہ تیز ہوتی ہے، کیا عدمِ جوازِ وطی کی یہ وجہ بیان کرنا درست ہے؟ کیا اس کا اعتبار ہے؟ طبأ یہ درست ہے؟

مفتی صاحب! ازراہِ کرم مزنیہ سے نکاح اور پھر بعد از ظہورِ حمل اور قبل از ظہورِ حمل نکاح کے احکام تفصیلاً درج کردیں۔

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) غیر زانی کے لیے مزنیہ حاملہ سے نکاح کے بعد ہمبستری کرنا جائز نہیں اور اس کے نا جائز ہونے کی وجہ

نص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’حاملہ سے وطی نہ کی جائے، حتی کہ وہ وضع حمل کر دے‘‘۔

(۲) غیر زانی کے لیے مزنیہ غیر حاملہ سے نکاح کے بعد ہمبستری کرنا جائز ہے اور دونوں صورتوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ شرعاً ماءِ زانی محترم نہیں ہے، اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مزنیہ سے وطی کرنا مطلقاً جائز ہونا چاہیے، خواہ حاملہ ہو، یا غیر حاملہ؛ لیکن حاملہ کے بارے میں چوں کہ نص موجود تھا کہ وضع حمل سے پہلے وطی کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے مزنیہ حاملہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا۔ وہ نصوص یہ ہیں:

عن أبی سعید الخدری ورفعه أنه قال فی سبایا أوطاس: لا توطأ حامل حتی تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضة.

عن رویفع بن ثابت الأنصاری قال: قام فینا خطیبا، قال: أما إنی لا أقول لکم إلا ما سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول یوم حنین قال: لا یحل لامرء یؤمن باللّٰه والیوم الآخر أن یسقی مائه زرع غیره. (أبوداؤد. کتاب النکاح، باب فِی وَطْءِ السَّبَایَا: ۲۱۳/۲)

غیر حاملہ کے بارے میں چوں کہ کوئی نص موجود نہیں ہے تو ماءِ زانی کے محترم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے وطی کرنا جائز ہے۔

(۳) درمختار اور ردالمحتار میں ظہورِ حمل کے بعد وطی کے ناجائز ہونے کی جو دلیل ذکر کی گئی ہے ’’**لئلا یسقی ماؤه زرع غیره**‘‘ اور اس کے بعد جو لکھا ہے کہ بعد کی وطیات سے بچے کے بال، قوتِ بصارت اور قوتِ سماعت تیز ہوتی ہے، یہ وطی کے ناجائز ہونے کی علت نہیں؛ بلکہ حکمت ہے، جیسا کہ شامیہ میں اس کی تصریح موجود ہے: **وهذه حکمته.** نیز طب جدید کے اعتبار سے یہ بات (کہ بعد کی ہمبستریوں سے بال، قوتِ سماعت اور قوتِ بصارت تیز ہوتی ہے) درست بھی نہیں۔

لما فی معالم السنن (۱۹٤/۳): قال الشیخ شبه صلی اللّٰه علیه وسلم الولد إذا علق بالرحم بالزرع إذا نبت و رسخ فی الأرض وفیه کراهة وطیء الحبالی إذا کان الحبل من غیر الواطی علی الوجوه کلها.

وفی الدرالمختار (۴۸/۳-٤۹): (و) صح نکاح (حبلی من زنی لا) حبلی (من غیره) أی الزنی لثبوت نسبه ولو من حربی أوسیدها المقر به (وإن حرم وطؤها) ودواعیه (حتی تضع) متصل بالمسألة الأولٰی لئلا یسقی ماؤه زرع غیره إذ الشعر ینبت منه.

وفی الشامیة تحته: (إذ الشعر ینبت منه) المراد ازدیاد نبات الشعر لا أصل نباته ولذا قال فی التبیین والکافی لأن به یزداد سمعه وبصره حدة کما جاء فی الخبر اه وهذه حکمته وإلا فالمراد المنع من الوطء لما فی الفتح قال رسول اللّٰه لا یحل لامریء یؤمن باللّٰه والیوم لآخرأن یسقی ماؤه زرع غیره یعنی إتیان الحبلی، رواه أبو داؤد والترمذی وقال: حدیث حسن، آه، شرنبلالیة.

(نجم الفتاوی: ۳۵۶/۵-۳۵۷)

بہنوئی سے حاملہ سالی کا بھائی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اپنی بیوی کی بہن فاطمہ سے صحبت کر لیتا ہے اور فاطمہ کو اس صحبت سے حمل ٹھہر جاتا ہے، پھر زید اپنی سالی فاطمہ کا نکاح اپنے بھائی بکر سے کر دیتا ہے تو کیا اس طرح سے فاطمہ کا نکاح بکر سے درست ہے؟ (المستفتی: محمد مرتضی اعظمی)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر فاطمہ کو زنا سے حمل ٹھہر گیا ہے تو اس حال میں بکر کے ساتھ شرعاً نکاح درست ہوگا، البتہ وضع حمل سے پہلے پہلے بکر کے لیے فاطمہ کے ساتھ وطی کرنا جائز نہیں ہوگا۔

وصح نكاح حبلىٰ من زنا لاحبلىٰ من غيره ... لثبوت نسبه، إلخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچی: ۴۸/۳، زكريا: ۱۴۱/۴)

وصح نكاح حبلىٰ من زنا، عند الطرفين وعليه الفتوىٰ لدخولها تحت النص. (مجمع الأنهر، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت: ۴۸۵/۱)

وإن تزوج حبلىٰ من زنا جاز النكاح، ولايطأها حتى تضع حملها. (الهداية، أشرفی ديوبند: ۳۱۲/۲، الهندية، زكريا: ۲۸۰/۱، جديد: ۳۴۶/۱، قاضی خان علی الهندية، زكريا: ۳۶۶/۱، جديد: ۲۲۱/۱، الفتاوی التاتارخانية، زكريا: ۶۷/۴، رقم: ۴۵۵۴۸، البحرالرائق، كوئٹه: ۱۰۶/۳، زكريا: ۱۸۷/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۶/ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۷۱۰/۲۵) (فتاوی قاسمیہ: ۲۳۹/۱۳-۲۴۰)

نومسلم حاملہ کے ساتھ نکاح کب درست ہے:

سوال: ایک ہندو عورت کو مسلمان بنا کر اس کا نام زلیخا رکھا۔ اس کے ساتھ ایک مسلم کا شادی کا ارادہ ہے اور دونوں راضی ہیں۔ اب عورت کو ہندو خاوند نے طلاق دیئے ہوئے صرف آٹھ دن ہوئے ہیں تو اس کو عدت طلاق گزارنی ہوگی؟ اس کو ایک مہینہ کا حمل ہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں نومسلم حاملہ مطلقہ کی عدت وضع حمل ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد نکاح کر سکتی ہے، بچہ پیدا ہونے سے قبل نکاح جائز نہیں۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ــــــ)

---

(۱) وعدة الحامل أن تضع حملها، كذا في الكافي ... وسواء كانت المرأة حرة أومملوكة قنة أومدبرة أو مكاتبة، إلخ. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثالث عشر في العدة: ۵۲۸/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

حبلی من الزنا کا نکاح اور نکاح پڑھانے والے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی جو قریب سات مہینہ کے حمل سے ہے، لڑکی کے عزیز اسی محلّہ کے ایک لڑکے پر الزام رکھ کر زبردستی نکاح کرا دیتے ہیں، کچھ ہی دن کے بعد قریب ایک مہینہ کے لڑکی کے شکم سے ایک لڑکی پیدا ہوتی ہے، جو کہ موجود ہے، شرع کی رو سے یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ نکاح پڑھانے والا اسی محلّہ کی مسجد کا امام بھی ہے، اگر نکاح نہیں ہوا تو اس امام مسجد کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ جواب سے آگاہ کیجئے۔ (المستفتی: اشفاق احمد، محلّہ گنوری سرسی، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مذکورہ میں شرعاً نکاح صحیح ہو چکا ہے، نکاح پڑھانے والے امام کے پیچھے نماز درست ہے؛ البتہ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے، اس کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ ماں کی طرف منسوب کردی جائے گی، اس لڑکی کی پرورش کا خرچہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا۔

عن الحسن أن امرأة ولدت لستة أشهر فأتي بها، عمر بن الخطاب رضي الله عنه فهم برجمها، فقال له علي: ليس ذلک لک، إن الله عزوجل يقول في كتابه: ﴿وحمله وفصاله ثلثون شهراً﴾ فقد يكون في البطن ستة أشهر، والرضاع أربعة وعشرين شهراً، فذلک تمام ما قال الله: ﴿ثلثون شهراً﴾ فخلى عنها عمر. (سنن سعيد بن منصور، كتاب النكاح، باب المرأة تلد لستة أشهر، دارالكتب العلمية بيروت: ٦٦/٢، رقم: ٢٠٧٤)

وصح نكاح حبلىٰ من زنا لاحبلى من غيره. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچی: ٤٨/٣، زكريا: ١٤١/٤، الهندية، زكريا: ٢٨٠/١، جديد: ٣٤٦/١، قاضي خان على الهندية، زكريا: ٣٦٦/١، جديد: ٢٢١/١، التاتارخانية، زكريا: ٦٧/٤، رقم: ٥٥٤٨، الهداية، اشرفی دیوبند: ٣١٢/٢، البحر الرائق، كوئٹه: ١٠٦/٣، زكريا: ١٨٧/٣، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت: ٤٨٥/١)

فولدت لنصف حول منذ نكحها لزمه نسبه لتصور الوطء حالة العقد، ولو ولدت لأقل منه لم يثبت. (شامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في ثبوت النسب من الصغيرة، كراچی: ٤٧/٣، زكريا: ٢٤١/٥)

إذا تزوج الرجل إمرأة فجاء ت بالولد لأقل من ستة أشهر، منذ تزوجها لم يثبت نسبه. (الفتاوىٰ الهندية، زكريا: ٥٣٦/١، جديد: ٥٨٨/١، مجمع الأنهر دارالكتب العلمية بيروت: ٤٨٦/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۴؍رجب المرجب ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۰۶/۲۴) (فتاوی قاسمیہ: ۲۱۳/۱۳-۲۱۴)

حاملہ کا نکاح پڑھانے والے اور شرکاء محفل کا نکاح نہیں ٹوٹتا:

(الجمعیۃ، مورخہ: ۲۰؍جنوری ۱۹۳۲ء)

سوال: ایک شخص کا ایک حاملہ عورت سے نکاح ہوا؛ لیکن عورت کے رشتہ داروں میں کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ

حاملہ ہے۔ایسی صورت میں کیا نکاح پڑھانے والے قاضی اور شرکاء محفل کے نکاح فسخ ہو گئے؟

الجواب

زنا سے حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے،(۱) جو لوگ نکاح میں شامل ہوئے، نہ انہوں نے کوئی گناہ کیا اور نہ ان کے نکاح پر کوئی اثر پڑا اور نہ ان پر کوئی کفارہ لازم آیا، البتہ اگر حمل زنا کا نہ ہو؛ بلکہ ایسا حمل ہو، جس میں بچہ ثابت النسب ہوتا ہے تو ایسی حاملہ عورت سے نکاح درست نہیں ہوتا؛(۲) لیکن نکاح میں شامل ہونے والوں کو معلوم نہ ہو تو اس صورت میں بھی وہ گنہگار نہیں ہوتے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۲۸۳/۵)

اقرار سے زنا کا ثبوت ہوتا ہے؛

مگر اسلامی احکام نافذ نہ ہونے کی بنا پر حد جاری نہیں کی جائے گی، البتہ تنبیہ کر کے توبہ کرائی جائے:

سوال: ایک قریہ میں دو بچے والی ایک بیوہ عورت سے ایک شخص نے زنا کیا، اس سے اس عورت کو سات ماہ کا حمل ٹھہرا ہوا ہے، چار معتبر شخص اس کے گواہ ہیں اور وہ عورت خود بھی اقرار کرتی ہے اور مذکورہ شخص سے نکاح کر لینا چاہتی ہے؛ لیکن وہ شخص قبول نہیں کرتا۔حاملہ عورت سے نکاح کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

دوسرا معروضہ یہ ہے کہ ایک عورت خاوند کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص سے زنا کرتی ہے اور دوسرا شخص اپنی عورت ہوتے ہوئے دوسری عورت سے زنا کرتا ہے۔اس زانیہ عورت سے اس کا خاوند ہوتے ہوئے زانی کس طرح نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب

ھو الموفق للصواب: صورت مسئولہ میں چوں کہ عورتِ مذکورہ بیوہ بے شوہر ہوتے ہوئے حاملہ ہوگئی؛ اس لیے اس کی گنہگاری بغیر گواہ کے خود اس کے اقرار سے ثابت ہوگئی اور وہ سنگسار کیے جانے کی مستحق ہوگئی؛ لیکن حد جاری کرنے کے لیے حاکم اسلام، یا اس کے نائب کا ہونا رکن ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ کی کتاب الحدود میں مرقوم ہے:

وركنه إقامة الإمام أو نائبه في الإقامة. (۳)

اس لیے اس پر حد زنا جاری کرنے کی گنجائش نہیں ہے، چاہیے کہ اس کو توبہ کرائیں۔شخص مذکور چوں کہ انکار کرتا ہے اور اس پر گواہی بھی دشوار ہے؛ کیوں کہ زنا کی گواہی میں شرعاً جن شرائط و قیود کا اعتبار ہے، ان کا تحقق آسان نہیں۔

---

(۱) وصح نكاح حبلى من زنا. (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۸/۳، سعيد)

(۲) وحبلى ثابت النسب لايجوز نكاحها إجماعاً. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، ماجدية)

(۳) الفتاوىٰ الهندية، الباب الثاني في الزنا: ۱۴۳/۲، دار الفكر بيروت، انيس

جیسا کہ درمختار میں ہے:

(ویثبت بشهادة أربعة) رجال (فی مجلس واحد) ...(ب) لفظ (الزنا لا) مجرد لفظ (الوطء والجماع) ... (فیسألهم الامام عنه ما هو) ... (وکیف هو وأین هو ومتی زنی وبمن زنی) ... (فإن بینوه وقالوا: رأیناه وطئها فی فرجها کالمیل فی المکحلة) ... (وعدلوا سرًّا وعلناً) ... (حکم به)،انتهیٰ ملخصا. (۱)

اس لیے اس فاسقہ عورت کے اقرار سے اس کو زانی قرار دینا اور اس عورت سے نکاح کر لینے پر اس کو جبر کرنا مناسب نہیں۔سوال میں جولکھا گیا ہے کہ چار معتبر شخص بھی گواہ ہیں،شاید وہ لوگ اس شخص کو اس عورت کے گھر آتے جاتے،یا بات چیت کرتے ہوئے دیکھ کر،یا دیگر قرائن سے کہتے ہوں گے،اس کا کوئی اعتبار نہیں؛ بلکہ یہ گمان بد ہے،جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔ہاں،اگر اس شخص سے ایسی حرکتیں صادر ہوں،جن سے اس پر ایسی تہمت آ سکے تو اس کو البتہ تنبیہ کرنی چاہیے؛ تاکہ وہ ایسے کام سے احتراز کرے اور لوگ بدگمانی کے گناہ سے بچیں۔

زنا سے حاملہ عورت سے نکاح کرنا جائز ہے،اگر زانی نے خود نکاح کرلیا تو اس سے جماع کرنا بھی جائز ہے۔اگر دوسرے شخص نکاح کیا تو وضع حمل تک اس سے نہ جماع کرنا جائز ہے،نہ اس کو شہوت سے چھونا اور بوسہ دینا جائز ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے:

(و)صح نکاح (حبلیٰ من زنا لا من) حبلیٰ(غیره)...(وإن حرم وطؤها) ودواعیه (حتٰی تضع) ... لونکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا،انتهیٰ ملخصاً. (۲)

مردوالی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں حرام ہے۔اگر اس سے برا فعل صادر ہو تو اس کو توبہ کرانا چاہیے اور اس برے فعل سے روکنے کے لیے اس کو تنبیہ کرنی چاہیے۔اسی طرح عورت والے مرد کو بھی توبہ اور تنبیہ لازم ہے۔اگرچہ یہ دونوں سنگسار کئے جانے کے مستحق ہیں؛لیکن عذر مذکور یعنی حاکم اسلام کے نہ ہونے کی بنا پر چھوٹ گئے۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: ضیاء الدین محمد کان اللہ لہ۔الجواب صحیح: محمد عبد الجبار عفی عنہ۔

الجواب صحیح: شیخ آدم عفی عنہ۔الجواب صحیح: عبدالرحیم عفی عنہ۔(فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۸۷-۱۹۸)

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکی کو ناجائز حمل تھا،نکاح ہوا،یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا،بعد پانچ یا چار ماہ کے ایک لڑکی تولد ہوئی؛مگر وہ لڑکی نو مہینہ سے کم نہ تھی،اس کا نکاح جائز رہا،یا نہیں؟اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے،یا نہیں؟وہ شخص کہتا ہے کہ یہ نطفہ میرا ہے؛مگر معلوم ہوا وہ عورت پردہ نشین نہ تھی،اس کے متعلق حکم شرعی کیا ہے؟

(۱) الدرالمختار،کتاب الحدود:۴/۷-۸،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) الدرالمختار،فصل فی المحرمات:۳/۴۸-۴۹،دارالفکر بیروت،انیس

الجواب

نکاح اس شخص کا عورت مذکورہ سے صحیح ہوگیا اور اس کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے اور نسب اس لڑکی کا اس سے شرعاً ثابت نہیں ہے۔ درمختار میں ہے کہ حاملہ عن الزنا سے نکاح صحیح ہے، پھر اگر وہ حمل اسی ناکح کا ہے تو اس کو بعد نکاح کے وطی درست ہے اور اگر حمل کسی دوسرے شخص کا ہے تو شوہر کو تا وضع حمل وطی کرنا درست نہیں ہے۔

لئلا یسقی ماؤہ زرع غیرہ. (الدرالمختار)(۱)

پس اگر وہ شخص مقر ہے زنا کرنے کا ساتھ اس عورت کے نکاح سے پہلے تو حسب اقرار وہ خود فاسق ہے، اس حالت میں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛ لیکن اگر گناہ سے توبہ کرے گا تو یہ کراہت مرتفع ہوجاوے گی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۴/۷-۲۰۵)

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے (تقریباً شادی کے بیس دن بعد) اپنی عورت کو حاملہ پایا اور وہ حمل قریباً پانچ مہینے کا تھا، یہ جان کر اس شخص نے طلاق دینے کا ارادہ کیا، عورت کو ہسپتال لے جاکر اس کا حمل ساقط کردیا گیا ہے اور اس عورت کا کسی اور سے حاملہ ہونا بھی ثابت ہوگیا ہے، ایسی صورت میں وہ:

(۱) کیا حاملہ عورت سے نکاح درست ہے؟

(۲) کیا حاملہ سے کیا ہوا نکاح خودبخود باطل ہوجاتا ہے؟

(۳) کیا عورت مہر کی حق دار ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں نکاح منعقد ہوگیا ہے، حاملہ بالزنا سے نکاح درست ہے، جس کا حمل ہو، وہ نکاح کرے تو صحبت بھی درست ہے، دوسرا شخص نکاح کرے گا تو وضع حمل تک صحبت نہ کرسکے گا۔

وصح نكاح حبلٰى من الزنا لاحبلٰى من غيره أى الزنا لثبوت نسبه. (الدرالمختار مع الشامي: ۱۰٤/۲، فصل في المحرمات)

نکاح خودبخود باطل نہیں ہوا، طلاق دینے پر عورت نکاح سے نکلے گی۔ صحبت ہوچکی ہے؛ اس لیے پورے مہر کی حق دار ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/-------)

---

(۱) وصح نكاح حبلٰى من زنا، إلخ، وحرم وطؤها ودواعيه، حتٰى تضع لئلايسقى ماءه زرع غيره، إلخ، لونكحها الزانى حل له وطؤها اتفاقاً والولد له. (الدرالمختار)

أى إن جاء ت بعد النكاح به لستة أشهر فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح لايثبت النسب ولايرث منه إلا أن يقول هٰذا الولد منى ولايقل من الزنا، إلخ. (الدرالمختار، فصل المحرمات: ٤٠١/٢، ظفير)

نکاح کے پانچ ماہ چھ دن بعد عورت کو بچہ ہوا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت کا نکاح ہوا اور نکاح سے پانچ ماہ چھ دن بعد اس عورت کے لڑکی پیدا ہوئی، یہ نکاح اس صورت میں قائم رہا، یا ٹوٹ گیا اور مرد کو وطی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح ہو گیا، حاملہ عن الزنا کا نکاح صحیح ہو گیا ہے اور اب کہ وضع حمل ہو گیا ہے، شوہر کو وطی درست ہے، اگرچہ نکاح غیر زانی سے ہو۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۰۷/۷)

حاملہ سے جو نکاح ہوا ہے، وہ صحیح ہے اور دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں:

سوال (۱) اگر کسی لڑکی کا نکاح کیا اور بعد شادی کے معلوم ہوا کہ حاملہ زنا سے ہے تو بعد حمل دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ ہدایہ شریف میں وارد ہے کہ نکاح حبلیٰ درست ہے؛ مگر جماع نہیں اور یہاں دونوں باتیں ہوئیں۔

حاملہ کے ساتھ جماع کرنا کیسا ہے:

(۲) اور اگر قصداً حبلیٰ یعنی حاملہ من الزنا کا نکاح کیا اور جماع سے نہ روکا تو نکاح پڑھانے والے کا کیا حکم ہے اور دوبارہ نکاح کیا جائے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۹۳۷، امیر زماں خاں صاحب (برار) ۷/ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۸/مئی ۱۹۳۷ء)

الجواب

(۱) حاملہ من الزنا کا نکاح درست ہے، اگر زوج کو یہ معلوم ہو کہ عورت حاملہ ہے تو اس کے لیے جماع کرنا حلال نہیں، بعد وضع حمل کے جماع جائز ہوتا ہے،(۲) اور اگر اسے حاملہ ہونا معلوم نہ تھا اور جماع کر لیا تو گنہگار نہ ہوگا اور وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، خواہ جماع واقع ہوا ہو، یا نہ ہوا ہو۔

---

(۱) (قَوْلُهُ وَحُبْلَى مِنْ زِنًا لَا مِنْ غَيْرِهِ) أَيْ وَحَلَّ تَزَوُّجُ الْحُبْلَى مِنْ الزِّنَا وَلَا يَجُوزُ تَزَوُّجُ الْحُبْلَى مِنْ غَيْرِ الزِّنَا أَمَّا الْأَوَّلُ فَهُوَ قَوْلُهُمَا، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ هُوَ فَاسِدٌ قِيَاسًا عَلَى الثَّانِي وَهِيَ الْحُبْلَى مِنْ غَيْرِهِ وَإِنْ تَزَوَّجَهَا لَا يَصِحُّ إجْمَاعًا لِحُرْمَةِ الْحَمْلِ، وَهَذَا الْحَمْلُ مُحْتَرَمٌ؛ لِأَنَّهُ لَا جِنَايَةَ مِنْهُ وَلِهَذَا لَمْ يَجُزْ إسْقَاطُهُ وَلَهُمَا أَنَّهُمَا مِنْ الْمُحَلَّلَاتِ بِالنَّصِّ وَحُرْمَةُ الْوَطْءِ كَيْ لَا يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ وَالِامْتِنَاعُ فِي ثَابِتِ النَّسَبِ لِحَقِّ صَاحِبِ الْمَاءِ وَلَا حُرْمَةَ لِلزَّانِي وَمَحَلُّ الْخِلَافِ تَزَوُّجُ غَيْرِ الزَّانِي، أَمَّا تَزَوُّجُ الزَّانِي لَهَا فَجَائِزٌ اتِّفَاقًا وَتَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ عِنْدَ الْكُلِّ وَيَحِلُّ وَطْؤُهَا عِنْدَ الْكُلِّ كَمَا فِي النِّهَايَةِ وَقَيَّدَ بِالتَّزَوُّجِ؛ لِأَنَّ وَطْأَهَا حَرَامٌ اتِّفَاقًا لِلْحَدِيثِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاَللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَسْقِيَنَّ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ، فَإِنْ قِيلَ: فَمُ الرَّحِمِ يَنْسَدُّ بِالْحَبَلِ فَكَيْفَ يَكُونُ سَقَى زَرْعَ غَيْرِهِ؟ قُلْنَا: شَعْرُهُ يَنْبُتُ مِنْ مَاءِ الْغَيْرِ كَذَا فِي الْمِعْرَاجِ وَحُكْمُ الدَّوَاعِي عَلَى قَوْلِهِمَا كَالْوَطْءِ كَمَا فِي النِّهَايَةِ. (البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۱۳/۳، ظفیر)

(۲) وصح نكاح حبلىٰ من زنا لاحبلىٰ من غيره ... وإن حرم وطها ودواعيه حتىٰ تضع. (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۸/۳-۴۹، سعيد)

(۲) حبلیٰ من الزنا کا نکاح کر دینا باوجود حاملہ ہونے کا علم کے درست ہے۔ ہاں زوج کو بتا دینا چاہیے کہ وضع حمل تک وطی نہ کرے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۲/۵)

لاعلمی میں تین ماہ کی حاملہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کا عقد زید کی لاعلمی میں تین ماہ کی حاملہ لڑکی سے کر دیا گیا ہے تو یہ جائز ہے، یانہیں؟ اور کیا بچہ سے فارغ ہونے پر دوسرا عقد کرانے کی ضرورت ہوگی، یانہیں؟ (المستفتی: جہانگیر بیگ، سنبھل محلّہ موسیٰ خاں)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ شرعًا موجودہ شوہر ہی کا بچہ ہوگا، اس پر کسی طرح کی تہمت درست نہیں ہے اور اگر چھ ماہ سے پہلے پیدا ہو جائے تو وہ بچہ نہ موجودہ شوہر کا ہوگا اور نہ شرعاً کسی دوسرے کا؛ بلکہ ماں کی طرف منسوب کر دیا جائے گا۔(مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۴۲/۱۱)

عن الحسن أن امرأة ولدت لستة أشهر فأتي بها عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فهم برجمها، فقال له علی: ليس ذلک لک، إن اللّٰه عزوجل يقول فی کتابه:﴿وحمله وفصاله ثلثون شهراً﴾ فقد يكون فی البطن ستة أشهر، والرضاع أربعة وعشرين شهراً، فذلک تمام ماقال اللّٰه﴿ثلثون شهراً﴾ فخلی عنها عمر.(سنن سعيد بن منصور، کتاب النکاح، باب المرأة تلد لستة أشهر، دارالکتب العلمية بيروت: ٦٦/٢، رقم: ٢٠٧٤)

فولدت لنصف حول منذ نكحها لزمه نسبه لتصور الوطء حالة العقد، ولو ولدت لأقل منه لم يثبت.(شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی ثبوت النسب من الصغيرة، کراچی: ٥٧٤/٣، زكريا: ٢٤١/٥)

وإن جاء ت به بستة أشهر فصاعداً يثبت نسبه منه اعترف به الزوج، أوسكت؛لأن الفراش قائم والمدة تامة، إلخ.(الهداية، اشرفی دوبند: ٤٣٢/٢)

نکاح جائز اور درست ہے، وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔(مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۵۰۴/۷)

وصح نكاح الحبلیٰ من زنا، إلخ.(الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، کراچی: ٤٨/٣، زكريا: ١٤١/٤، كذا فی الهندية، زكريا قديم: ٢٨٠/١، زكريا جديد: ٣٤٦/١، قاضی خان علی الهندية، زكريا: ٣٦٦/١، جديد: ٢٢١/١، الهداية، اشرفی ديوبند: ٣١٢/٢، التاتارخانية، زكريا: ٦٧/٤، رقم: ٥٥٤٨، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمية بيروت: ٤٨٥/١، البحرالرائق، کوئٹہ: ١٠٦/٣، زكريا: ١٨٧/٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۵۶۵) (فتاوی قاسمیہ: ۲۱۱/۱۳-۲۱۲)

---

(۱) وصح نكاح حبلی من زنا لاحبلی من غيره ... وإن حرم وطها ودواعيه حتی تضع.(الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ٤٨/٣٠-٤٩، سعيد)

منکوحہ مزنیہ حاملہ کو اگر طلاق ہو جائے تو وضع حمل سے پہلے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی:

سوال: زید نے عرصہ نو سال سے بکر کی عورت منکوحہ مدخولہ اغوا کردہ اپنے پاس رکھی ہوئی ہے، اس عورت سے زید کے دو تین بچے بھی پیدا ہوئے ہیں، اب وہ عورت حاملہ تھی، زید نے بکر سے طلاق لی، طلاق کے فوراً بعد ہی ایک مولوی صاحب نے زید سے نکاح پڑھوالیا، آیا یہ نکاح زید کا درست ہے، یا نہیں؟ ناکح کو اور مفتی دونوں کو گناہ ہے، یا نہیں؛ کیوں کہ بلا عدت طلاق نکاح پڑھوایا ہے؟

الجواب

منکوحہ عورت کا حمل ثابت النسب ہوتا ہے، اس کو حاملہ من الزنا کہنا غلطی اور جہالت ہے اور جب کہ لازم ہے جو وضع حمل ہوتی ہے، پس اس صورت میں مطلقہ بکر پر عدت لازم ہے، جو وضع حمل ہے؛ اس لیے جو نکاح مطلقہ مذکورہ کا بعد طلاق فوراً زید سے کیا گیا، وہ نکاح باطل اور کالعدم ہے اور نکاح خواں اور مفتی کو اگر واقعہ معلوم تھا تو دونوں فاسق اور سخت گناہ گار ہوئے، ان کو چاہیے کہ توبہ کریں اور اس نکاح کے عدم جواز کا اعلان کریں، بعد مدت؛ یعنی بعد وضع حمل پھر نکاح کر کیا جاوے۔ درمختار میں ہے:

وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیة بنهما سنة، فولدت لستة أشهر منذ تزوجهالتصوره کرامة أو استخداما،فتح. (۱) واللہ اعلم (امداد المفتین: ۴۳۰/۲)

طوائف سے نکاح درست ہے:

سوال: ایک شخص نے طوائف سے نکاح کیا اور وہ طوائف علاوہ زنا کے اپنے پیسے رقص وسرور، گانا بجانا کرتی رہے تو نکاح باقی رہا، یا نہیں؟

الجواب

نکاح باقی ہے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۷۴/۷)

بازاری عورت سے نکاح:

سوال: زید ایک بازاری رنڈی لے آیا ہے اور نکاح کرنا چاہتا ہے۔ مولوی صاحب سے جب نکاح پڑھانے کو کہا تو انہوں نے کہا کہ نکاح درست نہیں؛ کیوں کہ یہ معلوم نہیں کہ وہ مسلمان کی لڑکی ہے، یا ہندو کی، اگر مسلمان کی لڑکی ہو تو اس کا شوہر ہے، یا نہیں؟ بشرط موجودگی شوہر نکاح درست نہیں ہے؟

---

(۱) الدر المختار، فصل فی ثبوت النسب: ۵۵۰/۳، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) وصح نکاح حبلٰی من زنا، إلخ، وإن حرم وطؤها ودواعیه حتٰی تضع، إلخ، ولا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۴۰۱/۲-۴۰۲، ظفیر)

الجواب

رنڈی اگر مسلمان، یا عیسائی، یا یہودی ہو اور گمان غالب ہو جائے کہ اس کا کوئی خاوند نہیں ہے تو اس کے ساتھ نکاح درست ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۲۱۲/۵)

رنڈی سے نکاح کر کے فوراً وطی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: کوئی شخص بازار سے ایک رنڈی لایا اور اسی روز اس سے نکاح کر کے وطی کی، نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ اور عدت کرنی پڑے گی، یا نہیں؟

الجواب

نکاح اس کا صحیح ہے اور عدت، یا استبرا اس پر لازم نہیں ہے۔

قال فی الدرالمختار: (أو) الموطوء ة (بزنًی) أی جاز نکاح من رآها تزنی، وله وطؤها بلا استبراء، إلخ. (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۵/۷)

فاحشہ سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ہندہ غیر منکوحہ فاحشہ عورت ہے، اس کے ساتھ زید کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح صحیح ہے۔ (کذا فی الدرالمختار) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۵/۷-۲۴۶)

جس سوتیلی ساس سے زنا کیا، اس سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: سوتیلی ساس جب کہ پانچ سال سے بیوہ ہو اور حاملہ ہو، اس کے ساتھ شرعاً نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ سنا ہے کہ وہ حمل بھی اس سوتیلے داماد کا ہے؟

---

(۱) ﴿وانکحوا الأيامى منكم﴾ (النور: ۳۲)

قال ابن كثير في تفسيره: الأيامى جمع أيم ويقال ذلك للمرأة التي لازوج لها وللرجل الذي لازوجة له، سواء قد تزوج ثم فارق أو لم يزوج واحد منها. (تفسير ابن كثير: ۲۸٦/۳، سهيل اكادمي لاهور)

(۲) الدرالمختار على هامش رد المحتار، فصل في المحرمات: ۴۰۲/۲، ظفير

(۳) (أو) [أي صح نكاح] الموطوء ة (بزنًى) أي جاز نكاح من رآها تزني وحل له وطؤها بلا استبراء أما قوله تعالىٰ: ﴿والزانية لاينكحها إلا زان﴾ (النور: ۳) فمنسوخ بآية ﴿فانكحوا ماطاب لكم من النساء﴾ (النساء: ۳). (الدر المختار على هامش رد المحتار، فصل في المحرمات: ۴۰۲/۲، ظفير

الجواب________________

یہ سوتیلی ساس؛ یعنی اپنی زوجہ کی باپ کی دوسری زوجہ سے نکاح صحیح ہے اور چوں کہ وہ حاملہ عن الزنا ہے اور حاملہ عن الزنا سے شرعاً نکاح صحیح ہے، لہٰذا اس سوتیلی ساس حاملہ عن الزنا سے نکاح درست ہے۔

کما فی الدر المختار: و صح نکاح حبلیٰ عن الزنا، انتھیٰ ملخصاً.

اور جب کہ حمل بھی اس سوتیلے داماد کا ہے؛ اس لیے اس کو بعد نکاح کے صحبت بھی اس سے درست ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۵۹/۷)

سوتیلی ساس سے زنا، پھر نکاح:

سوال: ایک شخص نے اپنی سوتیلی ساس سے زنا کیا، جس سے حمل بھی ہوگیا، اس حمل کی حالت میں اس سے نکاح کرلیا۔ آیا یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ نیز سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

ایسے شخص کے متعلق جس نے اپنی سوتیلی ساس سے زنا کیا ہو، پھر حمل کی حالت میں اس سے نکاح کرلیا ہو، قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور فقہ اسلامیہ میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب________________ حامداً و مصلیاً

زنا کرنا قطعاً حرام ہے، (۲) اگر شرعی طریق پر زنا کا ثبوت ہوجائے تو حکومتِ اسلامیہ میں زانی اور زانیہ پر حد زنا جاری کرنا لازم ہے۔ (۳) اپنی سوتیلی ساس یعنی اپنی بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، خواہ بیوی زندہ ہو، خواہ مر چکی ہو۔

"بخلاف الجمع بين أمرأة وبنت زوجها، فإنه يجوز، آه". (مجمع الأنهر) (۴)

ایسی حاملہ سے بھی نکاح درست ہے، اگر وہ حمل اس نکاح کرنے والے کا ہے (زنا سے)، تب تو اس کو صحبت بھی جائز ہے اور اگر کسی اور کا ہے تو وضع حمل سے پہلے صحبت وغیرہ ناجائز ہے اور نکاح جائز ہے۔

"وصح نكاح حبلىٰ من زنا عند الطرفين، وعليه الفتوىٰ لدخولها تحت النص، وفيه إشعار بأنه

---

(۱) (و)صح نكاح (حبلىٰ من زنا لا) حبلىٰ (من غيره)...(وإن حرم وطؤها) ودواعيه (حتىٰ تضع) ... لونكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۴۰۱/۲، ظفير)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿ولا تقربوا الزنىٰ إنه كان فاحشةً وساء سبيلاً﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

(۳) "ويثبت بشهادة أربعة في مجلس واحد بلفظ الزنا، لا الوطء والجماع، فيسأ لهم الإمام عنه: ما هو؟ وكيف هو؟ وأين هو؟ ومتى زنا؟ وبمن زنا؟ فإن بينوه وقالوا: رأيناه وطئها في فرجها كالميل في المكحلة، وعدلوا سراً وعلناً، حكم به وجوباً". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، كتاب الحدود: ۷/۴-۸، سعيد)

(۴) مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۶/۱، دار أحياء التراث العربي بيروت

لو نکح الزانی،فإنه جائز بالإجماع،خلافاً لأبی یوسف رحمه اللّٰه تعالٰی قیاساً علی الحبلٰی من غیره،لا توطئ الحبلی من الزنا،أی یحرم الوطی، وکذا دواعیه، ولا تجب النفقة حتٰی تضع الحمل اتفاقاً ،آه". (مجمع الأنهر)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۵/۱۱/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۰/۱۱)

طوائف نے اس شرط پر نکاح کیا کہ رقص کا پیشہ باقی رکھے گی، کیا حکم ہے:

سوال: ایک طوائف نے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ اپنے پیشہ رقص وسرور کا جاری رکھے گی، شرعاً وہ نکاح جائز ہوا، یانہیں؟ اور اگر وہ گانا بجانا کرتی رہے تو نکاح رہے گا، یانہیں؟

الجواب

نکاح صحیح ہوگیا اور بعد میں بھی باقی رہا، اگر چہ وہ دونوں عاصی وفاسق ہیں، جب تک کہ تائب نہ ہوں۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۴/۷)

طوائف پیشہ ور سے نکاح جائز ہے، یانہیں؟ جب کہ وہ پیشہ بھی نہ چھوڑے:

سوال: ایک مرد ایک طوائف زنا کار کے پاس رہتا تھا اور اس کی زنا کاری سے گزراوقات کرتا تھا، پھر اس سے نکاح کرلیا، عورت بدستور زنا کاری کرتی رہی، کیا یہ نکاح اس دیوث کا جائز ہے، یا عورت دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح اس مرد کا طوائف مذکور سے صحیح ہوگیا۔(۳) پھر بعد نکاح کے بھی طوائف مذکورہ کا پیشہ زنا کاری کرنا اور شوہر کو اس کا نہ روکنا اور اس کی حرام آمدنی سے گزارہ کرنا یہ جملہ امور حرام اور موجب فسق ہیں اور شوہر مذکور دیوث اور فاسق ہے؛ لیکن نکاح جو ہوگیا، وہ قائم ہے، جب تک وہ طلاق نہ دے اور اس کی عدت نہ گزر جاوے، اس وقت تک طوائف مذکورہ دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی۔(کذا فی کتب الفقه)(۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۳/۷-۲۸۴)

---

(۱) مجمع الأنهر: باب المحرمات: ۳۲۹/۱،دار إحیاء التراث العربی بیروت

(۲) لٰکن یبطل النکاح بالشرط الفاسد وإنما یبطل الشرط الفاسد دونه.(الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۴۰۵/۲،ظفیر)

(۳) وصح نکاح الموطوءة بملک ...أو بزنا أی جاز نکاح من رأها تزنی وله وطؤها بلا إستبراء.(الدر المختار علٰی هامش رد المحتار،فصل فی المحرمات: ۴۰۲/۲،ظفیر)

(۴) (و)صح نکاح (حبلٰی من زنا لا) حبلٰی (من غیره)...(وإن حرم وطؤها) ودواعیه (حتٰی تضع) ... لونکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا.(الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار،فصل فی المحرمات: ۴۰۱/۲،ظفیر)

زانی کا نکاح زانیہ سے درست ہے:

سوال: زانی مرد، یا زانیہ عورت کا نکاح زانی، یا زانیہ سے، یا محصن ومحصنہ سے بغیر حد لگائے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ کما فی الدر المختار: (أو) الموطوءة (بزنًی) أی جاز نکاح من رآها تزنی، إلخ، وأما قوله تعالیٰ: ﴿الزانیة لاینکحها إلا زانٍ أومشرک﴾ (النور: ۳) فمنسوخ بآیة: ﴿فانکحوا ماطاب لکم من النساء﴾ (النساء: ۳). (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۹۲/۷)

زانی مزنیہ سے نکاح کرسکتا ہے:

سوال: ایک عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا، اگر وہ شخص چاہے کہ اس کے ساتھ نکاح پڑھائے مدت پوری کرنے کے بعد تو اس کے ساتھ نکاح درست ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۸۸۶، محمد عبدالقادر، ممبئی، ۲۸/محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۱/اپریل ۱۹۳۶ء)

الجواب

ہاں، زانی اس عورت کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے، جس سے اس نے زنا کیا ہے۔ (۱) جب کہ وہ عورت منکوحۃ الغیر، یا معتدہ نہ ہو اور کسی اور رشتہ کی وجہ سے اس کے لیے حرام نہ ہو، زنا کی کوئی عدت نہیں؛ یعنی زنا کے بعد کوئی مدت گزارنے کی شرط نہیں۔ (۳) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۱/۵)

زانی مرد عورت کا نکاح آپس میں صحیح ہے:

سوال: زانی مرد و عورت اگر توبہ کرلیں تو ان کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۴۶۴، خواجہ مصلح الدین صاحب، مغربی خاندیس، ۲۳/ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۳/جون ۱۹۳۷ء)

الجواب

زانی مرد اور عورت جب توبہ کرلیں تو ان کا باہم نکاح ہوسکتا ہے۔ (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۸۲/۵)

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۴۰۲/۲، ظفیر

(۲) فی مجموع النوازل: إذا تزوج امرأة قد زنی هوبها وظهربها حبل فالنکاح جائز. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم الثالث: ۲۸۰/۱، ماجدیة)

(۳) فلا عدة لزنا. (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ۵۰۳/۳، سعید

(۴) إذا تزوج امرأة قد زنیٰ هو بها وظهربها حبل فالنکاح جائز. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الثالث: ۲۸۰/۱، ماجدیة)

مزنیہ سے نکاح:

سوال: زید کی شادی ہوگئی اور تین چار لڑکے ہوگئے، پھر زید نے دوسری عورت سے جس کا خاوند مرگیا ہے، اس سے اس نے بغیر نکاح کئے صحبت کی بہت دنوں تک اور بعد میں نکاح کیا، ٦، یا ٧/ ماہ بعد، نکاح ہوا، یا نہیں؟ جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر اس عورت کی عدت گزر چکی تھی، اس کے بعد اس زید نے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے، (۱) بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو۔ نکاح سے قبل صحبت کرنا اگرچہ حرام ہے؛ لیکن مانع نکاح نہیں۔

"إذا تزوج امرأةً قد زنى بها، وظهر بها حبل، فالنكاح جائز عند الكل،الخ". (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۵/۱) (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/ رجب ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۱۱۸)

زانیہ کا نکاح زانی سے:

سوال: زانی مرد کا نکاح زانیہ سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر زانیہ حاملہ ہوجائے تو اس زانی مرد کا نکاح اس سے کس وقت ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

زانی کا زانیہ کو حمل ہو، تب بھی اس سے زانی کا نکاح درست ہے اور صحبت بھی درست ہے، زانیہ نہ کسی کے نکاح میں ہو، نہ عدت میں، تب بھی اس کا نکاح درست ہوتا ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۱۲۶)

---

(۱) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالیٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾. (مجمع الأنهر، باب العدة: ۴۶۴/۱، دار أحياء التراث العربي بيروت)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

(۲) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه

(۳) "وصح نكاح حبلیٰ من زنا لا حبلى من غيره حتى تضع ... لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً والولد له". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۴۸/۳-۴۹، سعيد)

زانیہ سے نکاح:

سوال: یا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری بیوی شادی سے پہلے زید سے ناجائز تعلقات رکھتی تھی، شادی کے بعد مجھے اس حقیقت کا علم ہوا، وہ اب حاملہ بھی ہے، آپ بتائیں کہ اب مجھے قرآن اور صحیح حدیث کی روشنی میں کیا اقدام کرنا چاہیے؟ (ق،م،ع)

الجواب

زنا سخت گناہ ہے، اگر اسلامی حکومت ہو اور زنا کرنے والے کے اقرار یا چار عینی گواہوں کی گواہی سے قاضی کے نزدیک زنا کا جرم ثابت ہو جائے تو قاضی کے حکم سے اس پر زنا کی شرعی سزا جاری ہوگی، جو غیر شادی شدہ کے حق میں سو کوڑے مارنا،(۱) اور شادی شدہ کے حق میں سنگسار کر دیا جانا ہے،(۲) جہاں اسلامی حکومت نہ ہو، وہاں کے لیے یہ سزا نہیں؛ کیوں کہ شریعت کی ان سخت سزاؤں کے لیے اسلامی ماحول کا ہونا اور برائیوں کے محرکات پر روک لگایا جانا ضروری ہے، البتہ توبہ واستغفار ہر حال میں واجب ہے، اگر صدق دل سے توبہ کی جائے اور آئندہ اس سے باز رہا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو معاف کر دیں؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ ہی نہیں کیا:

"التائب من الذنب كمن لاذنب له". (۳)

اگر کوئی عورت زنا کی مرتکب ہو اور اس سے نکاح کیا جائے تو شرعاً نکاح منعقد ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ نکاح کے درست ہونے کے لیے قرآن وحدیث میں مرد وعورت کے پاک دامن ہونے کی شرط نہیں۔ فقہا نے لکھا ہے کہ "اگر کسی عورت کو زنا کا حمل ہو اور اس حالت میں اس کا نکاح ہو جائے، تب بھی نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ جو حمل ثابت النسب ہو، اس حاملہ عورت کا نکاح درست نہیں؛ کیوں کہ ثابت النسب حمل قابل احترام ہے"۔(۴)

اس لیے آپ کا نکاح اس عورت سے منعقد ہو گیا، اگر نکاح کے بعد چھ ماہ پورا ہونے پر بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کی نسبت آپ کی طرف ہوگی اور وہ آپ کا بچہ سمجھا جائے گا اور اگر چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہوا، تو وہ ثابت النسب بچہ نہیں ہوگا۔ جہاں تک اس عورت کو رکھنے اور طلاق دینے کی بات ہے تو آپ کے لیے شرعاً اس کو طلاق دینا جائز ہے اور اصلاح کی امید نہ ہو تو طلاق دینا بہتر ہے اور اگر وہ اپنی غلطی پر نادم ہے اور اس کے موجودہ حالات کے تحت امید ہے

(۱) سورة النور: ۲
(۲) الهداية: ۲/ ۵۰۹
(۳) سنن ابن ماجة، رقم الحديث: ۴۲۵۰
(۴) الهداية: ۳/ ۲۴

کہ آئندہ وہ ایسی برائی کا ارتکاب نہیں کرے گی تو اس کو اپنے نکاح میں رکھنے کی گنجائش ہے اور ایسی صورت میں آپ کو معاف اور درگزر کرنے کا ثواب بھی مل سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (کتاب الفتاویٰ:۳۴۹/۴-۳۵۱) ☆

زانی کے زانیہ سے نکاح کا حکم:

سوال: میں نے اور ایک لڑکی نے گناہ کرلیا ہے، وہ مجھ سے شادی کرنے پر اصرار کررہی ہے۔ میرے گھر والے اس شادی کے مخالف ہیں۔ میرے اور اس لڑکی کے تعلقات کو چار سال کا عرصہ ہوگیا ہے۔ کیا میں اس لڑکی سے شادی کروں، یا اپنے گھر والوں کی پسند کی لڑکی سے شادی کروں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

زنا کی حرمت انتہائی شدید ہے، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں واضح ارشادات اس بارے میں وارد ہوئے ہیں اور گناہ کبیرہ میں سے ایک گناہ اس زنا کو بھی شمار کیا گیا ہے، یہاں تک کہ حاکم کو شرعاً حکم ہے کہ اگر غیر شادی شدہ مرد اور عورت زنا کریں تو انہیں سو سو کوڑے سر عام لگائے جائیں، اگر یہ فعل شادی شدہ مرد اور عورت سے صادر ہو تو چوں کہ اس کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے، لہٰذا شریعت انہیں سنگسار کرنے کا حکم دیتی ہے۔ سر عام انہیں پتھر مار مار کر سنگسار کیا جائے گا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی کا حکم ہے:

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (سورة النور: ۲)

(زانیہ اور زانی ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ۔)

☆ ''زانی کا نکاح زانیہ سے ہوگا'' کا مطلب:

سوال (الف) زانی نکاح کسی کے ساتھ نہیں کرتا، بجز زانیہ، یا مشرک کے اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا، بجز زانی یا مشرک کے۔ (سورۂ نور) ---- ہم کو کس طرح معلوم ہو کہ فلاں شخص زانی، یا زانیہ ہے؛ کیوں کہ ہر شخص کے ذاتی حالات تو معلوم نہیں ہو سکتے۔

(ب) اگر زید نے انجانے میں کسی کے ساتھ بدکاری کی ہے اور گناہ کے بعد ہمیشہ کے لیے توبہ کرلی تو کیا یہ توبہ مقبول ہے اور وہ کسی دوسری نیک لڑکی سے شادی کرسکتا ہے؟ (ث،ک)

الجوابـــــــــــــــــــــــــــ

(الف) اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ زانیہ سے زانی ہی نکاح پسند کرسکتا ہے، اسی طرح زانیہ ہی زانی کو اپنے لیے بہ طیب خاطر پسند کرسکتی ہے، رہ گیا کسی شخص کے حالات سے واقف ہونا تو اگر کسی مرد یا عورت کے بارے میں معتبر ذریعہ سے زنا کا ثبوت نہ ہو تو اسے نیک اور پاک دامن ہی تصور کیا جائے گا؛ کیوں کہ ایک مسلمان کا ایسے شرمناک گناہوں سے محفوظ ہونا ہی متوقع ہے۔

(ب) جب زید نے ہمیشہ کے لیے توبہ کرلی ہے اور اب اس سے مجتنب ہے تو ان شاء اللہ اس کی توبہ مقبول ہوگی، دوسری نیک لڑکی سے اس کا نکاح کرلینا بھی درست ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳۵۱/۴-۳۵۲)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن عمر رضی اللّٰہ عنه قال: إن اللّٰہ بعث محمدا وأنزل علیه الکتاب فکان مما أنزل اللّٰہ تعالی آیة الرجم، رجم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ورجمنا بعده والرجم فی کتاب اللّٰہ حق علی من زنی إذا أحصن من الرجال والنساء إذا قامت البینة أوکان الحبل أوالاعتراف. (متفق علیه)(مشکاة المصابیح، کتاب الحدود،الفصل الأول)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اور اللہ تعالی نے ان پر کتاب نازل فرمائی ہے، پس اللہ تعالی نے جو آیتیں نازل فرمائی تھیں، ان میں رجم کی آیت بھی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوران کے بعد ہم نے بھی رجم کئے ہیں اور کتاب اللہ میں محصن مرد اور عورت کا زنا اگر گواہ، یا حمل، یا اقرار سے ثابت ہو جائے تو کتاب اللہ میں اس کو رجم کرنا حق ہے اور ثابت ہے۔)

اسی طرح ایک اور حدیث میں زنا سے متعلق انتہائی پرخطر وعید وارد ہوئی ہے، جو اس فعل کی قباحت انتہائی درجہ تک پہنچا دیتی ہے:

وعن أبی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا زنی العبد خرج منه الإیمان فکان فوق رأسه کالظلة فإذا خرج من ذلک العمل عاد إلیه الإیمان". (مشکاة المصابیح،باب الکبائر وعلامات النفاق)

(حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس کے اندر سے نکل جاتا ہے، پھر اس کے سر پر سائبان بن کر سایہ کئے رہتا ہے، جب وہ شخص اس زنا کے عمل سے نکلتا ہے تو ایمان اس کے اندر لوٹ جاتا ہے۔)

الغرض زنا کرنا شرعا انتہائی قبیح اور موجب عذاب اللہ عمل ہے۔ دور نبوی میں اس پر سزائیں جاری ہوئی ہیں۔ اس کے بعد بھی سزائیں معین تھیں۔ اسلامی سلطنتوں میں ان سزاؤں کا اجرا ہی ان کی روک تھام کا سبب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث میں اس فعل کی قباحت بیان فرمائی ہے۔ نصوص قرآنیہ میں بھی اس شناعت سے دور رہنے کا حکم ہے، لہذا سائل کو اولا اس گناہ پر سچے دل سے توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔

جہاں تک تعلق ہے شادی کا تو اس سے متعلق یہ واضح رہے کہ خیر القرون میں ایسی نظائر ملتی ہیں کہ زانی اور زانیہ پر حد کے اجرا کے بعد ان کا آپس میں نکاح کر دیا گیا اور فقہا نے اسے لیا ہے۔

روی أن رجلا زنی بامرأة فی زمن أبی بکر رضی اللّٰہ عنه فجلدهما مائة جلدة، ثم زوج أحدهما من الآخر مکانه ونفاهما سنة وروی مثل ذلک عن عمر وابن مسعود وجابر رضی اللّٰہ عنهم وقال ابن عباس: أوله سفاح وآخره نکاح، وبهذا أخذ الشافعی وأبوحنیفة، ورأوا أن الماء لا حرمة له". (الجامع لأحکام القرآن: ۱۷۰/۶)

(روایت کیا جاتا ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زنا کیا۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں سوسوکوڑے مارے، پھر دونوں کی ایک دوسرے سے شادی کرادی اورانہیں ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا۔اسی طرح حضرت عمر،ابن مسعوداور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہےاور یہی امام شافعی اورامام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا مذہب ہےاوران کا مذہب ہے کہ زنا کے پانی کی کوئی حرمت نہیں۔)

لہٰذا فی الحال مسئلے کا فوری حل یہی ہے کہ دونوں اپنے گناہ پر توبہ اور ندامت کریں۔نیز آپس میں شادی کرلیں۔اس کے لیےلڑکا اپنے گھر والوں کوراضی کرلے،اس لڑکےاورلڑکی کا آپس میں نکاح ہی بہتر ہے؛تاکہ کسی پر ظلم نہ ہو، البتہ آئندہ زندگی میں معاصی اورمنکرات سے بچنے کا عزم کیا جائے۔

لما فی القرآن الحکیم (المعارج: ۲۹):﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ إِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾

وفی مشكاة المصابيح (۲/۲٦۷):عن أسامة بن زيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:ماتركت بعدى فتنة أضرعلى الرجال من النساء.(متفق عليه)

وفی الشامية (۳/٦):(قوله:عند التوقان) ... والمراد شدة الاشتياق،كما فی الزيلعی، أی بحيث يخاف الوقوع فی الزنا لو لم يتزوج إذ لا يلزم من الاشتياق إلى الجماع الخوف المذكور،بحر،قلت: وكذا فيما يظهر لو كان لا يمكنه منع نفسه عن النظر المحرم أو عن الاستمناء بالكف فيجب التزوج وإن لم يخف الوقوع فی الزنا.(نجم الفتاویٰ:۴/۱۶۹-۱۷۰)

مزنیہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ شخص نے ایک بیوہ عورت کے ساتھ خفیہ طور پر مہر مقرر کر کے ایک دوسرے کو تن وجود بخش دیا اوراس کے بعد دونوں ہمبستری بھی کرتے رہے،عرصہ دو ماہ بعد وہ شخص اس بیوہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے،کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی:حکم دار خان کوہ مری راولپنڈی،۱۹۷۳/۳/۵ء)

الجواب

مزنیہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہےاورنکاح کے بعد جماع بھی جائز ہے۔

فی الدرالمختار:ولونكحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً.(هامش ردالمحتار: ۲/ ۴۰۱)(۱)(فتاویٰ فریدیہ:۴/۳۰۰)

زانی اورمزنیہ کے درمیان نکاح:

سوال: زانی اورمزنیہ کے درمیان رشتہ نکاح قائم ہوسکتا ہے،یانہیں؟

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ۲/۳۱۷، قبيل مطلب فيما لو زوج المولى امته

الجواب ـــ

زانی اورمزنیہ کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے،شرعاً اس میں کوئی قباحت نظرنہیں آتی۔

قال ابن نجیم المصری رحمه اللّٰه:أما تزوّج الزانی فجائز اتفاقًا وتستحق النفقة عند الکل ویحل وطؤها عند الکل، کما فی النهایة. (البحرالرائق:۱۰۶/۳، کتاب النکاح،فصل فی المحرمات)(۱)(فتاویٰ حقانیہ:۳۲۹/۴)

مزنیہ سے زانی کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے ورزش سکھلانے سے قبل خالد سے کچھ وعدے کروائے،خالد نے مسجد میں وعدہ کیا کہ میں آپ کو(زید) کوکسی طرح کی دغانہیں دوں گا، میں آپ کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا، میں آپ کا ہر کہنا مانوں گا،ورزش سیکھنے کے دوران خالد نے زید کی لڑکی سے چار پانچ مرتبہ زنا کیا،زید کو پتہ چلنے پرزید نے خالد سے کہا کہ لڑکی سے نکاح کرلو، خالد نے مسجد میں وعدہ کیا کہ میں آپ کی لڑکی سے نکاح کروں گا،یا جب تک آپ کی لڑکی کا نکاح نہ ہوگا، میں کہیں نکاح نہ کروں گا،ان وعدوں کے بعد خالد نے زید سے کہا کہ میں نے جو وعدے کئے ہیں،سب سے آزاد کردو،ورنہ میں تم کو گولی ماردوں گا،زید کو خالد سے گھبراہٹ ہوگئی کہ خالد کبھی بھی وقت گولی مارسکتا ہے،زید نے خالد سے زبانی کہا کہ میں نے تم کوآزاد کردیا،زید کا کہنا ہے کہ میں نے زبان سے کہا ہے،دل سے آزادنہیں کیا تو صورت مذکورہ میں خالد اپنے وعدوں سے آزاد ہوا ہے، یانہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) خالد نے زید سے مسجد میں وعدے کرائے،زید نے خالد سے کہا کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح ان شاءاللہ تم سے ہی کروں گا۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کواپنی لڑکی کا نکاح خالد سے کرانا ضروری ہے،یا نکاح کہیں بھی کراسکتا ہے؟ اگرزید نے اپنی لڑکی کا نکاح خالد سے نہ کرتے ہوئے بکر سے کردیا تو کیا شرعاً وعدہ کے خلاف کرنے والا کہا جائے گا؟

(۳) خالد نے زید کی لڑکی سے چار پانچ مرتبہ زنا کیا،زید کو پتہ چلنے پرزید نے خالد سے کہا کہ لڑکی سے نکاح کرلو،خالد نکاح کرنے کو تیار ہے،خالد کا کہنا ہے کہ میرے والدین فی الحال کرنے کو تیارنہیں، وہ کچھ عرصہ کے بعد کرنے کو تیار ہیں۔خالد کا کہنا ہے کہ فی الحال والدین کو اطلاع دیئے بغیر دو چار خاص آدمیوں کے سامنے نکاح ہوجائے اوراس بات کو پوشیدہ رکھا جائے، جب والدین شادی کریں گے، پھر دوبارہ علانیہ طور پر نکاح ہوجائے گا تواس طرح کرنا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہے یانہیں؟

(المستفتی:سعیداحمد، پان فروش،لکڑی منڈی چوراہہ،جسپور،ادھم سنگھ نگر)

---

(۱) قال الحصکفی رحمه اللّٰه: لونکحها الزانی حل وطؤها اتفاقاً.(الدرالمختارعلٰی صدر ردالمحتار: ۴۹/۳، کتاب النکاح،فصل فی المحرمات)ومثله فی بدائع الصنائع: ۲۶۹/۲، کتاب النکاح،فصل أن لایکون بها حمل)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

سوال نامہ میں درج شدہ تمام معاملات فاسد اور خلاف شریعت ہیں، وعدہ خلافی کرنا بڑا گناہ ہے اور زنا کرنا گناہ عظیم اور مستحق لعنت اور عنداللہ سخت ترین عذاب کا خطرہ ہے، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو دونوں پر سوسو کوڑے لگائے جاتے، دونوں پر خالص توبہ کرنا لازم ہے، تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ خالد کو اور زید کی لڑکی کو ملامت اور غیرت دلائیں۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم جدید: ۱۲/۱۸۰)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً﴾ (سورة بني إسرائيل: ٢٣)

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ﴾ (سورة النور: ٢)

عن أبي هريرة عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: آية المنافق ثلث إذا حدث كذب، وإذا وعد اخلف، وإذا أوتمن خان. (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق، النسخة الهندية: ١/١٠، رقم: ٣٣)

خالد کے لیے زید کی مذکورہ لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔

وصح نكاح حبلیٰ من زنا. (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچي: ٣/٤٨، زكريا: ٤/١٤١، الهندية، زكريا: ١/٢٨٠، جديد: ١/٣٤٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳ر شوال المکرم ۱۴۱۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۹۰۱/۳۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۹/۱۰/۲۳ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۲۱۸-۲۱۹) ☆

☆ اپنی مزنیہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کا ایک لڑکی سے ناجائز تعلق تھا، جس کے نتیجہ میں اس لڑکی کو حمل ٹھہر گیا۔ اب دونوں نکاح کرنا چاہتے ہیں، ایسی حالت میں وہ نکاح جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور اولاد جائز ٹھہرے گی، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ (المستفتی: محمود حسین، محلہ سارے شیخ محمود، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر زید ہی اس لڑکی سے نکاح کرتا ہے تو نکاح صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ ہمبستری فوراً جائز اور درست ہے اور جو بچہ پیدا ہوگا، وہ ثابت النسب ہوگا اور نان نفقہ زید پر واجب ہوگا۔

لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً، والولد له ولزمه النفقه، الخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچي: ٣/٤٩، زكريا: ٤/١٤٢)

رأى امرأة تزني فتزوجها جاز، وللزوج أن يطأها بغير استبراء على الخلاف المذكور. (مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت: ١/٤٨٥)

إذا تزوج امرأة قد زنیٰ هو بها وظهر بها حبل، فالنكاح جائز عند الكل، وله أن يطأها عند الكل، وتستحق النفقة عند الكل، كذا في الذخيرة. (الهندية، زكريا: ١/٢٨٠، جديد: ١/٣٤٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۷ر ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۹۴۲/۲۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۱۲/۲۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۲۲۰) ==

منگنی کے بعد زنا کیا، پھر نکاح کرلیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید کی منگنی عمر کے لڑکی سے ہوئی، زید نے قبل از نکاح اس سے زنا کیا، اس کے چند روز بعد نکاح ہوگیا، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور قبل نکاح جو زنا ہوا، اس کا کیا کفارہ ہے؟

== زانی کا اپنی مزنیہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا زانی کا نکاح اپنی مزنیہ سے جائز ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: احمد بادشاہ، مدرسہ شاہی مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جی ہاں! زانی کا نکاح اپنی مزنیہ عورت کے ساتھ جائز اور درست ہے اور اگر زنا سے عورت حاملہ بھی ہوگئی ہے، تب بھی جائز ہے اور زانی شوہر کے ساتھ فوراً رخصت بھی ہوسکتی ہے۔

وصح نكاح حبلٰى من زنا (إلى قوله) لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً والولد له ولزمه النفقة،الخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچی: ۴۹/۳، زكريا: ۱۴۱/۴، كذا في الهندية، زكريا: ۲۸۰/۱،جديد: ۳۴۶/۱،وكذا في مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت: ۵۸۴/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۸؍ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۷۵۰/۳۱) (فتاوی قاسمیہ: ۲۲۱/۱۳)

زانی کا اس کی مزنیہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ گرام راجہ کا تاج پور، ڈاکخانہ خاص، ضلع بجنور میں ایک واقعہ ابھی حال ہی میں رونما ہوا ہے، جس میں فتویٰ کی ضرورت درپیش آئی ہے؛ لہٰذا برائے کرم تکلیف گوارہ کرتے ہوئے عنایت فرمائیں۔

ایک لڑکے کا ایک لڑکی سے ناجائز تعلق تھا، اسی تعلق کے دوران لڑکے سے اس لڑکی کے حمل ٹھہر گیا، لڑکی بغیر نکاح کے کنواری ہے اور لڑکا شادی شدہ بچوں دار ہے اور جو حمل لڑکی کے ٹھہرا ہوا ہے، وہ بھی اسی لڑکے کا ہے، جب ان دونوں کی بابت عام پبلک میں چرچا ہوگیا تو برادری کی ایک میٹنگ ہوئی اور اس میں پنچایت نے یہ طے کیا کہ لڑکا کچھ روپیہ بطور جرمانہ لڑکی کے نام ڈاک خانہ، یا بینک میں جمع کردے، پھر پنچایت کی اجازت سے لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے کرادیا گیا ہے؛ لہٰذا دوران حمل میں جو نکاح ہوا ہے، وہ جائز ہے، یا ناجائز ہے؟ (المستفتی: مظفر حسین ولد عبدالعزیز انصاری، گرام راجہ کا تاج پور، بجنور)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــ وباللّٰہ التوفیق

دوران حمل کنواری لڑکی کا نکاح زانی مرد کے ساتھ صحیح اور درست ہے اور نکاح چوں کہ زانی کے ساتھ ہوا ہے؛ اس لیے ہمبستری بھی جائز ہے۔

وصح نكاح حبلىٰ من زنا (إلى قوله) لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً، والولد له ولزمه النفقة،الخ. (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچی: ۴۸/۳، زكريا: ۱۴۲/۴)

رأى امرأة تزني فتزوجها، وللزوج أن يطأها بغير استبراء على الخلاف المذكور. (مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت: ۴۸۵/۱، الهندية، زكريا قديم: ۲۸۰/۱، زكريا جديد: ۳۴۶/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۷۱۲/۲۷) (فتاوی قاسمیہ: ۲۲۳/۱۳-۲۲۴)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

وہ نکاح صحیح ہے،(۱) اور پہلے جو زنا ہوا اس سے توبہ واستغفار کرے، یہی اس کا کفارہ ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۲۶/۷)

ناجائز تعلقات کے بعد باہم نکاح اور اولاد کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً ۳۰/سال ہے، لڑکے کا نام جہانگیر عالم ایک لڑکی مہرین جہاں سے پیار کرنے لگا، اسی درمیان لڑکا لڑکی ایک دوسرے سے قریب ہوگئے اور ہمبستر ہوگئے، کچھ دنوں کے بعد ان دونوں کی شادی کرادی گئی، شادی کے چھ مہینہ کے بعد اس کے گھر ایک لڑکی پیدا ہوئی تو اس بچی کو اس کے رشتہ دار یہ کہتے ہیں کہ یہ بچی حرام کی ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ حرام کی ہے، یا حلال کی؟ اور یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ (المستفتی: محمد فاروق، بارہ دری بڑا کنواں گلی نمبر۳/، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

جس لڑکے اور لڑکی کے درمیان ناجائز تعلق ہوجائے، ان کے درمیان آپس کا نکاح شرعی طور پر جائز اور درست ہے، لہٰذا مذکورہ نکاح صحیح اور درست ہوا اور حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینہ ہوتی ہے اور نکاح کے چھ مہینہ پورے ہونے کے بعد جو بچہ پیدا ہوتا ہے، وہ نکاح کے بعد کے حمل کا شمار ہوتا ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں جو بچہ پیدا ہوا ہے، وہ شرعی طور پر نکاح اور حلال کا ہے؛ اس لیے اس کے بارے میں چہ میگوئیاں کرنا جائز نہیں ہے۔

وإذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه، وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً، يثبت نسبه منه اعترف به الزوج، أوسكت. (الفتاویٰ التاتارخانية، قديم: ۷۷/٤، زكريا جديد: ۳۱۱/٤)

وقد أجمع أهل الفتویٰ من الأمصار علیٰ أنه لايحرم علی الزانی تزوج علی من زنیٰ بها. (فتح الباری، كتاب النكاح، باب مايحل من السناء وما يحرم تحت رقم: ۵۱۰۵، دار الفكر بيروت: ۱۵۷/۹، أشرفية ديوبند: ۱۹۰/۹)

لونكحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً، والولد له أی إن جاء ت بعد النكاح لستة أشهر. (شامی، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات، كراچی: ٤۹/۳، زكريا: ۱٤۲/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۰۷۰/۳۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۴/۶/۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۲۲۵-۲۲۶)

---

(۱) لونكحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ٤۰۱/۲، ظفير)

(۲) کیوں کہ دار الحرب میں باوجود ثبوت، یا اقرار حد نہیں ہے۔

لأنه لاحد بالزنا فی دار الحرب. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، كتاب الحدود: ۱۹۵/۳. ظفير)

غیر مسلم کنواری لڑکی سے ناجائز تعلقات اور چار ماہ حمل کی حالت میں نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلمان لڑکے نے ایک غیر مسلم کنواری لڑکی سے کالج کی تعلیم کے دوران ناجائز تعلقات بنا کر زنا کاری شروع کردی، اس وقت لڑکی چار ماہ کی حاملہ ہے، دونوں فرار ہیں، لڑکی نے ایمان قبول کرلیا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس غیر مسلم لڑکی سے جو حاملہ ہے، یہ مسلمان لڑکا لڑکی کے قبول ایمان کے فوراً بعد نکاح کرسکتا ہے اور یہ بچہ جو ہوگا، حالانکہ اسی لڑکے کا ہے اور نکاح ہونے سے چھ ماہ پہلے ہی ہوگا تو کیا یہ بچہ اسی لڑکے کا کہلائے گا، یا حرامی ہوگا؟ اور نسب اس سے ثابت ہوگا، یا نہیں؟ اگر اجازت ہو تو نکاح کرادیں؟ (المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڑھا بجنور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

کالج کے زمانے میں مسلمان لڑکے اور غیر مسلم کنواری لڑکی کے درمیان ناجائز تعلقات قائم ہونے کے بعد حمل کی حالت میں لڑکی نے اسلام قبول کرلیا ہے تو اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد اس لڑکے کا نکاح اس نومسلمہ لڑکی کے ساتھ فورا درست ہوگیا ہے؛ اس لیے کہ حبلیٰ من الزنا سے زانی کا نکاح درست ہوجاتا ہے اور نکاح کے چھ مہینے سے پہلے اگر بچہ پیدا ہوتا ہے اور مسلم لڑکا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ یہ بچہ اسی کا ہے تو ایسی صورت میں اس بچے کا نسب اسی مسلم لڑکے سے ثابت ہوجائے گا اور وہ بچہ اس مسلم لڑکے کا وارث بھی بن جائے گا۔

رجل زنى بامرأة وحبلت منه فلما استبان حملها تزوجها الذى زنى بها فالنكاح جائز ... وإن جاء ت به أى الولد لأقل من ستة أشهر لا يثبت النسب ولا يرث منه إلا أن يقول هٰذا الولد منى ولم يقل من الزنا. (الفتاوى التاتارخانية: ٣١٥/٤، رقم: ٦٢٨٥، المحيط البرهاني: ١٧٢/٤-١٧٣، رقم: ٣٩٥٦)

لو زنىٰ بامرأة فحملت ثم تزوجها فولدت إن جاء ت به لستة أشهر فصاعدًا ثبت نسبه وإن جاء ت به؛ لأقل من ستة أشهر لم يثبت نسبه إلا أن يدعيه. (الهندية زكريا: ٥٤٠/١، جديد: ٥٩١/١)

رجل زنى بامرأة فحبلت منه فلما استبان حملها تزوجها الزانى ولم يطأها حتىٰ ولدت ... و إن جاء ت بولد لأقل من ستة أشهرمن وقت النكاح لا يثبت ولايرث منه إلا أن يقول الرجل هٰذا الولد منى ولا يقول من الزنا. (فتاویٰ قاضی خان علی الهندية زكريا: ٣٧١/١، جديد: ٢٢٤/١، شامی كراچی: ٤٩/٣، زكريا: ١٤٣/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۲۳۳۴/۴۱) (فتاوی قاسمیہ: ۲۶۶/۱۳-۲۶۷)

شادی شدہ مرد کا غیر شادی شدہ عورت سے زنا کرکے شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک بالغ شادی شدہ مرد اور

بالغ غیر شادی شدہ عورت کے آپسی ناجائز جنسی تعلقات رہے، جس سے حمل بھی ٹھہرا اور دونوں نے عام لوگوں میں اعتراف کیا کہ ناجائز تعلقات سے ان کا ہی حمل ہے، اس بارے میں شرعی حد سزا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا ہے؟

اور کیا بغیر سزا بھگتے ان کا نکاح کرنا جائز ہے اور بلا بیان لیے زانی اور زانیہ سے علماء، یا مفتی صاحب فتویٰ نکاح کا اجرا کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ زنا کی نسبت دریافتگی کا طریقہ کیا ہے اور کس کے بیان لینے ہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مذکورہ مرد وعورت نے بدکاری کر کے انتہائی بدترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اگر انہوں نے اس سے توبہ نہ کی تو آخرت میں سخت سزا ملے گی؛ لیکن دنیا میں سزا جاری ہونے کے لیے اسلامی حکومت کا ہونا شرط ہے، جو ہمارے ملک میں مفقود ہے اور رہ گیا، اُن دونوں زانی اور مزنیہ کے درمیان نکاح کا مسئلہ تو اگر کوئی اور شرعی رکاوٹ نہ ہو تو ان کے مابین نکاح درست ہے، اس مسئلہ کا تعلق سزا جاری ہونے، یا نہ ہونے سے نہیں ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا﴾ (النساء: ۱۱۱)

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ. (مشکاۃ المصابیح، ص: ۲۰۶)

یشترط الإمام لاستیفاء الحدود. (شامی: ۱۰/۱۹۵-۱۹۶، زکریا)

وصح نکاح حبلی من الزنا. (الدر المختار مع الشامی: ۴/۱۴۱، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۷/۱۴۳۰ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۱۷۴-۱۷۵)

بدکاری کے بعد شرعی اِیجاب وقبول سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ناصر نے نازیہ سے محبت کی، دونوں نکاح پر راضی ہوگئے اور ماں باپ سے چھپ کر دونوں نے نکاح کرلیا، پھر نکاح کے کچھ دن بعد لڑکی نے لڑکے کو اپنے ماں باپ کی عدم موجودگی میں بلالیا اور دونوں ہمبستر ہولیے اور یہ سلسلہ نکاح سے پہلے بھی چل رہا تھا، نکاح سے پہلے اولاد کا سلسلہ بھی ہوگیا تھا تو آپریشن سے صفائی کرالی تھی؛ لیکن لڑکی نے اپنے ماں باپ کو نکاح کے بارے میں نہیں بتایا تھا، پھر ۸، ۹/ مہینے کے بعد لڑکی لڑکے سے کورٹ میرج کر لیتی ہے، کورٹ میرج کے ایک مہینہ کے بعد لڑکی کی ماں لڑکی سے کہتی ہے کہ ہم تیرا رشتہ کرنے جارہے ہیں تو لڑکی اپنی ماں سے کہتی ہے کہ میں شادی اُسی لڑکے سے کروں گی، جس سے میں پیار کرتی ہوں؛ لیکن لڑکی کے ماں باپ اُسے نہیں مانتے ہیں اور لڑکی کی مرضی کے خلاف رشتہ طے کر دیتے ہیں، اِس پر لڑکی ایک پرچہ لکھ کر چھوڑ دیتی ہے کہ میں مرنے جارہی ہوں اور تحریر کرتی ہے کہ میرا کورٹ میرج اور نکاح دونوں ہوچکے ہیں اور گھر سے چلی جاتی ہے، گھر چھوڑنے کے فوراً بعد لڑکی لڑکے کو پی سی او سے فون کرتی ہے کہ

میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے اور وہ اب اپنے گھر نہیں جائے گی، لڑکا لڑکی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گھر چلی جاؤ؛ لیکن وہ نہیں مانی، اس کے بعد وہ لڑکے کے گھر آجاتی ہے، اُسی وقت لڑکی کے ماں باپ بھی لڑکے کے گھر آجاتے ہیں، ماں باپ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے، یہ ناصر سے بہت محبت کرتی ہے، ہم اس کی رخصتی ناصر کے ساتھ ہی کردیں گے، جیسے ہوتی ہے؛ لیکن ابھی اس کو ہم یہاں سے لے جاتے ہیں، نہیں تو ہماری بدنامی ہوگی، لڑکی لڑکا راضی ہوجاتے ہیں۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ شریعت کے حساب سے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ نکاح ہوا، یا دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نکاح سے پہلے لڑکی اور لڑکے نے جو جسمانی تعلقات قائم کئے، یہ بدترین گناہ اور کھلی ہوئی حرام کاری تھی، جس پر سچے دل سے توبہ کرنی ضروری ہے؛ لیکن بعد میں اگر شرعی گواہوں کی موجودگی میں دونوں نے نکاح کرلیا، جیسا کہ سوال میں ہم رشتہ نکاح کی رسید سے معلوم ہوتا ہے تو یہ نکاح منعقد ہو چکا، اب دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوْحًا﴾ (التحریم:۸)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النووي على مسلم، كتاب التوبة: ۳۵٤/۲، روح المعاني ۲۸۱۵۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وينعقد بإيجاب وقبول، الخ. (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ٦۸/٤، زكريا)

وفي الكافي: ركن النكاح: الإيجاب والقبول. (التاتارخانية: ۳/٤، رقم: ٥۳٦۱، زكريا، البحر الرائق: ۱٤٤/۳، زكريا)

وينعقد بإيجاب وقبول حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين، الخ. (كنز الدقائق على البحر الرائق: ۱۳٦/۳-۱٥٥، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۶/۱/۱۴۲۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۷۵/۸-۱۷۷)

زنا سے توبہ کرنے کے بعد زانیہ کو نکاح میں رکھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی بیوی زانیہ ہے، اس بات کا وہ خود اقرار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے اس راہِ ناپاک سے توبہ کرلی ہے اور حقیقۃً توبہ کرلی ہے، فی الحال شریعت کے مطابق اپنی زندگی گزار رہی ہے اور وہ عورت ابھی تین بچوں کی ماں ہے، گزشتہ تین سال سے زنا سے بالکل بری ہے؛ لیکن شوہر اپنی اس بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرنے میں نفرت کرتا ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر زید کو اپنی بیوی کے بارے میں گمان غالب ہے کہ وہ آئندہ ان شاء اللہ بدکاری نہیں کرے گی تو اس کے ساتھ رہنے میں شرعاً کسی طرح کا مضائقہ نہیں ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: التائب من الذنب کمن لاذنب له. (سنن ابن ماجة: ۳۱۳، مشکاة المصابیح: ۲۰۶،فیض القدیر: ۲۷۳۶/۵،رقم:۳۳۸۵، شرح الفقه الأکبر: ۱۹۴، المکتبة الأشرفیة دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۱۵/۱۱/۳۰ھ،الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۱۸۰/۸)

کیا زانیہ عورت کا نکاح زانی سے ہوسکتا ہے جب کہ شوہر نے طلاق نہ دی ہو:

سوال: زید کی عورت ہندہ خالد کے ساتھ بھاگی اور خالد سے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی؛ لیکن زید نے طلاق نہیں دی،اب خالد کا نکاح ہندہ سے جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب تک پہلا خاوند طلاق نہ دے، یا گزر (مر) نہ جائے اور عدت طلاق، یا وفات نہ گزر جائے اس وقت تک کسی طرح اس کا نکاح خالد کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

بقوله تعالیٰ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(الآیة)(۱)

۱۰/ربیع الاول ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین:۴۳۷/۲)

مزنیہ کی لڑکی سے نکاح کیا،اب اس لڑکی کو علاحدہ کر کے مزنیہ سے شادی کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے ہندہ منکوحہ بکر سے زنا کیا،ایک سال بعد زید زانی سے ہندہ مزنیہ کی دختر زینب نابالغہ سے نکاح کرلیا،اب بکر فوت ہوگیا؛اس لیے زید ہندہ مزنیہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے،شرعاً یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ جب کہ زینب نابالغہ اور غیر مدخولہ ہے۔

الجواب

زید ہندہ مزنیہ سے نکاح کرسکتا ہے؛ کیوں کہ جب اس نے ہندہ کی لڑکی سے وطی نہیں کی؛ بلکہ قبل الوطی اس کو علاحدہ کردیا تو اس کی ماں ہندہ زید پر حرام نہیں ہوئی۔کتب فقہ میں تصریح ہے کہ حرمت مصاہرت نکاح صحیح، یا وطی سے ثابت ہوتی ہے، زید نے جب ہندہ سے زنا کیا تو ہندہ کی لڑکی زینب اس پر حرام ہوگئی تھی۔(۲) زید کا نکاح اس سے صحیح نہیں ہوا تھا اور چوں کہ وطی بھی نہیں ہوئی،لہٰذا حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۲۸۰/۷)

---

(۱) سورة النساء: ۲۴،انیس

(۲) **إذا فجر الرجل بإمرأة ثم تاب یکون محرماً لابنتها؛لأنه حرم علیه نکاح ابنتها علی التأبید.(البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۰۸/۳،ظفیر)**

معتدہ مزنیہ کا عدت کے بعد زانی سے نکاح:

سوال: ہندہ کو اس کے شوہر نے تین طلاق دے دی، یا ہندہ کا شوہر مر گیا تو زید نے ہندہ سے ایامِ عدت میں زنا کرلیا، (العیاذ باللہ) تو کیا ہندہ عدت گزرنے کے بعد زید (زانی) سے نکاح کرسکتی ہے؟ یا زید کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی؟ اور ہندہ کی عدت میں کوئی خلل تو نہیں واقع ہوا؟ عوام میں مشہور کہ عدت میں اگر زنا کرالیا تو دوبارہ عدت گزارنی پڑے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس معصیت کبیرہ وجہ سے نہ مزنیہ اس زانی پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوتی ہے، (۱) نہ اس پر دوسری عدت واجب ہوتی ہے، (۲) بلکہ پہلی عدت ختم ہونے تک دونوں الگ الگ رہیں، پھر جب عدت ختم ہوجائے تو نکاح کرلیں، (۳) گناہ سے توبہ کریں۔ (۴) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۱/۹/۱۳۹۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۲۸)

زانیہ بیوی کو رکھنے اور اس کے حمل و اسقاط کا حکم:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی بیوی کا کسی غیر آدمی سے ناجائز تعلق ہوگیا ہے، زید نے اپنی بیوی کو اس غیر آدمی کے ساتھ سنیما میں بیٹھے ہوئے دیکھا، زید نے اپنی بیوی سے اس غیر آدمی کے ساتھ تعلق کے بارے میں پوچھا، تب بیوی نے بھی تعلق ہونے کا اقرار کیا۔ زید اور اس کی بیوی کو غیر آدمی کے حمل ہونے کا امکان ہے، ایسی صورت میں زید اپنی بیوی کو اپنے نکاح اور اپنے ساتھ رکھ کر ازروئے شرع گنہگار تو نہیں ہوگا؟

---

(۱) (قوله: أو زنا): أى وحل تزوج الموطوءة بالزنا: أى لو رأى إمرأة تزني فتروجها جاز، وللزوج أن يطأها بغير استبراء، وقال محمد: لاأحب له أن يطأها من غير استبراء ... وهذا صريح فى جواز تزوج الزانية ". (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۳/۸۸، رشيديه)

"وصح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره، الخ". (الدر المختار، فصل فى المحرمات: ۳/٤۸، سعيد)

(۲) " فظهر أن الحامل من الزنا لاعدة عليها أصلاً " (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ٤/۲۲۹، رشيديه)

"لا تجب العدة على الزانية، وهذا قوله أبى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ، الخ". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فى العدة: ۱/٥۲٦، رشيديه)

(۳) "ومنها: ألا تكون معتدة الغير (أيضاً) لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقرة: ۲۳٥) أى ما كتب عليها من التربص". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى شرط الزوجة: ۳/٤٥۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(٤) "وأتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخير، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً، الخ". (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳٥٤، قديمى)

(۲)　مندرجہ بالا حمل کو ضائع کرنا چاہیے، یا نہیں، جو کہ یقینی غیر شخص کا ہے؟

(المستفتی: ریاست حسین خاں، محلّہ جمنی، قصبہ اسلام نگر، بدایوں، یوپی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زید کے اوپر لازم تھا کہ بیوی کو سنیما جانے سے روکے، بیوی کو اس طرح آزاد چھوڑنے کی وجہ سے زید بھی گنہگار ہوگا۔ مذکورہ حالات میں زید اپنی بیوی کو شرعاً اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے، جو اولاد پیدا ہوگی، وہ شرعاً زید کی ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے:

عن عائشة قال النبي صلى الله عليه وسلم: ... هولک یا عبد بن زمعة، الولد للفراش، وللعاهر الحجر. (الحديث)(صحيح البخاري: ۹۹/۲، رقم الحديث: ۶۴۹۲، ف: ۶۷۴۹)

لہٰذا زید پر بیوی کا نان ونفقہ واجب رہے گا اور جو بچہ پیدا ہوگا اس کی پرورش کا انتظام بھی اس پر واجب ہوگا، وہ شرعاً زید ہی کا بچہ ہے۔

(۲)　حمل کا ضائع کرنا جائز نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاوی: ۱۹۵/۴)

یکره أن تسقی لإسقاط حملها (إلی قوله) قبل التصور وبعده. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، کراچی: ۴۲۹/۶، زکریا: ۶۱۵/۹)

العلاج لاسقاط الولد إذا استبان خلقه کالشعر، والظفر و نحوهما لا یجوز. (الفتاویٰ الهندية، زکریا: ۳۵۶/۵، جدید: ۴۱۱/۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۹؍شوال المعظم ۱۴۰۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۸۶/۲۳) (فتاوی قاسمیہ: ۲۳۶/۱۳-۲۳۷)

زانی کا نکاح غیر مزنیہ کے ساتھ جائز ہے:

سوال:　کسے کہ با منکوحہ پدر خود زنا می کند نکاح ایں زانی با دیگرے از زنان جائز است، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

بلا شبہ جائز ست واگر بظاہر آیۂ کریمہ ﴿الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً﴾ اشتباہے بخاطر رود۔ پس جوابش ایں است کہ ایں آیت بقول جماعتے از مفسرین مثلاً سعید بن المسیب وغیرہم منسوخ است، صرح بہ البغوی ونزد جماعتے مؤل بتاویلات دیگر است کہ بغوی در معالم التنزیل بتفصیل آوردہ۔ امام جواز نکاح زانی وزانیہ پس بحدیث جابر ثابت است:

أن رجلاً أتی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: یارسول اللّٰه! إن امرأتی لا تمنع ید لامس، قال: طلقها، قال: فإني أحبها وهي جميلة، قال: استمتع بها. (أخرجه البغوی فی سورة النور، تحت الآیة المذکورة)(۱) واللّٰه سبحانه وتعالٰی أعلم (امداد المفتین: ۴۳۷/۲)

---

(۱)　تفسیر البغوی، سورة النور: ۳۸۱/۳، دار إحياء التراث العربی بیروت، انیس

مکرہ علی الزنا سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً ۱۶، ۱۷/سال ہوگی، اس سے ایک بات سرزد ہوگئی (زنا بالجبر)، کیا ایسی عورت کے ساتھ نکاح درست ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کا حمل گرادیا گیا کیا، ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟ اس کا جواب مدلل ومفصل تحریر فرمائیں۔ (المستفتی: قاری محمد میاں جان القاسمی، گھوسیاں توپ خانہ روڈ، گھوسی والی مسجد، رام پور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

اس عورت سے نکاح شرعاً درست اور صحیح ہے۔

وصح نكاح حبلیٰ من زنا لاحبلیٰ من غيره. (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراچي: ٤٨/٣، زكريا: ١٤١/٤)

وصح نكاح حبلیٰ من زنا، عند الطرفين وعليه الفتوىٰ لدخولها تحت النص. (مجمع الأنهر، باب المحرمات، دارالكتب العلمية بيروت: ٤٨٥/١)

وإن تزوج حبلیٰ من زنا جاز النكاح. (الهداية، اشرفي ديوبند: ٣١٢/٢، الهندية، زكرياقديم: ٢٨٠/١، زكريا جديد: ٣٤٦/١، قاضي خان على الهندية، زكريا: ٣٦٦/١، جديد: ٢٢١/١، البحرالرائق، كوئٹه: ١٠٦/٣، زكريا: ١٨٧/٣، الفتاوىٰ التاتارخانية، زكريا: ٦٧/٤، رقم: ٥٥٤٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۴/شوال المکرم ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۱۳/۲۴) (فتاوی قاسمیہ: ۲۳۸/۱۳-۲۳۹)

ابن الزنا کے ساتھ صحیح النسب عورت کے نکاح کا حکم:

سوال: ایک شخص ہے ولد الزنا جس کی عمر ۲۰/سال کی ہے، اب تک اس کی شادی نہیں ہوئی، جب کہیں پیغام دیا جاتا ہے تو لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ ایسے آدمی کے پیچھے نماز درست نہیں ہے تو نکاح کیوں کر درست ہوگا، یہ کہہ کر نسبت قائم نہیں کرتے، پس اس صورت میں شخص مذکور کا نکاح صحیح النسب عورت سے درست ہے کہ نہیں اگر کیا جائے، خواہ کوئی عورت بالغہ خود کرے، خواہ کسی نابالغہ کا کوئی ولی کرے، ہر دو صورت میں نکاح درست ہوگا کہ نہیں شخص مذکور یقینی ولد الزنا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجوابــــــــــــــ

جس عورت بالغہ کا کوئی ولی نہ ہو، یا جس عورت بالغہ کا کوئی ولی ہو اور وہ عورت اور وہ ولی دونوں اس کے ساتھ نکاح کرنے پر رضا مند ہوں، اس کا نکاح درست ہے، باقی صورتوں میں اختلاف ہے؛ اس لیے نابالغہ کا اس سے نکاح کرنا، یا بالغہ کا بدون رضائے ولی کے اس سے نکاح نہ کرنا چاہیے۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۳۷/۲)

زانیہ کی لڑکی کا نکاح شریف لڑکے سے:

سوال: ایک شریف اوراچھے گھرانے کی لڑکی کے ناجائز حمل قرار پاجاتا ہے (جس سے حمل قرار پایا، وہ مرد کافر تھا)؛ لیکن اس لڑکی کی شادی بچی پیدا ہونے کے چھ ماہ بعد ایک شریف لڑکے سے ہوجاتی ہے، اس وقت اس ناجائز طرح سے پیدا ہونے والی لڑکی کی عمر ۱۶، ۱۷؍سال ہے، لڑکی سمجھ دار، پڑھی لکھی، نمازی ہے، دیندار ہے، اسلام کوسمجھتی ہے، کیا ایسی لڑکی سے کوئی بھی شریف اوراچھے گھرانے کالڑکا شادی کرسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جولڑکی اپنی ماں کی غلطی کی وجہ سے غلط (ناجائز) صورت حال سے پیدا ہوئی اوراب وہ بالغ ہوکر نیک، دیندار، شریف ہے اوراس سے کوئی شریف لڑکا شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کوشادی کرنا درست ہے، ماں کی غلطی کی وجہ سے اس لڑکی کی شادی میں کوئی رکاوٹ نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۳/۲۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۷۸)

زانیہ کا نکاح غیرزانی سے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے ہندہ کے ساتھ ناجائز تعلقات رہے، بالآخر زنا کا بچہ پیدا ہوا، اب اس لڑکی کا نکاح کس کے ساتھ ہوگا اورکن صورتوں میں ہوگا اوراُن پر شرعی حدود کیا نافذ ہوں گی؟ اوراگر لڑکی حاملہ ہے تو اس صورت میں اگراُس کا نکاح کروایا جائے تو کیا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زانیہ عورت کا نکاح زانی سے، یاکسی غیرمحرم سے ہوسکتا ہے، البتہ اگروہ زنا سے حاملہ ہوئی ہے تو زانی کے علاوہ جو شخص اس سے نکاح کرے گا، اُس کے لیے بچہ پیدا ہونے تک اُس سے جماع کرنا جائز نہ ہوگا۔

وصح نكاح حبلى من زنى ... وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع ... لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا. (الدرالمختار: ٤/١٤١-١٤٢، زكريا)

فصل: ومنها: أن لا يكون حمل ثابت النسب من الغير... وهٰذا؛ لأن الحمل إذا كان ثابت النسب من الغير وماءه محرم، لزم حفظ حرمة ماءه بالمنع من النكاح، وعلىٰ هٰذا يخرج ما إذا تزوج امرأة حاملاً من الزنا أنه يجوز في قول أبي حنيفة ومحمد؛ ولكن لا يطؤها حتى تضع. ولهما: أن المنع من نكاح الحامل حملاً ثابت النسب لحرمة ماء الوطء، ولا حرمة لماء الزنا

---

(۱) **قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤) "أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال".** (تفسير ابن كثير: ١/٤٧٤، سهيل اكادمي لاهور)

بدليل أنه لا يثبت به النسب، قال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم: ”الولد للفراش وللعاهر الحجر“، فإذا لم يكن له حرمة لا يمنع جواز النكاح إلا أنها لا توطأ حتى تضع، لما روى عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: من كان يؤمن باللّٰه واليوم الآخر فلا يسقين ماؤه زرع غيره، وروى عنه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: لا يحل لرجلين يؤمنا باللّٰه واليوم الآخر أن يجتمعا على امرأة فی طهر واحد، وحرمة الوطء بعارضٍ طارءٍ على المحل، لا ينافى النكاح لا بقاء ولا ابتداء كالحيض والنفاس. (بدائع الصنائع، بيان عدم جواز نكاح معتدة الغير: ۲/ ۵۵۰، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۶/۱۰/۲۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۱۷۷-۱۷۸)

ہندو لڑکے کی مزنیہ حاملہ سے مسلمان لڑکے کا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندہ ایک غیر شادی شدہ لڑکی ہے، اس کو ایک غیر مسلم لڑکے سے حمل ٹھہر گیا ہے، دوسرا لڑکا مسلمان ہندہ سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کا ہندہ سے شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور وہ جو حمل ہے اس کو کیا کرنا چاہیے اور غیر مسلم بھی شادی کرنے کے لیے تیار ہے، اس مسئلہ کے بارے میں تفصیل کے ساتھ جواب مطلوب ہے۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورتِ مسئولہ میں مسلمان لڑکے کا ہندہ سے نکاح کرنا صحیح ہے؛ لیکن جب تک وہ بچہ نہ جن دے، اُس وقت تک اُس کے لیے ہندہ سے جماع کرنا جائز نہ ہوگا اور وہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگا اور غیر مسلم کا نکاح مسلمان عورت سے ہرگز جائز نہیں ہے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ اَعْجَبَكُم﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

عن أبی سعيد الخدرى رضى اللّٰه عنه ورفعه أنه قال فی سبايا أوطاس: لا توطأ حامل حتى تضع، ولا غير ذات حمل حتى تحيض حيضة. (سنن أبی داؤد، باب فی وطء السبايا: ۱/ ۲۹۳ رقم: ۲۱۵۷)

قال أبو حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالىٰ: يجوز أن يتزوج امرأة حاملاً من الزنا ولا يطأها حتى تضع حملها. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۴/ ۶۷، رقم: ۵۵۴۸، زکريا)

ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر. (بدائع الصنائع/ فصل فی عدم نكاح الكافر المسلمة: ۳/ ۴۶۵، دار الكتب العلمية بيروت)

وصح نكاح حبلىٰ من زنى، الخ، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع متصل بالمسئلة الأولىٰ لئلا يسقى ماؤه زرع غيره. (الدر المختار: ۳/ ۴۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۸/۱۲ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۱۷۱-۱۷۲)

ولد الزنا مسلمان لڑکے لڑکی سے نکاح صحیح ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خارو نے نے دلبر کی بیوی اغوا کر کے دور دراز مقامات میں لے گیا اور مدت دراز تک بیوی کی حیثیت سے رکھا، عورت مذکورہ نے خارو نے سے کئی اولاد کو جنا، اب وہ لڑکے لڑکیاں جوان ہو چکے ہیں، کیا ان کے ساتھ نکاح جائز ہے جبکہ عورت مذکورہ کے دونوں شوہر بقید حیات ہیں؟ بینوا توجروا۔
(المستفتی: محمد کمال اتمان زئی چارسدہ، ۱۹۶۹/۳/۹ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

چوں کہ یہ لڑکے اور لڑکیاں انسان اور مسلمان ہیں لہٰذا ان کے ساتھ نکاح صحیح ہے؛ کیوں کہ فقہاء نے مسلمان کا نکاح غیر انسان اور غیر مسلم (علی التفصیل المشهور) سے ناجائز کہا ہے۔ (فليراجع إلى الفتاوىٰ الهندية، والدر المختار) (۱) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۹۹/۴)

ولد الزنا لڑکی کے نکاح کی کیا صورت ہے:

سوال: ایک ہندو نے ایک مسلمان عورت کو رکھا، اس سے اولاد ہوئی، بعد بلوغ اس نے ایک لڑکی کی شادی کسی ایک مسلمان سے کی، نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت لینے کے بعد ایجاب وقبول کے وقت یہ کہا گیا کہ شیو پرشاد کی لڑکی مسماۃ فلاں، اس سے نکاح میں کچھ خرابی تو نہیں ہوتی، عاجز کا یہ خیال ہے کہ ایسی صورت میں اگر نام لیا جائے تو ماں کا، بعد نکاح لوگوں کو کھانے کی دعوت دی گئی، اس پر یہ اعتراض ہوا کہ اجرت زانیہ حرام ہے؛ اس لیے دعوت کھانا درست نہیں، اس پر ہندو مذکور نے یہ کہا کہ میں دعوت دیتا ہوں، اس کی ماں سے کوئی مطلب نہیں، تب شرکاء جلسہ نے یہ خیال کر کے کہ ہندو کی دعوت درست ہے، قبول کرلیا۔ یہ کھانا شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ صحیح ہے کہ ولد الزنا کا نسب ماں سے ثابت ہوتا ہے اور وہ اولاد ماں کی طرف منسوب ہوتی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں ماں کا نام لینا چاہیے؛ لیکن اگر گواہان نکاح اس کو جانتے ہیں کہ فلاں لڑکی مراد ہے تو اس کا نکاح بہ صورت مذکورہ صحیح ہو جاوے گا۔

---

(۱) وفي الهندية: ومن شروطها المحل القابل وهي المرأة التي أحلها الشرع بالنكاح كذا في النهاية. (الفتاوىٰ الهندية: ۳٦٧/١، كتاب النكاح، الباب الأول)

قال العلامة الحصكفي: النكاح عقد يفيد ملك المتعة أى حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر والخنثىٰ المشكل والوثنية لجواز ذكورته والمحارم والجنية وانسان الماء لاختلاف الجنس. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ٢٨١/٢، كتاب النكاح)

کما فی الشامی: وظاهره أنها لو جرت المقدمات أی مقدمات الخطبة علیٰ معنية وتميزت عندالشهود أيضاً يصح وهی واقعة الفتویٰ؛ لأن المقصود نفی الجهالة وذلک حاصل بتعيينها عند العاقدين والشهود وإن لم يصرح باسمها كما إذا كانت أحداهما متزوجة ويؤيده ما سيأتی من أنها لو كانت غائبة وزوجها وكيلاً فإن عرفها الشهود اعلموا أنه أرادها، كفیٰ ذكر اسمها وإلا لا بدمن ذكر الأب والجد أيضاً. (۱)

کھانا کھانا ہندو کی دعوت کا جائز ہے، لہٰذا کھانا صورت مسئولہ میں جائز ہے، (۲) اگر چہ مقتداؤں کے لیے شرکت ایسی مجالس میں مناسب نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۱/۷-۱۱۲)

زنا سے پیدا شدہ لڑکی کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت منکوحہ اپنے خاوند کو چھوڑ کر اس کی بلا مرضی بازار میں بیٹھ اور فحش پیشہ کرنے لگی، عورت ومرد کی قوم میں مسمیٰ زید ایک شخص نے قومی غیرت وشرم سے اس عورت کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور قوم نے تعلقات اس بنا پر ترک کر دیئے۔ اسی حالت میں اس کے ایک لڑکی پیدا ہوئی، بعد میں جرمانہ داخل کرنے کے بعد اور معافی مانگ لینے سے زید قوم میں داخل ہو گیا؛ مگر وہ عورت اسی طرح اس کے پاس ہے تو اب اس لڑکی (جو کہ حرام نطفہ سے ہے) نکاح کر دینا اور اس کو اپنے گھر لے جانا درست ہے، یا نہیں؟

(مستفتی: فضل الرحمٰن)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

زنا سے پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا نکاح دوسرے سے صحیح ہو جاتا ہے، بشرطیکہ اور کوئی مانعِ شرعی نہ ہو، اسی طرح کا نکاح بھی پڑھنا پڑھانا درست ہے۔ (۳) مال کا جرمانہ جائز نہیں۔ (۴)

تنبیہ: اگر شرعی ضرورت ہو، دوسرے طرق مقاطعہ وغیرہ سے کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبدالرحمٰن عفی عنہ، الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲ر محرم الحرام ۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۹/۱۱)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح، تحت قول الماتن ولا المنكوحة مجهولة: ۳٦٧/۲، ظفير

(۲) ولابأس بالذهاب إلیٰ ضيافة أهل الذمة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الكراهة، الباب الرابع عشر: ۳٤٧/٥، ظفير)

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲٤) ''أی ما عدا من ذكر ن من المحارم هن لكم حلال'' (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/۱، سهيل اكادمی لاهور)

(۴) ''أذلايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعی''. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الحدود، فصل فی التعزير: ١٦٧/۲، رشيديه)

نکاح ولد الزنا:

السوال: یا أیها الأساتذة الکرام والمفتیون العظام! أهل ترون جواز تزوج ولد الزنا مع غیر لـلـولد الزنا، فإن کان رأیکم فیه إیجاباً کا ن أو سلباً ، فهل لکم فی شفائی بأن بینوا مأخذه ، وتو ضحوا مخار جه ؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

إن کـان السوال عن نفس الجواز، فلا إشکال فیه، وإن کان عن الکفاء ة، فجوابه یفهم مما قال الـحـصـکـی فیـمـا عـلـقـه علی الملتقی:"لو تزوجته علی أنه حر، فإذا هو عبد، أوعلی أنه فلان بن فـلان،فـإذا هـو لقیط أوابن زنا،أوعلی أنه سنی،فظهر أنه بدعی،أوعلی أنه قادرعلی المهر أوالنفقة، فإذا هو عاجز، فإنه یثبت لها الخیار". (۱)

وإن أشـکـل علیه ابن عابدین فی حاشیته علی الدرالمختار حیث قال:"لکن ظهر لی الآن أن ثبـوت حـق الـفسخ لها للتغریر، لا لعدم الکفاء ة، بدلیل أنه لو ظهر کفء، یثبت لها حق الفسخ؛ لأنـه غـرهـا ولا یثبـت للأ ولیاء؛لأن التغریر لم یحصل لهم، وحقهم فی الکفاء ة، وهی موجودة، وعلیه فلا یلزم أن ثبوت الخیار لها فی هذه المسائل ظهوره غیر کفء". (۲)

قـلت: هذا ممکن؛ لکن فیما لم یثبت فیه التصریح من الفقهاء لعدم الکفاء ة، وأما ما صرحوا فیـه بـعـدم الـکـفاء ة، فالتعلیل فیه شیئان:التغریر، وعدم الکفاء ة، قال فی الدرالمختار:"وتعتبر الکفاء ة نسباً، ودیانة، ومالاً، بأن یقدر علی المعجل، ونفقة شهر، آه". (۳)

قال البزازی:"مجهول النسب لا یکون کفؤاً لمعروف النسب،آه". (۴)

والـکـفـاءـة حق المر أة وحق الأولیاء ولا حقهم فقط دونها،کما نص علیه التمر تاشی، ورد الشامی مستظهر اً العبارة الذخیرة ، والظهیریة ، والبحر . (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۳/۱۳۶۱ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۵/ربیع الاول/۱۳۶۱ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۳۰)

---

(۱) الدرالمنتقی، کتاب الطلاق، باب العنین: ۲/۱٤۱،غفار یه کوئٹه

(۲) الـدرالـمختارمع رد المحتار، باب العنین وغیره،مطلب فی طبائع فصول السنة الأ ربعة: ۳/۵۰۱_۵۰۲، سعید وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار، باب العنین: ۲/۲۱۳،دار المعرفة بیروت

(۳) الدرالمختار ،کتاب النکاح. ،باب الکفاء ة: ۳/۸٦_۹۰،سعید

(۴) البزازیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة،کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأ کفاء: ٤/۱۱٦،رشیدیه

(۵) ردالمحتار، کتاب النکاح ،باب الکفاء ة: ۳/۸۵،سعید

ولدالزنا سے نکاح:

سوال: اولاد بے نکاحی سے رشتہ ناطہ کرنا حرام ہے، یا نہ؟

الجواب

اولاد بے نکاح سے رشتہ ناطہ کرنا حرام نہیں ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۱/۷)

فساد نکاح اززنا کردن بہ خوشدامن رضاعی نہ بطلان او:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندراس مسئلہ کے کہ نظیر کا نکاح خاتون سے ہوا، خاتون کی دوماں حقیقی شافیہ سوتیلی کافیہ، خاتون کی سوتیلی ماں نے خاتون کو اپنا دودھ پلایا تو خاتون کی کافیہ رضاعی ماں بھی ہوئی اور نظیر کی رضاعی ساس بھی، نظیر نے اپنی اس رضاعی ساس؛ یعنی کافیہ سے زنا کیا اور لڑکا بھی پیدا ہوا، اب نظیر کا نکاح خاتون سے باقی رہا، یا خاتون نظیر پر حرام ہوئی اور خاتون بمقابلہ علماء کے، یا کہ اپنی برادری کے پنچ کے اپنا نکاح فسخ کراسکتی ہے، یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب

فی ردالمحتارعن الذخیرة: ذکرمحمد فی نکاح الأصل: أن النکاح لایرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل یفسد،آه. (۴۶۳/۲) (۲)

(۱) اس لیے کہ یہ محرمات میں داخل نہیں ہیں۔﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(النساء: ۲۴) فرمان خداوندی ہے۔ظفیر

☆ **ولدالزنا سے نکاح:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ابھی چند روز قبل میں نے اپنی لڑکی کا رشتہ طے کیا ہے، لڑکا خوبصورت برسرروزگار، تعلیم یافتہ فی الحال پنجوقتہ نمازی ہے، میری لڑکی بھی دین ودنیا کی تعلیم سے آراستہ اور نمازی ہے؛ لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ لڑکے کے لڑکی کے ساتھ والدین کے شادی کرنے سے پہلے تعلقات تھے اور یہ بچہ نکاح سے پہلے پیدا ہوا تھا، یہ سن کر میں بہت پریشان ہوں، ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ میری لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے درست ہوگا، یا نہیں؟ (المستفتی: عبیداللہ بھاگلپوری)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وبالله التوفیق

اگرلڑکی راضی ہے تو باپ کی مرضی کے مطابق مذکورہ لڑکے کے ساتھ نکاح جائز اور صحیح ہوجائے گا۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۲۱۶/۸)

بعدم جوازه وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد، فلا يفيد الرضا بعده، وأما إذا لم يكن لها ولي،فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً. (شامي، كتاب النكاح،باب الولي، کراچی: ۵/۳،زکریا: ۱۵۷/۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۰/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۲۶۰/۳۲) (فتاوی قاسمیہ: ۲۲۸/۱۳)

(۲) مرضعہ مزنیہ بلاشبہ حلال ہے، شامی نے اس کی تعلیل یوں بیان فرمائی ہے: ==

وفیہ قد صرحوا فی النکاح الفاسد بأن المتارکة لاتتحقق إلا بالقول إن کانت مدخولا بها کتر کتک أوخلیت سبیلک وأما غیر مدخول بها فقیل تکون بالقول وبالترک علیٰ قصدعدم العود إلیها وقیل لا تکون إلا بالقول فیهما حتیٰ لوترکها ومضی علیٰ عدتها سنون لم یکن لها أن تزوج بأخرفافهم،آه. (٤٦٣/٢)

ان روایات [فقہی] سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں خاتون نظیر پرحرام تو ہوگئی اور نکاح فاسد ہوگیا؛ لیکن نکاح مرتفع نہیں ہوا، جب تک نظیر متارکت نہ کرلے؛ یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا،اس سے تو بالاتفاق نکاح مرتفع ہوجاوے گا اور ایک قول پر بوجہ غیر مدخول بہا ہونے خاتون کے متارکت کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ نظیر عزم کرے کہ کبھی اس کو اپنے پاس نہ رکھوں گا اور اس سے منتفع نہ ہوں گا اور اس عزم کی اطلاع دوسروں کو اس کے کہنے سے ہوگی،غرض جب تک متارکت نہ پائی جاوے، خاتون کا نکاح کسی دوسرے سے نہیں ہوسکتا اور یہ سب جب ہے کہ خاتون کی عمر دودھ پینے کے قابل ہو، ورنہ کچھ بھی نہ ہوگا۔

۱۵/صفر۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ،ص:۱۲۶) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/-------)

طوائف کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، یانہیں اوراس کی ناجائز کمائی کا لینا کیسا ہے:

سوال: اگرکوئی شخص کسی طوائف کی لڑکی سے نکاح کرے تو درست ہے، یانہیں؟ اور روپیہ جو وہ دیوے، جو بظاہر حلال کمائی کا معلوم نہیں ہوتا،اس کا لینا اور استعمال کرنا درست ہے، یانہیں؟

الجواب

طوائف کی دختر سے نکاح درست ہے۔(۱)

اور آمدنی اس کی جو حرام کی ہو،اس کو کام میں نہ لاوے،اس کا حکم یہ ہے کہ بصورت نہ معلوم ہونے مالکوں کے اس کو فقراپرصدقہ کردے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۶۹/۷)

== لأن الحرمة من الزنا للعفیفة وذلک فی المولود نفسه؛لأنه مخلوق من مائه دون اللبن إذ لیس اللبن کائناً من منیه؛لأنه فرع التغذی وهو لایقع إلا بما یدخل من أعلیٰ المعدة لا من أسفل البدن کالحقنة فلا انبات فلا حرمة بخلاف ثابت النسب لأن النص أثبت الحرمة منه.

پس صورت سوال میں حرمت ثابت نہ ہوگی؛ بلکہ مزید بریں رضیعہ بوجہ بھی حلال ہے۔

إذا کان لبنها من غیره، قال فی العنایة (ردالمحتار: ٤١٣/٤): طلق ذات لبن فاعقدت وتزوجت بآخرفحبلت وارضعت فحکمه من الأول،إلخ، وفی الثانیة: أن الرضیعة بلبن غیرالزوج علی الزوج کما تقدم فی قوله ذات لبن،إلخ.(رشید احمد عفی عنه)

(۱) کوئی وجہ حرمت نہیں۔﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(سورة النساء: ٢٤، ظفیر)

زید کی پہلی بیوی سے جس نے زنا کیا، اس کا نکاح زید کی لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید کی دو زوجہ ہیں، پہلی زوجہ سے کوئی اولاد نہیں، دوسری زوجہ سے تین لڑکی ہیں، خالد نے زید کی پہلی زوجہ سے زنا کیا، زید کی دوسری زوجہ سے لڑکی ہے، اس سے خالد نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

کرسکتا ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۳/۷)

حاملہ عن الزنا کی اولاد اور اس کی شادی:

سوال: ایک شخص کی لڑکی مرتکب زنا ہو کر حاملہ ہوگئی، حالتِ حمل میں اس کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا، یہ عقد صحیح ہوا، یا نہ؟ اور اس کے جو لڑکا حمل زنا سے پیدا ہوا، اس کو نانا نے غنیمت سمجھا اور گود میں لے کر کھلاتا ہے، ایسے شخص سے تعلقات، میل جول رکھنا کیسا ہے؟

الجواب

یہ عقد صحیح ہوگیا تھا؛ کیوں کہ حاملہ عن الزنا کا نکاح غیر زانی سے بھی منعقد ہوجاتا ہے، البتہ غیر زانی کو تا وضع حمل وطی درست نہیں ہے۔(کذافی الدرالمختار)(۲)

معلوم نہیں سائل کی غرض اور منشا اس سوال سے کیا ہے؟ کیا اس لڑکے کی پرورش کرنا کچھ گناہ سمجھ رکھا ہے، آخر اس لڑکے کا کیا قصور ہے کہ اس کی پرورش نانا نہ کرتا، واضح ہو کہ ولدالحرام کا نسب ماں سے شرعاً ثابت ہے اور اس بچے کی پرورش ضروری ہے، اس میں کچھ گنہگار نانا نے نہیں کیا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۰/۷)

مزنیہ کی لڑکی سے شادی درست نہیں ہوئی، مزنیہ سے شادی درست ہے:

سوال: ایک عورت کا ناجائز تعلق ایک مرد کے ساتھ تھا، اس عورت نے اس مرد کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کردی، اس لڑکی کا انتقال ہوگیا قبل وطی کے، اب اس لڑکی کی والدہ اس مرد کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے؛ کیوں کہ لڑکی کے والد نے اس کی والدہ کو طلاق دے دی ہے۔ آیا اس صورت میں اس لڑکی کی والدہ کا نکاح اس مرد سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) اس لیے کہ یہ لڑکی نہ مزنیہ کی فرع ہے اور نہ اس کی اصل۔ظفیر

(۲) وصح نكاح حبلىٰ من زنا لا حبلىٰ من غيره،أي الزنا،لثبوت نسبه[إلىٰ قوله]وحرم وطوء ها ودواعيه حتىٰ تضع ... لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً والولد له ولزمه النفقة.(الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۸۹/۱،ظفير)

الجواب

اگر ناجائز تعلق اس شخص کا اس عورت سے مثل زنا وغیرہ ثابت ہے تو نکاح اس شخص کا اس عورت مزنیہ اور ممسوسہ بالشہوت کی دختر سے حرام اور ناجائز ہوا، پھر اگر اس شخص نے قبل وطی وقبل مس بالشہوت وغیرہ اس لڑکی کو طلاق دے دی تو اس شخص کا نکاح اس لڑکی کی والدہ سے درست ہے اور اگر ناجائز تعلق اس عورت کا اس مرد سے ثابت نہیں اور زنا وغیرہ امور محرمہ نہیں پائے گئے تو پھر اس کی دختر سے نکاح اس شخص کا صحیح ہوگیا اور صحیح نکاح میں بدون وطی کے بھی منکوحہ کی ماں سے ہمیشہ کو نکاح حرام ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے:

(... وأم زوجته)وجداتها مطلقا بمجرد العقد الصحيح (وإن لم توطأ)الزوجة.

(قولـه:الصحيح) احترازعن النكاح الفاسد، فإنه ويوجب بمجرده حرمة المصاهرة بل بالوطء أوما يقوم مقامه من المس بشهوة والنظر بشهوة.(شامی: ۲۷۸/۲)(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۰/۷-۳۱۱)

فاحشہ عورت کی لڑکی سے نکاح:

سوال(۱) ایک مسلم فاحشہ عورت ہے، اس کی دولڑکیاں ہیں، ان کے نام عمر النساء اور مہر النساء ہیں، ان لڑکیوں کا شرعی نقطہ نظر سے اسلام میں کیا درجہ ہے؟ کیا ان سے نکاح کر سکتے ہیں؛ کیوں کہ میرا ایک دوست ہے، جو اس کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے؟ میرے خیال سے اسلام میں حرام خوری جائز نہیں ہے اور حرام چیز کو قبول نہیں کر سکتے: کیوں کہ اس کی پرورش حرام سے ہوئی ہے، اس کی رگوں میں حرام خون دوڑ رہا ہے، اس لحاظ سے اس سے شرعی اعتبار سے نکاح نہیں کر سکتے؛ لیکن میرے دوست کا کہنا کہ اگر سماج نے لڑکی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو وہ بھی وہی راستہ اختیار کرے گی، جو اس کی ماں نے کیا اور پھر اس کی ماں کے گناہوں کی سزا اس کی اولاد کو کیوں ملے؟

نیز میرے دوست کا کہنا کہ: ''ایک غیر مسلم فاحشہ عورت ہے، اس کے بھی لڑکی ہے اور اس لڑکی نے اسلام قبول کرلیا، اسلام قبول کرنے کے بعد اس لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں، جب ایک غیر مسلم سے اسلام قبول کرنے کے بعد نکاح کر سکتے ہیں تو میرے خیال سے مسلم لڑکی سے بدرجۂ نکاح کر سکتے ہیں''۔ یہ باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں، آپ ہی اس تعلق سے فتویٰ دیں۔

(۲) اسلام میں شراب حرام ہے، فرض کرو: ایک شخص بہت نشہ کرتا ہے اور نشہ کی حالت میں وہ اپنی بیوی سے ہمبستری کرتا ہے، اس سے لڑکی تولد ہوتی ہے تو اس لڑکی کا اسلام میں کیا درجہ ہے، جب کہ اسلام میں شراب حرام ہے؛ لیکن اس کے باوجود بھی سماج سے لوگ اس لڑکی کو قبول کرتے ہیں تو کیا اس لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں، کر سکتے ہیں تو کیوں؟ اور اگر نہیں کر سکتے ہیں تو کیوں؟

---

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، فصل فى المحرمات: ۳۸۳/۲، ظفير

ان تینوں مسائل کی منزل ایک ہی ہے؛ لیکن راستہ الگ الگ ہے۔اب آپ تشفی بخش اورشرعی اعتبار سے جواب دیں،آپ کے فیصلہ پرہی میرادوست شادی کیلئے ٹھوس اقدام کرے گا۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) جولڑکی مسلمان ہو،خواہ پیدائشی مسلمان ہو،یااسلام قبول کرے،اس کی ماں کا نکاح ہوا ہو،یانہ ہوا ہو، بہرصورت اس کا نکاح مسلمان سے درست ہے۔(۱) باپ،یاماں نے اگرکفرکیا،یاحرام کام کیاتو اس کی وجہ سے لڑکی کے نکاح کوناجائزوحرام نہیں کہاجائے گا۔(۲)

(۲) ماں باپ کی اس معصیت کی وجہ سے لڑکی کونکاح سے محروم نہیں کیاجائے گا،لڑکی کا نکاح درست ہوگا، شراب پینے کی سزا کا مستحق باپ ہے، نہ کہ لڑکی۔(۳) بسا اوقات اللہ تعالیٰ کافر کے گھر میں مسلمان پیدافرمادیتے ہیں۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۳۹۹/۱۰/۲۹ھ

الجواب صحیح:بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۱۳۹۹/۱۰/۲۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۵۵۷-۵۵۹)

بھائی کی مزنیہ کی لڑکی سے نکاح:

سوال(۱) زید کے ناجائز(زنا) کے تعلقات ماموں کی بیوی سے ہیں تو زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح ماموں کی بیوی کی لڑکی سے جائز ہے،یاحرام؟ ماموں بھی زندہ ہیں۔

(۲) اگرزید کے ماموں کی بیوی خودتسلیم کرے کہ یہ میری لڑکی میرے شوہر کے نطفہ سے ہے تو نکاح حرام ہے،یاحلال؟

---

(۱) ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة،فلايجوزإنكاح المؤمنة الكافر".(بدائع الصنائع، كتاب النكاح،فصل في عدم نكاح الكافرالمسلمة:٤٦٥/٣،دارالكتب العلمية،بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ:﴿ولاتزروازرة وزرأخرى﴾(سورة الفاطر:١٨)

(۳) "﴿ ولا تزر وازرة ﴾: أى لاتحمل نفس آثمة ﴿وزر أخرى﴾ : أى إثم نفس أخرى ، بل تحمل كل نفس وزرها".(روح المعاني:١٨٤/٢٢،دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۴) قال الله تعالىٰ:﴿تخرج الحى من الميت﴾(الآية)

قال العلامة القرطبي: "واختلف المفسرون في معنى قوله تعالىٰ:﴿وتخرج الحى من الميت﴾:فقال الحسن: معانا ة تخرج المؤمن من الكافروالكافرمن المؤمن،وروى نحوه عن سلمان الفارسي وروى معمر عن الزهرى أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم دخل علىٰ نسائه،فإذا بامرأة حسنة الهيئة قال:"من هذه"قلن:إحدى خالاتك، قال: "ومن هى؟"قلن؛هى خالدة بنت الاسود بن عبد يغوث،فقال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "سبحان الذى يخرج الحى من الميت"وكانت امرأة صالحة،وكان أبوها كافراً".(الجامع لأحكام القرآن:٤١/٤، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) اس فیصلہ کے بعد بھی زید اپنی ممانی سے برابر زنا کررہا ہے۔
(۴) اگر لڑکی نے اپنی ماں کو اس بُرے فعل میں مبتلا دیکھ لیا ہو تو پھر بھی اس کا نکاح جائز ہے، یا حرام؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) زید کی ان نالائق حرکتوں اور معصیتوں کی وجہ سے جو اس نے ماموں کی بیوی سے کی ہیں، اس کے چھوٹے بھائی کا نکاح ماموں کی لڑکی سے ناجائز نہیں ہوگا؟

(۲) یہ نکاح جائز ہے۔
(۳) اس نکاح پر اس سے بھی اثر نہیں پڑے گا۔
(۴) اس سے بھی یہ نکاح حرام نہیں ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۷۵)

زانیہ کی لڑکی سے نکاح:

سوال: الف کے ایک عورت سے ناجائز تعلقات تھے، اب وہ اپنے لڑکے کا نکاح اس عورت کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہے، کیا شرعاً یہ نکاح درست ہوگا؟ (حمیدالدین، ملک پیٹ)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

زانی کے لڑکے کا نکاح زانیہ کی لڑکی سے درست ہے۔

”ویحل لأصول الزاني و فروعه أصول المزني بها و فروعها“.(۲)

البتہ احتیاط بہتر معلوم ہوتی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۴۹)

مزنیہ کی پھوپھی سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک رشتہ دار کنواری عورت سے زنا کرتا رہا، تین سال تک ان کے درمیان زن وشوہر کے تعلقات قائم رہے، بالآخر حمل ہو کر ساقط کردیا گیا اور بے خبری میں اس مزنیہ کی پھوپھی سے نکاح پڑھایا گیا، جب یہ راز افشا ہوا تو اس لڑکی کے اقربا نے اس بات کا بے حد برا مانا کہ ایسے گنہگار کو ہم ہرگز لڑکی دینے کو تیار نہیں اور پھر سورۃ النور کی اس تشریعی حکم کہ ”حرام ہے اہل ایمان کے لیے کہ وہ جانتے بوجھتے اپنی لڑکیاں ایسے فاجروں (عام زانیوں) کو دیں“ کا بھی ان پر اطلاق ہوتا ہے اور ﴿الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا

(۱) ”ویحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها“.(البحرالرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۹، رشیدیه)

(۲) رد المحتار: ۴/۱۰۷

زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴾ ،ویسے بھی زانی کے ساتھ نکاح حرام ہونے کا مطلب امام احمد رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ سرے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ،اب اسلامی قوانین کے مطابق کیا اس مظلومہ منکوحہ کا نکاح اس شخص سے ختم نہیں ہوجاتا ؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد بشیر حلیم کیمل پور)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ دوسرا نکاح درست ہے؛ کیوں کہ مزنیہ کی پھوپھی محرمات میں سے نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾(الآیة)(سورة النساء: ٢٤)

وأما قوله تعالیٰ:﴿الزانی لا ینکح﴾(الآیة) فقیل: منسوخ، وقیل: المقصود نفی اللیاقة إلا به فافهم.(١)**وللتفصیل موضع آخروهوالموفق**(فتاویٰ فریدیہ:۴/۳۰۴)

بیٹے کی مزنیہ سے نکاح کا حکم:

سوال: ایک لڑکے کے کسی لڑکی کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔اب چند دن قبل دونوں رنگے ہاتھوں پکڑے گئے،علاقائی جرگہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کا اسی لڑکے سے نکاح کردیا جائے؛لیکن لڑکا کسی صورت میں بھی اس سے نکاح کے لیے تیار نہیں،جب کہ لڑکے کا باپ کہتا ہے کہ میں اس لڑکی سے شادی کے لیے تیار ہوں۔

اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا لڑکے (زانی) کے باپ کا نکاح اس لڑکی (زانیہ) سے جائز ہے،یا نہیں؟ فقہ حنفی کی رو سے جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

فقہ حنفی کی رو سے زنا بھی سبب مصاہرت ہے،لہٰذا اگر واقعی لڑکے نے اس لڑکی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا ہو تو یہ لڑکی لڑکے کے باپ کی بمنزلہ بہو (منکوحہ الابن) کے ہے،جب کہ بہو سے نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں،اسی وجہ سے بیٹے کی مزنیہ سے اس کا باپ نکاح نہیں کرسکتا۔

---

(١) قال العلامة علاء الدین علی بن محمد: وقال سعید بن المسیب وجماعة: إن حکم الآیة منسوخ وکان نکاح الزانیة حراما بهٰذه الآیة ثم نسخت بقوله تعالیٰ (وانکحوا الأیامیٰ منکم) فدخلت الزانیة فی هذا العموم واحتج من جوز نکاح الزانیة بما روی عن جابر... وقیل فی معنی الآیة:إن الفاجر الخبیث لا یرغب فی نکاح الصالحة من النساء و إنما یرغب فی نکاح فاجرة خبیثة مثله أو مشرکة والفاسقة الخبیثة لا ترغب فی نکاح الصلحاء من الرجال وإنما ترغب فی نکاح فاسق خبیث مثلها أومشرک و حرم ذلک علی المؤمنین: أی صرف الرغبة بالکلیة إلیٰ نکاح الزوانی وترک الرغبة فی الصالحات العفائف محرم علی المؤمنین، ولا یلزم من حرمة هذا حرمة التزوج بالزانیة.(تفسیرالخازن:٣/٢٨٠، من تفسیر سورة النور:٢)

لما في الهندية: وكذا تحرم المزني بها علىٰ آباء الزاني وأجداده وإن علو وابنائهٖ وإن سفلوا كذا في فتح القدير. (الفتاویٰ الهندية: ۲۷٤/۱، كتاب النكاح، الباب الثالث)

قال العلامة الحصكفي: وحرم أيضًا بالصهرية أصل مزنية. قال ابن عابدين: تحته حرمة المرأة علىٰ أصول الزاني وفروعه نسبًا ورضاعًا. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۳۸٤/۲، كتاب النكاح) (فتاوی حقانیہ: ۳۵۳/۴)

مزنیہ سالی کی لڑکی سے زانی کے لڑکے کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے اپنی سالی سے تعلق کی وجہ سے ایک لڑکا ہوا ہے تو کیا زید اپنی حقیقی بیٹی کی شادی اس لڑکے سے کر سکتا ہے؟

دوسرے رشتہ داروں کو چوں کہ یہ معلوم نہیں کہ یہ لڑکا اور لڑکی ایک مرد کے نطفہ سے ہیں؛ اس لیے ان کو اسی رشتہ پر اصرار ہے، جب کہ زید اور اس کی سالی حقیقت سے واقف ہیں؛ اس لیے وہ اس شادی سے راضی نہیں؛ لیکن رشتہ داروں اور بڑوں کے دباؤ سے اس رشتہ پر مجبور ہیں۔ کیا شرعاً یہ رشتہ درست ہے؟ (المستفتی: محمد وسیم کانکی نارہ)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

زید نے اپنی سالی سے جو زنا کیا، اس سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے، اس لڑکے کا نکاح زید کی حقیقی بیٹی سے درست ہے۔

إن البنت من الزنا لا تحرم على عم الزاني، وخاله (إلى قوله) وأما التحريم على آباء الزاني، وأولاده، فلاعتبار الجزئية، ولاجزئية بينها و بين العم، والخال. (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، کراچی: ۲۹/۳، زكريا: ۱۰۳/٤)

ولا يحرم على الواطي ولا علىٰ أبيه ولد الموطوءة ولا أمهاتها، الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية، جديد: ٤۹/٤، رقم: ٥٤٨۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۸/۹۹۱۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۳/۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۳۷/۱۳-۲۳۸)

سالی سے زنا کر کے سالی کی اَولاد سے اَپنی اَولاد کا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی سالی سے زنا کیا تو کیا وہ شخص اپنی اِس سالی کی اولاد سے اپنی اولاد کا نکاح کر سکتا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

سالی سے زنا کر کے مذکورہ شخص نے بدترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے؛ لیکن اس عمل کی وجہ سے اُس کی اولاد کا سالی کی اولاد سے نکاح کرنا حرام نہ ہوگا؛ کیوں کہ اولادوں کے درمیان کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی۔

قال اللّٰه تبارک وتعالٰی: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنَا، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ (بنی إسرائیل: ۳۲)

واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة، سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرة. (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۳٥٤/۲)

وفی الخلاصة: وطء أخت امرأته لا تحرم علیه امرأته. (الدر المختار) هٰذا محترز التقیید بالأصول والفروع، وقوله: لا تحرم أی لا تثبت حرمة المصاهرة. (شامی: ۱۰۹/٤، زکریا)

الخلوة بالأجنبیة حرام. (الدرالمختار مع الشامی: ٥۲۹/۹)

ویحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنی بها وفروعها. (شامی: ۳٦/۳، کراچی، کذا فی البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۷۹/۳، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۱۱/۱۴۲۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۸۲/۸-۱۸۳)

حرام زادہ کا نکاح اور بعض دیگر احکام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) حرام زادہ اور حلال زادہ بچوں بچیوں کے مراتب میں قیامت کے دن کچھ فرق ہوگا، یا نہیں، جب کہ دونوں کے نیکیاں برابر ہوں؟

(۲) حرام زادی بچی کے ساتھ حلال زادہ کا نکاح درست ہے؟ اسی طرح حرام زادہ کے ساتھ حلال زادی کا نکاح درست ہے؟

(۳) کیا حرام زادوں پر شرعی لحاظ سے حقیقی والدین کی طرح حقوق ہوں گے؟ جب کہ ان حرام کار والدین نے ان کو پالے ہوں، تعلیم دلائی ہوں وغیرہ۔

(۴) حرام زادہ والد کا کتنے عرصہ تک فرماں بردار رہے اور والدہ کا کتنا عرصہ تک؟

(۵) اگر یہ حرام زادہ بعد از بلوغ والدین سے علاحدگی اختیار کرے تو اس کا حشر میں کیا ہوگا؟

(المستفتی: زرولی خان تربیلا ڈیم)

الجواب

(۱) حلالی اور حرامی کا فرق دنیا تک محدود ہے۔(۱) آخرت میں دار مدار ایمان اور عمل پر ہوگا۔

---

(۱) **قال العلامة ابن عابدین: والولد له إن جاء ت بعد النکاح لستة اشهر فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النکاح لا یثبت النسب ولا یرث منه إلا أن یقول هذا الولد منی ولا یقول من الزنا، والظاهر أن هذا من حیث القضاء أما من حیث الدیانة فلا یجوز له أن یدعیه لأن الشرع قطع نسبه منه، فلا یحل له استلحاقه به ولذا لو صرح بأنه من الزنا لا یثبت قضاء أیضا وإنما یثبت لولم یصرح لاحتمال کونه بعقد سابق.** (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۳۱۷/۲، قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امته)

(۲) ان تمام عورتوں کے ساتھ نکاح درست ہے۔(۱)

(۳) والدہ کا حق اور احترام بلا شک وشبہ ثابت ہے، البتہ والد درحقیقت والد نہیں ہے، اس کا کوئی پدرانہ حق نہیں ہے، البتہ تربیت کا حق رکھتا ہے۔

(۴) جائز امور میں والدہ کا ہمیشہ کے لیے فرماں بردار رہے گا اور زانی والد کے لیے خاص فرمان برداری نہیں ہے۔

(۵) بلوغ کے بعد جدا ہونے میں ہر حلالی وحرامی معاف شرعی ہے۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۹۹/۴)

فرار شدہ عورت کے لڑکے سے نکاح:

سوال: عبدالجبار کا وحیدن سے نکاح ہوا تھا، کچھ دنوں کے بعد آپس میں نا اتفاقی ہوگئی، لڑکی کو زیادہ تکلیف دینے پر لڑکی کے گھر والے آ کر لے گئے، پھر لڑکی کی طرف سے طلاق نامہ کا سوال پیدا ہوا، کئی مرتبہ سوال وجواب اور بات چیت ہوئی؛ لیکن لڑکا طلاق دینے کو تیار نہیں ہوا اور نہ لڑکی کو رکھنے پر آمادہ ہوتا تھا۔ اس کے بعد لڑکا اپنے کام کے سلسلہ میں کلکتہ چلا گیا، کچھ دنوں بعد لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہوا۔ اس نکاح کے متعلق موضع کے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ خط کے ذریعہ طلاق نامہ آ گیا تھا، کچھ لوگوں کا کہنا ہے: نہیں آیا تھا، اس کی مکمل صفائی نہیں ہو پا رہی ہے؛ کیوں کہ لڑکی کے والد اور ایک شخص جو اس کام میں شریک تھے، انتقال ہو چکا ہے، چند مہینوں کے بعد پہلے نکاح والا لڑکا عبدالجبار بھی انتقال کر گیا ہے، اس کے بعد وہی لڑکی عدت پوری کر کے اور اس شخص سے (جس سے دوبارہ نکاح ہونا بتایا جاتا ہے) نکاح ہوا، اس کے بعد کئی لڑکے پیدا ہوئے۔

دوسرے نکاح والا شوہر بھی مر چکا ہے؛ لیکن عورت ابھی زندہ ہے، اس عورت سے جو لڑکے پیدا ہوئے ہیں، ان میں کوئی خرابی پائی جائے گی، یا نہیں؟ کیوں کہ اس لڑکے اور میری لڑکی سے بات طے ہو چکی ہے، بعد طے ہونے کے یہ سب باتیں ان کے موضع سے سننے میں آ رہی ہیں تو کیا میں اپنی لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے شرعاً کر سکتا ہوں؟

الجواب______________ حامداً ومصلیاً

اب لڑکوں کے نسب میں بحث کرنا بے محل اور غلط ہے، وہ ثابت النسب ہیں۔(۲)

---

(۱) قال العلامة الحصكفي: حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر والخنثىٰ مشكل والوثنية والمحارم والجنية وانسان الماء.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ۲۸۰/۲، كتاب النكاح)

(۲) شوہر اول عبدالجبار کے انتقال کے بعد عورت نے عدت پوری کر کے دوسری جگہ شادی کر لی تو وہ نکاح صحیح ہوا، جب نکاح صحیح ہوا تو بچے ثابت النسب ہوں گے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عَامَ الفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ: ابْنُ أَخِي قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، ==

اپنی اورلڑکی کی مرضی سے اپنی لڑکی کا رشتہ آپ ان میں سے جس سے مناسب سمجھیں، کر سکتے ہیں۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳۹۲/۴/۲۵ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳۹۲/۴/۲۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵۵۹/۱۰-۵۶۰)

جس لڑکے سے لواطت کی ہو، اس کے نکاح میں اپنی لڑکی دینا:

سوال: ایک شخص نے ایک لڑکے سے اغلام بازی کی اوراب اپنی لڑکی سے اس کا نکاح کرنا چاہتا ہے۔شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس کمینہ حرکت اور سخت معصیت کی وجہ سے اس شخص کی لڑکی اس لڑکے پر حرام نہیں ہوئی؛ بلکہ نکاح کی اجازت ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳۹۵/۵/۳۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۲۹۳/۱۱)

مزنیہ کی بیٹی سے زانی کا نکاح حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید پر ایک عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات کی تہمت لگائی گئی اور حمل بھی ٹھہر گیا؛ لیکن زید انکار کررہا ہے۔بعد میں زید نے اسی عورت کی لڑکی سے نکاح بھی کیا۔کیا یہ نکاح درست ہے؟ نکاح خواں گنہگار ہے؟ اور جو لوگ اس مجلس میں بیٹھے تھے، ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد ادریس مسجد مانسرہ کیمل پور،۱۹۷۲/۴/۵ء)

== فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ، فَقَالَ: أَخِي، وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ابْنُ أَخِي كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي، وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الحَجَرُ، ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجِبِي مِنْهُ، لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ.(صحيح البخارى،باب الولد للفراش حرة كانت أوأمة،رقم الحديث:٦٣٦٨،انيس)

"يقام النكاح مقامه (أى الدخول)فى إثبات النسب ولهذا قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:"الولد للفراش وللعاهر الحجر"وكذا لو تزوج المشرقى بمغربية،فجاء ت بولد يثبت وإن لم يوجد الدخول حقيقة لوجود سببه، وهوالنكاح قال النبى صلى الله عليه وسلم:"الولد للفراش وللعاهر الحجر".(بدائع الصنائع،كتاب النكاح ، فصل فى ثبوت النسبة:٦٠/٣،دارالكتب العلمية بيروت

(۱-۲) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(النساء: ٢٤)أى ماعدا من ذكرن من المحارم من لكم حلال"(تفسيرابن كثير: ٤٧٤/١،سهيل اكادمى لاهور)

الجواب

اگر اقرار، یا شہادت سے زنا ثابت ہو جائے تو زید کے لیے اس عورت کی بیٹی سے نکاح حرام ہے اور اس میں تعاون بھی حرام ہے اور ثبوت سے قبل نہ حرمت نکاح موجود ہے اور نہ حرمت تعاون۔

وفی الهندية: فمن زنی بامرأة حرمت عليه أمها وإن علت وابنتها وإن سفلت. (۲۹۱/۱)(۱)

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ (المائدة)(۲) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۳۰۱/۴)

مزینہ کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: جس عورت سے ناجائز تعلقات رہے ہوں، اس عورت کی لڑکی سے شادی جائز ہے۔ یا نہیں؟ (لڑکی کا نطفہ مذکور سے نہیں ہے۔)

الجواب

جس عورت سے زنا کیا ہو، یا ناجائز طور پر بوس وکنار کیا ہو، اس کی لڑکی سے نکاح حرام اور باطل ہے، (۳) خواہ لڑکی زانی کے نطفے سے نہ ہو۔ واللہ سبحانہ اعلم

۲۲/۸/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر: ۲۸/۸۶۷ ج) (فتاویٰ عثمانی: ۲۵۴/۲)

مزنیہ کی لڑکی سے نکاح کا حکم:

سوال: ایک آدمی نے ایک عورت سے زنا کیا اب اس کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

جس عورت سے زنا کیا ہے، اس کی لڑکی سے نکاح درست نہیں، حرام ہے؛ مگر زنا کا ثبوت اس کے اقرار سے ہوگا، یا شرعی شہادت سے۔

وحرم أيضاً بالصهرية أصل مزنيته (إلیٰ قوله) وفروعهن مطلقاً. (الدرالمختار مع شامی: ۳۸۴/۲-۳۸۵)

فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/------)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية: ۲۷۴/۱، القسم الثانی المحرمات بالصهرية

(۲) سورة المائدة: ۲

(۳) و فی الدر المختار، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات، ج: ۳، ص: ۳۲ (طبع سعيد): (و) حرم أيضاً بالصهرية (أصل مزنية)...إلخ.

وفی الشامية: قال فی البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع حرمة المرأة علیٰ أصول الزانی و فروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورجاعا كما فی الوطء الحلال، الخ.

وكذا فی البحر الرائق فصل فی المحرمات: ۱۰۱/۳، والفتاویٰ الهندية الباب الثالث فی المحرمات: ۲۷۵/۱)

اپنے بیٹے کی مزنیہ سے نکاح کرنا اوراس کے لیے کسی دوسرے امام کے مسلک کا سہارا لینا:

سوال(۱)ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا کہ جس سے اس کے بیٹے نے زنا کیا تھا، اس کا یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

(۲)　یہ شخص حنفی ہے اور ابھی تک مذہب حنفی پر عمل پیرا رہا ہے، کسی اور امام کے نزدیک بیٹے کی مزنیہ سے نکاح جائز ہو تو کیا یہ شخص صرف اس مسئلہ میں اس امام کے مذہب پر عمل کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱)　اگر یہ واقعہ ہے کہ اس شخص کے بیٹے نے اس عورت سے زنا کیا ہے تو اس کا نکاح اس عورت سے حرام ہے، نکاح منعقد نہ ہوگا۔

وحرم أيضاً بالصهرية أصل مزنية. (الدرالمختار)

حرمة المرأة علىٰ أصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً. (شامی: ۳۸۴/۲،فصل فی المحرمات)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

وكذا تحرم المزني بها علىٰ آباء الزاني وأجداده وإن علوا وأبنائه وإن سفلوا، كذا في فتح القدير. (الفتاویٰ الهندية: ۵/۲، كتاب النكاح،الباب الثالث بالصهرية)

یعنی اسی طرح وہ عورت جس سے زنا کیا گیا، حرام ہوجاتی ہے، زانی کے باپ دادا پر اگرچہ اوپر تک ہوں اور زانی کے بیٹوں پر اگرچہ نیچے تک ہوں۔

جب یہ بات ثابت شدہ ہے کہ لڑکے نے اس عورت سے زنا کیا ہے تو یہ بات کیسے گوارہ کی جاسکتی ہے کہ اپنے مذہب کے خلاف دوسرے مذہب کا سہارا لے کر اس سے صحبت کرتا رہے، حرام حلال کے معاملہ میں احتیاط سے کام لینا چاہیے، جیسا کہ بخاری شریف میں ایک واقعہ ہے، عقبہ رضی اللہ عنہ نے ابواہاب کی لڑکی سے نکاح کیا تھا، ایک عورت نے آکر بیان کیا ”میں نے عقبہ کو بھی دودھ پلایا ہے اور ان کی اس بیوی کو بھی دودھ پلایا ہے“ عقبہ نے کہا مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو نے مجھ کو دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے مجھ سے کبھی اس کا ذکر کیا، پھر ابواہاب کے لوگوں سے اس کی تحقیق کی ان لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ اس عورت نے تمہاری بیوی کو دودھ پلایا ہے، تب عقبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ طیبہ گئے اور یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا ”جب کہ یہ عورت ایسا کہتی ہے تو اب وہ بیوی کیوں کہ تمہارے نکاح میں رہ سکتی ہے؟ اس وقت عقبہ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اس عورت نے دوسرے سے نکاح کرلیا۔(۱)

(۲)　بیٹے کے مزنیہ کو نکاح میں رکھنے کی غرض سے دوسرے امام کے مسلک کا سہارا لینا بھی جائز نہیں۔ اجماع

---

(۱)　صحيح البخاری: ۵۶۷/۲، باب شهادة المرضعة، مشكاة المصابيح، ص: ۲۷۲، ۲۷۳، باب المحرمات

کے خلاف ہے اور نفسانی خواہش کی اتباع ہے، شرعاً اس کی اجازت نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

یکونون فی وقت یقلدون من یفسده وفی وقت یقلدون من یصحح بحسب الغرض والھویٰ ومثل ھذا لا یجوز باتفاق الأمة. (فتاویٰ ابن تیمیة: ۲۴۰/۲)

(یہ لوگ ایک وقت اس امام کی تقلید کرتے ہیں، جو نکاح کو فاسد قرار دیتا ہے اور پھر (اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے) اس امام کی تقلید کرتے ہیں، جو اسے درست قرار دیتا ہے اور اس طرح عمل کرنا بالاتفاق جائز نہیں۔)

صرف عورت کی خاطر اپنے مسلک کے خلاف کرنا اور مقصد پورا کرنے کے لیے کسی اور مسلک کا سہارا لینا خطرناک ہے۔ شامی میں ہے:

''ایک حنفی المسلک نے ایک اہل حدیث (غیر مقلد) کی لڑکی سے نکاح کا پیغام بھیجا، اس نے کہا: اگر تو اپنا مذہب چھوڑ دے؛ یعنی امام کے پیچھے قرأت پڑھے اور رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین کرے تو پیغام منظور ہے، اس حنفی نے یہ شرط منظور کر لی اور نکاح ہو گیا۔ شیخ وقت امام ابوبکر جوز جانی نے یہ سنا تو افسوس کیا اور فرمایا:

"النکاح جائز ولکن أخاف علیه أن یذهب إیمانه وقت النزع لأنه استخف بالمذهب الذی هو حق عنده وترکه لأجل جیفة منتنة". (رد المحتار: ۲۶۳/۳، باب التعزیز، مطب فیما إذا ارتحل إلیٰ غیر مذهبه)

(ترجمہ: خیر نکاح تو ہو گیا؛ لیکن مجھے اس شخص کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے کہ اس نے عورت کے خاطر اس مذہب کے خلاف کیا اور اس مذہب کی توہین کی جس کو وہ آج تک حق سمجھتا تھا۔)'' فقط واللہ اعلم بالصواب

۲۰/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/-----)

لڑکے کا مزنیۃ الاب سے نکاح حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دو سگی بہنوں کا رشتہ دو سگے بھائیوں سے طے ہو جاتا ہے، یہ لڑکے اور لڑکیاں بلحاظ عمر بالغ اور جوان ہیں، نیز لڑکے اور لڑکیوں کے والد آپس میں خاندانی بھائی ہیں، رشتہ تو قائم ہو جاتا ہے، البتہ شادی ہونی ابھی باقی ہے، جو آئندہ وقت میں ہوگی؛ کیوں کہ لڑکوں کا باپ لڑکیوں کے باپ کے گھر رہ کر کاروبار کرتا ہے؛ اس لیے گھر میں اس سے کوئی پردہ وغیرہ نہیں ہے، رشتہ ہونے کے بعد لڑکوں کا باپ اپنے چھوٹے لڑکے کی ہونے والی بیوی؛ یعنی چھوٹی لڑکی سے ناجائز تعلق قائم کر لیتا ہے اور زنا کرتا ہے؛ یعنی زنا کر کے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے، جس کا کسی کو کوئی علم نہیں ہے؛ لیکن اسی دوران لڑکی کو حمل قرار پا جاتا ہے، تب لڑکی کے وارثین کو جانکاری ہوتی ہے اور حمل ساقط کرا دیا جاتا ہے، باوجود ایسا ہونے کے زیادہ رسوائی اور ذلت کے ڈر سے اگر دونوں فریق پھر بھی یہ شادی کرنا چاہیں اور شادی کرنے کے لیے رضامند ہوں تو کیا یہ شادی ہو جائے گی؟ اور اس میں کوئی شرعی خلل تو واقع نہیں ہوگا، یا ایک لڑکے کی شادی درست ہوگی اور ایک کی درست نہ

ہوگی، یا دونوں کی شادی ہوجائے گی؟ اِن تمام باتوں کا جواب جائز، ناجائز، حلال، حرام سب باتوں پر غور فرماتے ہوئے تفصیل سے لکھیں؛ تاکہ آئندہ یہ دونوں جوڑے گناہ سے بچ سکیں اوراس بارے میں شریعت کے اعتبار سے ہماری رہبری فرمائیں؛ تاکہ یہ شادی صحیح اور درستگی کے ساتھ عمل میں آسکے، خیال رہے کہ جو کچھ بھی زنا اور گناہ کا ارتکاب کیا ہے، وہ لڑکوں کے باپ کا اپنا عمل ہے، لڑکوں کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے، پھر بھی اگراس زنا اورگناہ کی وجہ سے لڑکوں کی شادی پرکوئی شرعی فرق پڑتا ہوتو بتائیں؛ یعنی چھوٹی لڑکی جس سے زنا کیا گیا ہے، اُس کی شادی چھوٹے لڑکے یعنی زنا کرنے والے کے چھوٹے لڑکے کے ساتھ ہونے میں کوئی شرعی خلل تو واقع نہ ہوگا اور یہ شادی اورنکاح درست ہوگا، یانہیں؟ یا دونوں لڑکوں اورلڑکیوں کی شادی پرکوئی فرق پڑے گا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفیق

لڑکے کے باپ نے جس لڑکی سے زنا کیا ہے، اس لڑکی کا نکاح زانی کے کسی لڑکے سے ہرگز نہیں ہوسکتا، وہ لڑکی زانی کی اَولاد پر قطعاً حرام ہوچکی ہے، البتہ دوسرا لڑکا مقررہ رشتہ کے مطابق بڑی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلاَ تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآءُكُمْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ (النساء: ۲۲)

عن البراء بن عازب رضی اللّٰہ عنه قال: مرّ بی خالی ومعه لواء، فقلت: أین تذهب؟ قال: بعثنی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم إلی رجل تزوج بامرأة أبیه آتیه برأسه. (رواہ الترمذی، أبواب الأحکام، باب فیمن تزوج امرأة أبیه رقم: ۱۳۶۲)

والنکاح قیل: معناه الوطء حقیقةً، کذا قال ابن الجوزی فی التحقیق، وبناء علی هٰذا احتج بهٰذه الآیة علی ثبوت حرمة المصاهرة، فی الزنا، ومعنی الآیة علی هٰذا لا تطؤا موطوء ات الآباء، سواء کان الوطء بنکاح صحیح أو فاسدًا ملک یمین أو شبهة أو بزنی. (التفسیر المظہری، لقاضی ثناء اللہ الفانی فتی: ۳۶۲/۲، زکریا)

فمن زنیٰ بامرأة حرمت علیه أمها وإن علت، وابنتها وإن سلفت، وکذا تحرم المزنی بها علی اٰباء الزانی وأجداده وإن علوا، وأبنائه وإن سفلوا، کذا فی فتح القدیر. (الفتاویٰ الهندیة: ۲۷۴/۱، کذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۶/۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۱۱/۱۴۱۳ھ۔ (کتاب النوازل: ۱۶۸/۸-۱۶۹)

زانی وغیرہ کے فروع کی شادی مزینہ وغیرہا کے فروع سے درست ہے:

سوال: **تنکح فرع زانی وماس ناظروغیرها بفرع مزینة وممسوسة ومنظورة وغیرها**، شرعاً جائز ست، یا ممنوع؟ وبمصاہرۃ بالزنا ودواعیہ بجز محرمات اربعہ کہ متحققہ فقہ فروعیہ واصولیہ اند حرمتے دیگر مانند صورت مستطلبہ ہذا ثابت است، یا نہ؟

الجواب

قال فی الشامی قال فی البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علیٰ أصول الزانی وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورضاعاً کما فی الوطی الحلال ویحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنی بها وفروعها، الخ.(۱)

ازیں عبارت اخیرہ احلت صورت مذکورہ فی السوال ظاہر شد، وقائل بحرمت لا ریب محرم ما احل اللہ ہست، اگرچہ تکفیرش مکروہ شود، چرا کہ تحریم حلال، یا تحلیل حرام مطلقاً کفر نیست، کماحققه الشامی. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۸/۷)

زانیہ منکوحہ کی لڑکی سے زانی کے لڑکے کی شادی درست ہے:

سوال: زید نے ہندہ منکوحہ عمر سے زنا کیا، اس سے لڑکی پیدا ہوئی، اب زید کا لڑکا ہندہ کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ حرمت مصاہرہ میں داخل ہے، یا نہیں؟

الجواب

منکوحہ عمر کے دختر کا نسب شرعاً عمر سے ثابت ہے اور وہ لڑکی عمر کی ہے، پس پسر زید کا نکاح دختر عمر سے درست ہے۔ قال علیه الصلاة والسلام: "الولد للفراش وللعاهر للحجر". (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۱/۷)

زانی کے لڑکے کی شادی مزنیہ کی لڑکی سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص ایک عورت سے زنا کرتا ہے، زانی کا لڑکا جو زانی کی زوجہ سے ہے، اس کا نکاح مزنیہ کی لڑکی سے جو کہ مزنیہ کے اصلی خاوند سے ہے، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

زانی کے پسر کا نکاح جو کہ زانی کی زوجۂ اولیٰ سے ہے، اس لڑکی کے ساتھ درست ہے، جو کہ مزنیہ کے شوہر سے ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۴/۷)

زانی کی اولاد کی شادی مزنیہ کی اولاد سے درست ہے، یا نہیں:

سوال: زاہد خاں نے شکوراً بیگم سے زنا کیا، کچھ عرصہ کے بعد زاہد خاں کا نکاح جمالو بیگم سے ہوا اور جمالو بیگم

---

(۱) رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۸٤/۲، ظفیر

(۲) والحاصل أنهم یصدق علیهم إسم الزندیق والمنافق والملحد ولایخفی إن اقرارهم بالشهادتین مع هذا الاعتقاد الخبیث لایجعلهم فی حکم المرتد. (ردالمحتار، باب المرتد: ۲٤٤/٤، دارالفکر بیروت، ظفیر)

(۳) مشکاة، باب اللعان، الفصل الأول، ص: ۲۸۷، ظفیر

(۴) وحرم أیضاً بالصمهریة أصل مزنیة. (الدرالمختار) ویحل لأصول الزانی و فروعه أصول المزنی بها وفروعها. (رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۸٤/۲، ظفیر)

کےبطن سے کالے خاں ایک لڑکا پیدا ہوا،شکوراً کا نکاح جنگی خاں سے ہوگیا،شکوراً کےبطن سے جنگی خاں کے ایک لڑکی سفیدہ بیگم ہوئی تو کالے خان کا نکاح سفیدہ بیگم سے ہوسکتا ہے،یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

کالے خاں کا نکاح سفیدہ بیگم سے شرعاً صحیح ہے،علامہ شامی نے اس کی تشریح کی ہے کہ زانی اورمزنیہ کی اولاد میں مناکحت صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۲۵۸)

زانی کی اولاد کا نکاح فروع مزنیہ سے جائز ہے:

سوال: ایک شخص ایک عورت سے بحالت باکرہ وعروسی زن بدفعلی کرتا رہا ہے،دونوں کا نکاح غیر مرد غیر عورت سے ہوگیا ہے اوران کی اولاد پیدا ہوئی،کچھ عرصہ بعد عورت مذکورہ کا خاوند فوت ہوگیا،اسی عورت نے اسی مرد مذکور جس کے ساتھ زنا کرتی رہی ہے،نکاح کربیٹھی،آیا اب مرد کی اولاد سے اوراس عورت کی اولاد میں نکاح درست ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس مرد کی اولاد نکاح اس عورت کی اولاد سے جائز ہے۔

فی الشامی عن البحر:ویحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنی بها وفروعها،آه.

وقال الشامی:ومثله ما قدمناه قریباً عن القهستانی عن النظم وغیره وقوله یحل،الخ أی کما یحل ذلک بالوطء الحلال. (ردالمحتار:۲/۴۵۸)(۲)(امدادالاحکام:۳/۲۴۷)

ایضاً:

سوال: ''ق'' نامی ایک مرد ود''ل'' نامی مرد کی عورت سے بدکاری کرتا تھا،''ق'' کے مرنے کے بعد اس کی عورت ''ق'' کی فرزند کی ''ل'' کی دختر سے شادی کرادیا ہے؛یعنی زانی مرد کا بیٹا اورمزنیہ کی بیٹی یہ آپس میں شادی کرائی گئی ہے،اب یہ نکاح درست ہے،یا نہیں؟اوروہ آپس میں مرد عورت ہوکر رہیں،یا نہ رہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

زانی کے بیٹے کا نکاح مزنیہ کی دختر کے ساتھ جائز ہے۔

کما فی الشامی (۲/۴۵۸) **ناقلاً عن البحر: ویحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنی بها وفروعها،آه،ومثله ما قد مناه قریباً عن القهستانی عن النظم وغیره قوله ویحل،إلخ أی کما یحل ذلک بالوطء الحلال،إلخ .** (۳)

عبدالکریم عفی عنہ،**۲۹**/جمادی الثانی **۱۳۴۲**ھ۔(امدادالاحکام:۳/۲۴۷)

---

(۱) ویحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنی بها وفروعها.(رد المحتار،باب المحرمات:۲/۳۸۴،ظفیر)

(۲-۳) ردالمحتار،فصل فی المحرمات:۳/۳۲،دارالفکر بیروت،انیس

اگر بہن سے زنا کیا تو اس بہن مزنیہ کی اولاد کا اپنی اولاد سے نکاح کرسکتا ہے:

سوال: زید نے اپنی بہن ہندہ کے ساتھ اپنی زوجہ کے دھوکہ سے یا بالقصد جبراً برضامندی زنا کیا؛ لیکن ہندہ زید سے حاملہ نہیں ہوئی، زمانہ زنا سے چار پانچ سال کے بعد ہندہ کے شوہر سے ہندہ کے اولاد ہوئی تو دریافت طلب یہ ہے کہ زید اپنی اولاد کا عقد ہندہ کی اولاد سے کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

کرسکتا ہے؛ کیوں کہ ان دونوں کی اولاد کو اس صحبت کے اعتبار سے ایسی نسبت ہے، جیسے مرد کی اولاد کو اس کی منکوحہ کی پہلے شوہر سے اولاد کے ساتھ نسبت ہے۔

تتمہ اولیٰ، ص: ۹۵ (امدادالفتاویٰ جدید: ۲/--------)

جواز نکاح زانی از زوجہ پسر مزنیہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ایک مرد (الف) جس کا ایک ناجائز تعلق ایک عورت (ب) سے تھا؛ یعنی وہ مرد (الف) اس عورت (ب) سے زنا کرتا تھا اور عورت (ب) کا شوہر (ج) اچھا خاصا مرد تھا؛ یعنی وہ سست نہیں تھا تو وہ اس عورت سے لڑکا (د) پیدا ہوا اور وہ (د) جوان ہوگیا اور اس لڑکے (د) کی شادی کی، اس کی ماں (ب) باپ (ج) نے اب اس لڑکے نے طلاق دے دی، یا وہ لڑکا مرگیا، اب ان دونوں صورتوں میں اس لڑکے (د) کی بی بی (ہ) سے اس مرد (الف) کا جو اس لڑکے کی ماں سے برا فعل کرتا تھا، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار: وبنت أخیه أخته وبنتها ولومن زنا [إلٰی قوله] وزوجة أصله وفرعه مطلقاً.

فی ردالمحتار: (قوله ولومن زنا) أی بأن یزنی الزانی ببکر ویمسکها حتٰی تلد بنتا، بحرعن الفتح.

قال الحانوتی: ولایتصور کونها إبنته من الزنا إلا بذالک إذلایعلم کون الولدمنه إلابه، آه، أی لأنه لولم یمسکها یحتمل أن غیره زنی بها بعدم الفراش النافی لذ لک الاحتمال، آه.

(قوله: وزوجةاصله وفرعه) [إلٰی قوله] وذکرالاصلاب" أی فی الآیة" لاسقاط حلیلة الابن المتبنی لا لاحلال حلیلة الابن رضاعاً فإنها تحرم کالنسب، بحروغیره، آه.

قلت: وکذا حلیلة الابن من زنا کما مرفی بنت أخیه وأخته وبنتها. (۱)

بنابرروایات مذکورہ جواب یہ ہے کہ چوں کہ اس لڑکے کا اس زانی کے نطفہ سے ہونا یقینی نہیں؛ اس لیے اس کی بیوہ بیوی سے بعد انقضائے عدت نکاح کرنا جائز ہے۔

۲۰/صفر ۱۳۴۴ھ (تتمہ خامسہ، ص: ۳۹۵) (امدادالفتاویٰ جدید: ۲/---------)

(۱) رد المحتارعلی الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲۸/۳، دارعالم الکتب، ریاض، انیس

حلت نکاح بازنی کہ زنا باولد مزنیہ او کنانید:

سوال: ایک مرد (زید) نے ایک عورت (ہندہ) سے زنا کیا تھا، پھر وہ عورت (یعنی ہندہ) اس مرد (یعنی زید) سے جدا ہوگئی اور چند سال اور ایک عرصہ کے بعد اس عورت (یعنی ہندہ) نے کسی اور مرد (بکر) سے زنا کیا، اس مرد سے لڑکا (خالد) پیدا ہوا، اس لڑکے (خالد) نے ایک عورت (نادرہ) سے زنا کیا اور اس عورت (نادرہ) کو جدا کردیا، اب یہ عورت (نادرہ) اس اول الذکر مرد (زید) سے نکاح کرنا چاہتی ہے، جائز ہے، یا ناجائز؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

فی ردالمحتار عن الخیر الرملی: ولاتحرم زوجة الربیب ولازوجة الراب، آھ. (۱)

قلت: وظاهران ابن المزنیة لایفرق الربیب ومزنیة الربیب لا تفرق زوجة الربیب فلما حلت زوجة الربیب فمزنیة ابن المزنیة یلد مولی. حاصل یہ کہ زید کا نکاح نادرہ سے حلال ہے۔

۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ (تتمہ: ۲۱۹/۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ــــــــ)

زانی کے بیٹے کا مزنیہ کی بیٹی سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کسی عورت سے زنا کا مرتکب ہوا، پھر اس عورت نے کسی اور آدمی سے نکاح کیا اور اس شخص نے کسی اور عورت سے، بعد میں اس شخص نے اپنے بیٹے کا نکاح اس عورت کی بیٹی سے کیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان دونوں کے درمیان جو نکاح ہوا ہے، وہ صحیح اور جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اس شخص کے بیٹے کا مزنیہ کی بیٹی کے ساتھ جو نکاح ہوا ہے، وہ صحیح اور جائز ہے۔

لمافی البحر الرائق(۱۹۷/۳): ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها.

وفی الشامیة(۳۲/۳): حرمة المرأة علی أصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة أصولها وفروعها علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطء الحلال ویحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنی بها وفروعها، آھ. (نجم الفتاویٰ: ۱۷۵/۴)

مزنیہ کے لڑکے سے زانی کی ہمشیرہ کا نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک مرد زانی دوسرے شخص کی عورت منکوحہ کے ساتھ زنا کرتا رہا، کیا زانی کی ہمشیرہ اور مزنیہ کے لڑکے کا باہم نکاح ہوسکتا ہے؟

---

(۱) ردالمحتار مع الدر المختار: ۱۰۵/٤، ط، ریاض، انیس

الجواب

زانی کی ہمشیرہ کا نکاح مزنیہ منکوحۃ الغیر کے پسر سے شرعاً جائز ہے۔
لقولہٗ تعالیٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذٰلكم﴾ (الآية) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۰/۷)

زانیہ کی لڑکی کا جس سے پیدا ہونا ثابت نہیں، اس کے پوتے سے زانیہ کی لڑکی کی شادی:

سوال: ادھار سنگھ ٹھاکر کا ناجائز تعلق ایک طوائف سے تھا اور اس طوائف کے کئی لڑکیاں ہیں؛ لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ ادھار سنگھ سے ہیں، یا کسی دوسرے سے، بعد مرنے ادھار سنگھ کے ادھار سنگھ کے پوتے اور طوائف مذکور کی لڑکی کا ناجائز تعلق ہو گیا، اب دونوں راہ راست پر ہیں، طوائف کی لڑکی نے توبہ کر لی ہے اور ادھار سنگھ کا پوتہ بھی مسلمان ہونے کو کہتا ہے، ان دونوں کا نکاح باہم درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ اس لڑکی طوائف کا ادھار سنگھ کے نطفہ سے پیدا ہونا محقق نہیں ہے تو ادھار سنگھ کے پوتے کا نکاح اس طوائف کی دختر سے دونوں کے مسلمان ہونے کے بعد درست ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۲/۷-۲۰۳)

اپنی بیوی سے زنا کرتے ہوئے جس کو دیکھا، اس سے لڑکی کی شادی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کے ساتھ کسی کو زنا کرتے دیکھا؛ مگر کسی کو گواہ نہیں بنا سکا، زانی و مزنیہ منکر ہیں، کیا ایسی صورت میں اپنی لڑکی کا نکاح یہ شخص زانی کے ساتھ کر سکتا ہے؟

الجواب

یہ ظاہر ہے کہ صرف زوج کا دیکھنا اور بیان کرنا مثبت نکاح نہیں ہے، پس جب تک کہ چار دیکھنے والے زنا کے حسب شرائط نہ ہوں، زنا شرعاً ثابت نہیں ہوتا۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ (سورة النور: ۱۳)

وفي الشامي: إلا إذا أشهد ثلاثة بالزنا والرابع بالإقرار له فتحد الثلاثة؛ لأن شهادة الواحد بالاقرار لاتعتبر فبقي كلام الثلاثة قذفاً، بحر. (شامي: ۱٤۲/۳، كتاب الحدود) (۳)

پس ہرگاہ کلام شوہر محض قذف ہے تو اس پر کوئی حکم حرمت مصاہرت وغیرہ کا مرتکب نہ ہوگا اور اس عورت کی دختر کا مرد مذکور سے نکاح صحیح ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۰/۷)

---

(۱) سورة النساء: ۲٤، ظفير
(۲) ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها. (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۳۸٤/۲، ظفير)
(۳) ردالمحتار، كتاب الحدود: ۷/٤، دارالفكر بيروت، ظفير

شوہر والی عورت کے اس لڑکے کی شادی جو زنا سے ہے، زانی کی لڑکی سے جائز ہے:

سوال: زید کا تعلق ناجائز مسماۃ لاڈو سے تھا، جب کہ لاڈو کا شوہر بھی زندہ موجود تھا، اسی حالت میں مسماۃ لاڈو کے زید کے نطفہ سے لڑکا پیدا ہوا، جب یہ لڑکا پیدا ہو کر بالغ ہوا تو زید نے اپنی لڑکی سے جو کہ منکوحہ بی بی سے ہے، اس لڑکے کا نکاح کر دیا، یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ بعد رخصت کے مسماۃ لاڈو نے اپنی بہو سے قسمیہ بیان کیا کہ تیرا شوہر بھی تیرے باپ کے نطفہ سے ہے تو الگ ہو جا، اس صورت میں لڑکی عقد ثانی کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے:

"الولد للفراش وللعاهر الحجر".(۱)

اس حدیث سے ثابت ہے اور یہ حنفیہ کا مذہب ہے کہ لاڈو کے جو لڑکا پیدا ہوا، خواہ وہ زنا سے ہو اور خواہ زید ہی کے نطفہ سے ہو؛ مگر شریعت میں وہ لاڈو کے شوہر کا ہے اور اسی سے اس لڑکے کا نسب ثابت ہے، وہ لڑکا شریعت میں زید کا شمار نہ ہوگا، لہٰذا نکاح زید کی دختر کا لاڈو کے پسر مذکور سے صحیح ہے،(۲) اور لاڈو کا قول شرعاً معتبر نہیں ہے اور بدون طلاق کے زید کی دختر دوسرے شخص سے نکاح نہیں کر سکتی۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۷۳-۲۷۴)

زانی کے بیٹے کا نکاح مزنیہ کی نواسی سے:

سوال: زید نے ایک بنگالی عورت سے زنا کیا، زنا کے بعد عقد بھی ہو گیا تھا۔ ہندہ کی بیٹی عابدہ ہے اور عابدہ کی بیٹی فاطمہ ہے۔ زید کے لڑکے بکر کا عقد فاطمہ سے ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

زید کی اس کمینہ حرکت [زنا] کی وجہ سے اس کے لڑکے بکر کا عقد نکاح ہندہ کی لڑکی سے ناجائز نہیں؛ بلکہ درست ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۳/۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۷۶)

---

(۱) مشكاة المصابيح، باب اللعان، ص: ۲۸۷، ظفير

(۲) ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها. (ردالمحتار باب المحرمات: ۲/ ۳۸٤، ظفير)

(۳) "ولا تحرم أصولها وفروعها على ابن الواطي وأبيه، كما في المحيط السرخسي". (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/ ۳۲٦، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها". (البحرالرائق ، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۷۹، رشيدية)

زانی اور مزنیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح:

سوال: مسمی عبداللہ شیخ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسماۃ فضلی سے زنا کیا، جب کہ دونوں ہی شادی شدہ تھے، عرصہ کے بعد مسماۃ فضلی کے اپنے خاوند کی موجودگی میں لڑکی پیدا ہوئی اور میرے لڑکا پیدا ہوا، ان دونوں کا ہم نے آپس میں نکاح کر دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

عبداللہ شیخ اور فضلی کی معصیت کی وجہ سے ان دونوں کے لڑکے لڑکی کا نکاح آپس میں ناجائز نہیں ہے؛ بلکہ جائز ہے، حتی کہ اگر عبداللہ شیخ اور فضلی آپس میں نکاح کر لیں، جب کہ فضلی نہ کسی کے نکاح میں ہو، نہ عدت میں، تب بھی دونوں کی مذکورہ اولاد کا نکاح صحیح ہوگا۔

''لابأس بأن يتزوج الرجل المرأة ويتزوج إبنه ابنتها أو أمها''.(فتاویٰ عالمگیری: ۶/۲)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۷۷)

زانی، زانیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح:

سوال: ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا، پھر مرد کا نکاح کسی اور عورت سے اور عورت کا نکاح کسی دوسرے مرد سے ہو جائے، پھر ان دونوں سے اولاد ہو تو ان (اولاد) کا نکاح آپس میں درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ایک مرد ایک عورت سے غلط طریقہ پر صحبت کرے؛ مگر اس مرد کی شادی کسی اور عورت سے ہوئی، جس سے لڑکا پیدا ہوا، عورت کی شادی کسی اور مرد سے ہوئی، اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح درست ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۱۳۹۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۷۷)

زانی مزنیہ کے بیٹے بیٹی کا آپس میں نکاح کا مسئلہ:

محترم المقام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دارالعلوم حقانیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ایک منکوحہ عورت کے ساتھ زنا

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث فى بيان المحرمات، القسم الثانى: المحرمات بالصهرية: ۲۷۷/۱، رشيدية

(۲) ''ولاتحرم أصولها وفروعها على ابن الواطى وأبيه، كما فى محيط السرخسي''. (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۶/۱، دار إحياء التراث العربى، بيروت)

''ويحل لأصول الزانى وفروعه أصول المزنى بها وفروعها''. (البحر الرائق، فصل فى المحرمات: ۱۷۹/۳، رشيدية)

کیا، پھر منکوحہ زانیہ کی لڑکی پیدا ہوئی، جب کہ زانی کا لڑکا پیدا ہوا۔ اب زانی کہتا ہے کہ یہ لڑکی مجھ سے ہے، اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مضطرب الذہن ہوں، ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب نے یہی استفتاء مولانا رسول خان صاحب کو لکھا، مولانا رسول خان صاحب نے یہ جواب لکھا ہے:

''**الولد من النكاح لا من السفاح**''. (شرح الوقاية، باب النسب، ص: ۱۵۰)

جب کہ فتاویٰ عبدالحئی، باب ثبوت النسب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرے نطفہ زنا سے پیدا ہوا ہے تو نسب ثابت ہوگا، یا نہیں؟ جواب میں لکھتے ہیں: '' ثابت نہیں ہوگا۔ عالمگیری میں ہے: **قال أنه مني من الزنا لا يثبت نسبه و لا يرث منه، كذا في الينا بيع.** (اگر کہا کہ یہ میرے زنا کے نطفے سے ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور وارث نہ ہوگا، جیسا کہ ینا بیع میں ہے۔)

اب مسئلہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا ینا بیع کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کا نسب ثابت نہ ہوا تو اس زانی کو مزنیہ کی لڑکی کو خود بھی نکاح کر سکتا ہے اور اپنے بیٹے کے لیے بھی کر سکتا ہے؛ کیوں کہ یہ لڑکی زانی کا کچھ بھی نہیں لگتی، اب اگر مسئلہ اسی طرح ہے تو فقہ احناف میں فقہا جو لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی عورت کو چوم لیا؛ یعنی قبلها تو اس سے حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے، اگر کسی نے عورت کے فرج داخل کو دیکھ کر تلذذ حاصل کیا، یا زنا کیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور مزنیہ کی اولاد سے نکاح کرنا حرام اور ناجائز ٹھہرتا ہے اور ان دونوں کی اولاد میں بھی نکاح جائز نہیں۔ اب ان عبارات میں تناقض معلوم ہوتا ہے، مسئلہ کی صحیح صورت واضح فرما کر خلجان کو دور فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولوی حفظ الرحمٰن خدہ بانڈہ تخت نصرتی کرک، ۱۹۹۶/۳/۲۳ء)

الجواب

اس زانی کا بیٹا اور زانیہ کی بیٹی باہم نکاح کر سکتے ہیں، اگر چہ احتیاط نہ کرنے میں ہے؛ کیوں کہ فقہاء کرام نے اگر چہ یہ لکھا ہے:

''**حرم أصله و فروعه و بنت أخيه و أخته و بنتها و لو من زنا**''. (الدر المختار)

لیکن صورت مسئولہ میں یہ متعین نہیں کہ یہ لڑکی زانی سے پیدا ہوئی ہے، ممکن ہے کہ اس عورت نے دوسرے شخص سے بھی زنا کیا ہو اور اس سے حاملہ ہوئی ہو۔

قال العلامة الشامي (۱۸۳/۲): (قوله و لو من الزنا) بأن يزني الزاني ببكر و يمسكها حتى تلد بنتا، بحر عن الفتح، قال الحانوتي و لا يتصور كونها ابنته من الزنا إلا بذلك. (۱)

پس اگر زانی نے ایسا طریقہ کیا ہو، جیسا کہ شامی نے ذکر کیا ہے، پھر حرمت نکاح بلاشک وشبہ ثابت ہے، ورنہ احتیاط یہ ہے کہ نکاح نہ کرے۔

---

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار: ۳۰۱/۲، فصل في المحرمات

لوجود الشبهة فليراجع إلى حديث ابن زمعة عن عائشة قالت: كان عتبة بن أبي وقاص عهد إلىٰ أخيه سعد بن أبي وقاص أن ابن وليدة زمعة مني فاقبضه إليك فلما كان عام الفتح أخذه سعد فقال أنه ابن أخي وقال عبد بن زمعة أخي فتساوقا إلىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال سعد يارسول الله إن أخي كان عهد إلىٰ فيه وقال عبد بن زمعة أخي وابن وليدة أبي ولد علىٰ فراشهفقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو لك يا عبد بن زمعة، الولد للفراش و للعاهر الحجر، ثم قال لسودة بنت زمعة، احتجبي منه لما رأى من شبهه بعتبة فما راٰها حتىٰ لقي الله، وفي رواية قال: هو أخوك يا عبد بن زمعة من أجل أنه ولد على فراش ابيه. (متفق عليه)(۱)

یہاں حرمت مصاہرت کی وجہ سے حرمت متصور نہیں؛ کیوں کہ زانی کے فروع کے لیے مزنیہ کے فروع حرام نہیں ہیں۔(۲) وھوالموفق

محمد فرید عفی عنہ (فتاویٰ فریدیہ:۳۰۲/۴)

زانی اورمزنیہ کے بیٹے اور بیٹی کا آپس میں نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زانی کے بیٹے اورمزنیہ کی بیٹی کا، یااس کے برعکس مزنیہ کے بیٹے اورزانی کی بیٹی کا آپس میں نکاح جائز ہے، یانہیں؟

(المستفتی: محمد سمیع اللہ میرٹھی)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

زانی کے بیٹے اورمزنیہ کی بیٹی کا اوراسی طرح مزنیہ کے بیٹے اورزانی کی بیٹی کا نکاح آپس میں جائز ہے۔ (مستفاد: محمودیہ میرٹھ ۴۲۳/۱۶، ڈابھیل ۲۸۷/۱۱، فتاوی حقانیہ: ۴۱۲/۴، کتاب الفتاوی: ۳۴۹/۴)

ويحل لأصول الزاني، وفروعه أصول المزني بها وفروعها. (شامي، زكريا: ١٠٧/٤، كراچی: ٣٢/٣، البحرالرائق، زكريا: ١٧٩/٣، كراچی: ١٠١/٣)

ولا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، ويتزوج إبنه أمها، أوبنتها. (مجمع الأنهر: ٤٨١/١، فقيه الأمت، الهندية: ٢٧٧/١، زكريا، هندية اتحاد: ٣٤٢/١)

ولاتحرم أصولها، وفروعها على ابن الواطي وأبيه كما في المحيط السرخسي. (مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت: ٤٨١/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۴۷۷/۴۰) (فتاوی قاسمیہ: ۲۲۸/۱۳-۲۲۹)

---

(۱) مشكاة المصابيح: ٢٨٧/٢، باب اللعان الفصل الأول

(۲) قال العلامة الآفندي: ويحل لاصول الزاني وفروعه اصول المزني بها وفروعها. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ٣٠٣/٢، فصل في المحرمات)

زانیہ وزانی کی اولاد کا باہم نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے ناجائز تعلقات زاہدہ سے تھے، زید اور زاہدہ دونوں شادی شدہ تھے، دونوں صاحب اولاد بھی ہیں، پھر زید کے لڑکے خالد کے تعلقات زاہدہ کی لڑکی فرزانہ سے ہوگئے، خالد نے چپکے سے گواہان کی موجودگی میں فرزانہ سے نکاح کرلیا۔

اب یہ دریافت کرنا ہے کہ لڑکی سے نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ خالد کے والد کے ناجائز تعلقات فرزانہ کی والدہ سے تھے ہوسکتا ہے کہ یہ انہیں کے نطفہ سے ہو؛ اس لیے نکاح درست نہیں تو شریعت کا کیا حکم ہے؟

(المستفتی: محمد عرفان، امروہہ، جے پی نگر)

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

زانیہ کی اولاد کی دو شکلیں ہیں:

(۱) زانیہ غیر شادی شدہ ہے اور اسی زمانہ میں بدکاری کے ذریعہ سے بچہ پیدا ہوا، تو اب اس بچہ کا نکاح زانی کی اولاد کے ساتھ جائز نہیں ہے، اسی طرح زانیہ شادی شدہ ہے؛ مگر زانیہ کا شوہر سالوں سے گھر سے غائب ہے اور اسی درمیان میں زنا کے نطفہ سے زانیہ سے بچہ پیدا ہوا تو شرعی طور پر یہ بچہ زانیہ کے شوہر کا شمار ہوگا؛ لیکن زنا کے نطفہ سے پیدا ہونے کا یقین ہے؛ اس لیے اس بچہ کا نکاح بھی زانی کی اولاد کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

(۲) دوسری شکل یہ ہے کہ زانیہ شادی شدہ ہے اور شوہر ہی کے ساتھ رہتی ہے، اسی اثنا میں غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلق کا سلسلہ بھی ہے تو ایسی صورت میں زانیہ کا بچہ ہر اعتبار سے شوہر ہی کا شمار ہوتا ہے، محض زانی کے نطفہ ہونے کے شبہ کا اعتبار نہیں ہے تو ایسی صورت میں زانیہ کے لڑکے کا نکاح زانی کی لڑکی سے اسی طرح زانیہ کی لڑکی کا نکاح زانی کے لڑکے کے ساتھ جائز اور درست ہے، لہٰذا سوال نامہ میں جو صورت ہے وہ یہی صورت ہے؛ اس لیے خالد کا نکاح زاہدہ کی لڑکی فرزانہ کے ساتھ شرعی طور پر جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۷/۳۴۸، ۳۴۹، امدادالاحکام: ۳/۲۴۶، احسن الفتاوی: ۵/۷۴)

ويحل لأصول الزاني وفروعه، أصول المزني بها و فروعها. (شامی، کراچی: ۳/۳۲، زکریا: ۴/۱۰۷، هكذا فی البحر الرائق، زکریا: ۳/۱۹۷، کوئٹہ: ۳/۱۰۱)

ولا تحرم أصولها وفروعها على ابن الواطی وأبيه. (الموسوعة الفقهية الكويتية: ۳۶/۲۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۰۶۰) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۲۲۹-۲۳۰) ☆

☆ زانی اور مزنیہ کے فروع کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بکر نے ایک بالغہ لڑکی کی پستان کو بہ شہوت چھوا؛ یعنی مس کیا، جماع نہیں کیا، اس کی لڑکی کا نکاح بکر کے فرزند سے جائز ہے کہ نہیں؟ (المستفتی: محمد وسیم کانکی نارہ)==

زانی کی لڑکی کا نکاح مزنیہ کے لڑکے سے صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شادی شدہ بچوں والی عورت نے دوسری شادی شدہ مرد سے عشق کیا اور اس مرد سے زنا بھی کیا،

==

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیق

مستفتی کے توجہ دلانے کا بہت بہت ممنون اور احسان ہے۔ ۲۹/ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ کے لکھے ہوئے جواب میں احقر کو مغالطہ ہوا ہے؛ اس لیے نئے سرے سے دوبارہ جواب لکھا جا رہا ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ زانی اور زانیہ اور لامس اور ممسوسہ کی حرمت مصاہرت کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ زانی اور لامس کے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں، اسی طرح زانیہ اور ممسوسہ کے لیے زانی اور لامس کے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں؛ لیکن ان دونوں کا آپس میں نکاح جائز ہے اور لامس اور زانی کی دوسری بیوی کے بطن کی اولاد کے لیے زانیہ اور ممسوسہ کے بطن کی دوسرے شوہر کی اولادوں کے درمیان حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی؛ بلکہ ان کے درمیان آپس میں مناکحت جائز اور درست ہے۔

حتى لو زنا بامرأة حرمت عليه أصولها، و فروعها، وحرمت المزنية على أصوله وفروعه، ولاتحرم أصولها وفروعها على ابن الواطي وأبيه. (مجمع الأنهر، فصل في المحرمات، درالكتب العلمية بيروت: ۴۸۱/۱، قديم: ۳۲۶/۱)

وفي تجنيس خواهرزاده: ولايحرم على ولد الواطي، ولا على أبيه ولد الموطؤة، ولا أمهاتها. (الفتاویٰ التاتاخانية، زكريا: ۴۹/۴، رقم: ۵۴۸۹)

ويحل لأصول الزاني وفروعه، أصول المزني بها وفروعها. (شامي، زكريا: ۱۰۷/۴، كراچي: ۳۲/۳، البحر الرائق، كوئٹه: ۱۰۱/۳، زكريا: ۱۹۷/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲/ربیع الاول ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۹۱۰/۳۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۵/۳/۱۴۳۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۳۱/۱۳-۲۳۲)

☆ کیا زانی مزنیہ کے فروع کا آپس میں نکاح درست ہے:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ خالدہ نے شاکر کے نکاح میں رہتے ہوئے زید سے ناجائز تعلقات کر لیے، جس کے نتیجے میں ایک لڑکی پیدا ہوئی، جب یہ لڑکی بڑی ہوئی تو زید نے جو زانی ہے، اپنے لڑکے سے اس مزنیہ خالدہ کی اس زنا سے پیدا شدہ لڑکی سے نکاح کر دیا، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا یہ نکاح درست ہے، جب کہ شاکر منع کرتا ہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں ہے، اگر چہ خالدہ میرے نکاح میں ہے اور خالدہ بھی یہی کہتی ہے کہ اس ناجائز زید سے تعلقات کی وجہ سے یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے، ان حالات میں خالدہ مزنیہ منکوحہ کی لڑکی کا نکاح زید زانی کے لڑکے سے درست ہے؟

(۲) زنا سے پیدا شدہ بچہ کا نسب جب کہ مزنیہ شادی شدہ ہے، کس سے ثابت ہوگا۔

(۳) شاکر جب اپنی بیوی سے پیدا شدہ بچہ کا انکار کرتا ہے تو کیا لعان کا حکم ہوگا اور کیا ہندوستان میں لعان ہوسکتا ہے؟

(المستفتی: محمد محسن، نہٹور، بجنور، یوپی)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱) خالدہ اور زید کے درمیان میں بدکاری کا جو واقعہ پیش آیا ہے، جس کے دونوں اقراری بھی ہیں، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو دونوں کو سنگسار کر کے جان سے مارنے کا حکم دے دیا جاتا اور یہ واقعہ خالدہ کے شاکر کے نکاح میں رہنے کے درمیان میں پیش آیا ہے؛ اس لیے خالدہ سے جو لڑکی پیدا ہوئی ہے، وہ شرعاً شاکر ہی کی لڑکی ہوگی اور زید کا جو لڑکا اس کی بیوی سے پیدا ہوا ہے، اس کا نکاح خالدہ کی مذکورہ لڑکی کے ساتھ شرعاً جائز اور درست ہے؛ اس لیے کہ زانی اور مزنیہ کی اولادوں کے درمیان حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی اور ان کا آپس میں نکاح جائز ہے۔ ہاں البتہ خود زانی کے لیے مزنیہ کے اصول وفروع اور اسی طرح مزنیہ کے لیے زانی کے اصول وفروع حرام ہیں۔ ==

(پھر توبہ کر لی اور عشق کرنا چھوڑ دیا)، اب جب کہ ایک طویل عرصہ ہو رہا ہے اور دونوں کے بچے جوان ہو گئے ہیں، اب اس مرد کی لڑکی کے ساتھ یہ عورت اپنے لڑکے کا نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا یہ نکاح ہو سکتا ہے، یہ بات یقینی ہے کہ وہ لڑکا اس زانی کے مرد کے نطفہ سے نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زانی کی لڑکی جو اس کی بیوی سے ہے، اس کا نکاح مزنیہ (جس سے زنا ہوا ہے) کے لڑکے سے جو اس کے (یعنی زانی کے) نطفہ سے نہیں ہے، درست ہے۔ درمختار میں ہے:

وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدرالمختار مع الشامی: ۳۸۳/۲)

یعنی: اپنے باپ کی زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہیں، اس سے نکاح حلال ہے، اس واسطے کہ دونوں میں خون کا رشتہ نہیں ہے۔ شامی میں ہے:

ویحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنی بها وفروعها،آه، ومثله ما قدمنا قریباً عن القهستانی عن النظم وغیره (وقوله:ویحل،إلخ) أی کما یحل ذلک بالوطء الحلال. (شامی: ۳۸٤/۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

۲۰/ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/------)

== وفی تجنیس خواهرزاده: ولایحرم علی ولد الواطی، ولا علی أبیه ولد الموطؤة، ولا أمهاتها. (الفتاویٰ التاتارخانیة، جدید: ٤٩/٤،رقم: ٥٤٨٩، الفصل السابع فی اسباب التحریم، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة بیروت: ٤٨١/١)

حتی لوزنا بامرأة حرمت علیه أصولها، و فروعها، وحرمت المزنیة علی أصوله وفروعه، ولاتحرم أصولها و فروعها علی ابن الواطی وأبیه. (مجمع الأنهر، قدیم: ٣٢٦/١)

ویحل لأصول الزانی وفروعه،أصول المزنی بها وفروعها. (شامی، زکریا دیوبند: ١٠٧/٤، کراچی: ٣٢/٣)

(۲) اگر مزنیہ سے شادی کے چھ مہینے کے بعد مذکورہ بچہ پیدا ہوا ہے تو شرعاً وہ بچہ اسی شوہر کا شمار ہوگا، اسی سے اس کا نسب ثابت ہوگا۔

عن عائشة کان عتبة عهد إلیٰ أخیه سعد أن ابن ولیدة زمعة منی فاقبضه إلیک، فلما کان عام الفتح أخذه سعد قال: ابن أخی عهد إلی فیه فقام عبد بن زمعة، فقال: أخی و ابن ولیدة أبی ولد علی فراشه، فتساوقا إلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: هولک یا عبد بن زمعة، الولد للفراش، وللعاهر الحجر. (صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب الولد للفراش: ٩٩٩/٢، رقم: ٦٤٩٢، ف: ٦٤٤٩)

(۳) لعان کے جاری کرنے کے لیے بہت سی شرائط ہیں، جن میں سے ایک اہم شرط دارالاسلام کا ہونا ہے، لہٰذا ہندوستان جیسے ملک میں لعان کا حکم نافذ نہیں ہوگا۔

ویشترط فی القاذف خاصة (إلی قوله) وکونه فی دارالإسلام. (شامی، کتاب الطلاق، باب اللعان، کراچی: ٤٨٣/٣، زکریا: ١٥٠/٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/رجب المرجب ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۱۳۲/۳۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۷/۸ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۳۲/۱۳-۲۳۴)

زانی کے بھائی کا مزنیہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک عورت جو شادی شدہ ہے سے زنا کیا، اب اس مزنیہ کی بیٹی زانی کے بھائی کے لیے جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس مسئلہ میں اختلاف مذاہب ہیں، یا نہیں؟ پوری تفصیلات سے آگاہی پر بندہ شکر گزار رہے گا؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: محمد یوسف شریک دورہ حدیث، ۱۹۷۲/۵/۳۱ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

جس طرح زانی کے بھائی کے لیے زانی کی بیوی کی بیٹی جو دوسرے شوہر سے ہو، جائز ہے، اسی طرح مزنیہ کی بیٹی بھی جائز ہے۔

لأن حکم الحلال والحرام واحد من الحدیث ویحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنی بها وفروعها. (ردالمحتار: ۲/۴۸۳)(۱) **قلت: فالجواز للأخوة یکون بأولٰی. وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۳۰۱)

مسوسہ کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بکر اور ہندہ کے درمیان ناجائز تعلق قائم تو نہیں ہوا؛ مگر بکر ہندہ کے جسم سے لطف اندوز ہوا، بوس وکنار کیا۔ اب بکر یہ چاہتا ہے کہ اپنے بیٹے کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے کر دے تو کیا یہ نکاح درست ہے، یا غلط؟ (المستفتی: افتخار احمد، ارریہ، بہار)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفیق

بکر کے ہندہ کے جسم سے لطف اندوز ہونے اور بوس وکنار ہونے کے نتیجے میں بکر کے لیے ہندہ کے اصول وفروع اور ہندہ کے لیے بکر کے اصول وفروع تو حرام ہوگئے؛ لیکن بکر کے بیٹے کا نکاح ہندہ کی لڑکی کے ساتھ جائز اور درست ہے۔

فی الشامیة: ویحل لأصول الزانی وفروعه، أصول المزنی بها وفروعها. (شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات کراچی: ۳/۳۲، زکریا: ۴/۱۰۷)

ولایحرم علی ولد الواطی، ولا علی أبیه ولد الموطوء ة، ولا أمهاتها. (الفتاویٰ التاتاخانیة، زکریا: ۴/۴۹، رقم: ۵۴۸۹، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة بیروت: ۱/۴۸۱، البحر الرائق کوئٹه: ۳/۱۰۱، زکریا: ۳/۱۷۹، الموسوعة الفقهیة الکویتیة: ۳۶/۲۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵/ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۵۵۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۹/۳/۱۶ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۲۳۵)

---

(۱) قال العلامة ابن عابدین: قال فی البحر أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع حرمة المرأة علیٰ أصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبا ورضاعا کما الوطء الحلال ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲/۳۰۳، فصل فی المحرمات)

طلاق شدہ عورتوں کا نکاح

مطلقہ کا بعد عدت نکاح کرنا درست ہے:

سوال: وزیر خان نے اپنی زوجہ کو عرصہ تقریباً ۱۲ر سال کا ہوا کہ گھر سے نکال دیا، قاضی صاحب نے وزیر خاں کو ہدایت کی کہ تم اپنی عورت کو لے جاؤ، وزیر خاں نے جواب دیا کہ میری طرف سے طلاق ہی ہے، عورت نے محبّ اللہ سے نکاح کرلیا ہے۔ آیا یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

جس وقت وزیر خان نے یہ لفظ کہا کہ میری طرف سے طلاق ہی ہے، اس وقت اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی، پس اگر نکاح اس کا محبّ اللہ سے بعد گزرنے عدت کے ہوا ہے، جو کہ حائضہ کے لیے تین حیض ہیں تو یہ نکاح صحیح ہے۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۱۷۱)

مطلقہ مغلظہ کا بعد العدۃ دوسری جگہ نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ڈھائی سال کا عرصہ ہوا، جب میری شادی ہوئی تھی، میرے شوہر آگ میں جل کر ختم ہوگئے تھے، پھر میرا نکاح دیور سے ہوگیا تھا، اس نے بھی کچھ عرصہ بعد تین طلاق دے دی تھی، اب میں پھر تیسرے آدمی سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ کیا شرعاً اجازت ہے، میرا نکاح ہوسکتا ہے؟ میرا کوئی دوسرا سہارا نہیں ہے مجبوراً نکاح کرنا چاہتی ہوں۔　　(المستفتی: ساجدہ بی، کرولہ، مراد آباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

برتقدیر صحت واقعہ جب شوہر نے طلاق مغلظہ دے دی اور دوسال کا عرصہ گزر گیا تو اس کی عدت مکمل ہوگئی، اب تیسرے شخص سے نکاح کرنا جائز اور درست ہے۔

وكذا لو قالت امرأته لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي لابأس أن ينكحها. (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب العدة،، زکریا: ۵/۲۱۵، کراچی: ۳/۵۲۹)

يجوزلها أن تتزوج بآخرإن كان قد طلقها. (عالمگیری، زکریا: ۱/۵۲۸، جدید: ۱/۵۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۶ر صفر المظفر ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۶۵۸) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۵۳۰)

(۱)　سورۃ البقرۃ: ۲۲۸، ظفیر

مطلقہ بعد انقضائے عدت کے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: ایک مرد نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق دی ہے اور عدت کے درمیان رجوع نہیں کیا تو یہ عورت عدت کے بعد کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ اور جس شوہر نے طلاق دی ہے، اسی کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو حلالہ کی ضرورت ہے، یا بغیر حلالہ کے صرف نکاح پڑھا دینے سے دونوں میاں بیوی ہو جائیں گے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

صورت مسئولہ میں یہ مطلقہ عورت بعد انقضائے عدت کے دوسرے کسی مرد سے بلا تردد نکاح کرسکتی ہے اور طلاق دینے والے شوہر کے ساتھ بھی واپس رہنا چاہے تو اس کے لیے بھی حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، صرف نئے سرے سے نکاح کرنا کافی ہے، تین طلاق کے بعد حلالہ ضروری ہو جاتا ہے اور صورت مسئولہ میں دو ہی طلاق دی گئی ہیں؛ اس لیے حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی: ۲)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دینیہ: ۳/۳۱۸-۳۱۹)

عدت کے درمیان نکاح صحیح نہیں ہے:

سوال: ایک شخص نے گھریلو جھگڑوں سے تنگ آکر اپنی عورت کو اس کی ماں کے گھر بھیج دیا، اس کی عورت تین ماہ اپنی ماں کے گھر ہی پر رہی اور بعد میں اس نے اپنی عورت کو طلاق دے دی، طلاق دینے کو ایک مہینہ ہو چکا ہے، اب ایک دوسرے شخص نے اس عورت سے نکاح کرلیا تو کیا اس عورت کا نکاح صحیح ہوا؟ نکاح کرنے والے دلہے، شاہدین اور نکاح پڑھانے والے قاضی کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

عدت کے درمیان دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، حرام ہے اور عدت کے درمیان کیا گیا نکاح معتبر نہیں ہے۔ (عالمگیری)(۲) اور اگر نکاح پڑھانے والے قاضی اور شاہدین کو اس بات کا علم ہو کہ یہ عورت عدت میں ہے اور اس کے باوجود انہوں نے نکاح پڑھانے میں حصہ لیا تو انہوں نے سخت گناہ کا کام کیا، توبہ واستغفار ضروری ہے اور نکاح صحیح نہیں ہوا؛ اس لیے دونوں مرد، عورت میں تفریق کر دینی چاہیے اور ایسے نکاح میں حصہ لینے سے شاہدین اور وکیل کی عورتیں بھی ان کے نکاح میں سے نکل جاتی ہے، یہ عقیدہ غلط ہے، البتہ ایسے نکاح کو حلال سمجھ کر اس میں حصہ لیا ہو تو ایمان خارج ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دینیہ: ۳/۳۱۶-۳۱۷)

---

(۱) (وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدةبعدها بالإجماع) ...(لا)ینکح (مطقة) من نکاح صحیح نافذ ...(بها) أی بالثلاث(لوحرة وثنتین لو أمة)ولو قبل الدخول ...(حتٰی یطأها غیره ولو)الغیر(مراهقا) یجامع مثله.(الدرالمختارعلیٰ هامش ردالمحتار، باب الرجعة، مطلب فی العقدعلی المبانة:۳/۴۰۹-۴۱۰،دارالفکربیروت،انیس)

(۲) لَا یَجُوزُ لِلرَّجُلِ أَنْ یَتزَوَّجَ زَوْجَةَ غَیْرِهِ وَکَذٰلِکَ الْمُعْتَدَّةُ، کَذَا فِی السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ، سَوَاءٌ کَانَتْ الْعِدَّةُ عَنْ طَلَاقٍ أَوْ وَفَاةٍ أَوْ دُخُولٍ فِی نِکَاحٍ فَاسِدٍ أَوْ شُبْهَةِ نِکَاحٍ، کَذَا فِی الْبَدَائِعِ.(الفتاویٰ الهندیة،الْقِسْمُ السَّادِسُ الْمُحَرَّمَاتُ الَّتِی یَتَعَلَّقُ بِهَا حَقُّ الْغَیْرِ: ۱/۲۸۰،دارالفکربیروت،انیس)

عدت گزرنے کے بعد دوسرا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محمد وہاج الدین نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی اوراس کے بعد تین ماہواری بھی گزر گئی ہے تو اب دوسرے سے نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟ شرعاً کیا حکم ہے؟　　(المستفتی: ڈاکٹر محمد شاکر، لالہ پور پیپل سانہ، سرجن نگر، ٹھاکردوارہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بشرط صحت سوال اگر طلاق کے بعد تین ماہواری کے ساتھ عدت پوری ہوچکی ہے تو اب اس عورت کے لیے اپنی مرضی کے مطابق دوسرے مرد سے نکاح کر کے باعصمت زندگی گزارنا جائز ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

عن عائشة قالت: أمرت بريرة أن تعتد بثلاث حيض. (سنن ابن ماجة، الطلاق، باب خيار الأمة إذا أعتقت، النسخة الهندية: ۱/ ۱۵۰، دارالسلام رقم: ۲۰۷۷)

وإذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً، أورجعياً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقراء. (الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة، اشرفي ديوبند: ۲/ ۴۲۲)

يجوزلها أن تتزوج باٰخر إن كان قد طلقها. (الهندية، زكريا: ۱/ ۵۲۸، جديد: ۱/ ۵۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۹؍ شوال ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۵؍ ۶۹۱۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/ ۱۰/ ۱۴۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۵۴۲-۵۴۳)

مطلقہ مغلظہ کا بعد العدۃ دوسری جگہ نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری شادی عرصہ ڈیڑھ سال قبل علاء الدین صاحب سے ہوئی تھی، شادی کے فوراً بعد وہ مجھے مارنے پیٹنے لگے اور گندی گندی گالیاں دیتے تھے اور کئی بار مجھ سے کہا کہ ریشمہ میں نے تجھے طلاق دی اور پھر ۹۴/۸/۵ء کو علاء الدین نے مجھے مارا اور مجھ سے پانچ چھ بار کہا کہ ریشمہ میں نے تجھے طلاق دی، ریشمہ میں نے تجھے طلاق دی، جس کو میں نے منظور کرلیا اور علاء الدین مجھے میرے میکہ میں چھوڑ آئے، پھر میں نے ان سے کوئی واسطہ نہیں رکھا اور نہ وہ لینے آئے۔

مورخہ ۹۴/۱۲/۲۳ء کو دوسرا نکاح میں نے کرلیا اور میری طلاق اور نکاح کے بیچ میرے کپڑے تین بار گندے ہوچکے تھے، اب آپ بتائیں مجھے طلاق ہوئی اور نکاح صحیح ہوا، یانہیں؟　　(المستفتیہ: ریشمی پروین، رحمت نگر، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر سائلہ کا بیان صحیح ہے تو سائلہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوچکی ہے اور نکاح اور طلاق کے درمیان تین مرتبہ کپڑے

گندے ہونے سے مراد تین مرتبہ ماہواری ہے تو ایسی صورت میں عدت پوری ہونے کے بعد دوسرا نکاح کرنا ثابت ہوگا اور عدت پوری ہوجانے کے بعد دوسری جگہ اپنی مرضی سے نکاح شرعاً جائز اور درست ہے؛ اس لیے دوسرا نکاح بھی شرعاً جائز اور درست ہو چکا ہے۔

وإذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة أقراء. (الهداية، اشرفی دیوبند: ۴۲۲/۲)

لو قالت امرأته لرجل: طلقني زوجي وانقضت عدتي، لابأس أن ينكحها. (الدرالمختار، کراچی: ۵۲۹/۳، زکریا: ۲۱۵/٤)

يجوزلها أن تتزوج بآخر إن كان قد طلقها. (الهندية، زکريا: ۵۲۸/۱، جديد: ۵۸۱/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۲۴۰/۳۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۵/۱۱/۲۹ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۴۸-۵۴۷/۱۳)

عدت گزرنے کے بعد نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی تھی، تین لڑکے تولد ہوئے، سوء اتفاق ۱۹۴۴/۱۰/۲۵ء کو بھاگل پور ہندو مسلم فساد میں زید کی اہلیہ مع تینوں بچوں کے شہید ہوگئی، قانون ہند کے مطابق ان کو پورا پورا معاوضہ بھی ملا، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد زید کے خسر صاحب نے زید کو تسلی دیتے ہوئے اپنی چھوٹی لڑکی کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی زید چوں کہ حادثہ عظیمہ کی وجہ سے دماغی الجھنوں میں تھا، کبھی اثبات میں اور کبھی نفی میں جواب دیتا رہا، بالآخر بہت زیادہ اصرار پر نکاح کے لیے تیار ہوگیا اور شہید ہندہ کی چھوٹی بہن سے نکاح کرلیا، جس کی عمر نکاح کے وقت ۱۴/ سال تھی، بعد نکاح ازدواجی زندگی میں مصروف ہوگئے، کچھ دنوں کے بعد زید اور ان کے خسر صاحب کے درمیان کسی بنا پر کشیدگی ہوگئی اور زید نے اپنی دوسری بیوی رابعہ کو دو طلاق دے دی، جس کے دو چار گواہ بھی ہیں؛ لیکن زید کا خسر کہتا ہے کہ تین طلاق دی ہے؛ لہٰذا میں لڑکی کو کسی بھی حال میں نہیں بھیجوں گا۔

پنچایت کے اصرار پر خسر نے کہا کہ تین سال کے بعد نکاح ثانی زید سے کردوں گا، ادھر زید کی پریشانی میں اضافہ ہوگیا، قیام وطعام کی پریشانی کی وجہ سے زید نے کہا ہم اتنی لمبی مدت انتظار نہیں کریں گے اور پھر کچھ دنوں کے بعد نہایت غریب لڑکی سے نکاح کرلیا۔

اب رابعہ مطلقہ بائن کے والد کے قول کے مطابق تین سال کا عرصہ پورا ہوگیا اور دفعہ ہند کے قانون کے مطابق اس کی عمر ۱۸/ سال ہوجاتی ہے، زید چاہتا ہے کہ میں رابعہ کو بھی اصول شرع کے مطابق اپنی زوجیت میں لے لوں، اب اس کی کیا شکل ہوگی؟　　(المستفتی: محمد فاروق، محلّہ: مہیشی ملک پور، بھاگلپور (بہار))

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر زید نے رابعہ کو صرف دوطلاق دے رکھی ہے تو ایسی صورت میں چوں کہ اس درمیان میں عدت بھی گزرچکی ہے؛ اس لیے دوطلاق بائنہ ثابت ہوگئی ہے۔اب بلاحلالہ محض نکاح کرلینا کافی ہے۔شریعت کے مطابق عقد نکاح کرکے زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔

عن الحسن فلا تعضلوهن، قال حدثني معقل بن يسار أنها نزلت فيه، قال زوجت اختالي من رجل، وفطلقها حتى إذا انقضت عدتها جاء يخطبها، فقلت له زوجتك، وفرشتك، واكرمتك، فطلقها، ثم جئت تخطبها؟ لاوالله لاتعود إليك أبداً، وكان رجلا لا بأس به، وكانت المرأة تريد أن ترجع إليه، فأنزل الله هذه الآية "فلا تعضلوهن"، فقلت الأن الله فعل يا رسول الله! قال: فزوجها إياه. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب من قال لا نكاح الا بولي: ۷۷۰/۲، رقم:۴۹۳۷،ف:۵۱۳۰،سنن الترمذي، التفسير سورة البقرة، النسخة الهندية :۱۲۷/۲، دارالسلام رقم:۳۶۱۵)

وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضاء ها. (الهداية، أشرفي ديوبند:۳۹۹/۲، الفتاوى التاتارخانية، زكريا:۱۴۸/۵،رقم:۷۵۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ ۲۹/ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ (فتویٰ نمبر:الف ۴۲۳۸/۳۱)

الجواب صحیح:احقرمحمدسلمان منصورپوری غفرلہ،۱۴۱۵/۱۱/۲۹ھ۔(فتاوی قاسمیہ:۵۴۸/۱۳-۵۴۹)

مطلقہ ثلاثہ کا طلاق کے گیارہ ماہ بعد دوسرا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے داماد نے میری لڑکی کو تین طلاق دے دی ہیں،تقریباً گیارہ ماہ کا عرصہ ہوگیا تو دریافت یہ کرنا ہے کہ طلاق ہوگئی، یانہیں؟ اوراب دوسری جگہ نکاح کرسکتے ہیں،یانہیں؟ (المستفتی:شجاعت خاں،محلّہ لالباغ،مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

مذکورہ صورت میں آپ کی لڑکی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہے اورطلاق دیئے ہوئے گیارہ ماہ گذرچکے ہیں؛ لہٰذا عدت بھی گذرچکی ہے،اب جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے اور پہلے شوہر کے ساتھ بغیر حلالہ شرعیہ نکاح جائز نہ ہوگا۔

(مستفاد:احسن الفتاوی:۱۲۹/۵،فتاوی دارالعلوم:۹۱/۹)

قال الله تبارك وتعالىٰ:﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾(البقرة: ۲۳۰)

عن عائشة، قالت: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم:عن رجل طلق امرأته فتزوجت زوجاً غيره فدخل بها، ثم يطلقها قبل أن يواقعها أ تحل لزوجها الأول؟ قالت: قال البني صلى الله عليه وسلم: لا تحل للأول حتى تذوق عسيلة الأخر ويذوق عسيلتها. (سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب المبتوتة لايرجع إليها زوجها حتى تنكح زوجاً غيره، النسخة الهندية :۳۱۶/۱، دارالسلام رقم:۲۳۰۹)

يجوز لها أن تتزوج بآخر إن كان قد طلقها. (الهندية، زكريا: ۱/۵۲۸، جديد: ۱/۵۸۱)

لو قالت امرأته لرجل: طلقني زوجي وانقضت عدتي لابأس أن ينكحها. (الدرالمختار، كراچي: ۳/۵۲۹، زكريا: ۴/۲۱۵)

وإذا قال لإمرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً. (الهندية، زكريا: ۱/۳۵۵، جديد: ۱/۴۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۸۳۳/۳۴) (فتاوی قاسمیہ: ۵۳۴/۱۳-۵۳۵) ☆

مطلقہ کی شادی بعد عدت دوسرے سے درست ہے، خواہ دوسرے نے پہلے زنا کیا ہو:

سوال: زید خالد کا تقریباً ماموں زاد بھائی اور رشتہ دار ہے، 'ج' خالد کی منکوحہ ہے، 'ج' کی خالد سے خانگی

☆ طلاق ثلاثہ کے بعد ڈھائی سال تک شوہر کے ساتھ رہ کر دوسرے سے شادی کرنا:

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ رسیدہ بنت حاجی محمد یسین کے شوہر ابوبکر ولد مستری محمد وجیہ نے اپنے بیان حلفی میں وضاحت کی کہ میں نے اپنی بیوی رشیدہ کو چھ سال پہلے تین طلاق دے دی تھی؛ لیکن طلاق کے بعد ڈھائی سال تک وہ میرے مکان میں بغیر نکاح کے رہتی رہی، ڈھائی سال بعد رشیدہ میرے مکان سے فرار ہوگئی، گھر سے فرار ہونے کے سترہ دن بعد اس نے اختر علی ولد اشرف علی سے نکاح کرلیا، ابوبکر کے بیان کی روشنی میں رشیدہ کا نکاح اختر علی سے صحیح ہوا، یا نہیں؟

(۲) کچھ لوگ اس نکاح کو جائز نہیں کہتے، ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(المستفتی: مظفر حسین ولد صابر علی، ٹانڈہ بادلی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیق

جب شوہر ابوبکر نے اپنی بیوی رشیدہ کو چھ سال قبل تین طلاقیں دے دی ہیں تو اسی وقت اس کے اوپر طلاق مغلظہ واقع ہوکر وہ شوہر کے نکاح سے بالکل الگ ہوچکی تھی اور تین طلاق کے بعد ڈھائی سال تک جو ابوبکر کے پاس رہی ہے، اس دوران دونوں کے درمیان زنا کاری اور حرام کاری ہوتی رہی ہے اور اس درمیان رشیدہ کی عدت بھی خود بخود پوری ہوچکی تھی اور اس کے ڈھائی سال بعد فرار ہوکر اختر علی سے جو نکاح کیا ہے، وہ نکاح شرعی طور پر درست ہوگیا ہے؛ اس لیے کہ فرار ہونے سے پہلے ہی رشیدہ کی عدت پوری ہوچکی تھی۔

وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها، أويموت عنها. (الهندية، زكريا: ۱/۴۷۳، جديد: ۱/۵۳۵)

ولو طلقها ثلاثاً وهو يقيم معها، فان كان مقراً بالطلاق تنقضي العدة، وإن كان منكرا تجب العدة من وقت الإقرار زجراً لهما هو المختار. (الهندية، زكريا: ۱/۵۳۲، جديد: ۱/۵۸۴)

وأما المطلقة ثلاثاً إذا جامعها زوجها في العدة مع علمه أنها حرام عليه ومع إقراره بالحرمة لاتستأنف العدة. (الهندية، زكريا: ۱/۵۳۲، جديد: ۱/۵۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۹؍ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۰۴۲/۳۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۵/۲۹ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۵۰/۱۳-۵۵۱)

معاملات میں کچھ ان بن رہی ہے، ’ج‘ والد سے آزاد خاطر اور کبیدہ دل رہتی تھی، زید اس سے اختلاط کی باتیں کرتے کرتے مرتکب فعل قبیحہ ہوگیا، اب خالد ’ج‘ سے اگر کسی صورت میں قطع تعلق کرے، یا ’ج‘ ہی زید کے لیے علاحدگی اختیار کرائے تو دریں صورت زید اس سے نکاح کا مجاز ہوگا، زید شرعاً کس سزا کا مستوجب ہے، قبل ازیں عقد جن غلطیوں کا وہ مرتکب ہو، بعد از عقد وہ معاف ہوجائیں گی، یا ان کا عذاب ہوگا، چوں کہ بظاہر زید خانہ وہرانی خالد کا موجب بنا ہے، گو ’ج‘ خالد سے بیزار رہی رہتی تھی، حقوق العباد کی رو سے وہ کس طرح خالد کو راضی کرسکتا ہے؟

الجواب

عورت ’ج‘ اگر اپنے شوہر خالد کے نکاح سے علاحدہ ہوجاوے؛ یعنی خالد اس کو طلاق دے دے، خواہ کسی طریق سے اور کسی وجہ سے ہو تو زید کو ’ج‘ کی عدت کے بعد ’ج‘ سے نکاح درست ہے اور جو امور زید سے قبل نکاح خلاف شرع اور معصیت کے ہوئے ہوں، ان سے توبہ کرے، توبہ سے معافی ہونے کی امید ہے اور چوں کہ ’ج‘ اور خالد میں پہلے سے ہی ناموافقت تھی، پھر ’ج‘ کا تعلق زید سے ہوگیا اور رغبت اس طرف ہوئی تو اس حالت میں ’ج‘ اور خالد میں مفارقت ہی بہتر تھی اور زید سے کچھ زیادتی اس بارہ میں ہوئی ہو، یا ’ج‘ کو خالد سے علاحدہ ہونے پر آمادہ کیا ہو، یہ سخت گناہگار ہے، اس سے توبہ کرے اور اللہ سے معافی چاہے اور استغفار کرے اور خالد سے معاف کرانے کی صورت یہی ہے کہ بالاجمال اس سے معاف کرائے کہ مجھ سے جو کچھ تمہاری حق تلفی ہوئی ہو، اس کو معاف کردو۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۱۸۹-۱۹۰)

عورت کو طلاق دینا جب معلوم ہے تو عدت کے بعد دوسری شادی کرسکتی ہے:

سوال: ایک عورت کو اس کے شوہر نے چند مرتبہ طلاق دی؛ مگر بوجہ نہ ہونے شہادت عدالت تسلیم نہیں کرسکتی۔ آیا اس صورت میں مسماۃ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ عورت کو یقیناً معلوم ہے کہ طلاق ہوچکی ہے تو عدت کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہے اور عدت اسی وقت سے شمار ہوگی، جس وقت شوہر نے طلاق دی تھی۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۵۱)

ایک، یا دو طلاق کے بعد بلا حلالہ نکاح درست ہے، تین کے بعد حلالہ ضروری ہے:

سوال: زید نے ہندہ قوم ہندہ کو مسلمان کرکے اپنے ساتھ عقد کیا اور تین سال تک نکاح میں رکھ کر طلاق قطعی دے دی، ہندہ نے اپنا پیشہ طوائفوں کا اختیار کرکے ساتھ آٹھ برس تک بازار میں بیٹھی رہی، اب ہندہ عقد، مکرر اپنا زید سے کرنا چاہتی ہے۔ آیا زید سے ہندہ کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر تین طلاق دے دی تھی تو بلا حلالہ کے زید اس سے نکاح نہیں کرسکتا اور اگر ایک، یا دو طلاق دی تھی تو بلا حلالہ کے نکاح کرسکتا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۹۳/۷)

مطلقہ بیوی بہ دو طلاق سے بلا حلالہ نکاح جائز ہے:

سوال: ایک شخص نے اول اپنی زوجہ کو طلاق رجعی دی، پانچ چھ مہینہ بعد اس سے نکاح کرلیا، کچھ مدت کے بعد پھر بوجہ عدم موافقت زوجہ کو یہ کہ دیا کہ تجھ کو میں نے اول طلاق رجعی دی تھی، اس وقت ایک طلاق اور دیتا ہوں، دو طلاق بائنہ ہوئی، تم چلی جاؤ۔ اب بعد نو دس ماہ کے پھر اس کو نکاح میں لانا چاہتا ہے۔ آیا وہ زوجہ شوہر اول کے لیے بدون تحلیل حلال ہے، یا کیا؟

الجواب

بدون حلالہ کے شوہر اول اس مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے۔(کذا فی الدر المختار وغیرہ)(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۰۰/۷)

حلالہ کی نیت سے مطلقہ سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: حلالہ کے واسطے اگر زید بکر کی مطلقہ سے اس نیت سے نکاح کرے کہ بعد مباشرت طلاق دے دوں گا۔ ایسی حالت میں نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح جائز ہے؛(۳) مگر اس نیت سے نکاح کرنے کو حدیث میں بُرا کہا گیا ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۴۲/۷)

---

(۱) وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدةبعدها بالإجماع،إلخ،ولاینکح مطلقة من نکاح صحیح نافذ بها أی بالثلاث لوحرة،إلخ،حتٰی یطأها غیره ولوالغیرمراهقا یجامع مثله بنکاح نافذ.(الدرالمختارعلٰی هامش ردالمحتار، باب الرجعة، مطلب فی العقدعلی المبانة: ۷۳۸/۲،ظفیر)

(۲) وإذا کان الطلاق بائناً دون الثلث فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها.(الهدایة،باب الرجعة،فصل:فیما تحل به المطلقه: ۳۷۸/۲،ظفیر)

(۳) وکره التزوج للثانی تحریماً،لحدیث لعن المحل والمحلل له،[أخرجه أحمد عن ابن مسعود برقم: ۴۲۸۳، ۴۲۸۴،۲۴۸۵،والترمذی،برقم الحدیث: ۱۱۲۰،والنسائی فی الکبریٰ،ص: ۳۲۵،رقم الحدیث: ۵۵۳۶،قال الترمذی، هٰذا حدیث حسن صحیح، وقد صححه ابن اللقطان وابن دقیق العید علٰی شرط البخاری.(انظر التلخیص الحبیرلإبن حجر: ۳۷۲/۳،انیس]بشرط التحلیل إلخ وإن حلت للأول لصحة النکاح وبطلان الشرط، إلخ، أما إذا أضمر ذلک لایکره وکان الرجل ماجوراً لقصد الاصلاح وتأویل اللعن.(الدرالمختارعلٰی هامش ردالمحتار، باب الرجعة: ۷۴۳/۲،ظفیر)

(۴) فلفظ الحدیث،کما فی الفتح:"لعن اللّٰه المحلل والمحلل له".(ردالمحتار: ۷۴۳/۲،ظفیر)

جس نے عدت میں نکاح کرکے تین طلاق دے دی، کیا اس کے لیے پھر شادی کے لیے حلالہ ضروری ہے:

سوال: ہندہ کا شوہر مر گیا، ایک ماہ بعد بکر نے ہندہ سے نکاح کرلیا، عرصہ دراز بعد بکر نے ہندہ کو تین طلاق دے دیں، اب پھر رکھنا چاہتا ہے، آیا جو نکاح ہوا تھا، وہ درست ہوا تھا، یا نہیں؟ اور اب بکر ہندہ کو دوبارہ نکاح میں لا دے تو حلالہ کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

الجواب

ہندہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار ماہ دس دن تھی، اس مدت کے پورہ ہونے سے پہلے جو نکاح ہوا، وہ صحیح نہیں ہوا اور نہ طلاق واقع ہوئی اور اب بلا حلالہ کے نکاح بکر ہندہ سے ہوسکتا ہے۔ (ھٰکذا فی الدر المختار)(۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۸۳)

تین طلاق کے بعد حلالہ ہوا، اس نے وطی کے بعد طلاق دی، پہلے شوہر نے اس عدت میں وطی کی، نکاح کے لیے کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر چند یوم اس سے وطی کی اور پھر ایک شخص سے بغرض حلالہ اس کا نکاح کرایا، محلل نے وطی کرکے طلاق دے دی اور زید نے بھی اسی رات میں وطی کی، پھر تا انقضائے عدت وطی نہیں کی، بعد گزرنے عدت کے پھر زید نے اپنی بیوی ہندہ سے نکاح کرلیا۔ یہ نکاح صحیح ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب

زید نے جو نکاح بعد انقضائے عدت طلاق محلل یعنی بعد تین حیض کے کیا، وہ نکاح صحیح ہوگیا، اس سے نکاح کی صحت میں کچھ شبہ وتردد نہیں ہے اور جو حرکات ناجائزہ زید سے قبل از تحلیل وبعد از تحلیل قبل نکاح سرزد ہوئی، اس سے توبہ کرے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۳۰۴)

حلالہ کے بعد نکاح کرنا اور اہل بستی کا اس کو حرام کہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ذاکر حسین ولد امیر حسن کا نکاح مسماۃ بی بی مکھاں کے ساتھ ہوا تھا اور ان سے ایک بچی ہے اور ذاکر حسین کی بہن بی بی فاطمہ کا نکاح برکت علی

---

(۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۴۸۲، ظفير)

(۲) ولا بد من كون الوطء بعد مضى عدة الأول لو مدخولا بها. (ردالمحتار: ۲/۷۴۰)

لا ينكح مطلقة من نكاح صحيح نافذ بها، أى بالثلاث، لو حرة، إلخ، حتٰى يطأها غيره. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۷۳۹، ظفير)

کے ساتھ ہوا تھا، جو بی بی مکھاں کے بھائی ہیں یعنی آپس میں بٹہ کی رشتہ داری تھی، ذاکر حسین اور بی بی مکھاں کے درمیان اچھی زندگی گزر رہی تھی اور برکت علی بی بی فاطمہ کو نہیں بسانا چاہتا تھا، بی بی مکھاں کے بھائی برکت علی اور اس کی ماں نے ذاکر حسین سے زبردستی طلاق لینا چاہی، بی بی مکھاں تیار نہیں تھی، اس کے بعد برکت علی اور برادری والوں نے زبردستی ذاکر حسین سے تین طلاق لے لی، چار ماہ کے بعد برکت علی اپنی بیوی مکھاں کا نکاح دوسری جگہ کرنے لگے، وہ بھاگ کر ذاکر حسین کے گھر آ گئی؛ لیکن چوں کہ تین طلاق تھی؛ اس لیے حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا تھا، چناں چہ ذاکر حسین کے چھوٹے بھائی طالب حسین کے ساتھ بی بی مکھاں کا نکاح کر دیا، نکاح کے دس دن بعد طالب حسین نے طلاق دے دی، بی بی مکھاں نے ذاکر حسین کی والدہ کے پاس تین ماہ دس دن عدت گزارنے کے بعد بی بی مکھاں کا نکاح پہلے شوہر ذاکر حسین سے کر دیا اور نکاح شریعت کے مطابق ہوا ہے تو برادری والے نے ذاکر حسین اور اس کے والد حاجی امیر حسین کو بستی سے باہر نکالنے لگے کہ تم حرام کار ہو، جب کہ وہ اکیلا ہے تو برادری والوں کا ایسا کرنا جائز ہے؟ اور نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ (المستفتی: قمر الدین قاسمی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ذاکر حسین کا حلالہ شرعیہ کے بعد مسماۃ بی بی مکھاں کے ساتھ نکاح کرنا شرعی طور پر جائز اور درست ہے، بستی کے لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کو حرام کار کہہ کر بستی سے باہر نکال دیں۔

وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها، أويموت عنها. (الهندية، زكريا: ۴۷۳/۱، جديد: ۵۳۵/۱، الفاویٰ التاتارخانية، زكريا ديوبند: ۱۴۷/۵، رقم: ۷۵۰۳)

عن أنس بن مالك، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لاتباغضوا ولاتدابروا وكونوا عباد الله إخوانا. (صحيح لمسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم التحاسد والتباغض والتدابر، النسخة الهندية: ۳۱۵/۲، بيت الأفكار، رقم: ۲۵۵۹)

عن واثلة بن الأسقع، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتظهر الشماتة لأخيك فيرحمه الله ويبتليك. (سنن الترمذی، أبواب صفة القيامة، باب بلاترجمة، النسخة الهندية: ۷۷/۲، دارالسلام رقم: ۲۵۰۶، مشكاة: ۴۱۴/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۵۹۶/۳۹) (فتاوی قاسمیہ: ۵۳۶/۱۳-۵۳۷)

شوہر ثانی سے طلاق کے بعد شوہر اول سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تھی، عدت کے بعد میری بیوی نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تھا، ایک دو مہینہ وہ دونوں میاں بیوی کی

طرح ساتھ رہے، پھر اس دوسرے شوہر نے طلاق دے دی۔ اب میں اسے رکھنا چاہتا ہوں تو حلال طریقہ سے رکھنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟　　(المستفتی: محمد نور الٰہی، محلّہ نواب پورہ، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

سائل سے زبانی معلوم ہوا ہے کہ دوسرے شوہر سے طلاق کے بعد بغیر عدت اور بغیر نکاح کے شوہر اول نے اپنے پاس رکھا ہے اور اس میں سال بھر سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، تبلیغی جماعت میں جانے کے بعد سائل کو اس طرح حرام کاری پر احساس پیدا ہوا، اب وہ حلال طریقہ سے رکھنا چاہتا ہے تو حلال طریقہ سے رکھنے کے لیے دوسرے شوہر کی عدت کے بعد نکاح کر کے رکھنا جائز ہے اور چوں کہ دوسرے شوہر کی طلاق کو سال بھر سے بھی زیادہ ہو چکا ہے، لہٰذا اس مدت کے اندر عدت بھی پوری ہو چکی ہے، اب دونوں بلا تاخیر آپس میں نکاح کر کے حلال طریقہ سے رہ سکتے ہیں اور اب تک جو ساتھ میں رہے ہیں، وہ ناجائز طریقہ سے رہنا ہوا ہے؛ اس لیے اس کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں ندامت اور شرمندگی کے ساتھ سچی توبہ کر کے اللہ سے گناہوں کی معافی مانگیں۔

ومبدأ العدة بعد الطلاق، وبعد الموت على الفور، وتنقضي العدة، وإن جهلت المرأة بهما ... لأنها أجل فلا يشترط العلم بمضيه سواء اعترف بالطلاق، أو أنكر. (شامی، كتاب الطلاق، باب العدة، کراچی: ۵۲۰/۳، زکریا: ۲۰۲/۵)

وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها، أو يموت عنها كذافي الهداية. (الفتاوى الهندية، زکریا: ۴۷۳/۱، جدید: ۵۳۵/۱)

وصح نكاح حبلیٰ من زنا لا من غيره، وإن حرم وطؤها حتیٰ تضع... لونكحها الزاني حل له وطؤها إتفاقاً والولد له. (شامی، کراچی: ۴۹/۳، زکریا: ۱۴۲/۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۰۸۵۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۱۱/۲۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۵۴۰-۵۴۱)

تیسرا شوہر طلاق دے دے تو اول وثانی شوہر کے لیے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی، پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے عدت کے بعد شادی کر لی؛ لیکن اس نے بھی جماع سے پہلے اس کو تین طلاق دی، پھر اس نے تیسرے مرد سے شادی کر لی، اس نے اس سے جماع بھی کیا؛ لیکن پھر طلاق دے دی تو اب یہ عورت کس شوہر کے لئے حلال ہوگی؟ آیا پہلے والے شوہر کے لئے یا دوسرے والے شوہر کے لیے حلال ہوگی؟

(المستفتی: شاداب حسین، لالباغ، مراد آباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب تیسرے شوہر نے جماع اور ہمبستری کے بعد طلاق دی ہے تو عدت گزرنے کے بعد پہلے، یا دوسرے شوہر سے کسی کے ساتھ بھی نکاح کرنا اس کے لیے جائز اور درست ہو جائے گا۔

وإذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً، فتزوجت بزوج آخر،وطلقها الزوج الثانی ثلاثاً قبل الدخول بها،تزوجت بثالث ودخل بها،حلت للزوجین الأولین فأیهما تزوج صح،کذا فی المحیط. (الهندیة، زکریا: ۴۷۳/۱،جدید: ۵۳۶/۱،الفتاوی التاتار خانیة: ۱۵۰/۵،رقم: ۷۵۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۸۵۲/۳۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۶/۱۴۲۶ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۴۲/۱۳-۵۴۳)

تین طلاق کے بعد کسی دوسرے سے نکاح:

سوال: میاں بیوی میں کسی بات پر تکرار ہو گیا، عورت بچوں کو لے کر میکے چلی آئی، گاؤں والوں کے کہنے پر پھر بچوں کو لے کر شوہر کے گھر گئی، وہاں بچوں کو چھوڑ کر چلی آئی، لڑکی کی ماں پھر لڑکی کو ہمراہ لے کر شوہر کے پاس چلی، راستے میں شوہر اور چند گاؤں کے آدمی مل گئے، بات چیت ہوئی؛ مگر شوہر رکھنے کے لیے اور گھر لے جانے کے لیے تیار نہ ہوا اور بیوی کو مارا، بیوی نے شوہر کو مارا۔ آخر میں شوہر نے کہا کہ ''میں نے تجھے تین طلاق سچے دل سے اللہ کو گواہ بنا کر دی'' اور عورت نے بھی کہا کہ ''میں نے بھی خدا کو گواہ بنا کر طلاق قبول کی'' اور میکے چلی آئی، اس کے بعد لڑکے کے باپ بھائی لڑکے سے نکاح کرنے پر مصر ہیں عورت تیار نہیں۔ شرعاً کیا حکم؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

طلاقِ مغلظہ ہو کر وہ اپنے شوہر پر حرام ہو گئی، (۱) اب اس کو کوئی شخص مجبور نہیں کر سکتا کہ فلاں شخص سے نکاح کر، اس کا دل چاہے تو عدت گزار کر اپنے خاندان میں اپنی مرضی کے موافق نکاح کر سکتی ہے۔ (۲)

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتٰی تنکح زوجاً غیره﴾. (سورة البقرة: ۲۳۰)

''عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها أن رجلا طلق امرأته ثلاثا،فزوجت فطلق،فسئل النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: أتحل للأول؟ قال: ''لا،حتٰی یذوق عسیلتها کما ذاق الأول''. (صحیح البخاری، کتاب الطلاق،باب من أجاز طلاق الثلاث: ۷۹۱/۲،قدیمی)

''وإن کان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتین فی الأمة،لم تحل له حتٰی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحاً،ویدخل بها، ثم یطلقها أویموت عنها،کذا فی الهدایة''. (الفتاوی العالمکیریة،الباب السادس فی الرجعة،فصل فیما تحل به المطلقة: ۴۷۳/۱،رشیدیة)

(۲) ''ولا تجبر بکر بالغة علی النکاح: أی لا ینعقد عقد الولی علیها بغیر رضاها عندنا''. (البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۱۹۴/۳،رشیدیه)

حلالہ کے بعد طلاق دینے والے سے بھی نکاح درست ہو سکے گا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۲/۶/۷/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیو بند۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۳/۱۰-۵۲۵)

ایضاً:

سوال: زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی اور گھر سے نکال دیا، لڑکی اپنے باپ کے گھر چلی آئی، پھر لڑکے کا ماموں آیا اور خوشامد کر کے لڑکی کو لے گیا، لڑکے نے پھر اس کو نکال دیا اور اس کے ماموں کے یہاں چلی آئی۔لڑکی کچھ دنوں کے بعد پھر شوہر کے مکان پر پہونچ گئی تو لڑکے نے کہا کہ ’’جب میں تجھ کو تین طلاق دے چکا ہوں تو بار بار میرے مکان پر آنے کی کیا ضرورت ہے‘‘؟ جو بچہ تھا وہ زید نے رکھ لیا۔اب لڑکی تنہا اپنے باپ کے گھر پر ہے، اب لڑکی کا والد اس کو دوسری جگہ نکاح کر کے بھیج سکتا ہے، یا نہیں؟ اس بات کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب شوہر کو طلاق کا اقرار ہے وہ رکھنے پر تیار نہیں، وقتِ طلاق سے تین حیض گزرنے پر دوسری جگہ لڑکی کا نکاح درست ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۵/۱۰)

نان ونفقہ کی بنیاد پر قاضی نے نکاح فسخ کر دیا، اب دوسرا نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک بارہ سالہ عورت کا نکاح اس کے باپ نے کفو میں کر دیا، بعد بالغ ہونے کے عورت نے ایک دعویٰ اس قسم کا شوہر کے نام دائر کیا کہ گو میری شادی بچپن میں ہوئی؛ لیکن میل جول نہ ہوا، حقوق زوجیت بھی ادا نہ کئے گئے،

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتٰی تنكح زوجا غيره﴾.(البقرة: ۲۳۰)

”عن عائشة رضى اللّٰه تعالىٰ عنها أن رجلا طلق امرأته ثلاثاً،فزوجت فطلق،فسئل النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: أتحل للأول؟قال: ”لا،حتٰى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول“. (صحيح البخارى،كتاب الطلاق،باب من أجاز طلاق الثلاث: ۷۹۱/۲،قديمى)

”وإن كان الطلاق ثلاثاً فى الحرة وثنتين فى الأمة،لم تحل له حتٰى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً،ويدخل بها، ثم يطلقها أويموت عنها،كذا فى الهداية“. (الفتاوى العالمكيرية،الباب السادس فى الرجعة،فصل فيما تحل به المطلقة: ۴۷۳/۱،رشيدية)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن،فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾ الآية (البقرة: ۲۳۱)

وقال اللّٰہ تعالیٰ:﴿والمطلقت يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة:۲۲۸)

”عدة الحرة التى تحيض للطلاق أوالفسخ ثلاثة قروء،قوله تعالىٰ:﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾“.(مجمع الأنهر،باب العدة: ۴۶۴/۱،دارإحياء التراث العربى،بيروت)

نان ونفقہ میں خبر گیری نہ کی وغیرہ وغیرہ، حاکم منصف نے نکاح فسخ کردیا، اس کی بنا پر وہاں کے شافعی المذہب قاضی نے شوہر مذکور کی غیر حاضری میں ہی دو گواہوں کے سامنے اس عورت کا نکاح فسخ کردیا، کچھ عرصہ بعد دوسرے شخص کے ساتھ عورت مذکورہ کا نکاح کردیا، آیا پہلا نکاح فسخ ہوا، یا نہیں؟ اور دوسرا نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

پہلا نکاح فسخ ہوگیا اور دوسرا نکاح اس عورت کا صحیح ہوگیا اور تفصیل اس کی مع الاختلاف کتب فقہ میں مبسوط ہے، **من شاء فليراجع إليها**. فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۱/۷)

اس کہنے سے کہ چھوڑ دیا اور وہ طلاق میں ہے، طلاق ہوگئی اور اس کے بعد نکاح درست ہے:

سوال: زید نے اپنی زوجہ منکوحہ کی نسبت یہ کہا کہ ہم نے اس کو عرصہ ڈیڑھ دوسال سے چھوڑ دیا ہے اور اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور وہ طلاق ہی میں داخل ہے، اس کہنے سے ڈیڑھ دوسال بعد منکوحہ زید نے بکر سے نکاح کرلیا، بعد میں طلاق تحریری بھی دے دی۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوئی تو عدت کب سے شمار ہوگی اور بکر سے جو نکاح ہوا صحیح ہے، یا نہ؟

الجواب

زید کا یہ کہنا کہ ہم نے اس کو عرصہ ڈیڑھ دوسال سے چھوڑ دیا ہے اور اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور وہ طلاق ہی میں داخل ہے، موجب وقوع طلاق ہے۔ شرعاً اس سے طلاق بائنہ منکوحہ زید پر واقع ہوگئی اور اسی وقت عدت شمار ہوگی، عدت کے بعد جو نکاح بکر سے ہوا، صحیح ہوا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۶/۷-۲۰۷)

فارغ خطی کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو فارغ خطی دے دی تھی تو اب ہندہ کا نکاح زید سے عدت کے اندر، یا بعد عدت کے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت فارغ خطی کی درحقیقت خلع ہے اور خلع میں طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے اور طلاق بائنہ کا حکم یہ ہے کہ عدت میں اور بعد عدت کے شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے، حلالہ کی ضرورت اس صورت میں نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۱/۷-۲۱۲)

---

(۱) سرحتک وفارقتک وجعلها الشافعي [أنظر: كتاب المجموع شرح المهذب للنووي: ۹٦/۱۷، المكتبة الشاملة، انيس] من الصريح لورودهما في القران للطلاق، قلنا المعتبر تعارفهما في العرف العام في الطلاق لاستعمالهما شرعاً مراداً هو بهما، إلخ. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الكنايات: ۵۲۵/۳، ظفير)

(۲) وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها. (الهداية، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳۷۸/۲، ظفير)

فارغ خطی کے بعد نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: کسی فاحشہ عورت سے ایک آدمی نے نکاح کیا، پھر کسی وجہ سے اس کو فارغ خطی دے دی، پھر چار پانچ ماہ کے بعد اس سے دوبارہ نکاح کرلیا۔ نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

بہ نیت طلاق فارغ خطی دے دینے سے اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ رجعت بلا نکاح درست نہیں ہے اور نکاح بدون حلالہ کے اس سے جائز ہے۔

كما في الدر المختار، باب الخلع: هو إزالة ملك النكاح ... بلفظ الخلع، إلخ، والمباراة كل حق لكل واحد منها على الأخر، إلخ، وحكمه أن الواقع به الخ فلا بائن، الخ. (۱)

الغرض دوبارہ نکاح اس عورت کا شوہر اول سے درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۱۴/۷)

خلع شدہ عورت سے بلا حلالہ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک عورت دو سال قبل خلع حاصل کر کے شوہر سے الگ ہوگئی تھی، اس کے بعد سے کسی سے نکاح نہیں کیا، اس طویل عرصہ کے بعد اب اسی شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنی چاہتی ہے، اس صورت میں تجدید نکاح کافی ہے، یا حلالہ کرانا ضروری ہے؟

(المستفتی: محمد عبدالحکیم حسینی قاسمی، حیدرآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ---- وبالله التوفيق

صورت مسئولہ میں عورت نے خلع لینے کے بعد دو سال کے عرصہ میں کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کیا ہے تو اگر خلع کے وقت عورت حاملہ تھی اور وضع حمل ہوگیا ہے، یا دو سال کے عرصہ میں تین حیض مکمل ہو چکے ہیں تو عورت نکاح سے بالکل باہر ہوگئی ہے، عورت کو اب پہلے شوہر کے ساتھ رہنے کے لیے صرف دوبارہ نکاح کر لینا کافی ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم: ۱۶۰/۳، معارف القرآن: ۵۰۶/۱)

اور یہ حکم اس وقت ہے، جب کہ شوہر نے خلع کے وقت زبانی تین طلاق نہ دی ہوں۔

قال الله تبارك وتعالىٰ ﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۳۴۲/۲۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۴/۳/۲۰ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۳۷/۱۳-۵۳۸)

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الخلع: ۷۶۶/۲، ظفير

طلاق کے بعد نکاح ثانی:

سوال: ہندہ کا بیان ہے کہ میرا شوہر جوئے باز آوارہ ہے، اس نے مجھے تین دفعہ کہا کہ ''میں تجھے آزاد کر چکا، میں تجھے آزاد کر چکا، میں تجھے آزاد کر چکا''، پھر وہ چلا گیا۔ عرصہ ایک سال کا ہو گیا، میرے پاس دو بچے بھی ہیں، میرے نان ونفقہ کی کوئی صورت نہیں، اب میں اپنا نکاحِ ثانی کر سکتی ہوں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر شوہر اس طرح کہہ کر بے تعلق ہو گیا اور اپنا حق زوجیت ختم کر چکا تو پھر گواہی کی بھی ضرورت نہیں، (۱) ایک سال میں تین حیض آ چکے ہوں گے، نکاحِ ثانی کی اجازت ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۲/۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۸۱-۵۸۲)

کیا طلاق کے بعد بیوی دوسری شادی کر سکتی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے شوہر بار بار بھائیوں سے پیسے لانے پر مجبور کرتے تھے، ایک بار ایسا ہوا کہ میرے شوہر کے پیسے مانگنے پر میرے بھائی نے ۳۵۰۰۰/روپئے دے دیئے کاروبار کرنے کے لیے؛ لیکن وہ رقم کاروبار میں نہ لگا کر سٹہ میں لگا دی، اس بات کو لے کر آپس میں کچھ بات بڑھی تو میرے شوہر نے تین بار طلاق دے دی۔

طلاق کے الفاظ یہ ہیں: طلاق، طلاق، طلاق، میں نے تجھے آزاد کیا،

یہ واقعہ چار سال قبل کا ہے، اس بات کو میں حلفیہ کہتی ہوں، یہ الفاظ میں نے اور میری دو بیٹیوں نے اپنے کانوں سے سنے ہیں، اس واقعہ کا علم جب میرے بھائی اور خالو کو ہوا تو ان کے معلوم کرنے پر میرے شوہر نے اقرار کیا کہ ہاں دو مرتبہ طلاق دی ہے؛ لیکن اب وہ انکار کرتا ہے کہ میں نے کوئی طلاق نہیں دی ہے، جب سے میں اپنی ماں کے گھر رہتی ہوں، ان دونوں صورتوں میں طلاق وعدت ہو چکی ہو تو کیا میں دوسرا نکاح کر سکتی ہوں؟

(المستفتی: عرشی خاں، نجیب آباد)

---

(۱) ''وإذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثا''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الأول: ۱/۳۵۵، رشيديه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

''وهی حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة: ۱/۵۲۶، رشيدية)

''وتحل للأزواج بمجرد انقطاع العدة؛ لإنقضائها بانقضاء الحيضة الثالثة، وقد انقضت بيقين''. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فی جواز شرط الرجعة: ۴/۳۹۶، دار الكتب العلمية، بيروت)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

سوال کا حاصل یہ ہے کہ بیوی اس بات کی مدعیہ ہے کہ شوہر نے تین طلاقیں دے دی تھیں اور ایک بار آزاد کر دیا کا لفظ استعمال کیا تھا اور آزاد کر دیا کا لفظ بھی ہمارے عرف میں طلاق صریح کے لیے استعمال ہوتا ہے تو بیوی کے دعویٰ کے مطابق تین طلاق واقع ہوگئی اور ایک طلاق لغو ہوگئی، ایسی صورت میں بیوی شوہر کے لیے قطعی طور پر حرام ہو چکی ہے اور بیوی کے لیے شوہر کے پاس جانا اور اس کو قابو دینا قطعی طور پر جائز نہیں ہے اور شوہر کی طرف سے دو باتیں سامنے آئی ہیں کہ بیوی کے بھائی اور اس کے خالو کے سامنے اس نے دو طلاقوں کا اقرار کر لیا تھا اور اس واقعہ کے زمانہ سے بیوی شوہر سے بالکل الگ رہی ہے تو ایسی صورت میں بعد میں شوہر کہتا ہے کہ میں نے کوئی طلاق نہیں دی تو شوہر کے اس انکار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ دو گواہوں کے سامنے طلاق کا اقرار کر چکا ہے، لہٰذا اگر طلاق کے واقعہ کے بعد سے میاں بیوی کے درمیان ملاقات نہیں ہوئی ہے تو چار سال کی مدت میں اس کے اقرار کے مطابق دو طلاق واقع ہو کر بیوی بائنہ ہو چکی ہے اور اس مدت میں عدت بھی پوری ہوگئی ہے، لہٰذا اب عورت کہیں بھی دوسرے شخص سے نکاح کر کے باعصمت زندگی گزار سکتی ہے۔

إن من أقر بطلاق سابق يكون ذٰلك ايقاعاً منه فى الحال. (المبسوط للسرخسي، دارالكتب العلمية بيروت، لبنان: ١٠٩/٤)

ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالاً، أو غيره كنكاح وطلاق... رجلان...أو رجل وامرأتان. (شامي، كتاب الشهادات، زكريا: ١٧٨/٨، كراچی: ٤٦٥/٥، الهندية، زكريا: ٤٥١/٣، جديد: ٣٨٨/٣، المحيط البرهاني، المجلس العلمي بيروت: ١٤٦/١٣، رقم: ١٤٨٧٤، كوئٹه: ١٧٦/١٠، تبيين الحقائق، امداديه ملتان: ٢٠٩/٤، زكريا: ١٥١/٥، البحرالرائق: ١٠٣/٧، الهداية، مكتبة البشرىٰ: ٤٠٢/٥)

وابتداء العدة فى الطلاق عقيب الطلاق وفى الوفاة عقيب الوفاة، فإن لم تعلم بالطلاق، أوالوفاة حتى مضت مدة العدة، فقد انقضت عدتها. (الهداية، أشرفى ديوبند: ٤٢٥/٢، الهندية زكريا: ٥٣٢/١، جديد: ٥٨٤/١)

وتنقطع الرجعة إن حكم بخروجها من الحيضة الثالثة، إن كانت حرة. (الهندية، زكريا: ٤٧١/١، جديد: ٥٣٥/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹ر رجب المرجب ۱۴۳۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۱۸۹/۴۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۷/۱۴۳۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۳۸/۱۳-۵۴۰)

پہلا شوہر اگر مر گیا، یا اس نے طلاق دے دی، تب نکاح درست ہوگا:

سوال: زید کی عمر اسی برس کی ہے، ہندہ بعد عقد کے پندرہ برس کی عمر میں ڈیپو کے ساتھ دوسرے ملک میں چلی

گئی اور وہاں جا کر ایک کافر کے ساتھ اوقات بسر کی، تین چار اولاد پیدا ہوئی، بعد اس کے ہندہ نے توبہ کی اور ہندہ کی عمر تقریباً ساٹھ برس کی ہے، زید نے بایں خیال کہ ضعیفی میں آرام کا باعث ہوگا، ہندہ سے شادی کی، آرام کی لیے شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ زید کی اولاد کو ناگوار ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ نہ معلوم ہوا کہ ہندہ جو بعد عقد کے دوسرے ملک میں چلی گئی تھی اور وہاں کافر کے پاس رہی اور پھر توبہ کی تو جس مرد سے اول اس کا عقد ہوا تھا، وہ کہاں گیا؟ اس نے طلاق دی، یا نہیں؟ یا وہ فوت ہوگیا، یا زندہ ہے؟ اگر زندہ ہے اور اس نے طلاق بھی نہیں دی، تب تو اس عورت کا نکاح کسی مرد سے درست ہی نہیں، (۱) اور اگر وہ مر گیا، یا اس نے طلاق دے دی تھی تو زید کا نکاح کرنا اس سے صحیح ہے، محض آرام کے لیے نکاح کرنا بھی جائز ہے۔ زید کی اولاد کو اس میں کچھ ناگواری نہ چاہیے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۱۴-۲۱۵)

طلاق کے بعد پھر نکاح اور اس نکاح سے پیدا شدہ بچے کا حقِ وراثت:

سوال: جس عورت سے میں نے نکاح کیا، وہ اپنے کردار ووفاداری میں ناکام رہی، میں نے اس کو دوبارہ ۳/طلاق شرعی لکھ کر دیا اور نہ کہ تین عدتوں میں جس طرح شریعتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے، جب پہلی دفعہ طلاق ہوئی تو اس وقت پہلے ایک طلاق بائن لکھی گئی، پھر ایک طلاق کاٹا گیا اور طلاق لکھا گیا۔ اب جو نکاحِ ثانی ہوا، وہ صرف ایک سال قائم رہا اور اس دوران ایک لڑکا تولد ہوا اور جو دوسری طلاق ہوئی، وہ سہ طلاق دے کر لکھی گئی اور لڑکا ماں کے پاس رہائش پذیر ہے؛ چوں کہ اس وقت جوانی کے زور نے مجھے اندھا بنا دیا اور عدالت میں جا کر نکاح خوانی کی؛ یعنی بیان حلفی پر دستخط کئے گئے اور کوئی خطبہ نکاح نہ ہوا۔

جو لڑکا تولد ہوا وہ ماں کے پاس ہے اور اس کا نام اور ولدیت بھی اس کی ماں نے تبدیل کی ہے تو میرے مرنے کے بعد لڑکے کے کوئی حق میری ورثت میں ہے کہ نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر آپ نے پہلی فعہ ایک یا دو طلاق زبانی دی، یا تحریر لکھ کر بھیجی، اس کے بعد پھر آپ نے اس سے دوبارہ نکاح کرلیا؛ یعنی کم از کم دو گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا، اگرچہ اس میں خطبہ نہ ہوا ہو، (۳)

(۱) أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۴۸۲، ظفير)

(۲) ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنىٰ وثلٰث وربعٰ﴾ (سورة النساء: ۳. ظفير)

(۳) "وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معا". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/۲۱-۲۲، كتاب النكاح، سعيد)

پھر اس سے جو بچہ پیدا ہوا وہ ثابت النسب ہے،(۱) وہ آپ کا لڑکا ہے، آپ کے بعد آپ کی وراثت کا حقدار ہے، ماں نے اگر اس کا نام بدل دیا تو اس سے کچھ نہیں ہوتا، البتہ ماں کو اس کی پرورش کا حق حاصل ہے، جب تک وہ خود کھانے پینے سے استنجا کرنے سے قابل نہ ہو جائے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵۸۲/۱۰-۵۸۳)

مطلقہ کا نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال (۱) ایک شخص نے اپنی بیوی کو برادری کے روبرو طلاق دے دی، بعد ایک سال اس عورت نے نکاح کرلیا، اس کے خاوند اول نے کسی وجہ سے طلاق نامہ لکھ کر نہیں دیا۔ نکاح ثانی اس عورت کا درست ہوا، یا نہیں؟

طوائف کی باکرہ لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے:

(۲) طوائف کی باکرہ لڑکی سے نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) جب کہ طلاق ثابت ہے اور عدت بھی گزر گئی تو دوسرے شخص سے اس کا نکاح درست ہے، تحریری طلاق کی ضرورت نہیں ہے، زبانی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔(۳)

(۲) اس سے نکاح جائز ہے۔(۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۷/۷)

جس عورت کو شوہر نے طلاق دے دی، اس کا نکاح ہوسکتا ہے:

سوال: ایک عورت جس کا خاوند عرصہ بارہ سال سے مفقود الخبر ہے، ایک اور شخص کے گھر آباد ہے، دیگر اس عورت نے دو دفعہ نالش [مقدمہ] اپنے خاوند پر سرکار میں اپنے خرچہ کی کی اور زوج پر سرکار سے ڈگری ہوگئی اور عورت یہ بھی کہتی ہے کہ میرے خاوند نے مجھ کو دو آدمیوں کے روبرو طلاق بھی دے دی، اب اس عورت کا نکاح دوسرے مرد سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور اس عورت اور اس مرد جس کے گھر میں یہ رہتی ہے، ان کے گھر کا کھانا درست ہے، یا نہیں؟ اور جو کچھ وہ خیرات کریں، یا قربانی دیں تو جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) "وإذا تزوج الرجل المرأة ... وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعدا، يثبت نسبه عنه،اعترف به الزوج أو سكت". (الهداية: ٤٣٢/٢ ،باب ثبوت النسب،مكتبة شركة علمية ملتان)

(۲) "أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم،إلا أن تكون مرتدة". (الفتاوى العالمكيرية: ٥٤١/١ ،الباب السادس عشر في الحضانة،رشيدية)

(۳) من قالت طلقني زوجي وانقضت عدتي لابأس تزويجها. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الخطر والإباحة: ٣٧١/٥ ،ظفير)

(۴) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤ ،ظفير)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

موافق بیان عورت کے دوسرا نکاح اس کا درست ہے، بدون نکاح کے رکھنا سخت معصیت ہے اور گناہ کبیرہ ہے، جس نے ایسا کیا کہ بدون نکاح کے اس عورت کو رکھا، اس کو نصیحت کی جاوے اور توبہ کرائی جاوے کہ وہ نکاح کرلیوے اور گزرے ہوئے افعالِ بد سے توبہ کرے، اگر وہ نہ مانے تو اس کے ساتھ کھانا پینا نہیں چاہیے اور اس سے متارکت کردی جاوے، اس کی خیرات وقربانی کی قبولیت کی توقع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی مدرسہ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۲/۷-۳۰۳)

طلاق کے ڈھائی ماہ بعد دوسرا نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی لڑکی شکیلہ کی شادی کی تو شکیلہ بعد الدخول اپنے میکہ چلی آئی اور شوہر کے گھر نہ جانے کا ارادہ کرلیا، تو زید نے شوہر سے طلاق لے کر اس کی دوسری شادی کردی، جب کہ میاں بیوی کی فرقت پانچ ماہ رہی اور طلاق کی مدت ڈھائی ماہ رہی۔ کیا اس کی دوسری شادی شریعت کے مطابق ہوئی، یا نہیں؟ (المستفتی: ظفرالہدیٰ، چمپارنی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر طلاق ہوجانے کے بعد ڈھائی ماہ کے درمیان میں تین مرتبہ ماہواری آچکی ہے تو دوسرا نکاح صحیح اور درست ہوچکا ہے اور اگر ڈھائی ماہ میں مرتبہ ماہواری نہیں آئی تو دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا۔

عن مسروق في التي تزوجت في عدتها، قال: فرق عمر رضي الله عنه بينهما، وقال: كان النكاح حراما فجعل الصداق حراماً، فجعل الصداق في بيت المال. (سنن سعيد ابن منصور، باب المرأة تزوج في عدتها، دارالكتب العلمية بيروت: ۱۸۸/۱، رقم: ٦٩٤)

لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج سواء كانت العدة عن طلاق، أووفاة. (الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، زكريا: ۲۸۰/۱، جديد: ۳٤٦/۱)

إذا طلق الرجل امرأته (إلىٰ قوله) وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة قروء. (الهداية، اشرفي ديوبند: ٤٢٢/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳۰/ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۷۳۴/۳۱) (فتاویٰ قاسمیہ: ۵۳۱/۱۳)

شوہر کے طلاق کے بعد والا نکاح درست ہے، پہلا نہیں:

سوال: ایک لڑکی بالغہ جس کی عمر سترہ سال کی ہے، اس کے چچا حقیقی نے اپنے لڑکے سے جس کی عمر گیارہ بارہ

سال کی ہے، نکاح کر دیا؛ لیکن عورت و مرد میں باہم ناسازش رہی، بعدہ شوہر کے والد نے اپنے بیٹے کی منکوحہ کو بوجہ بدچلنی کے طلاق دے دی اور کچھ روپیہ لے کر دوسری ریاست میں چھوڑ آیا، انھوں نے عدت میں نکاح کرلیا، وہاں سے عورت کا بھائی اس کو لے آیا اور عورت نے یہاں آکر خاوند سابق کے گھر جانا منظور کرلیا؛ لیکن خاوند سابق نے آباد کرنے سے صاف انکار کر دیا کہ میں طلاق دے چکا ہوں، پھر عورت کے بھائی نے عورت کا نکاح دوسری جگہ کر دیا، عورت کی رضامندی سے یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

باپ کی طلاق بیٹے کی زوجہ پر واقع نہیں ہوئی، (۱) لہٰذا وہ طلاق اور نکاح جو اس کے بعد کیا گیا ناجائز اور باطل ہے، البتہ شوہر سابق نے خود جب یہ کہا کہ میں طلاق دے چکا ہوں، اس وقت طلاق واق ہوگئی، عدت کے بعد وہ مطلقہ دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور یہ نکاح جو تیسرے شخص سے ہوا، اگر عدت کے بعد ہوا تو صحیح اور درست ہوا اور عدت بھی اس وقت لازم ہے کہ وہ عورت مدخولہ ہو ورنہ عدت اس پر نہیں۔

کما قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فما لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَها﴾ (الآية) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۱/۷-۲۲۲)

نامرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے تو اس کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص عرصہ دوسال سے نامرد ہے اور اپنی زوجہ کو علاحدہ کرنا چاہتا ہے تو اس کی زوجہ کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ وہ شخص جو کہ نامرد ہے، اپنی زوجہ کو چھوڑنے اور علاحدہ کرنے پر راضی ہے تو اس کو کہا جاوے کہ فوراً اپنی زوجہ کو طلاق دے دے، بعد بعد طلاق کے عورت عدت تین حیض گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۲/۷-۲۸۳)

---

(۱) ولایقع طلاق المولٰی علٰی إمرأة عبده لحديث ابن ماجه، الطلاق لمن أخذ بالساق. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۵۹۵/۲، ظفير) والحديث أخرجه إبن ماجة عن ابن عباس قال: أتى النبى صلى الله عليه وسلم قال: "أتى النبى صلى الله عليه وسلم رجل فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم إن سيدى زوجنى أمة وهو يريد أن يفرق بين وبينهما، قال: فصعد رسول الله صلى الله عليه وسلم المنبر فقال: يا أيها الناس، ما بال أحدكم يزوج عبده أمة ثم يريد أن يفرق بينهما إنما الطلاق لمن أخذ بالساق. (إبن ماجة، كتاب الطلاق، باب طلاق العبد، رقم الحديث: ۲۰۸۱، هٰذا إسناد ضعيف لضعف إبن لهيعة، ورواه البيهقى فى كتاب الخلع، باب خلاف العبد بغير إذن سيده: ۳۶۰/۷، والدارقطنى، كتاب الطلاق، و أخرجه الطبرانى: ۳۰۰/۱۱، رقم الحديث: ۱۱۸۰۰، انيس)

(۲) سورة الأحزاب: ۴۹، ظفير

(۳) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲۴، ظفير)

مطلقہ مرتدہ سے دوبارہ نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ انواراحمد نے اپنی بیوی نور جہاں کواس کی آوارگی کی بناپر طلاق دے کر گھر سے نکال دیااور نور جہاں گھر سے چلی گئی اور مرتد ہوکر کسی غیر مسلم سے شادی کر لی اس کے بعد کسی مسلمان کواس کا علم ہوا کہ نور جہاں مسلمان ہیں تو اس مسلمان نے نور جہاں کو ہندو کے گھر سے نکال کر نور جہاں سے نکاح کرلیا، اس کے بعد نور جہاں کے غلط چال چلن کو دیکھ کر اس بندۂ خدا نے بھی نور جہاں کوطلاق دے دی۔

نیز نور جہاں نے بھی پھر مرتد ہوکر کسی غیر مسلم سے شادی کر لی اور ہندو کے گھر میں رہنے لگی، جہاں نور جہاں رہتی تھی، وہ قصبہ انوار کے گاؤں کے قریب تھا، اس کا پتہ سابق شوہر انواراحمد کو چل گیا اور دوسرے لوگوں نے انوار سے کہا کہ یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ نور جہاں ہمارے قریب ہی ہندو کے گھر میں رہ رہی ہے تو انواراحمد اس غیرت کی وجہ سے موقع پا کر نور جہاں کو ہندو کے گھر سے نکال لایا اور مسلمان کر کے نور جہاں کو گھر میں رکھنے لگا تو نور جہاں نے کہا یا تو مجھ سے نکاح کرو ورنہ میں موقع پا کر بھاگ جاؤں گی اور مرتد ہوجاؤں گی۔ آیا ان حالات کے پیش نظر اس سے کس شکل میں نکاح کرے اور نور جہاں کو آئے ہوئے تقریباً آٹھ ماہ ہو چکے ہیں اور وہ حاملہ بھی نہیں ہے؟ لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ ان حالات کو سمجھ کر جواب سے نوازیں۔ (المستفتی: محمد اسلام قاسمی، خادم مدرسہ خازن العلوم)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

انواراحمد نے نور جہاں کو اگر چہ تین طلاق دے دی تھی، پھر بھی انواراحمد کے لیے نور جہاں کے ساتھ نکاح درست ہوجائے گا؛ کیوں کہ انواراحمد کے طلاق دینے کے بعد نور جہاں کسی مسلمان شخص سے نکاح ثانی کر چکی ہے اور اگر تین طلاق نہیں دی تھی، تب تو ہر حال میں نکاح جائز ہے۔

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (البقرۃ: ۲۳۰)

وإن كان الطلاق ثلثاً في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها، ثم يطلقها، أويموت عنها. (فتاوی عالمگیری، زکریا: ۱/ ۴۷۳، جدید: ۱/ ۵۳۵) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ، ۱۴/ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۶/ ۱۸۶۹) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۵۳۲-۵۳۳)

مطلقہ مرتدہ کا پہلے شوہر سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک عورت نور جہاں اپنے شوہر کے پاس سے غیر آدمیوں کے ساتھ فرار ہوگئی، اس کا کوئی پتہ نہیں کہ کہاں ہے، اس کے شوہر نے اس کوطلاق

دیکر دوسری شادی کرلی، تقریباً چار سال کے بعد نور جہاں کا پتہ چلا کہ وہ کسی غیر مسلم کے ساتھ ہے اور خود بھی کافر ہوگئی ہے، اس کے کافر ہونے کی شہادت موجود ہے، کافر ہونے کے پتہ ہونے کے بعد اس کے شوہر کو لوگوں نے برا بھلا کہا کہ تیری عورت غیر مسلم کے ساتھ ہے، اس کو پہلے وہاں سے بلالے، نور جہاں سے کہا گیا تو نور جہاں اس شرط پر راضی ہوئی کہ میں اپنے پہلے مسلمان شوہر کے ساتھ مسلمان ہوکر نکاح کرسکتی ہوں، ورنہ ہندو ہی رہوں گی تو اس کا شوہر اس صورت میں نکاح کرسکتا ہے؟ نور جہاں کو مسلمان کرنے کے بعد حلالہ کرنا پڑے گا، یا بغیر حلالہ کے نکاح ہوسکتا ہے، یا کوئی اور صورت ہے؟ مفصل جواب تحریر کردیں مسئلہ بہت نازک صورت اختیار کرچکا ہے، مہربانی فرما کر جواب جلد تحریر کردیں ورنہ کوئی اور بات ہوسکتی ہے جو زیادہ پریشان کرنے والی ہے۔

(المستفتی: محمد الیاس قاسمی، مدرس مدرسہ فیض العلوم، افضل گڈھ، بجنور)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نور جہاں کا مسئلہ اس سے پہلے یہاں آچکا ہے، اس کا جواب ۱۴/رجب ۱۴۱۰ھ کو جاچکا ہے، موجودہ سوال میں اور اس سے قبل والے سوال میں فرق ہے، جناب مولانا محمد اسلام قاسمی مدرس مدرسہ خازن العلوم دڑیال نے سوال یوں لکھا ہے، انوار احمد نے اپنی بیوی نور جہاں کو طلاق دے کر نکال دیا اور نور جہاں نے مرتد ہوکر کسی غیر مسلم سے شادی کرلی تو مسلمان کو علم ہونے پر ایک مسلمان شخص نے اس سے شرعی نکاح کرلیا، پھر اس نے بھی طلاق دیدی تو پھر مرتد ہوکر غیر مسلم کے یہاں چلی گئی تو اب انوار احمد دوبارہ نور جہاں سے شادی کرنا چاہتا ہے، اگر ایسا ہی ہے تو انوار کے لیے نور جہاں کے ساتھ نکاح ہر صورت میں جائز ہے اور اگر ایسا نہیں ہے؛ بلکہ شوہر اول نے ہی طلاق دی ہے اور تین طلاق سے کم یعنی دو، یا ایک دی تھی تو بھی شوہر کے لیے دوبارہ نور جہاں سے شادی کرنے کی اجازت ہے، ہندو کے یہاں سے فوراً علیحدہ کرلیا جائے اور ہندو کی عدت بھی ضروری نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹/شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۹۱۹/۲۶) (فتاوی قاسمیہ: ۵۳۳/۱۳-۵۳۴)

بالغ شوہر اگر نابالغہ بیوی کو طلاق دے دے اور پھر شادی کرنا چاہے تو دوبارہ نکاح کرے:

سوال: اگر والدین جبراً نابالغہ کو شوہر سے طلاق لے کر علاحدہ کردیں اور بعد بلوغ لڑکی اس شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو از سر نو خطبہ وایجاب وقبول ومہر وگواہ چاہیے، یا بغیر ان امور کے لڑکی کو شوہر کی تحویل میں کردیں؟

الجواب ــــــــــــ

شوہر اگر بالغ ہے زوجہ اگرچہ نابالغہ ہو، طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ (۱) پھر اگر شوہر اول سے نکاح کرنا چاہیں تو مہر جدید وگواہ وغیرہ جملہ امور متعلق نکاح ہونے چاہئیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۷۶/۷-۱۷۷)

---

(۱) ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل. (الدر المختار علیٰ ھامش رد المحتار، کتاب الطلاق: ۵۷۹/۲، ظفیر)

غیر مدخولہ نابالغہ کو طلاق دینے کے بعد پھر اس سے شادی کرنا کیسا ہے:

سوال: مسمیٰ موجہ ذات بھٹیارہ نے اپنی عورت نابالغہ غیر مدخولہ کو طلاق دے دی ہے، اب عورت بالغہ ہوگئی ہے اور پھر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا بغیر حلالہ کے شرعاً نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ طلاق نامہ میں رجعی بائن مغلظہ کا کوئی بیان نہیں ہے؟

الجواب

غیر مدخولہ کو اگر تین طلاق متفرق طور سے دی جاویں تو غیر مدخولہ پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، اس صورت میں اس سے بدون حلالہ کے شوہر اول نکاح کرسکتا ہے اور اگر ایک طلاق دی ہو تو بدرجہ اولیٰ شوہر اول اس سے بلا حلالہ کے نکاح کرسکتا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۰۵)

غیر مدخولہ سے تین طلاق کے بعد دوبارہ نکاح:

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دے دی؛ لیکن وہ شخص کہتا ہے کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اور وہ اس سے دوبارہ عقد کرنا چاہتا ہے۔ وہ عورت اس کے لیے حلال ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وطی وخلوت صحیحہ نہیں ہوئی تو بدون حلالہ کے شوہر اول اس سے نکاح کرسکتا ہے؛(۲) کیوں کہ غیر مدخولہ کو اگر متفرق طور سے تین طلاق دی جاویں تو اس پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، باقی دو واقع نہیں ہوتیں۔ (کذا فی کتب الفقہ)(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۴۲-۲۴۳)

غیر مدخولہ کو متعدد بار طلاق دی، پھر نکاح کرلیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص کے ساتھ ایک عورت کا نکاح ہوا، اس نے رخصت سے پہلے بذریعہ خط طلاق دینی شروع کی اور اکثر کئی مرتبہ اس نے زبان سے بھی کہا کہ میں طلاق دے چکا، اب اس کے عزیزوں نے دوبارہ اس کا نکاح اسی شخص کے ساتھ کردیا۔ یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع ومنع غيره فيها لاشتباه النسب. (الدر المختار، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة: ۲/۷۳۸، ظفير)

(۲) من طلق امرأة قبل الدخول بها ثلاثا فله أن يتزوجها بلا تحليل قوله ثلاثاً أي ثلاث طلقات متفرقات. (رد المحتار: ۲/۷۳۹، ظفير)

(۳) قال لزوجته غير المدخول بها أنت طالق وقعن الخ وإن فرق بأنت بالأولى ولم تقع الثانية إلخ، باب طلاق غير المدخول بها: ۲/۶۲۶، ظفير)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

چوں کہ غیر مدخولہ ایک طلاق سے بائنہ ہوجاتی ہے؛اس لیے دوسری، یا تیسری، یازائد طلاق اس پر واقع نہیں ہوتی۔(۱) پس نکاح اس عورت کا شوہر اول سے بلا حلالہ کے صحیح ہے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۵۱/۷)

بیوی غیر مدخولہ کو طلاق دی، اب بلا نکاح اس کو رکھ نہیں سکتا:

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دی اور پھر ایک مولوی کے مسئلہ بتلانے اور کہنے سے اس کو گھر میں رکھ کر صحبت کی۔اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں اس شخص کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی اور جب کہ وہ عورت غیر مدخولہ تھی تو اس پر طلاق بائنہ واقع ہوئی، ایک طلاق سے ہی وہ بائنہ ہوگئی، (۳) بدون نکاحِ جدید کے اس کو گھر میں رکھنا اور صحبت کرنا حرام ہے، فوراً اس کو علاحدہ کردیا جاوے اور اگر اس کو رکھنا ہے تو پھر نکاح کرنا چاہیے۔فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۰۹/۷)

مطلقہ غیر مدخول بہا کا عدت گزارے بغیر نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جہانہ خاتون بنت منیر الدین صاحب مرحوم مقام وپوسٹ: جنگل پور، وایا: گوبند پور، ضلع دھنباد کی شادی محمد اللہ شیخ ابن حسین بخش مقام شیام پور ڈاکخانہ کانگڑا سرائے، ضلع امروہہ سے ۲۰/۳/۱۹۹۹ء کو ہوئی، محمد اللہ شیخ کے ہمراہ حافظ محمد صابر اوران کی بیوی نوری خاتون بھی آئی تھی، یہ سبھی لوگ نکاح کے بعد ایک ہی ساتھ دھنباد سے امروہہ بذریعہ ٹرین روانہ ہوگئے، اس دوران جہانہ خاتون پورے سفر میں روتی رہی، حافظ صابر کے پوچھنے پر جہانہ خاتون نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا کہ اسے شوہر محمد اللہ شیخ پسند نہیں ہے؛ اس لیے حافظ صابر نے امروہہ پہونچنے سے پہلے مرادآباد پر محمد اللہ سے طلاق کا مطالبہ کیا اور شوہر محمد اللہ شیخ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید آئندہ نباہ مشکل ہو، نہایت راز داری کے ساتھ ۲۲/۳/۱۹۹۹ء کو جہانہ خاتون کو طلاق دے دی۔

---

(۱) قال لزوجته غير الدخول بها أنت طالق ثلثًا وقعن ... وإن فرق بانت بالأولٰى فلذا لم تقع الثانية.(الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار،باب طلاق غيرالمدخول بها :۶۲۴/۲،ظفير)

(۲) وينكح مبانته بما دون الثلاث فى العدة وبعدها بالاجماع.(الدرالمختار،باب الرجعة: ۷۳۸/۲،ظفير)

(۳) قال لزوجته غيرالمدخول بها:أنت طالق ثلاثاً،إلخ،وقعن،إلخ،وإن فرق بانت بالأولٰى لا إلٰى عدة،ولذا لم تقع الثانية، بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل.(الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار،كتاب الطلاق،باب طلاق غيرالمدخول بها: ۶۲۴/۲ـ۶۲۶،ظفير)

واضح رہے کہ اس درمیان ان دونوں کے درمیان خلوت بھی نہیں ہوئی، پھر کچھ دنوں بعد حافظ محمد صابر نے غیر مدخول بہا جہانہ خاتون کا نکاح ایک دوسرے لڑکے محمد یونس ٹیلرس کے ساتھ اس کی رضامندی سے عدت گزارے بغیر کر دیا؛ چوں کہ یونس کو جہانہ کے پہلے نکاح کا قطعی علم نہ تھا؛ اس لیے دونوں آپس میں میاں بیوی کی طرح زندگی گزارنے لگے اور اب جہانہ خاتون دو ماہ کی حمل سے ہے؛ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا جہانہ خاتون کا نکاح ثانی محمد یونس ٹیلرس کے ساتھ بغیر عدت گزارے درست ہے، یا نہیں؟ عندالشرع جو بھی حکم ہو، دلائل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں؟

(المستفتی: محمد جمیل اختر، مقام و پوسٹ: جنگل پور، دھنباد (بہار)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ——————— وباللّٰہ التوفیق

چوں کہ سوال نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں میں خلوت نہیں ہوئی ہے اور خلوت سے پہلے پہلے مرادآباد اسٹیشن پر ہی طلاق دے دی گئی ہے، جس سے جہانہ خاتون پر طلاق بائن پڑ گئی؛ اس لیے دوسری جگہ جو اس کا نکاح ہوا ہے، بالکل درست ہے؛ کیوں کہ مطلقہ غیر مدخول بہا پر عدت واجب نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾ (الأحزاب: ٤٩)

وفي الظهيرية: ولو كان النكاح فاسداً، ففرق القاضي بينهما، إن فرق قبل الدخول لاتجب العدة. (الفتاوى التاتارخانية، زكريا: ٢٢٦/٥، رقم: ٧٧٢٣)

وفي الخانية: وكذا "لاعدة" لو طلقها قبل الخلوة. (قاضي خان على هامش الهندية، زكريا: ٥٤٩/١، جديد: ٣٤٧/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۱۳۸/۳۴) (فتاوی قاسمیہ: ۵۴۵/۱۳-۵۴۶)

بلوغ کے بعد اور خلوت سے پہلے کی طلاق درست ہے اور اس سے بلا عدت نکاح درست ہے:

سوال: زید کا نکاح ہندہ سے ہوا، چوں کہ زید نابالغ تھا، زید کے والد نے ایجاب وقبول کیا، عرصہ چھ سال کی بعد بھی زید قابل بلوغ نہ ہوا اور کمزور رہا اور خلوت صحیحہ بھی نہیں ہوئی؛ یعنی وطی نہ ہوئی۔ زید اور ہندہ کے والدین نے ہندہ کا نکاح دوسری جگہ کر دیا اور طلاق نامہ بھی لکھوا دیا، بعد تحریر طلاق نامہ پانچ چھ یوم بعد ہندہ کا نکاح دوسری جگہ کر دیا، اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور قاضی ناکح جس کو علم نہ تھا، گناہ گار ہوا، یا نہیں؟

الجواب ———————

زید نے اگر طلاق بعد بالغ ہونے کے دی ہے تو ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی اور اگر خلوت صحیحہ اور وطی نہیں ہوئی تو ہندہ پر عدت واجب نہیں ہوئی، بعد طلاق دینے زید کے فوراً دوسرا نکاح ہندہ کا صحیح ہے، نکاح خواں وغیرہ کو کچھ گناہ نہیں ہوا۔

کما قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَما لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَها﴾ (الآية) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۱۵-۲۱۶)

خلوت سے پہلے طلاق دے دے، تو بلا عدت نکاح درست ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ نے زید سے بولایت ولی عقد نکاح کیا تھا اور اسی حالت نابالغیت میں چھوڑ کر زید پردیس چلا گیا تھا، جب ہندہ بالغہ ہوئی تو زید کے چھوٹے بھائی حقیقی عمرو سے تعلق ناجائز کر لیا اور زید نے وقت نکاح سے اس وقت تک کوئی سروکار ہندہ موصوفہ سے نہیں کیا، بہت سمجھانے پر اب طلاق دینے پر مستعد ہے۔ آیا ہندہ بعد طلاق بلا گزارے عدت کے عمرو مذکور سے عقد کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر زید اب ہندہ کو طلاق دیوے اور زید نے ہندہ سے وطی اور خلوت نہ کی تھی تو بلا گزارے عدت کے ہندہ کا نکاح عمرو کے ساتھ درست ہے اور اگر زید خلوت کر چکا تھا تو عدت کے بعد نکاح ہو سکتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۳۳)

اگر بالغ لڑکے نے اپنی بالغہ بیوی کو طلاق دے دی تو پھر اس سے وہ نکاح کر سکتا ہے:

سوال: ایک لڑکے بالغ کا نکاح نابالغہ لڑکی سے ہو گیا تھا، اس لڑکے نے اس نابالغہ کو طلاق دے کر دوسری جگہ اپنا نکاح کر لیا تھا، اب وہ لڑکی بالغہ ہو گئی، لڑکا اور لڑکی دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں اور اب تک ان کو خلوت کی نوبت نہیں ہوئی۔ اس صورت میں ان دونوں کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں دوبارہ ان کا نکاح صحیح ہے۔ (هٰكذا في كتب الفقه) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۲۴)

ایک دو طلاق کے بعد دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک حافظ نے ایک لونڈی سے نکاح کیا اور اس کا زیور فروخت کر کے حج کو لے گیا، واپس آ کر اس کو طلاق دے کر گھر سے نکال دیا۔ اب چند روز بعد پھر اس سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) سورة الأحزاب: ٤٩، ظفير

(۲) قال لزوجته غير المدخول بها أنت طالق ثلاثاً وقعن وإن فرق بأنت بالأولٰى لا إلٰى عدة. (الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار، باب طلاق غير المدخول بها: ٢/ ٦٢٣، ظفير

(۳) وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلٰث فله أن يتزوجها في العدة وبعدانقضائها. (الهداية، فصل فيما تحل به المطلقة: ٢/ ٣٧٨، ظفير)

الجواب

دوبارہ نکاح کرنا اس سے جائز ہے۔(۱) فقط
(اگر اس نے تین طلاق نہیں دی تھی۔ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۳۶)

مطلقہ بائنہ سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید اپنی بیوی مطلقہ حبلیٰ بائنہ سے اندر عدت کے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ مطلقہ ثلثہ نہیں ہے تو نکاح عدت میں کرسکتا ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۵۲)

مطلقہ بائنہ سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی شادی کے بعد زید کی بیوی صرف ایک دن زید کے گھر رہ کر میکہ چلی گئی، اپنی بیوی کے ساتھ زید بھی سسرال چلا گیا، سسرال میں زید کی بیوی بہت بدتمیزی سے پیش آئی، زید کی بیوی اپنے میکہ میں تھی زید بار بار وہاں جایا کرتا تھا؛ مگر زید کی بیوی کوئی بات چیت نہیں کرتی تھی، اس غصے میں آکر زید نے اپنے والدین سے کہا کہ اگر میری بیوی سسرال آکر میکہ چلی جائے گی تو طلاق ہوجائے گی، پھر دوسری مرتبہ آکر اپنے والدین سے بولا کہ اگر میری بیوی سسرال آکر میکہ چلی جائے گی تو طلاق ہوجائے گی، زید کی بیوی زید کی موجودگی میں سسرال آئی ہے، کچھ دن زید اپنی بیوی کے ساتھ رہا ہے، اس کے بعد زید پردیس چلا جاتا ہے اور کچھ دن بعد بیوی بھی میکہ چلی جاتی ہے اور زید کی غیر موجودگی میں بیوی کبھی میکہ کبھی سسرال آتی جاتی رہتی ہے۔

اب زید تین ماہ تین دن کے بعد پردیس سے گھر جاتا ہے، گھر میں جاکر کسی عالم سے معلوم کیا تو وہ بتاتے ہیں کہ اس بات کا فتوی مفتیان کرام دیں گے تو وہاں کوئی مفتی نہ ملنے کی وجہ سے زید بغیر مسئلہ معلوم کئے اپنی بیوی سے دوسری مرتبہ نکاح پڑھوالیتا ہے تو کیا اس طرح نکاح ہوا کہ نہیں دوسرے نکاح کے بعد پھر زید پردیس چلا گیا۔

(المستفتی: مصور الاسلام، داداولی مسجد، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب زید کی بیوی سسرال آکر میکہ چلی گئی تو اس پر دوطلاق رجعی واقع ہوگئیں، اگر زید کے

---

(۱) وینکح مبانته بمادون الثلاث فی العدة وبعدها بالاجماع. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة: ۲/۷۳۸، ظفیر)

(۲) وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالاجماع. (الدر المختار، باب الرجعة: ۲/۷۳۸، ظفیر)

واپس آنے سے پہلے پہلے اس درمیان بیوی کو تین مرتبہ ماہواری آچکی ہے، تو عدت بھی پوری ہوگئی اور اس درمیان زید نے رجعت نہیں کی؛ اس لیے اب دونوں طلاق رجعی بائنہ ہوگئیں؛ لہٰذا اب زید بیوی کو دوبارہ رکھنا چاہے تو رکھنے کے لیے دوبارہ نکاح کرنا لازم ہے؛ اس لیے بعد میں آکر زید کا نکاح کرلینا درست ہوگیا اور دو طلاق اس صورت میں ہے کہ جب زید نے دوبارآ کر والدین سے یہ کہا کہ اگر بیوی میکہ جائے گی تو اسے طلاق، یہ پہلی مرتبہ کی خبر نہ ہو، اگر پہلی مرتبہ کی خبر اور تاکید مراد لی ہے تو صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم:۹/۴۷۰)

عن الحسن فلا تعضلوهن، قال حدثني معقل بن يسار أنها نزلت فيه، قال زوجت اختالى من رجل، وفطلقها حتى إذا انقضت عدتها جاء يخطبها، فقلت له زوجتک، وفرشتک، وأكرمتک، فطلقها، ثم جئت تخطبها؟ لاوالله لاتعود إليک أبداً، وكان رجلا لا بأس به، وكانت المرأة تريد أن ترجع إليه، فأنزل الله هٰذه الآية "فلا تعضلوهن"، فقلت الأن افعل يا رسول الله! قال: فزوجها إياه. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب من قال لا نكاح الا بولي: ۷۷۰/۲، رقم: ٤٩٣٧، ف: ٥١٣٠)

إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث فله أن يتزوجها فيالعدة وبعد انقضاءها. (الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، أشرفي ديوبند: ۳۹۹/۲، الفتاوى التاتار خانية، زكريا: ١٤٨/٥، رقم: ٧٥٠٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱/محرم الحرام ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۴۵۰/۳۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۱/۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۵۴۳-۵۴۵)

ایک یا دو بائنہ طلاق کے بعد شوہر اسی سے شادی کرسکتا ہے:

سوال: زید ایک معمر شخص تھا اور اس کی زوجہ آمنہ ہے، نہایت ہی کمسن ہے، چناں چہ اس کے پوتے ہم عمر ہیں، زید اب عرصہ چار سال سے فوت ہو چکا ہے اور اب آمنہ بیوہ ہے، زید کی حیات میں آمنہ اور اس کی ہم عمر بکر میں محبت صادق ہوگئی، جو عرصہ سولہ سال یعنی آمنہ و بکر نے رضا مند ہو کر اپنی سوتیلی اولاد کے خوف سے خفیہ طور پر آپس میں عقد شرعی کرلیا، درمیان میں جب کہ بکر اپنی ملازمت میں چلا گیا تو اس کی سوتیلی اولاد میں سے ایک نے اس پر بہت زبردستی کی اور اس سے تعلق ناجائز چاہا، آمنہ کی نیت خدا کے فضل سے راہ راست پر رہی اور اپنے شوہر کو خفیہ مطلع کر کے آزادی چاہی، بکر نے نہایت مجبور ہو کر طوعاً و کرہاً اس کو طلاق دے دی اور تحریر میں اس کو آزادی دی گئی، اب بکر اور آمنہ پھر وہی تعلقات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

بکر اگر کوئی غیر شخص ہے، زید کا پوتہ نہیں ہے تو آمنہ کا نکاح جو دو گواہوں کے روبرو سے ہوا، وہ صحیح ہوگیا تھا، پھر جو بکر نے جو طلاق دی تو طلاق بھی واقع ہوگئی، اب اگر وہ دونوں دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو اگر بکر نے تین طلاق صریح

نہ دی تھی؛ بلکہ ایک، یا دو طلاق دی تھی، یا کنایات کے الفاظ میں طلاق دی تھی، جیسے آزادی وغیرہ کا لفظ تو اس صورت میں بدون حلالہ کے بکر اس سے یعنی آمنہ سے نکاح کرسکتا ہے، (۱) اور اگر تین طلاق صریح الفاظ میں دی تھی تو بدون حلالہ کے نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۵۳/۷-۲۵۴)

میاں بیوی میں اختلاف ہوا، میاں نے متعدد بار کہا: چھوڑ دیا تو اب نکاح کیسے ہوسکتا ہے:

سوال: زوجین میں باہم تکرار ہوگیا، خاوند نے جھوٹے بہتان لگائے اور عورت کو بہت مارا اور یہ کہا کہ تمہارا نکاح فسخ ہوچکا ہے، عورت نے کہا کہ طلاق نامہ دے دو اور میرا مہر دے دو اور خاوند نے متعدد مرتبہ یہ کہا کہ میں نے چھوڑ دی۔ اب ان دونوں کا دوبارا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ان میں دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، دوبارہ نکاح کیا جاوے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۵/۷-۲۶۶)

نادرست نکاح کے بعد طلاق نہیں پڑتی، لہٰذا دوبارہ نکاح درست ہے:

سوال: زید نے ہندہ سے نکاح اور صحبت بھی کی؛ لیکن علما نے یہ فرمایا کہ نکاح صحیح نہیں ہوا، زید نے ہندہ کو تین طلاق دے دی، اب زید ہندہ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے، بلا حلالہ کے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر نکاح اول صحیح نہ ہوا تھا؛ بلکہ فاسد تھا، بوجہ نہ ہونے بعض شروط صحت کے مثل نہ ہونے شہود نکاح کے مثلاً تو ایسے نکاح فاسد کے بعد اگر شوہر تین طلاق دے دیوے تو وہ کالعدم ہیں اور بلا حلالہ کے اس سے نکاح درست ہے، جیسا کہ شامی نے درمختار کے اس قول کی شرح میں ''**لاینکح مطلقة من نکاح صحیح نافذ**''۔ (۴) لکھا ہے:

---

(۱) وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع. (الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۷۳۸/۲، ظفیر)

(۲) (لا) ینکح (مطلقة) من نکاح صحیح نافذ، کما سنحققه (بها) أی بالثلاث (ولو حرة وثنتین لو أمة) ولو قبل الدخول وما فی المشکلات باطل أو مؤول کما مر (حتٰی یطأها غیره ولو) الغیر (مراهقاً) یجامع مثله، الخ. (الدرالمختار: ۷۳۹/۲، مطلب فی العقد علی المبانة، ظفیر)

(۳) مفتی علام نے ''چھوڑ دیا'' کو کنایہ قرار دیا ہے، جس سے پہلی دفعہ ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، اب جب دوبارہ کہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی؛ کیوں کہ قاعدہ یہ ہے: لا یلحق البائن البائن. (الدرالمختار) المراد بالبائن الذی لایلحق هو ما کان بلفظ الکنایة. (ردالمحتار، باب الکنایات: ۶۴۶/۲) اور جب ایک ہی بائن طلاق ہوئی تو اب دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ وینکح مبانته بمادون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع. (الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الرجعة: ۷۳۸/۲، ظفیر)

(۴) الدرالمختار، باب الرجعة: ۷۳۹/۲، ظفیر

(قوله: من نكاح صحيح نافذ) احترز بالصحيح عن الفاسد وهو ما عدم بعض شروط الصحة ككونه بغير شهود فإنه لاحكم له قبل الوطء وبعده يجب مهر المثل و الطلاق فيه لاينقض عدداً؛ لأنه متاركة فلو طلقها ثلاثاً لايقع شيء وله تزوجها بلامحلل، إلخ. (شامی: ۵۳۷/۲)(۱)

لیکن سائل نے چوں کہ سوال جواب کے ساتھ نقل نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا کہ کیا وجہ فساد نکاح کی اس صورت میں ہے اور درحقیقت نکاح فاسد ہے، یا نہیں؛ اس لیے قطعی طور سے کچھ جواب نہیں لکھا جا سکتا کہ بلا حلالہ کے نکاح درست ہے، یا نہیں؟ فقط (فتاویٰ دار العلوم: دیو بند: ۲۵۵/۷-۲۵۶)

ناجائز نکاح بعد طلاق کی ضرورت ہے، یا یوں ہی نکاح ہوسکتا ہے:

سوال: زید نے کریماً سے نکاح کیا، جب نباہ نہ ہوا تو ایک سال کے اندر طلاق دے دی، اس عرصہ میں مجامعت بھی ہوتی تھی، بعد عدت کے کریماً اور بکر میں نکاح ہو گیا، کریماً اور بکر کا رشتہ ایسا تھا، جس کی وجہ سے علماء نے نکاح ناجائز قرار دے دیا، اس ناجائز نکاح کو ایک سال سے زائد ہو گیا، جدائی تو دونوں میں ہے؛ مگر کیا طلاق کی ضرورت ہے اور بعد طلاق، یا بلا طلاق کریماً کا نکاح پہلے شوہر سے جائز ہے؟

الجواب ــ

ایسے نکاح میں جو کہ شرعاً باطل و فاسد ہے، علاحدہ ہو جانا اور متارکت کر لینا کافی ہے، طلاق کی ضرورت نہیں ہے اور عورت اگر مدخولہ ہے تو اس کو عدت پوری کرنی چاہیے، پھر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ فقط

(بشرطے کہ اس نے تین طلاق نہ دی ہو۔ظفیر) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۰۵/۷)

ایک شخص جب کسی کو مرتد ہونا بتائے، کیا اس کا نکاح فسخ ہو گیا:

سوال: زید بیس سال ہوئے اپنی بیوی کو چھوڑ کر دیگر ملک چلا گیا، خطوط آتے ہیں، ایک آدمی نے کہا کہ میں نے اس سے گھر آنے کے متعلق کہا تھا، اس نے یہ کہا کہ جس وقت خدا کا حکم ہوگا، جاؤں گا، پھر کہا: خدا اور رسول کون ہیں؟ اور قرآن کیا چیز ہے؟ (نعوذ باللہ تعالیٰ) لیکن متعدد آدمی اس کے متقی ہونے کی شہادت دیتے ہیں، فی الحال ایک شخص کی شہادت اور قول پر اس کو مرتد قرار دیکر اس کی بیوی کا نکاح کر دینا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

وفي جامع الفصولين: أخبرها واحد بموت زوجها أبردته أوبتطليقها حل له التزوج، ولو مع من هٰذا الرجل اٰخر له لأنه يشهد أنه من باب الدين فثبت بخبر الواحد. (شامی: ۶۱۶/۲)(۲)

---

(۱) ردالمحتار، باب الرجعة: ۷۳۹/۲، ظفير

(۲) دیکھئے: ردالمحتار للشامی، باب العدة: ۸۴۷/۲. ظفير

اس [فقہی] روایت سے معلوم ہوا کہ اس کی زوجہ کے نکاح ثانی جائز ہونے کے لیے ایک شخص کی خبر بھی کافی ہے، اس کی زوجہ اس شخص کے خبر دینے پر کہ اس نے خدا تعالیٰ رسول اور قرآن کو ایسا کہا، اپنے نفس کو اس کے نکاح سے خارج سمجھ کر عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے؛ لیکن محض ایک شخص کے کہنے سے حکم اس کے مرتد ہونے کا نہ دیا جاوے گا؛ کیوں کہ اعتبار اس خبر کا صرف جواز نکاح عورت کے لیے ہے اور اس شخص کے مرتد ہونے کے لیے یہ ثبوت کافی نہیں ہے، خصوصاً جب کہ دوسرے لوگ اس کے خلاف اس کے اسلام کی اور صلاح وتقویٰ کی شہادت دیتے ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۵/۷-۲۸۶)

اس عورت سے جواز نکاح کا حکم جو زوج اول سے اپنا مطلقہ ہونا بیان کرتی ہو:

سوال: جناب در بارہ مسئلہ ذیل کیا فرماتے ہیں: ایک عورت میرے یہاں دو سال ملازم ہے، جو کہ جوان ہے اور میں اپنے ایک ملازم سے اس کا نکاح کر دینا چاہتا ہوں؛ کیوں کہ اندیشہ ہے کہ وہ بدچلن نہ ہو جاوے؛ لیکن اس میں صورتیں یہ پیدا ہوگئی ہیں: اول یہ کہ مسماۃ کہتی ہے کہ اس کا طلاق ہو چکا ہے اور اس کے شوہر نے بذریعہ خط کلکتہ سے اپنے ماں باپ کو لکھا ہے کہ اس کو گھر سے نکال دو، ہم سے اور اس سے اب کوئی واسطہ نہیں؛ مگر اس خط کے جواب پر اس کے باپ نے یہ لکھا کہ ہم کس طرح سے نکال دیں، کیا تم اس کو طلاق دیتے ہو؟ اس دوسرے خط کے جواب میں اس نے یہ لکھا کہ ہم اس کو طلاق دیتے ہیں، تم گھر سے نکال دو اور اس گاؤں میں اس کو کہیں مت رہنے دو، بڑی بدنامی ہوگی اور وہ دوسری عورت کو اپنے ساتھ کلکتہ لے گیا، میں نے اس طلاق کی تحقیق میں بے حد کوشش کی جس کا نتیجہ حسب ذیل ہے:

(۱) جو عورت اس کو اپنے ہمراہ اس کے سسرال سے لائی، اس کا بیان یہ ہے کہ اس کا نکاح زید سے نہ ہو اور کہیں دوسرے سے ہو تو میں کہہ سکتی ہوں کہ طلاق ہو گیا ہے۔

(۲) اس کا جیٹھ میرے پاس خود بغرض ملازمت آیا تھا؛ اس سے میں نے طلاق کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے یہ ظاہر کیا کہ کسی مہاجن کا کچھ روپیہ قرضہ ہے۔ اگر مسماۃ اس کو ادا کر دے تو میں لکھ دوں گا کہ طلاق ہو گیا ہے۔

(۳) ایک مسلمان مسماۃ مذکورہ کے گاؤں کا رشتہ دار کہا جاتا ہے، اس نے میرے روبرو بدریافت حال طلاق بیان کیا کہ طلاق ہو گیا ہے، میں اس کو اچھی طرح جانتا ہوں، میں نے اس سے اس طریقہ سے سوال کیا تھا کہ یہ شرع کا معاملہ ہے، سچ سچ بتانا جھوٹ نہ بولنا اور نہ کسی کی طرفداری کرنا ورنہ تم پڑ گناہ ہوگا، تب اس پر اس نے کہا کہ طلاق ہو گیا ہے۔

(۴) میں نے ایک شخص خاص کو (اور وہ میرا دوست ہے) بدریافت طلاق مسماۃ کے سسرال اپنے خرچہ سے بھیجا کہ وہ اس کے ماں باپ اور خاص قرابت داروں سے دریافت کرے کہ آیا مسماۃ مذکورہ کو اس کے شوہر نے (جواب تک سنا جاتا ہے کہ کلکتہ میں ہے اور دوسری عورت اس کے پاس ہے) طلاق دیا ہے، یا نہیں؟ اس نے آ کر یہ بیان کیا کہ اس کا جیٹھ یہ کہتا ہے کہ مسماۃ یہاں آ کر رہے، ہم اس کا نکاح اس کے شوہر سے طلاق دلا کر جس کو وہ پسند ہے، کر دیں گے؛ لیکن اس کے خسر نے یہ کہا کہ ہم اس کو نہیں رکھیں گے، تم اگر خرچ دے سکتے ہو تو بلا کر کے رکھو۔

(۵) میں نے ایک خط اس موضع کے تھانہ دار کو اپنی جانب سے بہ دریافت حال طلاق لکھا تھا، جس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ میری جانچ سے یہ معلوم ہوا کہ طلاق نہیں ہوا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے شوہر کا پتہ ٹھیک معلوم نہیں ہے، کہیں کلکتہ میں رہتا ہے، احمد خان خسر مسماۃ اپنے ساتھ رکھنے کے لیے راضی نہیں ہے؛ لیکن اس کا جیٹھ اپنے گھر میں رکھنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی سے اس کا نکاح کرا دے، ایسی صورت میں طلاق ہوگئی کہ نہیں۔ اگر طلاق نہیں ہوئی تو کونسی صورت اختیار کی جاوے، اس سے زیادہ جانچ میرے امکان سے باہر ہے۔ اگر مسماۃ کو قسم دی جائے اور وہ حلفیہ بین کرے کہ طلاق ہو گیا، ذریعہ تحریر کے تو وہ طلاق از روئے شرع درست ہے، یا نہیں؟ ایسی صورت میں مرد کی قسم کا اعتبار کیا جائے گا، یا عورت کی؟ بینوا توجروا۔

تنقیح:

یہ عورت دینداری میں کیسی ہے، پابند نماز وغیرہ ہے، یا نہیں؟ اس کا چال چلن کیسا ہے؟ جھوٹ سچ بولنے میں اس کے متعلق تجربہ کیا ہے، ان تنقیحات کے جواب کے بعد حکم بتلایا جائے گا، یہ پرچہ بھی واپس کیا جاوے۔ فقط

جواب تنقیح:

(۱) عورت نو مسلمہ ہے، نماز اکثر پڑھتی ہے، پوری نماز اس کو نہیں آتی، سکھایا جاتا ہے، گزشتہ رمضان المبارک کے روزے رکھے تھے۔

(۲) چال بظاہر اچھا ہے۔

(۳) تجربے سے میں اس کو دروغ گو نہیں کہہ سکتا، ممکن ہے کہ خانہ داری کے معاملات میں بحیثیت ایک ملازمہ کے کبھی جھوٹ بول دیا ہو۔ (قیاساً)

(۴) عورت پردہ نشیں نہیں ہے، کام کاج کے لیے بازار وغیرہ جایا کرتی ہے۔ فقط

(۵) اگر عورت کے ہاتھ میں قرآن شریف دے کر قسم کھلائی جاوے گی تو وہ ہرگز جھوٹ قسم نہ کھائے گی۔

الجواب

اگر یہ عورت قسم کھا کر کہے کہ مجھ کو میرے شوہر نے طلاق دے دی ہے اور عدت گزر چکی اور قلب اس کی بات کو قبول کرے تو اس کا دوسرے شخص سے نکاح کر دینا اور دوسرے شخص کو اس سے نکاح کر لینا جائز ہے، جب کہ اس کا دل بھی عورت کی بات کو قبول کرے۔

قال فی العالمگیریة (۲۱۰/۶)ولو امرأة قالت لرجل إن زوجی طلقنی ثلاثاً وإنقضت عدتی فإن کانت عدلة وثقة أن یتزوجها وإن کانت فاسقة تحری وعمل بما وقع تحریه علیه، کذا فی الذخیره، آه.

قلت: وإنما قیدت بشهادة القلب لها لکون عدالتها فی الصورة المسئولة مشتبهة عندی، واللّٰه أعلم

۲۷/صفر ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲۱۵/۳)

عورت جب کہے کہ شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے تو اس سے نکاح درست ہے:

سوال: کسی عورت کے شوہر کا پتہ نہیں اور وہ یہ ظاہر کرتی ہو کہ میرا شوہر مجھے طلاق دے چکا ہے، اس سے نکاح جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

درمختار میں ہے:

لو قالت امرأة لرجل: طلقتي زوجي وانقضت عدتي، لابأس أن ينكحها، الخ. (۱)

یعنی اگر کسی عورت نے یہ بیان کیا کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی ہے اور میری عدت بھی گزر گئی ہے تو اس سے نکاح کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور شامی نے خانیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ اس وقت ہے کہ اس شخص کو یہ گمان ہو کہ یہ عورت سچ کہتی ہے اور وہ عورت معتبر معلوم ہوتی ہے۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۵/۱۷۰-۱۷۱)

عورت کا یہ قول کہ میرے شوہر نے طلاق دے دی ہے، ماننا درست ہے:

سوال: ایک درزی ایک عورت لایا ہے، اس عورت نے بیان کیا کہ مجھ کو میرے پہلے خاوند نے طلاق دے دی ہے اور عدت بھی گزر گئی ہے، اس کے بعد امام مسجد نے اس عورت کا نکاح اس درزی سے پڑھا دیا، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

"ولو قالت امرأة لرجل طلقني زوجي ومضت عدتي لابأس أن ينكحها". (۳)

یعنی اگر عورت نے بیان کیا کہ میرے شوہر سابق نے مجھ کو طلاق دے دی ہے اور عدت گزر گئی تو وہ شخص اس سے نکاح کر سکتا ہے، پس معلوم ہوا کہ موافق بیان اس عورت سے اس کا دوسرا نکاح صحیح ہو گیا۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۱۷۷-۱۷۸)

عورت کے بیان پر شادی درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت بیان کرتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی ہے اور اس عورت کے والدین بھی یہی بیان کرتے ہیں؛ لیکن اس عورت کے شوہر کا کچھ پتہ اور خبر نہیں کہ وہ کہاں کس جگہ ہے؛ تا کہ اس سے تصدیق کی

---

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۷/۵، ظفير

(۲) قلت: وحاصله أنه متىٰ أخبرت بأمر محتمل فإن ثقة أو وقع في قلبه صدقها لابأس أن يتزوجها وإن بأمر مستنكر لا مالم يستفسرها. (الدر المختار، كتاب الكراهية: ۳۷۱/۵، ظفير)

(۳) دیکھئے: رد المحتار، باب العدة: ۸٤۷/۲، ظفير

جاوے، ایسی صورت میں اس عورت سے موافق اس کے بیان کرنے کے نکاح کرنا جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

ایسی صورت میں کہ وہ عورت اور اس کے والدین اس کے شوہر سابق کا طلاق دینا بیان کرتے ہیں اور شوہر کا کہیں پتہ نہیں ہے؛ تاکہ اس سے اس کی تصدیق، یا تکذیب ہوسکے تو اس حالت میں فقہا نے لکھا ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کر لینا اس کے اعتبار پر درست ہے، دیگر گاؤں والوں کو اس میں کچھ تعارض اور انکار نہ کرنا چاہیے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۰۳-۲۰۴)

عورت کے دعویٰ طلاق کے بعد نکاح درست ہے:

سوال: خاوند کے غائب ہونے کے بعد اگر عورت قاضی کے پاس طلاق کا دعویٰ کرے اور بیان کرے کہ میری عدت گزر گئی ہے، کیا قاضی اس کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا فتویٰ بحوالہ درمختار "**لو قالت امرأة لرجل: طلقني زوجي وإنقضت عدتي لابأس أن ينكحها**"(۲) دے سکتا ہے، یا نہیں؟

نیز دوسری روایت اس کے مخالف ہے:

"**المرأة إذا ادعت على الزوج أنه طلقها فهي للزوج ما لم يثبت الطلاق، نهاية**".

الجواب

صورت مذکورہ میں دوسرے شخص سے نکاح کی اجازت ہے اور روایۃ ثانیہ کا محل یہ ہے کہ شوہر طلاق سے انکار کرے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۵۵)

جو عورت کہتی ہے کہ شوہر نے طلاق دے دی ہے، اس سے نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ بمبئ چلی گئی، کچھ دنوں کے بعد وہاں سے واپس آ کر بیان کرتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی۔ پس اس صورت میں اس کا عقد ثانی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں موافق بیان عورت کے جب کہ کوئی مرد اس کا مکذاب نہیں ہے، اس کو عقد ثانی کرنا درست ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۸۱-۲۸۲)

---

(۱) لو قالت: امرأة لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي لابأس أن ينكحها. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب العدة: ۲/۸٤۷، ظفير)

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب العدة: ۲/۸٤۷، ظفير

(۳) وحل نكاح من قالت طلقني زوجي وانقضت عدتي. (الدر المختار، كتاب الخطر والإباحة: ٥/۳۷۱، ظفير)

طلاق نامہ دیکھے بغیر نکاحِ ثانی:

سوال: ۱۹۵۵ء میں مجھے طلاق ہوگئی تھی، طلاق نامہ میرے بھائیوں کے قبضے میں ہے، وہ لوگ اس کو دینا نہیں چاہتے اور میرے عقدِ ثانی سے بھی وہ متفق نہیں ہیں، میں بالغ ہوں اور اپنا نفع نقصان سمجھتے ہوئے عقدِ ثانی کرنا چاہتی ہوں؛ لیکن قاضی ومولوی صاحبان طلاق، یا کوئی چشم دید شہادت چاہتے ہیں اور یہ بھائیوں کی وجہ سے نہیں ہو پارہا ہے۔ کیا اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ ایسا بن سکتا ہے کہ میں اپنا عقدِ ثانی کرسکوں؟ اگر ہے تو مطلع فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

بھائی اگر طلاق نامہ نہیں دیتے اور بغیر اس کو دکھائے آپ کا دوسرا نکاح نہیں ہو رہا تو یہ بھائیوں کی طرف سے ظلم ہے۔ (۱) اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کو آپ کے کہنے پر اعتماد ہو اور بغیر طلاق نامہ دیکھے وہ نکاح پر راضی ہو تو اس سے نکاح درست ہو جائے گا۔ اگر آپ کے شوہر کا طلاق دے دینے کا اقرار ہو تو طلاق نامہ کسی کو دیکھنے کی بھی ضروری نہیں، بلا طلاق نامہ دیکھنے نکاح درست ہو جائے گا، جب کہ عدت بھی گزر چکی ہو۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۹/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۸۵-۵۸۶)

مطلقہ ہونے کی دعویدار عورت سے نکاح کا حکم:

سوال: ایک عورت کسی جگہ سے آئی ہے، اس کا کہنا ہے کہ اسے اس کے شوہر نے طلاق دی ہے اور عدت بھی ختم ہوگئی ہے، کوئی شادی کرنا چاہے تو وہ تیار ہوں؛ کیوں کہ اس کا کوئی بھی رشتہ دار نہیں ہے۔ کیا ایسی عورت کیساتھ صرف اس کے کہنے پر اعتماد کر کے شادی کرنا جائز ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر عورت مذکورہ دیانت دار ہو، یا تحری، سوچ وفکر کے ذریعے اس کے قول پر اعتماد پیدا ہو جائے تو اس کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے۔

لما في القرآن الكريم (النساء: ٢٤): ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تمسكوهن ضراراً لتعتدوا، ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه﴾ (سورة البقرة: ٢٣١)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ٢٢٨)

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتىٰ يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ٢٣٥)

"وإذا طهرت من الحيض الأخير: أي من الحيضة الأخيرة التي تنقضي العدة بها وهي الحيضة الثالثة إن كانت حرة". (مجمع الأنهر، باب الرجعة: ١/٤٣٥، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"وتحل للأزواج بمجرد انقطاع العدة؛ لأن انقضائها بانقضاء الحيضة الثالثة، وقف انقضت بيقين". (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في شرائط جواز الرجعة: ٤/٣٩٦، دار الكتب العلمية، بيروت)

وفي التفسير المظهري (٤٦/٢): ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ عطف علىٰ أمهاتكم يعنى حرمت عليكم المحصنات من النّساء أى ذوات الأزواج لا يحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها أو يطلقها وتنقضى عدّتها من الوفاة أو الطلاق.

وفي الدرالمختار (٥٢٩/٣): لو قالت امرأته لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي لا بأس أن ينكحها.

وفي الرد تحته: قوله (لا بأس أن ينكحها) في الخانية قالت ارتد زوجي بعد النكاح وسعه أن يعتمد على خبرها ويتزوجها وإن أخبرت بالحرمة بأمر عارض بعد النكاح من رضاع طارء أو نحو ذلك فإن كانت ثقة أو لم تكن ووقع في قلبه صدقها فلا بأس بأن يتزوجها إلا لو قالت كان نكاحي فاسدا أو كان زوجي علىٰ غير الإسلام لأنها أخبرت بأمر مستنكر، آه، أى لأن الأصل صحة النكاح، سائحاني. (نجم الفتاویٰ: ۱۷۱/۴)

اس وعدہ پر عورت نے طلاق حاصل کی کہ فلاں سے شادی نہیں کروں گی، اب اس سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: مسماۃ رحمتہ النساء نے اپنے شوہر عبدالستار سے بذریعہ عدالت اس پنچ نامہ پر طلاق حاصل کی کہ میں مسماۃ نے اس بات کو منظور کرلیا ہے کہ میں احمد بیگ ولد بہادر سے نکاح ہرگز نہ کروں گی، اگر کروں گی تو نکاح ناجائز رہے گا، لہٰذا ہم پنچان کے روبرو عبدالستار نے طلاق شرعی دے دی اور لفظ تین طلاق پے در پے بزبان خود دے کر اپنی زوجیت سے علاحدہ کردیا، اس کی پہلی دفعہ میں یہ بھی صراحت ہے کہ مدعا علیہ رضامند ہے کہ وہ طلاق دے دے اور سوائے احمد بیگ کے مسماۃ کو اختیار ہے، جس سے چاہے نکاح کرے، یا نہ کرے، اس فیصلہ کے بعد احمد بیگ کا نکاح مسماۃ رحمتہ النساء سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

اس صورت میں احمد بیگ کا نکاح مسماۃ رحمتہ النساء سے ہوسکتا ہے، اس فیصلہ ثالثی کا اور اقرار کا کہ جو مسماۃ نے کیا ہے، کچھ اثر اس نکاح پر نہ واقع ہوگا اور نکاح صحیح رہے گا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۹۳/۷)

مطلقہ کا نکاح شوہر کے چچازاد چچا سے درست ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، اس عورت مطلقہ کا نکاح پہلے شوہر کے چچازاد چچا؛ یعنی شوہر کے باپ کے چچازاد بھائی سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور عورت مطلقہ غیر مدخولہ ہے تو اس پر عدت لازم ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

اس عورت مطلقہ کا نکاح پہلے شوہر کے چچازاد؛ یعنی شوہر کے باپ کے چچازاد بھائی سے درست ہے؛ بلکہ اگر شوہر کے

(۱) اس میں وجہ حرمت نہیں ہے۔ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤، ظفير)

حقیقی چچا سے بھی نکاح کیا جاتا تو درست ہوتا،(۱) اور چونکہ مطلقہ غیرہ مدخولہ ہے؛ اس لیے اس پر عدت لازم نہیں ہے۔

كما قال الله تعالىٰ:﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَما لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَها﴾(سورة الأحزاب: ٤٩، ظفير) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۳/۷)

بھائی کی مطلقہ متہمہ سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی منکوحہ عورت کو اپنے والد کے ساتھ زنا کی نسبت [الزام] دے کر طلاق دے دی اور اس کا والد اور عورت ہر دو زنا سے منکر ہیں، ایک گواہ بھی موجود نہیں، اب عورت مذکورہ کا نکاح خاوند اول کے بھائی سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں عدت گزرنے کے بعد شوہر اول کے بھائی سے نکاح درست ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۵/۷-۱۷۶)

بیوی کے لڑکے کی مطلّقہ سے نکاح:

سوال: ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس عورت کے ایک لڑکا پہلے خاوند سے تھا، اس لڑکے کا نکاح اس شخص نے ایک عورت سے کر دیا، اس لڑکے نے اس عورت کو طلاق دے دی، پھر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا، اس نے بھی اسے طلاق دے دی، اب اگر یہ شخص اس عورت سے نکاح کرے تو درست ہے، یا نہیں؟ فقط، بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر شخص مذکور اس عورت سے نکاح کرے تو درست ہے؛ یعنی اپنی عورت کے اس لڑکے کی زوجہ سے، جو شوہر اول سے ہے، نکاح درست ہے۔

قال الله تعالىٰ:﴿وأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(۳) ودليله ما قال في الشامي: ولاتحرم بنت زوج الأم ولا أمه (إلىٰ أن قال) ولا زوجة الربيب ولازوجة الراب.(۴)

کتبہ رشید احمد، الجواب صحیح: بندہ عزیز الرحمٰن (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۴۲) ☆

(۱،۲) کوئی وجہ حرمت نہیں۔﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(النساء: ٢٤) میں داخل ہے۔(ظفیر)

(۳) اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا (ترجمہ شیخ الہند) (نساء: ۲۴)

(۴) شامي فصل في المحرمات: ص ۲۷۹/ ج: ۲ (مطبع مجتبائی دہلی: ۱۲۸۸ھ) نیز ص: ۳۰۳ جلد دوم [مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، پاکستان ۱۳۹۹ھ] نیز ص: ۳۱/ ج: ۳ [دارالفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء] [نور]

☆ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مجموعہ فتاویٰ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب: ۳۰۵/۷، ۳۰۶ (دیوبند: ۱۳۹۰ھ)

مطلقہ بھاوج سے نکاح:

سوال: کیا بڑے بھائی کے طلاق شدہ بیوی سے چھوٹا بھائی نکاح کرسکتا ہے؟ (عرفات، باکارم)

الجواب

طلاق شدہ بھاوج سے نکاح کرنا جائز ہے، جن عورتوں سے ہمیشہ کے لیے نکاح کرنا حرام نہیں ہے؛ بلکہ محض دوسرے کی منکوحہ ہونے کی بنیاد پر نکاح حرام ہے، ان پر اگر اپنے شوہر کی جانب سے طلاق ہوجائے تو ان سے نکاح حلال ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے کچھ رشتہ داروں کا ذکر کیا، جن سے نکاح حرام ہے اور پھر ان کے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح کو حلال قرار دیا ہے: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۱) بھاوج ان محرمات میں داخل نہیں ہے؛ اس لیے ظاہر ہے کہ مطلقہ بھاوج سے نکاح کرنا درست ہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۲۹/۴-۳۳۰)

دو بھائی کی اولاد کا آپس میں نکاح جب کہ دوسرے بھائی نے پہلے بھائی کی بیوی سے حلالہ کیا ہو:

سوال: محمد شاہد محمد زاہد دونوں حقیقی بھائی ہیں، دونوں ہی شادی شدہ ہیں۔ محمد شاہد نے اپنی بیوی مسماۃ جمیلہ کو- جو کئی بچوں کی ماں ہے- غصہ میں تین طلاق دے دی، عدت کے بعد محمد زاہد سے نکاح کردیا۔ ۱۲، ۱۳/دن کے بعد محمد زاہد نے مسماۃ جمیلہ کو تین طلاق دے دی۔ عدت کے بعد پھر مسماۃ جمیلہ کا نکاح محمد شاہد سے ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ محمد شاہد محمد زاہد کی اولاد کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

محمد شاہد اور محمد زاہد کی اولاد کا آپس میں نکاح درست ہے، محمد شاہد کی بیوی کے نکاح بعد طلاق وعدت محمد زاہد سے ہوجانے کی وجہ سے ان کی اولاد کے نکاح میں رکاوٹ اور حرمت پیدا نہیں ہوگی۔

"لا بأس بأن يتزوج الرجل إمرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي، آه". (عالمگیری: ۲۷۷/۱) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۲/۲۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۵/۱۱)

بیوی کی تبدیلی:

سوال: دو بھائیوں کے نکاح میں دو بہنیں تھیں، دونوں سے طلاق دے دی اور چھوٹے بھائی سے بڑے بھائی کی بیوی نے نکاح کرلیا اور بڑے بھائی سے چھوٹے بھائی کی بیوی نے، اب پھر اپنی اپنی بیویوں کو لوٹانا چاہتے ہیں؟

---

(۱) النساء: ۲٤

(۲) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۲۷۷/۱، رشيدية

الجواب

دونوں بھائی طلاق دے کر اپنی اپنی سابقہ بیوی سے عدت گزارنے کے بعد نکاح کر سکتے ہیں۔فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱۵/۷)

بھانجہ کی بیوہ، یا مطلقہ سے نکاح درست ہے:

سوال: بھانجہ کی بیوہ سے ماموں نکاح کرسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب

کرسکتا ہے۔(۱)

(یعنی بھانجہ کے طلاق دے دینے، یا مرجانے کے بعد جب عدت گزر جائے۔ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۹/۷)

بھتیجہ کے مطلقہ سے نکاح درست ہے، یانہیں:

سوال: بھتیجہ کی بیوی مطلقہ سے بعد عدت کے نکاح درست ہے، یانہیں؟

الجواب

درست ہے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۲/۷)

شوہر کا حقیقی چچا جو عورت کا حقیقی خالو ہے؛ مگر خالہ مرچکی ہے، کیا طلاق کے بعد اس سے نکاح درست ہے:

سوال: محمد بخش مسماۃ بھوری کا حقیقی خالو ہے اور مسماۃ بھوری کے خاوند کا نام شادی ہے، شادی مذکور کا محمد بخش چچا حقیقی ہے، اگر شادی مسماۃ بھوری کو طلاق دے اور مسماۃ بھوری محمد بخش سے نکاح کرلے تو جائز ہے، یانہیں؛ جب کہ مسماۃ بھوری کی خالہ حقیقی فوت ہوگئی ہے اور کچھ اولاد نہیں ہے؟

الجواب

محمد بخش کا نکاح اس صورت میں اپنی بیوی متوفیہ کی بھانجی مسماۃ بھوری سے درست ہے اور بھتیجہ کی مطلقہ سے بھی بعد عدت کے نکاح درست ہے۔پس محمد بخش کا نکاح مسماۃ بھوری سے اس صورت میں دو وجہ [دونوں صورتوں میں] سے صحیح ہے۔

كما قال الله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (الآية) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۶/۷)

(۱،۲) یہ بھی ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤) میں داخل ہے۔ظفیر

(۲) سورة النساء: ٢٤، ظفیر

طلاق شدہ چچی سے نکاح:

سوال: کیا طلاق شدہ چچی سے بھتیجا نکاح کرسکتا ہے؟ (محمد عرفات، باکارم)

الجواب

اللہ تعالیٰ نے چند مخصوص رشتوں کو حرام قرار دیا ہے، جن میں چچا کی بیوی داخل نہیں ہے اور ارشاد فرمایا کہ ''اس کے سوا عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں'' ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَاوَرَاءَ ذٰلِکُمْ﴾ (۱) لہٰذا چچی سے اگر حرمت کا کوئی اور رشتہ نہ ہو تو عدت گزرنے کے بعد نکاح کیا جاسکتا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۳۰)

ماموں کی مطلقہ سے شادی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: عیدو پسر رمضانی نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، عبداللہ کا جو کہ عبداللہ کا رشتہ میں ماموں ہوتا ہے، نکاح عیدو کی زوجہ مطلقہ سے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

عبداللہ کا نکاح اس صورت میں عیدو پسر رمضانی کی زوجہ مطلقہ سے بعد گزرنے عدت طلاق کے، جو کہ تین حیض ہیں، درست اور جائز ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۷/۲۴۴)

ماموں کی مطلقہ سے نکاح:

سوال: کیا ایک شخص اپنی ماں کے چچازاد بھائی کی مطلقہ سے نکاح کرسکتا ہے؟ جب کہ اس عورت سے اس مرد کا کوئی اور رشتہ نہیں ہے؟ (آر، سکندر)

الجواب

حقیقی ماموں کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا درست ہے، یہ تو رشتہ کے ماموں کی مطلقہ بیوی ہے، اس سے تو بدرجہ اولیٰ نکاح درست ہوجائے گا۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۳۹، ۳۴۰)

غیر مدخولہ مطلقہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت سے نکاح ہوا اور خلوت سے پہلے ہی طلاق ہوگئی تو اب اس کی لڑکی کے ساتھ اس مرد کا نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

---

(۱) النساء: ۲٤

(۲) ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤، ظفیر

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں جب خلوت نہ ہوئی اور اس سے پہلے ہی طلاق ہوئی ہے تو اس کی لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ ہاں! اس کی ماں کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾(۱)

(ترجمہ: اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو کہ (عادۃً) تمہاری پرورش میں رہتی ہیں، جوان بیویوں سے [ہوں] جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو، اگر تم نے صحبت نہیں کی تو ان سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔)

حدیث شریف میں ہے:

"باب ما جاء من يتزوج المرأة ثم يطلقها قبل أن يدخل بها يتزوج ابنتها أم لا،حدثنا قتيبة نا ابن لهيعة عن عمرو ابن شعيب عن بيه عن جده أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: أيما رجل نكح امرأةً د خل بها فلا يحل له،نكاح ابنتها فإن لم يكن دخل بها فلينكح ابنتها،وأيما رجل نكح امرأةً فد خل بها أولم يدخل فلا يحل له نكاح أمها. (جامع الترمذی: ۱۳۳/۱)(۲)

اور ہدایہ" میں ہے:

ولا يأمر امرأته التى دخل باينتها أولم يدخل لقوله تعالىٰ وأمهات نسائكم.من غير قيد الدخول.ولا بنت امرأته التى دخل بها لثبوت قيد الدخول بالنص سواء كانت فى حجره أوفى حجر غيره،إلخ. (الهداية،فصل فى المحرمات: ۲۸۷/۲-۲۸۸) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/-------)

منکوحہ غیر مدخولہ مطلقہ کی لڑکی سے اپنی لڑکے کا نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے ہندہ سے نکاح کر کے بلا خلوت صحیحہ طلاق دے دی اور زبیدہ سے نکاح کرلیا اور زبیدہ کے بھائی بکر نے ہندہ سے نکاح کرلیا، زبیدہ کے زید سے لڑکا پیدا ہوا اور ہندہ کے بکر سے لڑکی پیدا ہوئی۔ ان دونوں میں نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس صورت میں زبیدہ کے پسر کا نکاح ہندہ کی دختر سے درست ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۶۹/۷)

---

(۱) سورة النساء: ۲٤،انيس

(۲) سنن الترمذى،باب ما جاء من يتزوج المرأة ثم يطلقها قبل أن يدخل بها يتزوج ابنتها أم لا،رقم الحديث: ۱۱۱۷،انيس

(۳) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(سورة النساء: ۲٤،ظفير)

مرید کی مطلقہ سے شادی جائز ہے:

سوال: کسی پیر نے اپنے مرید کی بیوی سے اس مرید کے طلاق دینے کے بعد عورت سے شادی کی، آیا اس پیر پر کسی قسم کا کوئی الزام تو نہیں؟ ایسا کرنا درست ہے، یا نہیں؟
اور اس پر طعن کرنا کیسا ہے؟ اور طعن کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر اس پیر نے اس مرید کی بیوی سے مرید کے طلاق دینے اور عدت گزرنے کے بعد نکاح کیا ہے تو شرعاً اس پیر پر کچھ الزام نہیں، (۱) اور شریعت کے اصول کے موافق اس پر کچھ مواخذہ نہیں ہے، بشرطیکہ کوئی اور وجہ حرمت وعدم صحت نکاح نہ ہو، محض اس وجہ سے کہ مرید کی بیوی سے نکاح کر لیا، طعن کرنا بے جا ہے، جس امر کو اللہ تعالیٰ نے جائز اور حلال فرمایا، اس میں کسی کو مجال اعتراض نہیں ہے اور طعن کرنے کی گنجائش نہیں، جو شخص طعن کرے، وہ گناہ گار ہے۔ فقط
(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۸۸/۷)

کیا میں اپنی مطلقہ والدہ کو لے کر والد کے گھر رہ سکتی ہوں:

سوال: میرا نام ہندہ ہے، میں اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہوں، میرے والد نے میری والدہ کو تاریخ ۳/۱۰/۲۰۰۸ء کو طلاق دی ہے، والدہ کے میکے میں دو بھابھی اور ایک بہن ہے، جو بیوہ ہے، بھائی اور بھابھی کو والدہ کی عدت کے لیے کہا تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، میرا ایک بھائی بھی ہے، جو گھر داماد کے طور پر رہتا ہے، والدہ کو بھائی اپنے گھر عدت کے لیے لے گیا؛ مگر بھابھی والدہ کے ساتھ جھگڑا کرتی رہی اور چھ دن بعد میری چھوٹی بہن کے گھر عدت پوری کرنے کے لیے لے گئے تو یہ صحیح ہوا، یا نہیں؟ یا عدت پھر سے گزارنی ہوگی؟ اور عدت کب ختم ہوگی؟
اب عدت کے بعد میرا اور میری والدہ کے رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، میری شادی نہیں ہوئی ہے، میں اور والدہ ایک ساتھ اکیلے رہ نہیں سکتے، ہمارا گھر دو منزل کا ہے، میرے والد اوپر کی منزل پر کوئی بھی دو کمرہ دینے کے لیے راضی ہے تو کیا میں اور میری والدہ رہنے کے واسطے والد کے مکان میں نیچے، یا اوپر رہ سکتے ہیں؟

---

(۱) ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء: ٢٤) ''أى ما عدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال''. (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١، سهيل اكادمى لاهور، انيس)

فى الدر المختار (كتاب النكاح: ٣/٣): (هو) عند الفقهاء (عقد يفيد ملك المتعة) أى حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعى فخرج الذكر والخنثى المشكل والوثنية لجواز ذكورته والمحارم والجنية وإنسان الماء. (انيس)

وفى الجوهرة النيرة (٦٩/٢): فالشرط ان يتصور التحريم من الجانبين وحاصله أن المانع من النكاح خمسة اوجه النسب والسبب والجمع وحق الغير والدين. (انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

صورت مسئولہ میں طلاق دینے والے مرد پر لازم تھا کہ عدت کی مدت ختم ہونے تک عورت کے رہنے کا معقول انتظام کرتا؛ تاکہ مطلقہ کو عدت گزارنے کے لیے دوسری جگہ جانے کی نوبت نہ آتی؛ لیکن اب عدت ختم ہوچکی ہے تو اس کے رہنے کا انتظام کرنا مرد پر لازم نہیں ہے، عورت اپنے لڑکے اور لڑکی کے ساتھ رہ سکتی ہے؛ لیکن لڑکا سسرال میں رہائش رکھنے کی وجہ سے والدہ کو ساتھ میں نہ رکھ سکتا ہو تو کرایہ سے مکان لے کر ماں کے رہنے کا انتظام کرے، اگر یہ بھی نہ ہوسکتا ہو اور لڑکی باپ والے گھر میں ماں کو لے کر رہ سکتی ہو تو اس کے لیے شرط یہ ہے کہ باپ کے ساتھ ماں کا کبھی آمنا سامنا نہ ہو، اس کا خیال رکھا جائے، اس شرط کے پورے اہتمام کے ساتھ ہی رہ سکتی ہے۔

عدت کی مدت تین حیض ہے؛ لیکن عورت کو کبر سنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ یعنی ۹۰ (نوے) دن پورے کرنے سے عدت ختم ہوجائے گی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دینیہ:۳/۳۳۱-۳۳۲)

☆ ☆ ☆

(۱) ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾(سورة البقرة:۲۲۸)انیس)

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾(سورة الطلاق:٤)انیس)

بیوہ عورتوں سے نکاح

نکاحِ بیوہ کا حکم:

سوال: بیوہ کا نکاح افضل ہے، یا یوں ہی بحالت شباب بیٹھ رہنا بہتر ہے؟

الجواب

اگر بیوہ صاحب اولاد نہ ہو تو اس کو نکاح کر لینا افضل ہے اور دوسرے نکاح کو عیب سمجھنا تو سخت گناہ ہے اور اگر صاحب اولاد ہے اور دوسرے نکاح سے ان بچوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے کہ شوہر کی خدمت وغیرہ کی وجہ سے ان بچوں کی پرورش بخوبی نہ کر سکے گی تو نکاح نہ کرنا بہتر ہے اور اگر بچوں کی پرورش سے نکاح ثانی مانع نہ ہو تو اس صورت میں بھی نکاح ہی افضل ہے اور یہ تفصیل اس وقت ہے، جب کہ بیوہ کو نکاح نہ کرنے کی صورت میں اپنے نفس پر پورا قابو ہو اور گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ بہر صورت نکاح لازم ہے۔ (امداد الاحکام: ۲۰۳/۳)

بیوہ سے نکاح درست ہے:

سوال: زید نے ایک پانچ سال کی بیوہ کا نکاح ایک شخص سے پڑھایا؛ مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ بیوہ حاملہ ہے، آیا نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اور زید کے ذمہ کچھ مواخذہ تو نہیں؟

الجواب

نکاح درست ہو گیا؛ مگر جب حمل ناکح کا نہ ہو تو اس کو تا وضع حمل مجامعت کرنا حرام ہے اور زید کے ذمہ کچھ مواخذہ نہیں۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲۰۵/۷)

روپیہ دے کر بیوہ کا نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: قوم آہن گر میں یہ رواج ہے کہ بدون روپیہ دیئے نکاح بیوہ کا نہیں کرتے، نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

(۱) أخبرها ثقة أن زوجه الغائب مات أو طلقها ثلاثاً، إلخ، وكذا لو قالت امرأة لرجل طلقني زوجي وإنقضت عدتي لابأس أن ينكحها. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب العدة: ۸۴۷/۲)

وصح نكاح حبلىٰ من زنا، إلخ، وإن حرم وطؤها حتىٰ تضع إلخ ولو نكحها الزاني حل له وطؤها. (الدر المختار، فصل في المحرمات: ۴۰۱/۲، ظفير)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

نکاح صحیح ہوجاوے گا؛ لیکن روپیہ لینے اور دینے کا گناہ ہوگا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۵۴)

بیوہ عورت سے نکاح کرنا جائز ہے:

سوال: جو عورت بیوہ ہوجائے، اس سے نکاح کرنے میں شرعا کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

جب کوئی دوسری وجہ حرمت موجود نہ ہوتو بیوہ سے نکاح درست ہے، شریعت مقدسہ میں کہیں بھی بیوہ عورت سے نکاح ناجائز ہونے کا کوئی ذکر نہیں؛ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سوائے حضرت عائشہؓ کے باقی تمام ازواج مطہرات بیوہ، یا مطلقہ تھیں؛ اس لیے بیوی عورت سے نکاح کو منحوس جاننا زیادت علی الشرع ہے۔

قال اللّٰہ سبحانہ وتعالٰی: ﴿وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ﴾ إلخ، والأیامی جمع الأیم من النّساء من لا زوج لها بکراً کانت أو مطلّقة أو أرملة. (معجم لغة الفقهاء، ص: ۹۹) (۲) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۳۱)

نکاحِ بیوگان کو برا سمجھنے والوں کا حکم:

سوال: بعض علاقوں میں دیکھا گیا ہے، اگر کسی عورت کا شوہر فوت ہوجائے تو وہ دوبارہ اس کا نکاح کسی اور سے نہیں کراتے، اگر چہ وہ عورت نوجوان ہی کیوں نہ ہو، وہ اس کو عیب شمار کرتے ہیں، اگر کوئی عورت نکاح کر بھی لے تو دوسری عورتیں اس پر طعن وتشنیع کرتی ہیں، آیا واقعی بیوہ کا نکاح کرنا عیب ہے؟ اگر عیب نہیں ہے تو جو لوگ اس کو عیب شمار کرتے ہیں اور نکاح کرنے والوں پر طعن کرتے ہیں۔ شرعاً ان کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر کسی عورت کا شوہر فوت ہوجائے تو ایام عدت یعنی (اگر حاملہ ہے تو وضع حمل اور غیر حاملہ ہے تو چار مہینے دس دن) تک وہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی، جب مذکورہ عدت پوری ہوجائے تو دوسرا نکاح کرنا جائز؛ بلکہ حصول پاکدامنی کے لیے ضروری ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے نکاح ہوئے، ان میں سے اکثر ازواج مطہرات بیوہ تھیں، لہٰذا شریعت میں بیوہ عورت کا نکاح کرانا جائز؛ بلکہ مستحسن ہے اور اس کو عیب شمار کرنا، ان لوگوں کی سراسر جہالت اور شریعت کے احکام سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

---

(۱) أخذ أهل المرأة شیئاً عند التسلیم فللزوج أن یسترده؛ لأنه رشوة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب المهر: ۲/۵۰۳، ظفیر)

(۲) وعن أنس رضی اللّٰہ عنه قال: من السنة إذا تزوج الرجل البکر علی امرأته أقام عندها سبعاً و قسم وإذا تزوج الثیب علی امرأته قام عندها ثلاثاً. (نصب الرأیة: ۳/۲۱۵، کتاب النکاح. باب القسمة) ومثله فی ردّ المحتار: ۲/۴۳۴، کتاب النکاح

لما فی القرآن الکریم (البقرة: ۲۳۴-۲۳۵): وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَيَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا يَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا فَعَلۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ○وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا عَرَّضۡتُمۡ بِهٖ مِنۡ خِطۡبَةِ النِّسَآءِ اَوۡ اَكۡنَنۡتُمۡ فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمۡ سَتَذۡكُرُوۡنَهُنَّ وَلٰـكِنۡ لَّا تُوَاعِدُوۡهُنَّ سِرًّا اِلَّاۤ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا وَلَا تَعۡزِمُوۡا عُقۡدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡكِتٰبُ اَجَلَهٗ﴾(الآية)

وفی صحیح البخاری(۷۶۰/۲): عن عائشة رضی الله عنها، قالت: قلت یا رسول الله، أرأیت لو نزلت وادیا وفیه شجرة قد أکل منها، ووجدت شجرا لم یؤکل منها، فی أیها کنت ترتع بعیرک؟ قال: فی الذی لم یرتع منها تعنی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یتزوج بکرا غیرها.

وفی الدر المختار (۵۱۰/۳): (و) العدة (للموت أربعة أشهر) بالأهلة لو فی الغرة کما مر (وعشرة) من الأیام.

وفی الرد تحته: مطلب فی عدة الموت قوله (والعدة للموت) أی موت زوج الحرة أما الأمة فیأتی حکمها بعیده قوله (کما مر) أی قریبا قوله (من الأیام) أی واللیالی أیضا کما فی المجتبی.

وفی الفقه الإسلامی وأدلته (۷۱۹۸/۹): ثانیاً تحریم الزواج: لا یجوز للأجنبی إجماعاً نکاح المعتدة، لقوله تعالی: }ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب أجله {أی لا تعقدوا عقد النکاح حتی تنقضی العدة التی کتبها الله علی المعتدة، ولبقاء الزوجیة فی الطلاق الرجعی، وبعض آثار الزواج فی الطلاق الثالث والبائن. وإذا تزوجت فالنکاح باطل، لأنها ممنوعة من الزواج لحق الزوج الأول، فکان نکاحاً باطلاً کما لو تزوجت وهی فی نکاحه، ویجب أن یفرق بینه وبینها. ویجوز لصاحب العدة أن یتزوج المعتدة؛ لأن الإلزام بالعدة إنما شرع مراعاة لحق الزوج، فلا یجوز أن یمنع حقه، فالعدة لحفظ مائه وصیانة نسبه، ولا یصان ماؤه عن بعضه، ولا یحفظ نسبه عنه، فإذا انقضت العدة جاز لأی شخص أن یتزوجها. (نجم الفتاویٰ:۱۷۳/۴-۱۷۴)

بیوہ کے نکاح ثانی کا حکم:

سوال: پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جس بیوہ کا چھوٹا بچہ ہوتو اس کے لیے نکاح ثانی کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے، کیا بیوہ عورت کا چھوٹے بچے کی وجہ سے نکاح ثانی نہ کرنا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح کرنا، یا نہ کرنا انسان کا ذاتی فعل ہے، بیوہ کو عدت وفات کے بعد دوسرا نکاح کرنے کی شرعاً اجازت ہے، اس کو رواج، یا رسم کی وجہ سے نہ روکا جائے؛ تاہم اگر کوئی بیوہ عورت اپنی اولاد کی پرورش کے لیے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

إن امرأة قالت: يارسول الله! إن ابنی هٰذا كان بطنی له وعاء وثدی لهٗ سقا وحجری له حواء و إن أباه طلقنی وأراد أن ينزعه منی، فقال عليه السلام: أنت أحق به ما لم تنكحی. [رواه الحمد وأبو داؤد] (مشكاة: ۲۹۳/۲، كتاب النكاح)

وفی الهندية: ولو تزوّجت الأم بزوج آخر وتمسك الصغيرة معها أم الأم فی بيت الراب فللأبّ أن يأخذها منها صغيرة عند جدّة تخون حقّها فلعما تها أن تأخذها منها إذا طهرت خيانتها. (الفتاوٰی الهندية: ۵٤۱/۱، الباب السادس عشر فی الخصانة) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۰۴/۴)

بیوہ سے نکاح کے لیے اس کے بچوں کو دیکھنے پر اصرار کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست سیفی صاحب کا عنقریب ایک بیوہ سے نکاح کا ارادہ ہے انہوں نے ایک نظر بیوہ کو دیکھ بھی لیا ہے؛ لیکن اب سیفی صاحب کا کہنا ہے کہ میں بیوہ کے بچوں کو بھی دیکھوں گا؛ تاکہ مجھے اور تسلی ہوجائے کہ اس عورت کے بچے کیسے ہوتے ہیں، چھوٹے لڑکے کو تو دکھا دیا؛ لیکن ایک لڑکی بالغہ ہے، اسے دکھانے کا مسئلہ بن رہا ہے، سیفی صاحب بھی بضد ہیں۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے بیوہ کے بچوں کو اس نیت سے دیکھنا جائز ہے؟ مدلل جواب دیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اولاً یہ بات ذہن نشین رہے کہ اجنبی نامحرم عورت کو دیکھنا شریعتِ مطہرہ میں ناجائز اور حرام ہے، مخطوبہ عورت کو دیکھنے کا جواز فقط اباحت کے درجے میں ہے، اسے بھی اگر لڑکی کے اولیاء منع کردیں تو وہ منع کرسکتے ہیں؛ کیوں کہ مخطوبہ عورت بھی حقیقتاً نامحرم ہی ہے، البتہ اس کے ساتھ چوں کہ پوری زندگی گزارنی ہے، لہٰذا شریعت نے اسے دیکھنے کی گنجائش دی ہے؛ لیکن اس کے بچوں کو دیکھنا اور یہ اندازہ لگانا کہ اس عورت کی اولاد کیسی ہوتی ہے، یہ بے معنی اور لغو حرکت ہے، بالخصوص بالغہ لڑکی کو دیکھنا تو اس کے لئے قطعاً جائز نہیں؛ کیوں کہ وہ اس کے حق میں بالکل اجنبیہ اور نامحرم ہے۔

لما فی القرآن الكريم (النور: ۳۰): ﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾

وفی مشكاة المصابيح (ص: ۲٦۸): وعن جرير بن عبد الله قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نظر الفجاءة فأمرنی أن أصرف بصری. [رواه مسلم]

وفی مرقاة المفاتيح (۱۹۷/٦): فأمرنی أن أصرف بصری أی لا أنظر مرة ثانية لأن الأولٰى إذا لم تكن بالاختيار فهو معفو عنها فإن أدام النظر إثم وعليه قوله تعالٰى ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾ (الآية)

وفی الشامية (٣٧٠/٦):فظاهر تخصيص النظر إليها أنه لا يحل للخاطب النظر إلى ابنها إذا خاف الشهوة ومثله بنتها وتقييد الاستثناء بما كان لحاجة أنه لو اكتفى بالنظر إليها بمرة حرم الزائد لأنه أبيح للضرورة فيتقيد بها. (نجم الفتاویٰ:۱۴۷/۴)

بچوں والی عورت کے لیے دوسری شادی کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے۔اس عورت کے دو بچے ہیں۔ایک پانچ سال کا لڑکا ہے اور ایک تین سال کی لڑکی ہے۔اب اس عورت کو دوسری شادی کرنی چاہیے، یا بچوں کی پرورش کے لیے دوسری شادی نہ کرے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر اس عورت کو دوسری شادی کرنے کی خواہش ہو، یا یہ خطرہ ہو کہ اگر شادی نہ کروں گی تو فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گی تو اس کو چاہیے کہ دوسری شادی کرلے بشرطیکہ عدت گزر جائے۔اگر یہ خطرہ نہ ہو اور خواہش بھی دوسری شادی کی نہ ہو تو پھر بچوں کی پرورش کرلے۔

لمافی القرآن المجيد (البقرة:٢٣٤):﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

وفی مبسوط السرخسی (١٢/٥):وإذا طلقتم النساء وبه تقول إن من طلق امرأته وانقضت عدتها فليس له أن يمنعها من التزوج بزوج آخر،الخ.

(ص:١٠٧):ومنه حديث عبد الرحمن بن مروان قال زوجت امرأة معنا فی الدار ابنتها فجاء أولياؤها فخاصموها إلى علی رضی اللّٰه عنه فأجاز النكاح.ومنه حديث بحرية بنت هانیء قالت زوجت نفسی من القعقاع بن شور فخاصم أبی إلى علی رضی الله عنه فأجاز النكاح.

وفی الهندية (٢٦٧/١):ومنها المحل القابل وهی المرأة التی أحلها الشرع بالنكاح،كذا فی النهاية.

وفی (ص:٥٤١):وإنما يبطل حق الحضانة لهؤلاء النسوة بالتزوج إذا تزوجن بأجنبی فإن تزوجن بذی رحم محرم من الصغير كالجدة إذا كان زوجها جدا لصغير أو الأم إذا تزوجت بعم الصغير لا يبطل حقها كذا فی فتاوی قاضی خان.

وفی الشامية (٥٢٩/٣،مطلب فی المنعی إليها زوجها) وفی جامع الفصولين أخبرها واحد بموت زوجها أوبردته أو بتطليقها حل لها التزوج ولو سمع من هذا الرجل آخر له أن يشهد لأنه من باب الدين فيثبت بخبر الواحد. (نجم الفتاوی:۳۵۸/۵-۳۵۹)

شوہر اول کی خبر موت کے بعد نکاح درست ہے؛ مگر جب وہ پھر آ جائے تو بیوی اسی کی ہوگی:

سوال: مسماۃ کنیز فاطمہ بنت کریم الدین متوفی کا نکاح اس کے چچا امام الدین نے بحالت نابالغی عبدالرزاق سے کر دیا تھا؛ لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی، وہ نکاح کر کے کہیں نوکری کے لیے چلا گیا تھا، جانے کے ایک ماہ بعد تک اس کا خط آتا رہا، بعد کو خط وکتابت بند کر دی، چار سال تک کوئی خبر اس کے مرنے جینے کی نہیں آئی، اس کے بعد عبدالرزاق کے مرنے کا خط آیا، خط آنے کے ایک سال بعد مسماۃ کنیز فاطمہ نے نکاح کر لیا، اب دو تین ماہ بعد عبدالرزاق آ گیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مسماۃ مذکورہ مجھ کو مل جاوے، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اور کون سا نکاح جائز ہے؟

الجواب

موت شوہر اول کی خبر پر جو نکاح کیا گیا تھا وہ صحیح ہو گیا تھا، اسی لئے جو اولاد اس سے ہو، وہ صحیح النسب ہے اور شوہر ثانی کی ہوگی؛ لیکن جب کہ شوہر اول واپس آ گیا اور موت کی خبر غلط نکلی تو وہ اپنی زوجہ کو لے سکتا ہے، اس کا نکاح قائم ہے اور اس کے آنے پر نکاح ثانی کو فسخ کا حکم ہو جائے گا۔

كما في الشامي: لكن لو عاد حياً بعد الحكم بموت أقرانه قال ط: الظاهر أنه كالميت إذا أحى والمرتد إذا أسلم ... ثم قال: بعد رقمه رأيت المرحوم أبا السعود نقله عن الشيخ شاهين ونقل أن زوجته له والأولاد للثاني، إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۹/۷)

شوہر کی موت ثابت ہو جانے کے بعد عورت دوسری شادی کر سکتی ہے:

سوال: مسماۃ کریماً بنت علی محمد جس کی شادی ننھے سے ہوئی تھی، عرصہ سات سال سے وہ گم ہے اور وہ میرا حقیقی ہمشیرہ زادہ ہے، اب لڑکی کی عمر اٹھارہ سال ہے، آیا عقد ثانی ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ الٰہی بخش ہمشیرہ زادہ حقیقی سالی سے و نیز اہل محلّہ ہندو مسلمان کی زبانی وتحریر سے واضح ہے کہ ننھا مذکورہ دریا میں ڈوب کر بقضائے الٰہی فوت ہو گیا اور مدعی محمد الٰہی بخش مذکور کو اپنی تحریر سے اجازت عقد دیتا ہے۔

الجواب

اگر ننھے مذکور کی موت ثابت ہو گئی ہے تو مرنے کے بعد اس کی زوجہ عدت وفات؛ یعنی دس دن چار ماہ پوری کر کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۲/۷)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب المفقود: ۴۵۸/۳. ظفير

(۲) أخبرها ثقة أن زوجها الغائب مات أو طلقها ثلاثاً أو أتاها منه كتاب على يد ثقة بالطلاق إن أكبر رائها أنه حق فلابأس أن تعتدوا يتزوج. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب العدة: ۸۴۷/۲، ظفير)

جس کی موت کا ظن غالب ہو، اس کی بیوی شادی کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: زاہد ریل میں تھا، جب ریل امروہہ سے چلی تو ایک ڈیڑھ میل چل کر پل ٹوٹ جانے کی وجہ سے انجن مع چند ڈبوں کے ڈوب گیا، اس کے بعد بہت تلاش کی گئی، کوئی پتہ نہیں چلا، اس کی عورت حاملہ تھی، جس کے بچہ پیدا ہو چکا ہے۔ آیا زاہد مذکور کی زوجہ کا عقد ثانی کردیا جاوے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں؛ چوں کہ موت زاہد کی بظن غالب ثابت ہے؛ اس لیے اس کی زوجہ اب بعد گزرنے عدت وفات کے نکاح کرسکتی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۸/۷)

بیوی کے رہتے ہوئے اس کے باپ کی دوسری بیوہ سے شادی کرنا کیسا ہے:

سوال: زید کے دو بیویاں ہیں فاطمہ اور زینب، فاطمہ سے زید کے ایک لڑکی ہے، وہ لڑکی خالد کو بیاہ کر کے دینا ہے، کچھ عرصہ بعد زید مر گیا، اس صورت میں خالد زینب کے ساتھ جو اس کی ماموں زاد بہن بھی ہے، نکاح کرسکتا ہے، یا نہ؟

الجواب

خالد کا نکاح اس صورت میں زینب سے درست ہے۔

کما فی الدر المختار: فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها، إلخ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۹/۷-۲۰۰)

جو عورت اپنے آپ کو بیوہ بتلائے، اس سے نکاح:

سوال: بنگلہ دیش سے کچھ عورتیں آتی ہیں، جن کے ساتھ آتی ہیں وہ آدمی اِدھر اُدھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اب عورتیں اِدھر اُدھر مانگی کھاتی پھرتی ہیں اور اپنے کو بیوہ بتلاتی ہیں۔ ان کے بیوہ بتلانے کے مطابق ادھر کے آدمی ان سے نکاح کرسکتے ہیں، یا نہیں؟ صحیح تحقیق نہیں کہ وہ بیوہ ہیں، یا نکاح شدہ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دل گواہی دے کہ وہ عورتیں بیوہ ہیں اور ان کی عدت ختم ہو چکی ہے تو ان سے نکاح کرنا درست ہے۔(۲)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۱۳۹۵ھ۔

---

(۱) أخبرها ثقة أن زوجها الغائب مات أو طلقها ثلاثاً أو أتاها منه کتاب علیٰ ید ثقة بالطلاق إن أکبر رائها أنه حق فلابأس أن تعتدوا وتتزوج. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب العدة: ۸۴۷/۲، ظفیر)

(۲) قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: "وکذا لو قالت امرأته لرجل: طلقنی زوجی وانقضت عدتی، فلابأس أن ینکحها". (الدر المختار)

==

یہ اس وقت ہے، جب کہ تحقیق ممکن نہ ہو اور اگر ان کے وطن سے تحقیق ممکن ہو تو پھر تحقیق کے بعد ہی نکاح کرنا چاہیے، خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ اس کا عام ابتلا ہو رہا ہے اور بعض لوگوں نے اس کو کاروبار بنا رکھا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۳۴)

شوہر کے مرنے کے بعد حاملہ کا نکاح وضع حمل کے بعد درست ہے:

سوال: ایک نوجوان لڑکی اپنے خاوند کے گھر سے نکل کر دوسرے شخص کے گھر میں آباد ہوگئی، اب اس عورت کا خاوند اول فوت ہوگیا اور وہ عورت سات آٹھ ماہ سے زنا سے حاملہ ہے، بعد وضع حمل اگر دونوں ذاتی توبہ کریں تو نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر عورت مذکورہ خاوند سابق کے فوت ہونے سے پہلے ہی حاملہ تھی اور بعد فوت ہونے اس شوہر کے وضع حمل ہوا تو بموجب اس آیت کریمہ: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾ (۱) بعد وضع حمل عدت اس کی ختم ہوگئی، لہٰذا نکاح کرنا اس کو صحیح ہوا، (۲) اور اگر وہ عورت بعد فوت ہونے شوہر سابق کے حاملہ ہوئی اور حمل اس کا زنا سے ہونا محقق ہوا تو پھر قبل وضع حمل بھی اس کا نکاح صحیح ہوسکتا تھا اور بعد وضع حمل تو صحت نکاح میں کچھ شبہ ہی نہیں ہے، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے:

وصح نكاح حبلٰى من زنا، إلخ. (۳) اور صحیح ہے نکاح حاملہ عن الزنا کا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۰۸-۲۰۹)

بیوہ سے نکاح کیا، چھ ماہ بعد بچہ ہوا، نکاح جائز رہا، یا نہیں:

سوال: ایک عورت عرصۂ دراز سے بیوہ تھی، زید نے اس سے نکاح کیا اور وہ عورت حاملہ تھی، بعد چھ ماہ کے بچہ پیدا ہوا، زید کی برادری نے اس عورت سے زید کو علاحدہ کردیا، جس کو عرصہ ایک سال کا ہوا، اب وہ عورت زید کے گھر میں رہنا چاہتی ہے اور زید بھی رکھنا چاہتا ہے، وہ پہلا نکاح جائز رہا یا دوبارہ نکاح کرنا چاہیے؟

== وقال ابن عابدين رحمه الله تعالٰى: "(قوله: لابأس بأن ينكحها) قالت: ارتد زوجي بعد النكاح، وسعه أن يعتمد علٰى خبرها ويتزوجها وإن أخبرت بالحرمة بأمرها عارض بعد النكاح من رضاع طارئ أونحو ذالک، فإن كانت ثقة أولم تكن ووقع في قلبه صدقها لابأس بأن يتزوجها". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في المنعي إليها زوجها: ۳/۵۲۹، سعيد)

(۱) سورة الطلاق: ٤، ظفير

(۲) وفي حق الحامل، إلخ، وضع جميع حملها، إلخ، ولو كان زوجها الميت صغيراً. (الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار، باب العدة: ۲/۸۳۱، ظفير)

(۳) الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، فصل في المحرمات: ۲/٤۰۱، ظفير

الجواب

پہلا نکاح صحیح ہے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۰۰)

جس بیوہ کا بوسہ لیا، اس سے نکاح درست ہے:

سوال: ایک شخص نے ایک عورت بیوہ کا بوسہ لیا اور چھاتی پکڑی، شخص مذکور کا نکاح بیوہ مذکورہ سے درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس عورت بیوہ سے شخص مذکور کا نکاح شرعاً درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۲۶)

بیوہ سے زنا کیا، پھر نکاح کیا، درست ہے، یا نہیں:

سوال: محموداً بیوہ اور زید کنوارہ ان دونوں میں آشنائی ہوکر فعل زنا کے مرتکب ہوئے، حمل رہ گیا، بعدہ ایام حمل میں زید اپنے نکاح میں لایا، یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

نکاح زید کا محموداً سے اس حالت میں صحیح ہوگیا؛ کیوں کہ حاملہ عن الزنا سے حالت حمل میں نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور جب کہ خود زانی سے ہی نکاح ہو تو اس کو قبل وضع حمل وطی کرنا بھی درست ہے۔(كذا في كتب الفقه)(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۵۰)

عدت میں شادی کردی، پھر علاحدہ ہوگئی، اب عدت بعد نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت بیوہ نے عدت وفات کے اندر نکاح ثانی کرلیا، بعد اطلاع ان میں تفریق وعلاحدگی کردی گئی، اب نزاع اس میں ہے کہ بعض عالم کہتے ہیں کہ ان کا نکاح آپس میں بعد عدت کے جائز ہے اور قاضی صاحب نے یہ حکم دیا ہے کہ تمہارا نکاح اب بعد انقضائے عدت کے بھی ناجائز ہے، ہرگز آپس میں نکاح نہ کرنا، یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ حکم نکاح ہوسکتا ہے، پس عدت میں نکاح کرنے کی وجہ سے جو تناؤ ہوا، اس سے توبہ کریں اور عدت گزرنے کے بعد پھر نکاح کرلیویں، اس میں شرعاً کچھ ممانعت نہیں ہے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۲۸-۲۲۹)

---

(۱) وصح نكاح حبلى من زنا، إلخ، وإن حرم و وطؤها ودواعيه حتى تضع. (الدر المختار على هامش رد المحتار، فصل في المحرمات: ۲/۴۰۱، ظفير)

(۲) جب اس عورت سے نکاح جائز ہے، جس سے اس نے زنا کیا ہے تو اس سے تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ لو نكحها الزاني حل له وطؤها. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۰۲، ظفير)

(۳) لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقاً. (الدر المختار على هامش رد المحتار، فصل في المحرمات: ۲/۴۰۱، ظفير)

(۴) وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (رد المحتار، كتاب النكاح: ۲/۴۸۲، ظفير)

بیوہ عورت کا بعداز عدت نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے یہاں ایک لڑکی کا شوہر فوت ہوگیا عدت کے بعد وہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے لیکن لڑکی کے والدین اور دوسرے تمام خاندان والے لڑکی کے دوسرے نکاح کی مخالفت کررہے ہیں۔کیا لڑکی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرا نکاح کرے اور تمام خاندان والوں کو چھوڑ دے۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

لڑکی کے لیے عدت پوری کرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے اور والدین کے لیے روکنا جائز نہیں؛ بلکہ والدین کو چاہیے کہ جہاں اس کا نکاح ہورہا ہے، باخوشی نکاح کردیں۔اگر خاندان والے نہیں مان رہے تو ان کی مخالفت بیجا ہے، بشرطیکہ کفو میں نکاح کرے۔

لما في القرآن الكريم (البقرة:٢٣٤): ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرٌ﴾

وفي الخانية (٨٧/١):وفي ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه يجوز النكاح بكراً كانت أو ثيباً زوجت نفسها كفؤا أو غير كفء إلا أنه إذا لم يكن كفء كان للأولياء حق الاعتراض وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه يجوز النكاح إن كان كفء وإن لم يكن كفء لا يجوز النكاح أصلاً واختلفت الروايات عن أبي يوسف رحمه الله تعالى والمختار في زماننا للفتوى رواية الحسن رحمه الله تعالى قال الشيخ الإمام شمس الأئمة السرخسي رحمه الله تعالى رواية الحسن أقرب إلى الإحتياط إذ ليس كل ولي يحسن المرافعة إلى القاضي ولا كل قاض يعدل فكان الأحوط سد باب التزويج عليها من غير كفء.

وفي الدرالمختار (٥١٠/٣): (و) العدة (للموت أربعة أشهر) بالأهلة لو في الغرة كما مر (وعشرة) من الأيام بشرط بقاء النكاح صحيحا إلى الموت(مطلقا).

وفي الرد تحته: مطلب في عدة الموت قوله (والعدة للموت) أي موت زوج الحرة أما الأمة فيأتي حكمها بعده،الخ. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۵۸-۱۵۹)

بیوہ سے خود نکاح کرنا اور اس کے لڑکوں سے اپنی لڑکیوں کا نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: ایک شخص کی دولڑکیاں ہیں اور ایک بیوہ کے دولڑکے ہیں، یہ شخص بیوہ سے شادی کرنا چاہتا ہے، بیوہ اس شرط پر رضا مند ہے کہ اگر تو اپنی لڑکیاں دے اور لڑکوں سے نکاح کردے تو میں تجھ سے نکاح کرلوں، یہ جائز ہے؟

الجواب

یہ صورت جائز ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۰۳/۷)

بیوہ بھاوج سے نکاح درست ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی بھاوج بیوہ سے جواس کی سمدھن بھی ہوتی ہے، نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس عورت سے اس مرد کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس مرد کا نکاح مسماۃ مذکورہ سے جائز ہے؛ کیوں کہ وہ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۲) میں داخل ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۶/۷) ☆

بیوہ بھاوج سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: بھاوج سے نکاح کرنا درست ہے، یا نہ؟ ایک شخص کہتا ہے کہ بھاوج بڑی ماں کے درجہ میں ہے اور چھوٹی بھاوج بیٹی کے درجہ میں ہے اور ماں بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ قاضی صاحب نے اس کے رد میں دلیل قرآن پیش کی: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ وہ شخص کہتا ہے کہ بھاوج کے نکاح کی حرمت: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ (۳) میں داخل ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر ایسا نہیں ہے: یعنی بھاوج کی حرمت ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ میں داخل نہیں ہے تو دادی نانی و پوتی، نواسی کی حرمت بھی قرآن میں صاف مذکور نہیں ہے تو چاہیے کہ دادی ونانی وغیرہ سے بھی نکاح درست ہو اور قاضی صاحب نے دیگر کتب احادیث وفقہ سے بھی استدلالات پیش کئے؛ مگر ان سب کو رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسا صاف قرآن سے ثابت کرو، جس سے بھاوج کی حرمت ثابت نہ ہو، مثلاً ایسی آیت ہونی چاہیے: **أحل لكم زوجة لأخ بعد العدة**، اب جو کچھ عندالشرع حکم ہو، تحریر فرمادیں؟

(۱) أما بنت زوجة أبيه أو إبنه فحلال. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳۸۳/۲، ظفير)

(۲) النساء: ۲٤، ظفير

☆ **بیوہ بھاوج سے نکاح:**

سوال: زید کی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے، وہ اپنے حقیقی بھائی مرحوم کے بیوہ سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے؛ تا کہ اس کے بچوں کو اپنی سرپرستی میں لے کر ان کی تربیت اور پرورش کر سکے، زید کا یہ ارادہ جائز ہے، یا نہیں؟ (محمد جاوید، جہاں نما)

الجواب

مرحوم بھائی کی بیوہ سے اگر زید کا حرمت کا کوئی رشتہ نہ ہو، تو یہ نکاح بالکل جائز ہے۔ (النساء: ۲٤) (کتاب الفتاویٰ: ۳۲۹/۴)

(۳) النساء: ۲۳، انیس

الجواب

وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ بھاوج کی حرمت آیت ﴿حرمت علیکم أمهاتکم﴾ میں داخل ہے، یہ غلط ہے؛ لأن زوجة الأخ لیست بداخلة فی الأمهات عند أحد. (۱) اور یہ دونوں دعوے بھی غلط ہیں: وہ بھاوج بڑی ماں کے درجے میں اور چھوٹی بھاوج بیٹی کے درجے میں ہے اور یہ بھی اس شخص کا دعویٰ غلط ہے کہ دادی، نانی، پوتی نواسی کا صاف حکم قرآن میں نہیں ہے، لہذا دادی نانی ماں کی حرمت میں اور پوتی نواسی بیٹی کی حرمت میں داخل ہیں؛ اس لیے کہ دادی، نانی امہات میں داخل ہیں اور پوتی نواسی بنات میں داخل ہیں، اور آیت قرآنی سے زیادہ کوئی قوی دلیل نہیں ہوسکتی، پس جب کہ محرمات کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۲) تو بھاوج بیوہ سے نکاح کا جواز صاف طور سے ظاہر ہوگیا اور قاضی صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ صحیح ہے، ان کا مخالف شخص جو کہ دین اسلام کا مخالف ہے، جو کچھ کہتا ہے محض جاہلانہ کلام ہے، احادیث اور تفاسیر کو نہ ماننا صریح الالحاد وکفر کی دلیل ہے اور احادیث کا انکار کرنا درحقیقت قرآن شریف کا انکار ہے؛ کیوں کہ قرآن شریف میں حکم ہے: ﴿وما اٰتکم الرسول فخذوه وما نهٰکم عنه فانتهوا﴾ (۳) لہٰذا اہل اسلام کو قول اس مخالف کا ہرگز نہ ماننا چاہیے اور اس کو سننا بھی نہ چاہیے اور اس کی صحبت سے احتراز کرنا چاہیے، اس کی بددینی اور کفر اس کے اقوال سے ظاہر ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۶-۲۷۴/۷)

بھائی کی بالغہ بیوہ سے فوراً نکاح کرے، یا عدت ختم ہونے کے بعد:

سوال: زید کا نکاح ایک لڑکی نابالغہ سے ہوا، بیس روز بعد زید فوت ہوگیا، زید کا بھائی اس سے فوراً عقد کرسکتا ہے، یا عدت گزارنے کی ضرورت ہوگی؟

الجواب

عدت موت دس دن چار ماہ گزارنا ضروری ہے، اس کے بعد نکاح ہوسکتا ہے، عدت میں نکاح درست نہیں ہے۔ (۴)

درمختار میں ہے:

والعدة للموت أربعة أشهر وعشر مطلقاً وطئت أو لا ولو صغیرةً. (۵) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۸-۲۳۷/۷)

---

(۱) فیراد بالأم الأصل أیضاً وبالبنت الفرع. (البحر الرائق، باب المحرمات: ۹۹/۳، ظفیر)

(۲) سورة النساء: ۲۴، ظفیر

(۳) سورة الحشر: ۱، ظفیر

(۴) ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾. (البقرة ۲۳۴، انیس)

(۵) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار باب العدة مطلب فی عدة الموت: ۸۳۰/۲)

وأما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً. (رد المحتار، باب العدة: ۸۳۵/۲، ظفیر)

بھائی کی بیوہ سے نکاح درست ہے:

سوال: غفور شکور دونوں حقیقی بھائی ہیں، دونوں کی شادی ہوگئی، شکور مرگیا تو غفور اس کی بیوہ سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

شکور کے مرنے کے بعد غفور اس کی بیوہ سے بعد عدت وفات دس دن چار ماہ کے نکاح کرسکتا ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۵۰-۲۵۱)

اپنے بڑے بھائی کی بیوہ سے نکاح:

سوال: نقشۂ مذکورہ کے مطابق ہندہ کا نکاح سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ زید مر چکا ہے، خالدہ نے نکاح ثانی عبداللہ سے کیا ہے۔

زوجین

خالدہ ــــــــــ اورزید

زوجین

عبداللہ: شوہر ثانی ہندہ دختر زید

عبداللہ کا چھوٹا بھائی: سعید

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ایسی صورت میں عبداللہ کا چھوٹا بھائی سعید ہندہ سے عقد کرسکتا ہے؛ اس لیے کہ وہ محرم نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۶۵)

دیور سے بیوہ کا نکاح درست ہے:

سوال: ایک عورت نے شوہر کے فوت ہونے پر تین سال بعد اپنے دیور سے نکاح کرلیا۔ جائز ہے، یا نہیں، برادری نے مرد عورت پر یک صد روپیہ جرمانہ کیا۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

---

(۱) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ٢٤، ظفیر)

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورة النساء: ٢٣)

الجواب ــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں نکاح اس عورت بیوہ کا اپنے دیور سے شرعاً صحیح اور درست ہے، اس پر کچھ الزام شرعاً نہیں ہے؛ بلکہ یہ کار ثواب ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۶۰/۷)

بیوہ کا نکاح دیور سے:

سوال: ایک شخص اپنی منکوحہ بیوی اور لڑکی و والدین حقیقی و تین برادر نابالغ چھوڑ کر انتقال کر گیا، مرحوم کے والدین مرحوم کی بیوی سے اپنے دوسرے لڑکے خوردسال کی شادی یا نکاح کرنا چاہتے ہیں، مرحوم کی بیوی اور بیوی کے ورثاء بھی اس نکاح سے ناراض ہیں، شرعاً بصورت مذکورہ نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مرحوم کی بیوی جب کہ بالغہ ہے تو کوئی شخص جبراً اس کا نکاح نہیں کر سکتا، (۲) جہاں نکاح کرنا ہو اس کی مرضی سے کریں، اگر اپنے دیور سے رضامند ہو اور بھی کوئی مانع نہ ہو تو اس سے بھی درست ہے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۱۲/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۴/۱۱)

بیوہ چچی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: چچی بیوہ سے بعد عدت کے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ قرآن مجید میں چچا کو باپ فرمایا ہے تو چچی ماں حقیقی ہوئی، لہٰذا مطلق حرام و باطل ہے، تمام کتب تفاسیر و احادیث و فقہ میں چچی سے نکاح حرام بتلاتا ہے، یہ شرعاً صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

چچی یعنی چچا متوفی کی زوجہ سے بعد گزرنے عدت کے نکاح جائز ہے، (۴) قرآن شریف میں رکوع ﴿حرمت علیکم أمهاتكم﴾ (الآیة) (۵) میں چچی کو محرمات میں سے نہیں فرمایا اور حدیث شریف میں بھی چچی سے نکاح کی

---

(۱) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲٤، ظفیر)

(۲) "ولاتجبر البالغة البكر على النكاح". (الدرالمختار، باب الولي: ۵۸/۳، سعید)

(۳،۴) قال الله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲٤)

"أى ما عدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١، سهيل أكيڈمی لاهور)

"أى أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم". (التفسير المنير: ٦/٥، دار الفكر، بيروت)

أى ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة". (التفسير المظهرى: ٦٦/٢، حافظ خانه كوئٹه)

(۵) النساء: ۲۳، انیس

حرمت مذکور نہیں ہے، یہ اس شخص کی جہالت اور گمراہی ہے، جو ایسا باطل دعویٰ اس زور شور سے کرتا ہے، کسی کتاب تفسیر وحدیث وفقہ واصول میں چچی بیوہ سے نکاح کی حرمت مذکور نہیں ہے۔

ومن ادعی فعلیه البیان واللہ المستعان فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲۸۲/۷)

چچا کے انتقال کے بعد بیوہ سے نکاح کرنا:

سوال: دسوندہی کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ کا نکاح بعد عدت کے دسوندہی کے بھتیجہ مغلو سے کر دیا، اس سے پہلے مغلو کے باپ سے تجویز تھی؛ مگر اس نے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں؛ اس لیے میرے لڑکے مغلو سے شادی کر دو، اب بعض جاہل عورت کے دل میں شبہ ڈالتے ہیں کہ چچی تو ماں کے برابر ہوتی ہے اور دوسرے اس بیوہ کی باپ سے مانگی تھی، اس لحاظ سے ماں ہوگئی، لہٰذا صورت مسئولہ میں نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

یہ محض جاہلانہ خیالات ہیں، شریعت میں ان کا کچھ اعتبار نہیں، مسماۃ کا نکاح مغلو کے ساتھ بلاشبہ صحیح ہوگیا، چچا کے انتقال کے بعد چچی سے نکاح شرعاً حلال ہے، جو حرام سمجھے گناہ گار ہے۔ اسی طرح باپ سے گفتگوئے نکاح ہوجانے کی بنا پر بیٹے کے لیے عورت حرام نہیں ہوئی اور نہ کسی قسم کا شبہ حرمت کا پیدا ہوتا ہے، مسماۃ بے فکر ہوکر اپنے خاوند کے ساتھ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایضاً:

سوال: ایک شخص نے اپنی بی بی دو بچے چھوڑ کر اس دار فانی کو خیر باد کہہ دیا اور اس شخص کا ایک بھتیجا بھی ہے، اب سوال یہ ہے کہ مرحوم کا بھتیجا اپنی جگہ چچی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، بعد زمانہ وفات عدت کے آیا وہ نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

چچی سے بعد وفات چچا کے اور بعد گزرنے عدت کے نکاح کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسعود احمد عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عنہ۔ (امداد المفتین: ۴۳۱/۲)

تایا، چچا اور بھتیجے کی بیوہ سے نکاح درست ہے:

سوال: حقیقی تایا، چچا و بھتیجہ متوفی کی زوجات سے نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

تایا، چچا و بھتیجہ کے انتقال کے بعد مثلاً ان کی زوجہ بیوہ سے عدت کے بعد نکاح شرعاً جائز ہے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۷۵/۷)

---

(۱) اس لیے کہ کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی، ارشاد ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲٤، ظفیر

بھتیجہ کی بیوہ سے نکاح درست ہے، یانہیں:

سوال: حقیقی بھتیجہ کی بیوی سے چچا نکاح کرسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب

بھتیجہ کے مرنے کے بعد اور اس کی زوجہ کی عدت گزرنے کے بعد نکاح مذکور جائز ہے اور یہی حکم طلاق دینے کی صورت میں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۱۷۴)

بھتیجے کی بیوہ سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے بھتیجے کا انتقال ہوگیا، اس نے زوجہ چھوڑی، اس شخص کی عورت بیوہ یعنی بھتیجے کی زوجہ سے عقد جائز ہے، یانہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر بھتیجے کی بیوہ سے اس شخص کی اور کوئی قرابت محرمہ نہ ہو، مثلاً وہ بیوہ خود اس کی بھتیجی اور بھانجی نہ ہو تو محض بھتیجے کی بیوی ہونے سے وہ اس پر حرام نہ ہوگی؛ بلکہ اس سے نکاح درست ہے، بشرطیکہ بیوہ دل سے راضی ہو، اس پر کسی قسم کا جبر نہ کیا جائے، جیسا کہ بعض قوموں میں رواج ہے کہ ان کے خاندان میں کوئی عورت بیوہ ہوجائے تو وہ اپنے اختیار سے خود اپنا نکاح نہیں کرسکتی، بلکہ خاوند کے خاندان والے جہاں چاہیں نکاح کردیتے ہیں، چاہے بیوہ راضی ہو، یا نہ ہو اور اگر یہ بھتیجے کی بیوہ اس شخص کے ساتھ قرابت محرمہ بھی رکھتی ہے، یعنی وہ بھی اس کی بھتیجی یا بھانجی ہے تو اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم

۲۴/۲/۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام:۳/۲۴۵)

منکوحہ کے باپ کی بیوہ سے نکاح جائز ہے، یانہیں، جو منکوحہ کی ماں نہیں:

سوال: شیر محمد نے اپنی دختر کا نکاح اپنے بھتیجہ محمد مراد سے کردیا، حالاں کہ شیر محمد کی دو منکوحہ تھی، شیر محمد فوت ہوگیا، آیا محمد مراد اپنے خسر کی زوجہ سے جو اس کی حقیقی ساس نہیں ہے نکاح کرسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب

محمد مراد کا نکاح زوجہ شیر محمد سے جو کہ اس کی حقیقی ساس نہیں ہے، نکاح کرنا درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۲۴۲)

جس کی لڑکی عقد میں ہے، اس کی بیوہ سے نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: زید کی دختر جو پہلی زوجہ متوفیہ سے ہے، عمر کے عقد میں ہے، تو زید کی زوجہ ثانیہ بیوہ سے بعد مرنے کے زید کے عقد کرسکتا ہے، یانہیں؟

(۱-۲) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء:۲٤، ظفیر)

الجواب

اس صورت میں عمر کا نکاح زید کی دوسری زوجہ بیوہ سے جائز ہے، درمختار میں ہے کہ جمع کرنا نکاح میں ان دونوں کا جائز ہے؛(۱) کیوں کہ دونوں میں وہ قاعدہ حرمت کا نہیں پایا جاتا، جو اس بارہ میں منصوص و مسلم ہے کہ ان میں جس کسی کو مرد فرض کیا جاوے تو دوسری عورت حلال نہ ہو، یہ قاعدہ اس صورت میں جاری نہیں ہوسکتا۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۱/۷)

ممانی اور چچی سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہل سنت والجماعت اس امر میں کہ سگی ممانی اور سگی چچی سے نکاح جائز ہے، یا کہ ناجائز موافق حکم شرعی کے ارشاد فرمائیں؟

الجواب

سگی ممانی اور سگی چچی سے نکاح بعد گزرنے عدت کے جائز ہے۔(امدادالاحکام: ۲۴۲/۳)

ماموں کی بیوہ ممانی سے نکاح:

سوال: ہندہ بیوہ بکر کی ایک رشتہ سے یعنی اس کے باپ کی ماموں زاد بہن ہونے کی وجہ سے پھوپھی بھی ہے اور حقیقی ممانی بھی اور بکر کی زوجہ متوفیہ کی خالہ بھی ہے، آیا بکر ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

بکر کا ماموں جب کہ فوت ہو چکا ہے، یا اس نے طلاق دے دی ہے اور عدت گزر گئی تو بکر کا نکاح بصورت مذکورہ ہندہ سے درست ہے۔لقوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۳۲/۷-۲۳۳)

بیوہ ممانی سے نکاح جائز ہے:

سوال: ممانی بیوہ سے نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

ممانی سے نکاح درست ہے۔

کما قال الله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۵/۷)

بیوہ سمدھن سے نکاح:

سوال: بہو کی ماں یا داماد کی ماں بیوہ ہو جائے، تو کیا اس سے نکاح درست ہے؟ (محمد اکبر، مادنا پیٹ)

(۱) فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها.(الدر المختار علیٰ ها مش رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹۱/۲، ظفیر)

(۲،۳) النساء: ۲٤، ظفیر

الجواب

بہو کی، یا داماد کی بیوہ ماں سے نکاح درست ہے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ: ۴/۳۳۷-۳۳۸)

استاد، یا پیر کی بیوہ سے نکاح درست ہے:

سوال: اپنے استاذ، یا پیر کی بیوہ سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ زید اس کو ناجائز کہتا ہے، زید مصیب ہے، یا مخطی؟

الجواب

استاذ، یا پیر متوفیٰ کی بیوہ سے شاگرد اور مرید کو نکاح کرنا درست ہے۔

لقوله تعالیٰ بعد بيان المحرمات: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(۲)

پس زید کا قول غلط ہے اور زید اس بارہ میں خطا پر ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۲۴۱)

بیوہ کا نکاح امام سے:

سوال: ہندہ اور اس کے بچے مسلمان ہو گئے تھے، ان میں سے بڑی لڑکی کی شادی مسلمان سے کردی گئی تھی، اب وہ لڑکی بیوہ ہوگئی ہے تو اس بیوہ کا نکاح بعد عدت امام سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ لوگ اس میں شک کررہے ہیں کہ نماز نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قال الله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(۳)

جب وہ لڑکی مسلمان ہے اور اس کی عدت بھی ختم ہوچکی تو مسلمان مرد سے اس کی شادی بلا تکلف درست ہے،(۴) جو شخص اس سے نکاح کرے گا، اس نکاح کی وجہ سے اس کی امامت میں کچھ خرابی نہیں آئے گی، بلا شک وشبہ اس کی امامت درست ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۷/۲/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۷/۲/۱۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۶۶)

---

(۱) " لا تحرم أم زوجة ابن". (رد المحتار: ٤/٨٥)

(۲) النساء: ٢٤، ظفير

(۳) سورة النساء: ٢٤

"أى ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال" (تفسير ابن كثير: ١/٤٧٤، سهيل اكيڈمى لاهور)

"أى أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم" (التفسير المنير: ٥/٦، دار الفكر بيروت)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ﴾ (سورة البقرة: ٢٣٥)

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، ومالکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد رمولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحئ	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبہٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر واشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش و دیگر مفتیان	شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲)	خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲

کتاب	مصنف	ناشر
(۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج، نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳، لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اور ان کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیۃ، مولانا عبدالحئ نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خرد سروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحئ نگر، کفلیۃ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
(۴۴) کتاب النوازل	مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۴۵) نجم الفتاویٰ	مفتی سید نجم الحسن امروہوی	شعبہ نشر واشاعت جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(۴۶) فتاویٰ فلاحیہ	حضرت مولانا مفتی احمد ابراہیم بیاتؒ	حافظ اسجد بن مفتی احمد ابراہیم بیات، کینیڈا
(۴۷) فتاویٰ دینیہ	حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل کچھولویؒ	جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات

مصادر ومراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات

﴿قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تأویل القرآن	ابوجعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۴)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۵)	انوار التنزیل واسرار التأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۶)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۷)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد محلی / جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان سیوطی	۸۶۴ھ/۹۱۱ھ
(۸)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۹)	شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی	شیخ زادہ، محی الدین بن مصطفیٰ مصلح الدین القوجوی	۹۵۱ھ
(۱۰)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۱)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۲)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ

﴿عقائد (مع شروحات)﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۳)	فقہ اکبر	ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۴)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۵)	شرح فقہ اکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۶)	منح الروض الأزہر فی شرح فقہ أکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ

﴿متون واطراف واجزاء حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۸)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبی عمرو راشد الأزدی	۱۵۳ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹)	موطأ امام مالک	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۰)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابو یوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۲۱)	الزھد والرقائق لابن المبارک	ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۲)	کتاب الاٰثار بروایۃ امام محمد	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۳)	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۴)	الجامع لابن وھب	ابو محمد عبد اللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۵)	مسند الشافعی بترتیب السندی	امام شافعی ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن	۲۰۴ھ
(۲۶)	السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	عبد مناف الشافعی القرشی المکی	
(۲۷)	مسند ابوداؤد الطیالسی	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۲۸)	مصنف عبد الرزاق صنعانی	عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۲۹)	مسند الحمیدی	ابوبکر عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبید اللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۳۰)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف با بن دکین	۲۱۹ھ
(۳۱)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوھری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۲)	مصنف ابن ابی شیبہ رمسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورستی	۲۳۵ھ
(۳۳)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راہویہ	۲۳۸ھ
(۳۴)	مسند امام احمد	امام احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۵)	فضائل الصحابۃ	امام احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۶)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد الحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۳۷)	صحیح البخاری	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۸)	الادب المفرد	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۹)	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین النیشا فوری	۲۶۱ھ
(۴۰)	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۱)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۲)	سنن ابوداؤد رمراسیل ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۴۳)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۴۴)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۵)	مسندالحارث	ابومحمدالحارث بن محمد بن داھرالتمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۴۶)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۴۷)	الآحادوالمثانی	ابوبکر بن أبي عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۸)	السنۃ	ابوبکر بن أبي عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۹)	البحرالزخارالمعروف بمسند البزار	ابوبکراحمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۵۰)	تعظیم قدرالصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۱)	مختصرقیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۲)	القدر	ابوبکرجعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۳)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۴)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۵)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۵۶)	المنتقی	ابن الجارودابومحمدعبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۵۷)	مسندالرویانی	ابوبکرمحمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۵۸)	الکنی والأسماء	ابوبشرمحمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۵۹)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحٰق بن المغیرۃ بن صالح بن بکرالسلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۰)	التوحید	محمد بن اسحٰق بن المغیرۃ بن صالح بن بکرالسلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۱)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکراحمد بن محمد بن ہارون بن یزیدالخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۲)	مسندالسراج/حدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۳)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۴)	شرح معانی الآثار	ابوجعفراحمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۵)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفراحمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۶)	مکارم الأخلاق/مساوی ءالاخلاق	ابوبکرمحمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکرالخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۶۷)	مسندالشاشی	ابوسعیدالہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۶۸)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۶۹)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۷۰)	المعجم الأوسط/المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطرابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۱)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطرابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۲)	مسندالشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطرابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۳)	عمل الیوم واللیلة	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۷۴)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعودالبغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۷۵)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازدادالبغدادی	۳۸۵ھ
(۷۶)	شرح مذاھب أھل السنة	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازدادالبغدادی	۳۸۵ھ
(۷۷)	الإبانة الکبریٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطة	۳۸۷ھ
(۷۸)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۷۹)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسافوری	۴۰۵ھ
(۸۰)	الإیمان	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحی بن مندہ العبدی	۳۹۵ھ
(۸۱)	شرح أصول اعتقاد أھل السنة والجماعة	ابوالقاسم ھبة اللہ بن الحسن بن منصورالطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۸۲)	حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۳)	المسند المستخرج علی صحیح مسلم	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۴)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	۴۳۰ھ
(۸۵)	مسندالشھاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامة بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۸۶)	السنن الکبریٰ/السنن الصغیر	ابوبکراحمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۸۷)	شعب الإیمان	ابوبکراحمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۸۸)	معرفة السنن والآثار	ابوبکراحمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۸۹)	الدعوات الکبیر	ابوبکراحمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیھقی	۴۵۸ھ
(۹۰)	جامع بیان العلم وفضلہ	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۱)	تفسیر غریب مافی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمیدالازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۲)	الفردوس بمأثورالخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شھرداربن شیرویہ بن فناخسروالدیلمی الھمدانی	۵۰۹ھ
(۹۳)	شرح السنة	محی الدین ابومحمدالحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۹۴)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہزام التمیمی السمر قندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۹۵)	المعجم	ابوالقاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۹۶)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۵۷۹ھ
(۹۷)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۹۸)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۹۹)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۰)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ الماردینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۱)	جامع المسانید والسنن الھادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۲)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۳)	البدر المنیر رمختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۵)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۰۵)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۶)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۷)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۸)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۰۹)	الجامع الصغیر رالفتح الکبیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۰)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۱)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۲)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۱۳)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

﴿شروح وعلل حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۴)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۱۵)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۶)	احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۱۷)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیر ازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۱۸)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۱۹)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۰)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۱)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۲)	تقریب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۳)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۴)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۲۵)	عمدة القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۶)	شرح سنن أبی داوٴد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۷)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۸)	الآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۹)	مصباح الزجاجة شرح سنن ابن ماجة	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۰)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۳۱)	مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۲)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۳)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالروٴف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۴)	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	زین الدین محمد عبدالروٴف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۵)	اشعة اللمعات شرح مشکوٰة المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۳۶)	حاشیة السندی علی سنن ابن ماجة	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۷)	شرح مسند الشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۹)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۴۰)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۴۱)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۴۲)	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۴۳)	بذل المجہود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۴۴)	التعلیق المجد علی موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۵)	حاشیۃ السنن لأبی داؤد	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۶)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۷)	عون الباری لحل أدلۃ البخاری	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ
(۱۴۸)	التعلیق الحسن علی آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۴۹)	لامع الدراری علی صحیح البخاری	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۰)	الکوکب الدری علی جامع الترمذی	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۱)	عون المعبود فی شرح سنن أبی داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۵۲)	المنہل العذب المورود شرح أبی داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	۱۳۵۲ھ
(۱۵۳)	العرف الشذی شرح سنن الترمذی	علامۃ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۴)	فیض الباری شرح البخاری	علامۃ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۵)	تحفۃ الأحوذی شرح سنن الترمذی	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۵۶)	فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۵۷)	التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۵۸)	معارف السنن شرح جامع الترمذی	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۵۹)	أوجز المسالک إلی موطا امام مالک	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۰)	مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ابوالحسن عبیداللہ بن بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۱)	سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ	محمد ناصر الدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۲)	منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۳)	منہاج السنن شرح سنن الترمذی	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ
(۱۶۴)	البحر المحیط الثجاج فی شرح صحیح لمسلم	محمد بن علی بن آدم بن موسی الإتیوبی الولوی	--

سیرت وشمائل

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۶۵)	زاد المعاد فی ہدیۃ خیر الانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۶۶)	لمواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۶۷)	سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۶۸)	تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس	حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری	۹۶۶ھ
(۱۶۹)	شرح المواہب اللدنیۃ	العلامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۷۰)	اصح السیر	مولانا ابو البرکات عبد الرؤف دانا پوری	--
(۱۷۱)	سیرۃ المصطفی	محمد ادریس کاندھلوی بن حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی	۱۳۹۴ھ

﴿کتب فقہ احناف﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۲)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۳)	کتاب الأصل	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۴)	الجامع الصغیر	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۵)	مختصر الطحاوی	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷۶)	شرح مختصر الطحاوی	ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۷۷)	عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۷۸)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۷۹)	النتف فی الفتاوی	ابو الحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۸۰)	المبسوط	شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۱)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۲)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابو احمد السمرقندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۳)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۴)	المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی	ابو المعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۵)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۸۶)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۸۷)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الہدایۃ	برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۸۸)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابو الرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۸۹)	المجتبی شرح مختصر القدروی	ابو الرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹۰)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۱)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ
(۱۹۲)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۳)	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجدالدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۴)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۹۵)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف باابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۹۶)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدیدالدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۹۷)	کنزالدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰،۷۰۱ھ
(۱۹۸)	تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق	فخرالدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۱۹۹)	شرح مختصرالوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۰)	النقایۃ مختصرالوقایۃ	صدرالشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۱)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۲)	النہایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۲۰۳)	جامع المضمرات شرح مختصرالقدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۴)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۰۵)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۰۶)	السراج الوھاج فی شرح مختصرالقدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۷)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصرالقدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۸)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۲۰۹)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شھاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف باابن بزازی	۸۲۷ھ
(۲۱۰)	معین الحکام	ابوالحسن علاءالدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۱۱)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۲)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۳)	فتح القدیر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۱۴)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۱۵)	درر الحکام شرح غرر الأحکام	ملاخسرو، محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۱۶)	شرح النقایة	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۱۷)	حاشیة علی العنایة شرح الهدایة	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیر خان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ
(۲۱۸)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۱۹)	الصغیری رالکبیری شرح منیة المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۰)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایة المسمیٰ بالنقایة	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۱)	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۲)	المسالک فی المناسک	،ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی	بعد: ۹۷۵ھ
(۲۲۳)	المنسک المتوسط المسمی لباب المناسک	رحمة اللہ بن عبداللہ السندی المکی الحنفی	--
(۲۲۴)	الفتاویٰ الحامدیة	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۲۵)	تنویر الأبصار وجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۲۶)	النهر الفائق شرح کنز الدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۲۷)	شرح النقایة فی مسائل الهدایة	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۸)	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۹)	حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۳۰)	سکب الأنهر علی فرائض مجمع الانهر	علاء الدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصر الدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۳۱)	نور الایضاح ونجاة الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۲)	امداد الفتاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۳)	مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۴)	مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۳۵)	الفتاویٰ الخیریة لنفع البریة	خیر الدین بن احمد بن نور الدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۳۶)	الدر المختار شرح تنویر الأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	۱۰۸۸ھ
(۲۳۷)	الفتاویٰ الأسعدیة	سید اسعد بن ابوبکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶ھ
(۲۳۸)	الفتاویٰ الهندیة (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعة من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۳۹)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۰)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۱)	اسعاف المولی القدیر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدویسی مصری	۱۲۲۱ھ کے بعد
(۲۴۲)	مالابدمنہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۴۳)	ردالمحتار حاشیۃ الدر المختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۴)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۵)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۶)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۷)	مأۃ مسائل	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۴۸)	رسالہ الاربعین	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۴۹)	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری رمترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۲۷۱ھ/--
(۲۵۰)	التحریر المختار حاشیۃ ردالمحتار	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۱)	جواہر الاِخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی	--
(۲۵۲)	مفتاح الجنۃ	کرامت علی بن ابوابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جاراللہ جونپوری	۱۲۹۰ھ
(۲۵۳)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبدالغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۴)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۵)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۶)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۷)	حاشیہ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۸)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۶۲)	تحفۃ الاخیار	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۳)	علم الفقہ	عبدالشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۶۴)	الفتاویٰ الکاملیۃ فی الحوادث الطرابلسیۃ	محمد کامل بن مصطفیٰ بن محمود الطرابلسی الحنفی	۱۳۱۷ھ
(۲۶۵)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۶۶)	رسائل الارکان	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۶۷)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--
(۲۶۸)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبداللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ
(۲۶۹)	بہشتی گوہر، بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۰)	کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۱)	تصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۲)	ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری	حسین بن محمد سعید عبدالغنی المکی الحنفی	۱۳۶۶ھ
(۲۷۳)	جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۲۷۴)	دینی مسائل اوران کا حل	مولانا مفتی سلمان منصور پوری	مدظلہ

﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۷۵)	المدونۃ الکبریٰ	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۷۶)	نھایۃ المطلب فی درایۃ المذہب	امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن محمد الجوینی	۴۷۸ھ
(۲۷۷)	بحر المذہب	ابوالمحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی	۵۰۲ھ
(۲۷۸)	متن أبی شجاع المسمی الغایۃ والتقریب	احمد بن الحسین بن احمد، أبوشجاع، شہاب الدین أبوالطیب الأصفہانی	۵۹۳ھ
(۲۷۹)	بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد	ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد	۵۹۵ھ
(۲۸۰)	المغنی	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۸۱)	المجموع شرح المہذب	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۸۲)	المقنع ،الشرح الکبیر علی المقنع	شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی	۶۸۲ھ
(۲۸۳)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۲۸۴)	الفتاویٰ الکبریٰ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۸۵)	المبدع شرح المقنع	ابواسحاق، برہان الدین، ابراہیم بن محمد عبداللہ بن محمد بن مفلح	۸۸۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۶)	المیزان الکبریٰ	ابوالمواھب عبدالوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفا بن ابی الشیخ الشعرانی	۹۷۳ھ
(۲۸۷)	الشرح الکبیر علی مختصر خلیل	احمد دردیر، احمد بن احمد بن أبی حامد العدوی المالکی الأزہری الخلوتی	۱۲۰۱ھ
(۲۸۸)	حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر	محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی المالکی	۱۲۳۰ھ

﴿فقہ مقارن﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۹)	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۹۰)	الفقہ علی المذاہب الأربعۃ	عبدالرحمٰن بن محمد عوض الجزیری	۱۳۶۰ھ
(۲۹۱)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	۲۰۱۵ء
(۲۹۲)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

﴿اصول فقہ﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۹۳)	اصول البزدوی	فخرالاسلام علی بن محمد البزدوی	۴۲۲ھ
(۲۹۴)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۹۵)	المقدمات الممھدات	ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد	۵۹۵ھ
(۲۹۶)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۹۷)	المنار	حافظ الدین النسفی	۷۱۰ھ
۲۹۸)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۲۹۹)	کشف الاسرار شرح اصول البزدوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۳۰۰)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۰۱)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۰۲)	نورالانوار فی شرح المنار	ملاجیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۳۰۳)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۳۰۴)	عمدۃ الفقہ	سید زوار حسین شاہ	۱۴۰۰ھ

﴿تزکیہ واحسان﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۵)	ادب الدنیا والدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۳۰۶)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۳۰۷)	عوارف المعارف	شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی شافعی علیہ الرحمہ	۶۳۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۰۸)	غنیۃ لطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبد القادر بن اَبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۰۹)	الترغیب والترہیب	ابو محمد زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۱۰)	الکبائر	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۳۱۱)	الزواجر عن اِقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۱۲)	تحقیق الحق المبین	حضرت شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی	۱۲۷۷ھ

﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۱۳)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۱۴)	المتفق والمفترق	ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
(۳۱۵)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۳۱۶)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۳۱۷)	الکلیات معجم فی مصطلحات والفروق اللغویۃ	اَبو البقاء الحنفی، اَیوب بن موسیٰ الحسینی القریمی الکفوی	۱۰۹۴ھ
(۳۱۸)	کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقی الحنفی التھانوی	۱۱۵۸ھ
(۳۱۹)	نور اللغات	مولوی نور الحسن نیر	۱۳۵۵ھ
(۳۲۰)	تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف	محمد بن احمد بن الضیاء محمد القرشی العمری المکی الحنفی	۱۳۸۷ھ
(۳۲۱)	التعریفات الفقھیۃ	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۳۲۲)	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدینؒ	--
(۳۲۳)	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدینؒ	--

﴿متفرقات﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۲۵)	ما ثبت من السنۃ	شیخ ابو المجد عبد الحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۶)	کتاب آداب الصالحین	شیخ ابو المجد عبد الحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۷)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم ابو عبد العزیز وابو عبد اللہ	۱۱۷۶ھ

نوٹ: ''فتاویٰ علماء ہند، جلد-۲۹'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمٰن قاسمی)